

تحقیقات نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي  
الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

# فتاویٰ رضویہ



جلد 25

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیفہ اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# العطاء يا النبي في الفتاوى والرسائل

مع تخریج وترجمہ علی عبارات

تحقیقات تادہ پرستل چودہویں صدی کا عظیم نشان  
فقہی انسا ئیکلو پیڈیا

جلد ۲۵

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ

۱۲۴۰ — ۱۲۵۲  
۱۲۵۱ — ۱۲۵۶



رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈیون لوہاری دروازہ، لاہور (پاکستان) (۵۳۰۰)

۴۶۵۴۱۲

فون ۶۶۵۴۴۲

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فیضانِ کرامت	مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سرپرستی	مولانا صاحبزادہ محمد عبد الحسین ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخ پور
اہتمام	مولانا صاحبزادہ قاری نعیم احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت
ترجمہ عربی و فارسی عبارتاً	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
پیش لفظ	" " " " " "
ترتیب فرست	" " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا غلام حسن ، مولانا محمد شہزاد ہاشمی
کتابت	محمد شریعت گل ، کراہیل کلاں (گوجرانوالہ)
پیشنگ	مولانا محمد ششائش قسوری (شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)
صفحات	۶۵۸
اشاعت	رجب المرجب ۱۴۲۳ھ / ستمبر ۲۰۰۲ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے



○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء العتہ آف پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر برادرز ، س-۴ ، اردو بازار ، لاہور

# اجمالی فہرست

۵	_____	(۱) پیش لفظ
۵۲	_____	(۲) کتاب المداينات
۷۷	_____	(۳) کتاب الاشرية
۲۱۷	_____	(۴) کتاب الرحمن
۳۰۳	_____	(۵) باب القسم
۳۰۵	_____	(۶) کتاب الوصايا

## فہرست رسائل

۷۹	_____	(۱) حقۃ المرجان
۱۰۷	_____	(۲) الفقہ التجلی
۳۰۲	_____	(۳) الشرعیۃ البھیة







## پیش لفظ

الحمد لله ! المحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں قاضی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزندِ عظیم اور ذخیرہ فقہیہ کو جدیدہ انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا اتحادہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے بہت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں :

- ( ۱ ) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة  
مع الفیوضات المکیة لمحب الدولة المکیة
- ( ۲ ) انباء الحیوان حکلامہ المصنوع تیباً شکل شمس  
مع التعلیقات "حاسم المفتی علی السید السیری"
- ( ۳ ) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدسراہم
- ( ۴ ) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین
- ( ۵ ) ہادی الاضحیۃ بالشاۃ الهندیۃ
- ( ۶ ) الصافیۃ البوہیۃ لحکم جلود الاضحیۃ

( ۷ ) الاجازات المتیئنة لعلماء بکة والمدینة

( ۸ ) حسام الحرمین علی منہر الکفر والمین (نیر طبع)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا الغبویة فی الفتاوی الرضویة المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جلد عمدہ و بعینۃ رسولہ اکرم تقریباً چودہ سال کے مختصر عرصہ میں پچیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی چوبیس جلدوں کی تفصیل سنیں اشاعت، کتب و ابراب، مجموعی صفحات، تعداد سوالات و جوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	موضوعات	جوابات	تعداد	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ — مارچ ۱۹۹۰	۸۳۸
۲	"	۳۳	۶	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۹
۴	"	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۳۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	"	۲۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۳۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب الطلاق، کتاب الطلاق	۲۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب اویمان، کتاب الحدود و التعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۶	۷	جمادی الثانی ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲



معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاویٰ کی کتب میں کتاب الاضعیہ کے بعد کتاب المحظورات کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسیویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضعیہ پر ہوا لہذا اکیسویں جلد سے مسائل حظرو اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبد المناہی صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقی اینٹ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

## ۲۵ پچیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد یازدہم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے شروع سے آخر تک ۸۳ اسواہوں کے جواباً اور مجموعی طور پر ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیا رحویں، بارحویں، تیرحویں، سولہویں، سترحویں اٹھارہویں انیسویں اور بیسیویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔

پیش نظر جلد بنیادی طور پر مندرجہ ذیل عنوانات کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے :

- کتاب المداہنات
- کتاب الاشرار
- کتاب الرہب
- باب القسم
- کتاب الوصایا

تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے کثیر مسائل ضمنیاً زیر بحث آئے ہیں لہذا مسائل و مسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کسی ایک دوسرے کے تحت ضمنیاً درج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کر دی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں وقت و ابہام پیدا نہ ہو۔ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں :

( ۱ ) حقہ المہاجان لمہم حکم الدخان ( ۱۳۰۴ھ )  
حقہ اور تمباکو نوشی کا حکم شرعی

( ۲ ) الفقہ القسجیلی فی عین التاریخ ( ۱۳۱۸ھ )  
تاریخ سے خمر شدہ آٹے کا شرعی حکم

( ۳ ) الشریعۃ البھیة فی تحدید الوصیة ( ۱۳۱۴ھ )  
وصیت کی جامع و مانع تعریف اور اس کی اقسام کا بیان

نوٹ : رسالہ النفع والدرر لمن عملہ منی " اس دس " فتاویٰ رضویہ قدیم  
جلد ہشتم ( کتاب الاجارہ ) اور جلد یازدہم ( کتاب المداینات ) دونوں میں شامل تھا۔ ہمارے  
خیال میں مقدم الذکور مقام ہی اس کے لئے السبب ہے ، چنانچہ ہم نے اس کو فتاویٰ رضویہ جدید  
جلد ۱۹ ( کتاب الاجارہ ) میں شامل اشاعت کر دیا ہے لہذا اس جلد میں کتاب المداینات  
سے اس کو خارج کر دیا ہے۔



رجب المرجب ۱۴۲۴ھ حافظ محمد عبدالستار سعیدی  
ستمبر ۲۰۰۳ء ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



# فہرست مضامین مفصل

## کتاب المذاینات

- ۶۰ جاری ہوگی یا نہیں۔
- قرض دوپہر کو سالانہ دینے کا وعدہ کیا اور یہ کہ اگر سالانہ نہ دوں تو یکمشت لینے کا اختیار ہے ایسی صورت میں وعدہ خلافی پر یکمشت لے سکتا ہے۔
- ۶۱ غیر مسلم کا قرض مسلمان پر تھا دونوں مرتبے کتاب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں۔
- ۶۲ کافر عربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں۔
- ۶۳ کافر عربی کا مال دھوکا یا بدعہدی سے لینا گناہ ہے۔
- ۶۴ جو کسی کا مال ادا کی نیت سے لے اور اس کو ادا کرے۔
- ۶۵ ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے۔
- ہندو سے قرض لیا پھر وہ مر گیا اور کوئی وارث بھی نہیں تو ادا کی کیا صورت ہوگی۔
- کافر اصلاً اہل ثواب نہیں۔
- سفر میں کسی تکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے ٹینے سے رہ گیا اور تکہ والے کا پتہ نہیں تو کیا کسے بیع و فاعین رہیں ہے۔
- رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔
- رہن سے استغاث کی ایک صورت۔
- زوجہ کا ترکہ زوج کو اپنے مہر میں لے لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔
- انجو بعض لوگ مہر زوج کی مصافی کا دعویٰ کریں اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں دراشت

- ۶۴ قرض کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔  
 قیامت کے دن مسلم سے معافی کی امید ہے  
 ذمی سے نہیں۔
- ۶۵ کفر کے سر کسی گناہ کا خطاب ضروری الوقوع  
 نہیں۔
- ۶۶ اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مہر  
 کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی کہ  
 ہمارا بھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ اس  
 حصہ مہر کے اور جائیداد نہیں کیا حکم ہے۔
- ۶۷ بدیون کے علاوہ دوسرے سے جبراً قرض  
 وصول کرنے کا حکم۔
- ۶۸ کشادگی کے باوجود اسے قرض میں شامل کرنا  
 کرنا پسند آبرو کی کوتاہی کو دیتا ہے۔
- ۶۹ وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔  
 منافق کی مین نشانیاں۔
- ۷۰ قرض ادا نہ کرنے والے کے کا خطاب۔  
 تقریباً تین پیسہ قرض کے عوض سات سو  
 نمازیں باجماعت جاتی گی۔
- ۷۱ اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب  
 تک بندے خود معاف نہ کریں۔
- ۷۲ زید پر عمرو کا قرض تھا عمرو نے بکر سے کہ  
 اس کے ذمہ زید کا قرض تھا لے لیا تو اس کا  
 کیا حکم ہے۔
- ۷۳ بیکہ کی ایک صورت اور اس کا حکم۔  
 دیون اگر مر جائے تو اس کا مکان و اتن اپنی
- ۶۴ ملک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت زائد  
 ہے تو تصدق کرے۔
- ۶۵ قرض وصول ہونے کے بعد دوبارہ غلط  
 کاروائی کر کے مزید روپے لے لینا حرام و  
 نجس ہے۔
- ۶۶ کافر سے قرض لیا اور وہ مر گیا اس کا وارث  
 بھی نہیں تو اس کا قرض کس طرح ادا ہو۔
- ۶۷ دو شخصوں سے قرض لینے کی ایک صورت  
 از خود مفصل شقوق پر فتویٰ بتا دینا بھی  
 خلاف مصلحت ہوتا ہے۔
- ۶۸ اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف  
 اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
- ۶۹ زوجہ یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی  
 سے قسط وار مہر ادا کیا جاسکتا ہے حاکم  
 کو جبر کی اجازت نہیں۔
- ۷۰ (ضمیمہ ص ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں)  
**کتاب الاسر پر**
- ۷۱ اقربوں سے متعلق احکام
- ۷۲ بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم
- ۷۳ ○ **حقۃ السراجان لہم حکم**  
**الساخان** (حق کے جواز میں یقین آتی)  
 جو حق کہ عام طور سے رائج ہے شرعاً
- ۷۴ مباح ہے۔
- ۷۵ حق کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔
- ۷۶ جمہوری حدیث بیان کرنے کا وبال۔

- مسئلہ حقہ اور مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی ۸۴  
 مسئلہ حقہ اور مولوی عبداللہ نکھوی ۸۴  
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیب کا مون کا ۹۹  
 اختیار دیتے جاتے تو چرا آسای ہوتا اس کو ۹۹  
 اختیار فرماتے۔ ۸۴  
 چاروں مذہب کے ائمہ نے حقہ کی حلت کا ۸۴  
 فتویٰ دیا۔ ۱۰۱  
 اگر بوطبیت کو ناپسند ہے تو مکروہ طبعی ہے ۸۸  
 نہ کہ شرعی۔ ۱۰۱  
 اختلافی مسائل میں عموم بلوی باعث تخفیف ۸۹  
 و ترجیح ہے۔ ۱۰۱  
 مولوی عبداللہ نکھوی کا رد۔ ۹۲  
 مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔ ۱۰۲  
 شاہ عبدالعزیز کی طرف حرمت قلبیوں کی ۱۰۲  
 نسبت غلط ہے۔ ۹۲  
 حقہ جو نہیں پیتے اچھا کہتے ہیں جو پیتے ہیں ۹۲  
 برا نہیں۔ ۱۰۲  
 وہ حقہ جو اس دو ماغ میں فتور لائے ۹۲  
 ممنوع ہے۔ ۱۰۳  
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر ۹۳  
 نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ۱۰۳  
 منع فرمایا ہے۔ ۹۴  
 تازی کے خیر سے بے گئے بسکٹ کا ۹۸  
 شرعی حکم۔ ۱۰۴  
 جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس ہے ۹۸  
 کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے ۱۰۴
- ۹۹ جتن کی نسبت کچھ علم نہ ہو انہیں حرام نہیں ۹۹  
 کہہ سکتے۔ ۹۹  
 ہندوؤں کی بنائی مٹھائی کھانا حلال ۹۹  
 پینا بہتر۔ ۹۹  
 تازی کا حکم۔ ۱۰۱  
 شراب حرام اور پیشاب کی طہارت ۸۸  
 ناپاک ہے۔ ۱۰۱  
 حرمت شراب اور اس پر تہدید میں ۸۸  
 سات احادیث کرمیر۔ ۱۰۱  
 جو شراب نکالے اور اٹھائے اوپر پئے ۸۹  
 نیچے اور غریب سب پر لعنت ہے۔ ۱۰۱  
 جو شراب پئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان ۹۲  
 کسب لیتا ہے۔ ۱۰۲  
 تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ ۱۰۲  
 خمرانی کا مذاق۔ ۱۰۲  
 جو ایک بوند شراب پئے اس کی چالیس ۹۲  
 تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس پر ۹۲  
 حرام۔ ۱۰۳  
 خدا کے خوف سے شراب پھوڑنے والے ۹۳  
 کا ثواب۔ ۱۰۳  
 جتنے کا دم لگانا کہ اس خراب ہو ۹۴  
 حرام ہے۔ ۱۰۴  
 اگر بیکت ہے خلاف اولیٰ ہے۔ ۱۰۴  
 یہ خیال کہ حقہ پینے والے کو خراب میں ۹۸  
 کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے ۱۰۴



- کی طرف غلط اشیا کا اقتساب۔ ۲۰۴
- ۲۱۰ حلال ہے۔
- اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے۔ ۲۱۱
- ۲۱۱ آسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟
- نہ جائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ ۲۱۱
- ۲۱۱ تازی سے بنائی گئی پاؤروٹی کا حکم۔
- بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔ ۲۱۱
- ۲۱۱ مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں۔
- ۲۱۱ قہر کی شراب کا حکم۔
- ۲۱۲ صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔
- ۲۱۲ تبا کو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔
- ۲۱۲ کچور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ تازہ کا پھل جائز اور تازی پنا حرام۔
- ۲۱۳ تازہ جو حقیقتہً سسر کہ ہو جائے جائز ہے۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ نشہ ہذا حرام ہے۔
- ۲۱۴ خالص پانی بھی دود شراب کی طرح پینا منع ہے۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ اقیوں، چرس، بنگ کا استعمال بطور دوا۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ اقیوں معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔
- ۲۱۴ طعن ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔ ۲۱۴
- ۲۱۴ اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اُخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ اس بارہ میں عبد اللہ بن مبارک کا قول۔ ۲۱۵
- ۲۰۴ کی طرف غلط اشیا کا اقتساب۔
- ۲۱۱ اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے۔
- ۲۱۱ نہ جائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔
- ۲۱۱ بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔
- ۲۱۱ قہر کی شراب کا حکم۔
- ۲۱۲ صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔
- ۲۱۲ تبا کو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔
- ۲۱۲ کچور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔
- ۲۱۳ تازہ کا پھل جائز اور تازی پنا حرام۔
- ۲۱۳ تازہ جو حقیقتہً سسر کہ ہو جائے جائز ہے۔
- ۲۱۴ نشہ ہذا حرام ہے۔
- ۲۱۴ خالص پانی بھی دود شراب کی طرح پینا منع ہے۔
- ۲۱۴ اقیوں، چرس، بنگ کا استعمال بطور دوا۔
- ۲۱۴ اقیوں معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔
- ۲۱۴ طعن ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔
- ۲۱۴ جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔
- ۲۱۴ اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اُخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔
- ۲۱۵ اس بارہ میں عبد اللہ بن مبارک کا قول۔
- ۲۰۴ کی طرف غلط اشیا کا اقتساب۔
- ۲۱۱ اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے۔
- ۲۱۱ نہ جائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔
- ۲۱۱ بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔
- ۲۱۱ قہر کی شراب کا حکم۔
- ۲۱۲ صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔
- ۲۱۲ تبا کو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔
- ۲۱۲ کچور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔
- ۲۱۳ تازہ کا پھل جائز اور تازی پنا حرام۔
- ۲۱۳ تازہ جو حقیقتہً سسر کہ ہو جائے جائز ہے۔
- ۲۱۴ نشہ ہذا حرام ہے۔
- ۲۱۴ خالص پانی بھی دود شراب کی طرح پینا منع ہے۔
- ۲۱۴ اقیوں، چرس، بنگ کا استعمال بطور دوا۔
- ۲۱۴ اقیوں معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔
- ۲۱۴ طعن ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔
- ۲۱۴ جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔
- ۲۱۴ اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اُخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔
- ۲۱۵ اس بارہ میں عبد اللہ بن مبارک کا قول۔



- قوی تندرست پیشہ ور سائل کو ایک  
چیسر نہ دے۔  
۲۱۵ حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو  
مقدم رکھے۔  
۲۱۶ جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا  
نائب ہے۔  
۲۱۷ علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے  
تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہکا  
جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔  
۲۱۸ کتاب الرہن  
شقی مرہون کو مرتہن کسی طرح استعمال  
نہیں کر سکتا۔  
۲۱۹ قرض کے زیر جو منفعت حاصل ہو جائے  
وہ سود ہے۔  
۲۲۰ رهن در رهن جائز نہیں۔  
۲۲۱ عقد رهن کی حکمت شریعہ۔  
۲۲۲ شے مرہون کا نہ پہننا جائز نہ اجارہ پر  
دینا اور نہ عاریتہ کسی کو دینا اور نہ اس  
میں سکونت کرنا۔  
۲۲۳ اگر بے اذن راہن تصرف کرے گا گنہگار  
ہوگا۔  
۲۲۴ اگر لاذن راہن سے تصرف کرے تو جائز  
نہ ہے مگر وہ شقی رہن نہ رہے گی۔  
۲۲۵ مکان مرہون کو مرتہن سے کرایہ پر لینا  
نامک و غیر نامک کسی کو جائز نہیں۔  
۲۲۶ جائز کہ مرتہن سے رہن کا مکان کرایہ پر  
لینا کسی کو جائز نہیں اگر لے گا گنہگار  
ہوگا۔  
۲۲۷ اگر راہن شقی مرہون اپنی اجازت سے  
کسی کو دے تو اس کا کرایہ نامک یعنی  
رایہ ہی لے گا نہ کہ مرتہن۔  
۲۲۸ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً  
سود ہے۔  
۲۲۹ قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔  
۲۳۰ اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و  
معمود ہے تو حکم مطلق حرمت و  
ہما نعت ہے۔  
۲۳۱ رهن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔  
۲۳۲ مکان رہن رکھنے کی ایک نادر صورت  
اور اس پر شرعی حکم۔  
۲۳۳ زر غیث کو اپنے صرف میں نہ لے سکتے  
اس لئے کہ یہ مانع اجابت دعا ہے۔  
۲۳۴ حدت معینہ کے لئے رہن رکھنا۔  
۲۳۵ حق انفکاک رہن و رهن راہن کو ہے  
یا نہیں۔  
۲۳۶ راہن کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو  
حق انفکاک رہن ہے۔  
۲۳۷ بیع الوف مذہب معتدلیں میں رہی  
ہے۔

- ۲۴۸ مرتضیٰ جب بلا اذن راہیں شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہیں پر موقوف ہے۔
- ۲۴۹ قاضی کو تمام عقد کو حیراً تمام کرانے کا حق نہیں۔
- ۲۴۹ شے مرہون کو کوایہ پراٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔
- ۲۴۹ رہن اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک مادہ تک نکد نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھا اور زیر رہن کو زیر ثمن۔
- ۲۴۹ رہن کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر راہیں نے نہ چھوڑا تو مرتضیٰ کو اس سے نفع جاری نہیں۔
- ۲۵۳ راہیں نے اپنا مکان رہن رکھا اور پتھر اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کوایہ اور بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہن ہی تھا نہیں ہوا۔
- ۲۵۳ رہن دخلی سود ہے۔
- ۲۵۳ شے مرہون کا راہیں کو کوایہ پر دینا بھی سود ہے۔
- ۲۵۳ ہنود سے رہن دخل لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔
- ۲۵۴ رہن زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے۔
- ۲۴۸ مرتضیٰ جب بلا اذن راہیں شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہیں پر موقوف ہے۔
- ۲۴۹ قاضی کو تمام عقد کو حیراً تمام کرانے کا حق نہیں۔
- ۲۴۹ شے مرہون کو کوایہ پراٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔
- ۲۴۹ رہن اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک مادہ تک نکد نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھا اور زیر رہن کو زیر ثمن۔
- ۲۴۹ رہن کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر راہیں نے نہ چھوڑا تو مرتضیٰ کو اس سے نفع جاری نہیں۔
- ۲۵۳ راہیں نے اپنا مکان رہن رکھا اور پتھر اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کوایہ اور بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہن ہی تھا نہیں ہوا۔
- ۲۵۳ رہن دخلی سود ہے۔
- ۲۵۳ شے مرہون کا راہیں کو کوایہ پر دینا بھی سود ہے۔
- ۲۵۳ ہنود سے رہن دخل لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔
- ۲۵۴ رہن زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے۔
- ۲۴۸ مرتضیٰ جب بلا اذن راہیں شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہیں پر موقوف ہے۔
- ۲۴۹ قاضی کو تمام عقد کو حیراً تمام کرانے کا حق نہیں۔
- ۲۴۹ شے مرہون کو کوایہ پراٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔
- ۲۴۹ رہن اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک مادہ تک نکد نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھا اور زیر رہن کو زیر ثمن۔
- ۲۴۹ رہن کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر راہیں نے نہ چھوڑا تو مرتضیٰ کو اس سے نفع جاری نہیں۔
- ۲۵۳ راہیں نے اپنا مکان رہن رکھا اور پتھر اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کوایہ اور بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہن ہی تھا نہیں ہوا۔
- ۲۵۳ رہن دخلی سود ہے۔
- ۲۵۳ شے مرہون کا راہیں کو کوایہ پر دینا بھی سود ہے۔
- ۲۵۳ ہنود سے رہن دخل لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔
- ۲۵۴ رہن زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے۔

تو اس کا نفع حلال ہے۔

۲۵۴ قربانی کی کمال ہر نیک کام میں صرف

ادھار خرید اور اطمینان کے لئے زیور رہیں گے

۲۴۵

ہو سکتی ہے۔

توبہ جائز ہے۔

۲۵۶ حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کمال

مرتبہ کو رہن سے کسی طرح کا نفع جائز نہیں۔

۲۵۸

بیچ ڈال اس کی قربانی ہی نہیں یعنی

اجرت مجبوری ہو تو اجارہ حرام ہے۔

۲۵۹

اپنے لئے۔

۲۴۵

کاشت کار کھیت کا مالک نہیں ہوتا۔

اگر راہن مر جائے اور کوئی وارث بھی نہ ہو تو

۲۴۶

رہن و اجارہ جمع نہیں ہو سکتے۔

مرتبہ اپنے دین کی مقدار سے کر باقی کو حصہ

۲۴۷

مواضعات کا دخل رہن جس کا آج کل

کو دے۔

۲۴۸

راج ہے محض حرام ہے۔

رہن چھڑانے کا حق وارثانہ راہنہ کو ہے۔

۲۶۰

رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ

شرح مسئلہ میں تبادلی سے حق نہیں

۲۸۲

غیر نافذ۔

اجازت مستعملہ بھی حرام ہے جبکہ عسرفہ

۲۶۰

کے رہن کو مرتبہ یا راہنہ کسی کو اجارہ پر

انتظام مشروط ہوا۔

۲۸۲

دسہ تو رہن باطل ہوتا ہے۔

مفتی نذرہ مولوی عبد اللہ ٹٹکی کے ایک

۲۶۵

دکان، مکان، رہن سے پہلے سے منجانب

غلط فتویٰ کا رد۔

۲۸۲

زید (راہن) کرایہ پر رہن اور اس تک

زیادہ دیوں ہے اور وائن نے مقدمہ کر کے

۲۶۵

کرایہ اردوں کا قبضہ ہے تو رہن ناجائز

مطالبہ کی ڈگری کرائی ہے اور زیہ کا مال

۲۸۲

و تمام۔

مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔

۲۶۶

قوام اور آج کل کے قانون دان نے

شرعاً صرف رہن و دخل ہی معتبر ہے۔

۲۸۲

تلفظ یا کاغذ کی تحریر کا قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے

اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرتبہ کو

۲۶۹

ششی واحد پر وقت واحد میں دو مختلف

ششی مرہون روکنے کا حق ہے۔

۲۸۶

قبضہ محال اور محال کا اقرار واجب البطلان

مرتبہ ششی مرہون کا خود محافظ ہے اس پر

۲۴۳

کسی طرح کی اجرت نہیں ہر باقی۔

رہن و دخل کے جواز کی صحیح شکل۔

۲۸۸

رہن کا لغوی معنی

چرم قربانی کی رقم سے گنواں بنوا سکتے ہیں۔

۲۴۵

تمام اعظم کے نزدیک زیادۃ فی الدین

- ۲۹۳ ناجائز ہے۔  
 ۲۹۳ فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر مگر بغیرورت۔  
 ۲۹۸ یہ قولی کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قولِ امام  
 ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔  
 ۲۹۳ آجارہ باذنِ راہن ہو یا باذنِ مرتہن دونوں  
 صورتوں میں باطل ہے۔  
 ۲۹۳ مقدم کا ہبہ باطل ہے۔  
 ۲۹۸ استغنا کھری دیوانی ریاست رامپور کہ  
 مرتہن کے قبضہ کے بعد اگر شے مرتہن خصب  
 عاریت یا اجارہ سے راہن کے پاس آگئی  
 تو راہن باقی رہے گا اور مرتہن شے واپس لے گا۔  
 ۲۹۵ کھیت، رہن لینا جائز ہے یا نہیں۔  
 ۲۹۵ غیر مسلم سے بذریعہ رہن رقم حاصل کرنا جائز ہے  
 کاشتکار بے اجازت زمیندار، زمین کو  
 رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر بااجازت  
 زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔  
 ۲۹۶ مرتہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف  
 کر سکتا ہے یا نہیں۔  
 ۲۹۶ سود کا مال توبہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جب تک  
 کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے  
 یا فقرا کو نہ دے دے۔  
 ۲۹۷ زمین مرتہن سے مرتہن کو نفع لینا حرام ہے۔  
 ۲۹۷ کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن رکھ لیا  
 تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔  
 ۲۹۷ زمین علی و جبر الہن خریدنا رہن ہے اس سے  
 ۲۹۳ نفع حرام اور بعد وصولِ زمین اس کو واپس  
 کرنا لازم اگرچہ قرض مدت معینہ کے بعد  
 ملے۔  
 ۲۹۳ تجر سے زید نے زمین اس شرط پر سو روپیہ  
 دے کر لی کہ جب تک ادا نہ کرے وہ قبضہ  
 زید میں رہے گی اور نفع اٹھائے گا اور  
 ۲۹۳ سالانہ سو روپے میں سے مبلغ دو روپے  
 کم ہوتا رہے گا۔  
 ۲۹۸ قرض کے لئے کوئی مبادلہ لازم نہیں ہو سکتا۔  
 ۲۹۸ مرتہن نے اگر واقعی عاریتہ بلا دباؤ رہن کا  
 مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور اگر  
 کرایہ پر دے دیا تو اجازت راہن سے  
 ۲۹۹ اجارہ ہو جائے گا رہن باطل۔  
 ۲۹۹ ہنود سے زمین دخی رہن میں ملے کر زراعت  
 کرنے میں حرج نہیں۔  
 ۲۹۹ جس سے رہن لیا اس کی کرایہ پر دے دیا  
 تو یہ ناجائز ہے۔  
 ۳۰۰ زمین کو کاشتکاری کی شرط کے ساتھ  
 قرض میں لینا جائز نہیں (فارسی)۔  
 ۳۰۰ زید نے عہد کے پاس زمین رہن رکھی  
 عہد نے مدت قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت  
 اس کو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے  
 کا اختیار ہے۔  
 ۳۰۱ مرتہن نے اگر مکان کرایہ پر دیا تو سود، اور  
 اگر اجازت راہن سے دیا تو راہن باطل

امبارہ ثابت ، اور خود مرتضیٰ کا اس میں

رہنا بھی ناجائز۔ (ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

۳۰۲

## باب القسم

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا

اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات

پر بلا ضرورت نہ چاہئے۔

۳۰۳ (ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

## کتاب الوصایا

اگر کسی نے اپنی حیات ہی میں اپنی بیٹی کو کچھ

جائداد دے دی کہ اب بھرنے کے وہ وارث

نہ ہوگی اس نے بھی اس کو منظور کر لیا تو یہ

وارث نہیں۔

۳۰۵ دو شخص کے بارے میں تولیت کی وصیت

نافذ ہے۔

۳۰۶ وصیت میراث پر مقدم ہے۔

۳۱۱ فالج اور دق کے مرض ایک سال بعد

مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔

۳۱۲ مرض الموت کی تعریف

فالج اور دق کا مرض اگر سال بھر کے اندر

ہوے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے۔

۳۱۳ سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت

نہیں رہتا۔

اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو

مرض الموت نہیں۔

بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے

۳۱۸ اس کا مطلب۔

مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت

۳۲۱ کرنا جائز نہیں۔

اگر ہندہ نے مرض الموت میں شوہر کا مهر

۳۲۱ معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔

اگر کوئی وارث مرض الموت میں کوئی وصیت

۳۲۲ کرے کہ میرا مال فلاں وارث کو ملے فلاں کو

۳۲۲ نہ ملے تو کیا حکم ہے۔

۳۲۳ میراث کی ایک شے کل۔

۳۲۴ امانت میں وصیت۔

۳۲۵ جوان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے

۳۲۶ حق میں دس کا درجہ رکھتا ہے۔

بڑے بھائی کو دس کی جگہ قرار دینے میں

۳۲۷ اٹھ حضرت علیہ الرحمۃ کی نادر تحقیق۔

۳۲۸ جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے

۳۲۹ احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے

۳۳۰ وہ جاہل ہے۔

اگر وارث کبیر نے صغیر کی پردہش یا شادی

۳۳۱ میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے

۳۳۲ حصہ مال سے ہرا لے سکتا ہے۔

اگر بے اذن ، بالغ بھائی بہن کی بڑے بھائی

۳۳۳ نے شادی کر دی اور اخراجات میں مشورہ

۳۳۴ و اجازت نہ لی تو اس کو بحر انہیں لے سکتا۔

۳۳۵ دس کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں



- ۳۶۸ اس کی تفصیل۔  
۳۴۵ دامن کا جہیز اگر مال مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔ ۳۴۸ اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مال مشترک سے دیا تو دینے والے پر ضمانی ہے۔ ۳۵۳ غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے چار اس میں محض داخل خارج کاغذی کا اعتبار نہیں، اگر مرد و عورت دونوں کیلئے وصیت کی تو ہر ایک کو برابر ملے گا یا مرد کو دو گنا (فارک) ۳۵۶ عورت نے کسی کو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ ہر موسم میں میرے کو میری فاختہ دلا کر تقسیم کر دینا تو کیا یوں ہی کرنا واجب ہے یا محض تصدق کافی ہے۔ ۳۵۹ اگر فاختہ کی وصیت کا پیسہ اختیار کو کھلایا تو ناجائز اور خرچ کرنے والے پر تاوان ہے۔ ۳۶۲ عورت کا کھانا برسیل اباحت ہوتا ہے بغیر اذن مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔ ۳۶۲ مرض الموت کے لئے اختلاف جو اس ضروری نہیں۔ ۳۶۴ مرض الموت میں وصیت نافذ ہے یا نہیں۔ ۳۶۶ تجہیز و تکفین سے مصارف غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد ہیں فاختہ وغیرہ کے خرچ شامل نہیں۔ ۳۶۸ مسئلہ وراثت کی ایک شکل۔ ۳۶۸ زیور اگر عورت کو ہبہ نہ دیا تھا تو مالک شوہر ہے۔ ۳۶۸ وصیت ایک ثلث یعنی تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ ۳۶۹ زید نے جو جائداد اپنی بیوی کو بحالت وصت بعض ذریعہ ہر دی بیوی اس کی مالک ہو گئی۔ ۳۶۹ اگر کسی نے مرنے کے بعد کے لئے کسی شخص سے وعدہ تبرع کیا تو اس کا حکم وصیت کا سا نہیں ہے۔ ۳۷۱ تہائی مال تک وصیت نافذ ہوتی ہے اس کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔ ۳۷۲ مرنے والے نے وصیت کی تو ثلث تک اطلاع و رش و می خرچ کر سکتا ہے۔ ۳۷۳ عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حق میراث کو نہیں روک سکتا۔ ۳۷۴ ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔ ۳۷۴ وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہے وہ یتیم ہیں، جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ ۳۷۵ باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرط عوض کسی کو دے۔ ۳۷۵ نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔ ۳۷۵

- تقسیم میراث کی بعض صورتیں۔  
 اگر کوئی وارث مفقود الخیر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں تو بیچ کے ذریعہ اس کی موت کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیں۔  
 جو بیٹی اپنے سامنے مرتبے اس کی اولاد کیلئے اس طرح وصیت کرنا باطل ہے کہ جو شرعی حصہ میری بیٹی کو پہنچے اس کی مالک اس کی اولاد کے وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔  
 اگر کسی نے بعض دین میرا اپنی حب نداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلا شبہ درست ہے۔  
 لیسر کے لئے وصیت بشرطیکہ موجود نہ ہو جائز ہے۔  
 مقتوہ کی وصیت نافذ نہیں۔  
 اگر لیسر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔  
 نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے ہی پر ہے۔  
 جو حصہ مکان بکرنے اپنے پیسے سے خریدا اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں۔  
 زوجہ نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا تو اس کی معافی وارثوں کی اجازت پر
- موقوف ہے۔  
 اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں زہا مال صرف کیا تو واپسی کا دعویٰ باطل ہے۔  
 وصیت کے بارے میں ایک سوال  
 نقل وصیت نامہ  
 باپ سے لئے والے مشاہدہ کا مطالبہ بھائی سے بے جا ہے۔  
 وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ ورثہ اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔  
 وہی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کئے تو اسے حق رجوع ہے۔  
 وہی برادران نابالغ کے خورد و نوش کے مصارف بھرا پائے گا۔  
 اہلۃ برادران بالغ کے مصارف کو نہیں لے سکتا جبکہ واپسی کی شرط نہ کر لی تھی۔  
 زویہ زوجہ میں موصی کی وصیت اسی قدر پراثر انداز ہوگی جیسا اس کا حق شوہر ہی ہے۔  
 مقتوہ دم کے لئے وصیت و تملیک باطل ہے۔  
 عمل کے لئے وصیت کی شرط۔  
 اگر وارثان قلاں کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے مرتبے تاکہ وارثان قلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں۔

## ○ الفروعیۃ البہینۃ فی

زائد روپوں کی وصیت کی تو زائد میں

- تحدید الوصیۃ۔ ۴۰۳ یا اٹل ہے۔ ۴۱۱
- آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۴۰۴ جواب سوال سوم۔ ۴۱۱
- ورثہ کو وصیت پر عمل واجب ہے یا نہیں۔ ۴۰۴ وصیت پر عمل فوراً جائز اور مترکہ سے ہوگا۔ ۴۱۱
- ملک کے غریب کے لئے وصیت۔ ۴۰۴ نہ کہ آئندہ جائیداد کے منافع سے۔ ۴۱۱
- وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں۔ ۴۰۴ جواب سوال چہارم۔ ۴۱۶
- ایسی وصیت جس سے ورثہ کو مضرت ہو جائز ہے یا نہیں۔ ۴۰۴ عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف۔ ۴۱۶
- اگر وصی اوقاف محض اپنے نفع کے کلام پر عمل کرے دوسرے کے نفع والا کام نہ لگے۔ ۴۰۴ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے۔ ۴۱۸
- تو اس سے وصیت میں غلط ہو گیا یا نہیں۔ ۴۰۶ جواب سوال پنجم۔ ۴۱۹
- وصیت بالمانع کا کیا حکم ہے۔ ۴۰۶ بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔ ۴۱۹
- نقل ترجمہ وصیت نامہ در زبان انگریزی۔ ۴۰۶ بیع حمل ناجائز اور وصیت بالحل جائز۔ ۴۱۹
- جواب سوال اول۔ ۴۰۷ جواب سوال ششم۔ ۴۲۲
- وصیت فی نفسہ واجب نہیں۔ ۴۰۷ وصیت اگر مکروہ ہے جب بھی نافذ ہوگی۔ ۴۲۲
- ورثہ اگر ثلث مال میں نفاذ وصیت کو روکیں ظالم ہیں۔ ۴۰۸ وصیت دو قسم ہے، تملیک و قربت۔ ۴۲۲
- جواب سوال دوم۔ ۴۰۸ القذب والکراہت متنافیان۔ ۴۲۲
- صحت وصیت کو خاص جوہر معین کی تعیین ضروری نہیں۔ ۴۰۸ ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔ ۴۲۲
- اگر کسی خاص شہر کے فقراء کی وصیت کی تو ضروری نہیں کہ اسی شہر کے فقراء کو دے کسی فقیر کو دے سکتا ہے، ہاں افضل انہیں کو دینا ہے۔ ۴۱۰ انتفاء الاقسام باسرها قاض بائقفاء المقسم رأسا۔ ۴۲۲
- تجیز و تکفین کے لئے اگر قدر مسنون سے ۴۲۲ قبہ سے اپنی قبر مزین کرنا فروع قربت سے نہیں۔ ۴۲۲

- ۴۲۳ قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔  
 ۴۲۴ قبر کے گرد تعمیر برائے مخالفت جاتا ہے برائے  
 ۴۲۵ تزیین ممنوع اور اس کی وصیت باطل۔  
 ۴۲۶ اگر گلتی نام شروع کی وصیت ہے تو اس پر  
 ۴۲۷ عمل نہ کریں گے طریقہ شروع پر عمل ہوگا۔  
 ۴۲۸ گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔  
 ۴۲۹ گھر میں دفن انبیاء عظیم السلام کے ساتھ  
 ۴۳۰ مخصوص ہے۔  
 ۴۳۱ فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے۔  
 ۴۳۲ کافر حربی کے لئے بھی وصیت باوجود ممنوع  
 ۴۳۳ نافذ ہے۔  
 ۴۳۴ کبھی وصیت مکروہ غیر صحیح بھی ہوتی ہے۔  
 ۴۳۵ جواب سوال ہفتم  
 ۴۳۶ ادویہ کا بعض وصایا میں تعمیل ذکرنا نفاذ  
 ۴۳۷ میں عمل نہیں ڈال سکتا۔  
 ۴۳۸ جواب سوال ہشتم  
 ۴۳۹ وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی  
 ۴۴۰ صورت میں جائداد منقولہ فروخت کر سکتا ہے  
 ۴۴۱ غیر منقولہ نہیں مگر چند صورت استثناء میں۔  
 ۴۴۲ ہندوستانی ساکب مدینہ منورہ اگر وصیت  
 ۴۴۳ کرے کہ اس کی جائداد کا ٹکٹ مدینہ منورہ  
 ۴۴۴ بھیجا جائے تو اس کے یہاں کے فقراء کو  
 ۴۴۵ دے سکتے ہیں یا نہیں۔  
 ۴۴۶ عظیم خاندان میں دسے گئے پکڑے اگر بیکار ہوں  
 ۴۴۷ تو ان کو درست کرا کے استعمال کرانا یا  
 ۴۴۸ اس کو فروخت کر کے مصرف یتامی میں لانا  
 ۴۴۹ درست ہے۔  
 ۴۵۰ جو مصاحف وقف عظیم خانہ میں ضرورت  
 ۴۵۱ سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کر کے حشر پچ  
 ۴۵۲ کر سکتے ہیں۔  
 ۴۵۳ عظیم خانہ کے چند سے قیروں کا عقدہ اور عظیم  
 ۴۵۴ بچوں کی شادی میں معمولی طور پر حشر پچ  
 ۴۵۵ کر سکتے ہیں۔  
 ۴۵۶ زید نے اپنا مکان زوج کے نام بیع کر دیا  
 ۴۵۷ پھر وہ مر گیا اور نابالغ بچے وارث ہوئے  
 ۴۵۸ تو زید اس جائداد کو بیچ سکتا ہے یا  
 ۴۵۹ نہیں۔  
 ۴۶۰ اولاد کے لئے وصیت سے متعلق سات  
 ۴۶۱ امور پر مشتمل ایک وصیت نامہ کے بارے  
 ۴۶۲ میں استفتاء۔  
 ۴۶۳ وصیت نامہ مذکورہ سے متعلق علماء کرام  
 ۴۶۴ سے گیارہ سوالات۔  
 ۴۶۵ مذکورہ بالا وصیت نامہ پر مصالحت سے  
 ۴۶۶ متعلق سوال۔  
 ۴۶۷ نابالغوں خصوصاً قیروں کا مال آگ ہے۔  
 ۴۶۸ باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے لئے خریدے  
 ۴۶۹ وہ باپ ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک  
 ۴۷۰ ہو جاتی ہے۔  
 ۴۷۱ اگر مہربانی ہو تو جائداد سے اس کو ادا  
 ۴۷۲ کیا جائے پھر تقسیم ورثہ ہو۔

- بہتہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت  
مرض الموت میں بے اجازت وراثت نافذ  
نہیں۔ ۴۴۶
- کفن دفن بعد برسنوں میں جو روپیہ صرف ہوا  
وہ تو ترکہ سے مجرا ہوگا باقی فاتحہ خیرات کے  
مصارف خرچ کرنے والے پر پڑیں گے۔ ۴۴۷
- باقی وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو  
اس کے عقد سے مجرا ہوں گے مگر نابالغ کا  
مالی بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے  
نہ اس کی طرف سے وہ سرا، اسکو پورا پورا  
حصہ ملے گا۔ ۴۴۸
- جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادت عادلہ  
پر موقوف ہے۔ ۴۴۹
- نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھنا حرام ہے  
نابالغوں کے حصے یکساں رہیں بالغوں کو اپنے  
حصے کا اختیار ہے۔ ۴۵۰
- مرض الموت میں ہبہ کے احکام  
مرض الموت میں اپنی جائیداد کسی ایک وارث  
کو ہبہ کی تو اس کا حکم کیا ہے، اس کی  
چند صورتیں۔ ۴۵۱
- مرض الموت کی تعریف  
ہمارے بلاد میں بڑا بیٹا لائق ہونا رکھنا  
وہی ہوتا ہے۔ ۴۵۲
- باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا  
استحقاق نہیں۔ ۴۵۳
- اگر زوجہ نے باپ کو وصیت کی تو باپ  
حق شوہر اور اگر کے بقیہ کو صدقہ و فدیہ میں  
خرچ کر سکتا ہے۔ ۴۵۴
- بیوی مری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو  
اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔ ۴۵۵
- ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔ ۴۵۶
- اگر یہ کہہ کہ مجھ کو نہیں چاہئے ویکھیں صدقہ وغیرہ  
میں خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت  
ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے مرنے  
کرنے کی اجازت دے۔ ۴۵۷
- جو کسی مسلمان سے سختی دور کرے اللہ تعالیٰ  
روز قیامت اس کی سختی دور کرے۔ ۴۵۸
- وارث جب بعد موت وصیت کو جائز کر دے  
قرب رجوع کا اختیار نہیں۔ ۴۵۹
- تنہا عورت کا دعویٰ کہ متوفی نے یہ وصیت  
کی تھی حجت نہیں بالغین ورجہ کو اختیار ہے  
اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ۴۶۰
- بھانجی داموں زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد  
بھائی کے ہوتے ہوئے وارث نہیں  
ہو سکتے۔ ۴۶۱
- دین گھریا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے  
جائیں گے وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں  
از خود کریں بہتر ہے۔ ۴۶۲
- اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار  
نہ کیا نہ گواہان سے ثابت ہو تو صرف



- ۴۶۷ مشکلی مرد یا جائے۔  
والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی عیس  
کار دین و رضاے رب ہے۔  
۴۶۸ ریاضت و مجاہدہ، رضاے الہی میں نفس  
کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔  
۴۶۹ مشترک مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ۔  
۴۷۰ بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب  
باپ نابالغ کے مال کو خرچ کر سکتا ہے  
یا نہیں۔  
۴۷۱ نابالغ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک حشر ہے  
بغیر تقسیم وراثت کا مال ہبہ کرنے سے  
ہبہ نہ ہوگا۔  
۴۷۲ باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت  
لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بغیر قیمت لے۔  
۴۷۳ اگر شوہر اقرار کرے کہ مہربانی ہے اور اس  
میں زوجہ کو کچھ دے دیا تو درہم کو بعد میں  
اس کو واپس لینے کا حق نہیں اگرچہ یہ  
ثابت ہو جائے کہ عورت نے معاف  
کر دیا تھا۔  
۴۷۴ مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچ  
بغیر اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔  
۴۷۵ تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔  
۴۷۶ بیس برس گزرنے کے بعد بھی استرار  
نفسیم ہوگا اور بے اقرار طالبین کا یہ دید  
۴۷۷ تک سکوت سقوط دعویٰ کا باعث ہے۔  
۴۷۸ وصی کو مطلق اختیار ہے نہیں۔  
۴۷۹ یہ کہنا کہ چچا حلف لے لیں تو میں مکان سے  
دستبردار ہوں بطل و باطل ہے۔  
۴۸۰ تقسیم نابالغ نے اگر اپنا پانی کنویں میں ڈال دیا  
تو پانی قابل استعمال رہا یا نہیں۔ اس  
کی تفصیل۔  
۴۸۱ نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنویں  
سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا  
جائز ہوگا یا نہیں۔  
۴۸۲ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار  
نہیں۔  
۴۸۳ جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر  
والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔  
۴۸۴ وصیت کا نفاذ ملت میں ہوگا اگرچہ متعدد  
ہوں۔  
۴۸۵ اگر سالانہ خاتمہ کی وصیت کی اور جلد ہی سب  
خرچ کر دیا تو بھی جائز ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔  
۴۸۶ وارث بھائی مفقود الخیر ہو تو اس کا حصہ  
مال کیا کرے۔  
۴۸۷ ایک مرد نے وصیت کی کہ میری طرف سے  
کنواں بنو ادینا تو اگر ضرورت شدیدہ کی  
وجہ سے مسجد کا ساتھ نام بنو ادینا تو کیا حکم  
ہے۔  
۴۸۸ مال مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف  
کیا اس کا تاوان لازم ہے۔  
۴۸۹

۵۴۲	جو آپ از مصنف علیہ الرحمۃ	مالی متروکہ سے ادائے دیق تقسیم ترکہ سے
۵۴۲	یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی۔	مقدم ہے۔
۵۴۲	وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتوؤں کا رد	اقرار کاذب دینا نہ باطل محض ہے۔
۵۴۳	الإفادات والمقریعات	مجرد بشری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں جب
۵۴۳	افادہ اولیٰ	ملک گواہی سے ثابت نہ ہو۔
۵۴۵	وصایت مثل وکالت ہے۔	اگر بیٹے کو بہرہ کر کے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک
۵۴۳	وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت	ہو گیا۔
۵۴۵	بعد موت۔	پچھری پیٹ کورٹ ریاست بہاولپور کے
۵۴۵	وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور	جمع کی طرف سے ارسال کردہ طویل استغفار
۵۴۵	نافذہ تصرف بنانا۔	جو وصیت و وراثت سے متعلق ہے اور اس
۵۴۳	جس طرح مرہوب لڑا اسب کا وکیل	میں آٹھ مفتیوں کے فتوے مفتیوں کے نام
۵۴۳	نہ ہوگا اسی طرح تمذیک بلا عرض بعد الموت	حذف کر دیئے گئے ہیں۔
۵۴۶	سے موصی لڑا موصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔	نقل وصیت نامہ
۵۴۶	جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب	استغفار
۵۴۸	مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی	سوال ۱۷
۵۴۷	طرح نہیں۔	فتویٰ نمبر ۱
۵۴۷	بہرہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔	فتویٰ نمبر ۲
۵۴۹	اگر تمذیک کے بعد کسی مصلحت کو مشروط	نقل فتویٰ مولوی صاحب برائہ امور لایان
۵۴۳	قرار دے تو تمذیک تام ہوگی اور مشروط	فتویٰ نمبر ۳
۵۴۷	معدوم۔	فتویٰ نمبر ۴
۵۴۸	افادہ ثانیہ	تردید بجانب علمائے ریاست بہاولپور
۵۴۸	پرانی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں	فتویٰ نمبر ۵
۵۴۹	مقریعات	فتویٰ نمبر ۶
۵۴۹	فتویٰ ۷ کا رد	فتویٰ نمبر ۷
۵۴۹		فتویٰ نمبر ۸

۵۵۲	مگر الزام مفید تملیک منفعت ہے لہذا اس	۵۵۲	افادہ ثالثہ
۵۶۳	کی جدا وصیت جائز۔	۵۵۲	وارث کے لئے وصیت بلا شہد جائز ہے
۵۶۴	فائدہ نمبر ۳	۵۵۲	جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو۔
۵۶۴	وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔	۵۵۳	تقریحات
۵۶۶	فائدہ نمبر ۵	۵۵۳	فتویٰ ۵ کا رد
۵۵۳	جس کے لئے وصیت رقبہ ہو اس کو وصیت	۵۵۳	افادہ سابعہ
۵۶۶	منفعت کی حاجت نہیں۔	۵۵۳	وصیت جس طرح رقبہ مشئی کی صحیح ہے
۵۶۶	فائدہ نمبر ۶	۵۵۳	یونہی تنہا منفعت کی۔
۵۶۶	وصیت میں مقدمہ موسمی پر نظر لازم ہے۔	۵۵۶	تقریحات
۵۶۷	فائدہ نمبر ۷	۵۵۶	فتویٰ ۵ کا رد
۵۶۷	در بارہ مہر، عورت کا قول قسم کے ساتھ	۵۵۶	تملیک مضاف الیٰ ما بعد الموت اگر صحت
۵۶۷	مہر مثل تک معتبر ہے۔	۵۵۶	میں ہو وصیت ہے۔
۵۶۷	فائدہ نمبر ۸	۵۵۶	فتویٰ ۵ کا رد۔
۵۵۷	مہر بھی تمام دیوں کی طرح ہے اور دین کا تعلق	۵۵۷	فتویٰ ۵ کی عجیب تر تحریر
۵۶۷	مالیت ہے جائداد سے نہیں۔	۵۵۷	افادہ خاصہ جلیلہ مشتمل بر فوائد جریہ
۵۶۸	فائدہ نمبر ۹	۵۵۷	فائدہ نمبر ۱
۵۶۸	وصیت جہت موسمی سے تملیک ہے۔	۵۵۷	ترکہ میں تجیز تکفین کے بعد مقدم دیں؟
۵۶۹	فائدہ نمبر ۱۰	۵۵۷	پھر وصیت پھر میراث۔
۵۵۸	وصیت میں شلٹ کے نفاذ کے لئے کل متروکہ	۵۵۸	تقسیم میراث
۵۶۹	سے بعد ادا اسکے دین کا اعتبار ہے۔	۵۶۲	فائدہ نمبر ۲
۵۶۹	فائدہ نمبر ۱۱	۵۶۲	اگر کسی کے لئے رقبہ مشئی کی وصیت کی،
۵۶۹	اقرار کے بعد کسی تقیید کی حاجت نہیں۔	۵۶۲	پھر بعد میں دوسرے کے لئے اس کی منفعت
۵۷۰	فائدہ نمبر ۱۲	۵۶۲	کی تو پہلا صرف مالک ہو گا دوسرا منفعت لے گا
۵۶۳	وصیت وارث حبیب وصیت اجنبی سے	۵۶۳	فائدہ نمبر ۳
۵۷۰	موقوف ہے تو اس کے مقابل مضمحل ہوگی۔	۵۶۳	وصیت مشئی سے منفعت لازم نہیں آتی

- اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے صبر  
میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول  
مستلم ہوگا۔ ۵۷۲
- کے نہیں نہیں لکھا ہے کہ وہ جمیع مال کا موصیٰ لڑ  
بہ عاقل بالغ کا کلام مہر امکان محل صحیح  
پر حمل کرنا واجب ہے۔ ۵۸۰
- تقریعات ۵۸۱
- ۵۷۳ شاہ محمد خاں کو جمیع مال کا مالک جب نہیں  
قرار دیا تو زیور کا بقیدہ انہیں کے حصہ میں  
دینا ظلم ہوگا۔ ۵۸۱
- ۵۷۴ افتادہ ثامنہ ۵۸۲
- ۵۷۵ تقریعات ۵۸۳
- ۵۷۶ افتادہ تاسعہ ۵۸۵
- ۵۷۷ وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد  
میں نافذ ہونا ان ورثہ کے ساتھ ہے جن کے  
حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچیں (مزید تفصیل) ۵۸۵
- ۵۷۸ تقریعات ۵۸۵
- ۵۷۹ زوجہ کا حق وراثت دینے سے زائد جائز  
نہیں۔ ۵۸۶
- ۵۸۰ افتادہ عاشورہ ۵۸۶
- ۵۸۱ کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے  
نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر نکالے  
عین قیمت لے۔ ۵۸۶
- ۵۸۲ تراوی طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔ ۵۸۷
- ۵۸۳ تقریعات ۵۸۸
- ۵۸۴ ایک فریق کے رضامند ہونے سے مدت  
کو جائز نہیں کہ اسے قیمت و لادے  
جب تک دوسرا راضی نہ ہو جائے۔ ۵۸۸
- ۵۷۳ کہ انہیں زیر بحث آئے۔ ۵۷۳
- ۵۷۴ تقریعات ۵۷۴
- ۵۷۵ فتویٰ مد کا رد ۵۷۵
- ۵۷۶ فتویٰ مد کی ایک عجیب و غریب غلطی۔ ۵۷۶
- ۵۷۷ قرض و دین میں علوم مخصوص ہے۔ ۵۷۷
- ۵۷۸ وارث کے لئے وصیت میراث سے  
موقوف ہے۔ ۵۷۸
- ۵۷۹ افتادہ سادسہ ۵۷۹
- ۵۸۰ وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔ ۵۸۰
- ۵۸۱ جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔ ۵۸۱
- ۵۸۲ جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔ ۵۸۲
- ۵۸۳ کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے  
پر تہدیدی۔ ۵۸۳
- ۵۸۴ شہادت لگانے والے کی سزا۔ ۵۸۴
- ۵۸۵ عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روز قیامت  
اپنے شوہر کو ملے گی۔ ۵۸۵
- ۵۸۶ دو شوہروالی عورت کو اختیار ہوگا کہ جس  
کے ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے  
نکاح میں نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔ ۵۸۶
- ۵۸۷ افتادات سابعہ ۵۸۷
- ۵۸۸ شاہ محمد خاں نے مذکور فی السؤال کے لئے

۵۸۹	افادۃ ثانیہ عشرۃ فواہد	۵۸۹	افادۃ ثانیہ عشر
۵۹۵	عشر۔	۵۸۹	اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تجیز و تکفین خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں۔
۵۹۵	فائدہ نمبر ۱۳	۵۸۹	اگر وارث سے واپسی کی شرط کر لی ہو پھر خراج کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر بھی پایا جائے۔
۵۹۵	اصحاب خرافض سے جو بچے اس کے مصارف۔	۵۸۹	غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔
۵۹۶	بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔	۵۹۱	مردہ کی تجیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔
۵۹۸	فائدہ نمبر ۱۴	۵۹۱	زندگی میں تن کے کپڑے دامن کو نہیں دئے جائیں گے۔
۵۹۸	زیادت علی الثلث میں موصیٰ و ذکا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے۔	۵۹۱	میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان
۶۰۰	رد علی الزوجین وراثۃ نہیں۔	۵۹۱	مردہ و زندہ یہاں ہے۔
۶۰۰	اصحاب زوجہ پر زوجیت عصوبت ہے۔	۵۹۲	دین تجیز تمام دین کے مثل ہے تو یہ بھی مرتبہ دیون میں ہو گا نہ کہ مرتبہ تجیز میں۔
۶۰۱	فائدہ نمبر ۱۵	۵۹۲	دین تجیز دین مرد و غیرہ پر مقدم نہیں۔
۶۰۱	مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو مسئلہ آٹھ سے کتے ہیں	۵۹۳	اس مسئلے میں جہ المتار کی بحث کی تحقیق تمام۔
۶۰۱	ایک زوجہ کا سات دختر کا۔	۵۹۳	نقص یعات
۶۰۱	فائدہ نمبر ۱۶	۵۹۳	فتویٰ کے مفتی صاحب کا یہ وہم کہ اجنبی نے تجیز کی وارث کو اطلاع دی تو محض اطلاع رجوع کے لئے کافی ہے۔
۶۰۲	ایک مسئلہ بدیہہ میں تشکیک۔	۵۹۵	یہ غلط ہے۔
۶۰۲	فائدہ نمبر ۱۷		
۶۰۳	فائدہ نمبر ۱۸		
۶۰۳	رد علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ سے ہے۔		
۶۰۳	رد علی الزوجین ضرورۃ ہے لہذا اگر بیت المال منتظم ہو تو کسی میں رکھا جائے گا۔		

۶۱۷	مستلزم نہیں۔	۶-۲	فائدہ نمبر ۱۹
۶۱۷	فائدہ نمبر ۲۵		فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ
	فساد بیت المال کے باوجود اگر کسی نے	۶-۳	بھی ہیں۔
۶۱۹	بیت المال میں زکوٰۃ دیا تو یہ جائز نہیں۔	۶-۸	فائدہ نمبر ۲۰
۶۱۹	فائدہ نمبر ۲۶		رد علی ذی السهم النسبی کی علت فساد
	موضیٰ لا بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین	۶-۸	بیت المال بتانا فسادات ہے۔
۶۲۰	نہ ہوگا۔		کوئی مرہ اور صرف ایک لڑکی چھوڑے
۶۲۱	مقررہ موضیٰ لا بالزید سے بالاد اتویٰ ہے	۶-۸	تو کل مال اس کا ہے۔
۶۲۱	فائدہ نمبر ۲۷		اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ
۶۲۲	قضایعات	۶۱۳	بھی کل کا وارث ہے۔
	موضیٰ لا بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین	۶۱۳	فائدہ نمبر ۲۱
۶۲۲	خرق اجماع ہے۔		شوہر جبکہ چھپ کا بیٹا اور تنہا وارث ہو
	موضیٰ لا بالزائد کا مرتبہ ہر فیوارث سے	۶۱۳	کل مال پائے گا۔
۶۲۲	مقدم ہے۔	۶۱۳	وفاق عین، مورد احتمال ہوتے ہیں۔
	یہ غلط ہے کہ رد علی القروض النسبیہ کی	۶۱۳	فائدہ نمبر ۲۲
۶۲۵	علت فساد بیت المال ہے۔	۶۱۶	فائدہ نمبر ۲۳
۶۲۵	تنبیہ	۶۱۶	رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔
۶۲۶	جواب استفتاء کے چیف کورٹ بہاولپور		زوجین پر نسبت نہ بے بیگانوں کے
۶۲۶	وصیت سے متعلق بیان احکام	۶۱۶	اقرب ہیں۔
۶۲۷	جواب استفتاء کے محبی خان پور	۶۱۷	فائدہ نمبر ۲۴
۶۲۸	حکم اخیر در بارہ استفتاء کے مذکور		در مختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں اور
	ہندہ نے کنواں یا مسجد بنوانے کی وصیت کی تو اگر		اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی
	مسجد کی زیادہ ضروری ہے وہی کرانے		رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس
۶۱۷	در نہ کنواں بنوانے اور کچھ کاری و سفیدی		میں کلام ہے۔
	ضروری مرمت نہیں، لہذا اگر یہ مراد ہے		قرآن فی الذکر، قرآن فی الحکم کو

- تو کنواں افضل ہے۔ ۶۲۰
- مرض موت میں مال کا ہبہ یا ورین کا ابرا ۶۲۱
- ایک تفصیلی وصیت نامے سے متعلق احکام ۶۲۱
- وصیت ہے، اور وصیت وارث کے لئے ۶۲۱
- علاقہ میں کوئی ایک قبل تسلیم مر جائے تو ۶۲۲
- بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔ ۶۲۲
- عقد باطل ہے۔ ۶۲۲
- موصی کو نزاع ورثہ میں کسی کو حکم بنانے کا ۶۲۳
- اختیار نہیں۔ ۶۲۳
- ایک شخص نے زیور عاریتہ لیا پھر لینے والا ۶۲۴
- مر گیا اور ایک غیر معتد سے معلوم ہوا کہ مرے ۶۲۴
- والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت کر گیا ہے ۶۲۴
- تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ ۶۲۴
- امین مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں ۶۲۵
- امانت کی رقم از خود خیرات وغیرہ میں نہیں ۶۲۵
- خرچ کر سکتا۔ ۶۲۵
- ورثہ کا حق حلق ہونے پر کسی کو اجازت ۶۲۶
- نہیں کہ ترکہ کو خیرات کرے، اگر کیا تو تاوا ۶۲۶
- دے۔ ۶۲۶
- شادی میں دلہن کو چڑھاوے کا حکم اس کی ۶۲۷
- قوم کے رواج پر موقوف ہے۔ ۶۲۷
- فلان کو مل جائے و وصیت اور ہبہ دونوں ۶۲۸
- کو عمل ہے۔ ۶۲۸
- فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔ ۶۲۹
- یہ کہنا کہ یہ روپیہ زیر کی لڑکی کے عقد کا ہے ۶۲۹
- یہ حد وصیت میں نہیں آتا۔ ۶۳۰
- کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ چیز مجھے دی ہے ۶۳۰
- ثبوت ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں۔ ۶۳۱
- مرض موت میں مال کا ہبہ یا ورین کا ابرا ۶۳۱
- وصیت ہے، اور وصیت وارث کے لئے ۶۳۱
- بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔ ۶۳۲
- رکوف النساء نے وفات پائی دو دختر ۶۳۲
- ایک بھائی چھوڑا، کل جائداد دختروں کے ۶۳۳
- تمام وصیت کی، تو اگر بھائی نے نافذ کر دیا ۶۳۳
- کل جائداد دختروں کی ہو گئی۔ ۶۳۳
- ماتن کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ ۶۳۴
- فروخت کرے۔ ۶۳۴
- پاپ بالغہ کی رقم اجازت سے صرف کر سکتا ہے ۶۳۵
- نابالغہ کی رقم اپنے صرف میں بطور قرض کا ۶۳۵
- میں اختلاف ہے، احتیاط بچا ہے۔ ۶۳۶
- کفن دفن کے بعد رستہ کے بعد جو بچے ۶۳۶
- اس کو حسب وصیت تہائی خرچ کیا جائے ۶۳۶
- باقی ورثہ کو۔ ۶۳۷
- اگر دو عین مسجدوں کو دینے کی وصیت کی ۶۳۸
- ہے تو ان کو دیا جائے، اور جو مساکین ۶۳۸
- حریم و بغداد شریفہ کے لئے ہے اس کو ۶۳۸
- یہاں کے بھی فقراء کو دے سکتے ہیں۔ ۶۳۸
- موصی نے اگر مختلف حالت اور مختلف مقامات ۶۳۹
- اور مختلف ایام میں خیرات کی وصیت کی ۶۳۹
- ان کو مطلق حد قدر بھی کافی ہے، مگر اولے ۶۳۹
- تعیین ہی کی تعمیل ہے۔ ۶۴۰
- گو آپ ہی ہر معاملہ میں ثقہ معتبر لوگوں کی ۶۴۰
- معتبر ہے۔ ۶۴۱

۶۵۴	دارثِ شری نہیں تو یہ نافذ ہے۔	مرغن الموت میں مهر مصاف کیا تو یہ ناجائز
۶۵۱	بازاری عورت کی وہ رستم زنا یا	ورثہ مصاف نہ ہوگا۔
۶۵۲	خنا کی اجرت ہے اس کی جگہ نہیں	مدعی کی حلف معتبر نہیں۔
۶۵۳	فقرا رکھ دیں۔	بیٹے نے باپ کی وصیت کے مطابق ثلث
	عورت کا ہر ترکہ کو محیط تھا اور اس	نہ ادا کر کے کم دیا باقی موصیٰ لہ سے مصاف
۶۵۲	نے مکان اپنے ہر می لے لیا تو یہ	کرا لیا یہ جائز نہیں۔
۶۵۴	جائز ہے۔	مرغن موت میں کسی دارث سے بیع صحیح
۶۵۵	نکاح فضولی	نہیں۔
۶۵۵	غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔	شوہر کے مال میں بیوی کی وصیت بجا جائز
۶۵۳	دین مستغرق مانع جگہ ورثہ	باطل ہے۔
۶۵۶	نہیں۔	مریدنی نے کہا کہ مرنے کے بعد میرے کل
۶۵۷	تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔	مال کا حق مرشد کو ہے اور اس کا کوئی

### ضمیمہ داینات

۳۰۰	قرض میں لینا جائز نہیں۔ (فارسی)	زید دیون ہے اور دائن نے مقدمہ کو
	نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے	مطالبہ کی ڈگری کرائی ہے اور زید کا مال
	قرض دیا تو اس کا مطالبہ قرض لینے والے	مربون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔
۳۸۶	ہی پر ہے۔	۲۹۶ اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرہن کو
	زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو نہیں	۲۹۷ شش مربون روکنے کا حق ہے۔
۵۹۱	دینے جائیں گے۔	۲۹۸ امام اعظم کے نزدیک زیادۃ فی الدین
	دین تجبیز تمام دیون کے مثل ہے تو یہ بھی	ناجائز ہے۔
۵۹۳	مرتبہ دیون میں ہو گا نہ کہ مرتبہ تجبیز میں۔	۲۹۳ قرض کے لئے کوئی ميعاد لازم نہیں ہو سکتی
۵۹۲	دین تجبیز دین ضروری پر مقدم نہیں۔	۲۹۸ زمین کو کاشتکاری کی شروط کے ساتھ



ضمیمہ رہن

ضمیمہ

یہی میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔

رہن سے انتفاع کی ایک صورت۔

54

△△

بدعی کی سلف معتبر نہیں۔

408

✻



# فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام	۵۴
کا ذرا صلا اہل ثواب نہیں۔	
کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری وقوع نہیں۔	
مناقیق کی تین نشانیاں	۶۷
یہ خیال کو حق بننے والے کو خواب میں حضور کی زیارت نہ ہوگی تعص غلط اور دروغ ہے۔	۱۰۴
آئینہ ضرور خاسق و مستحق عذاب ہے۔	۱۰۵
شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے۔	۲۰۷
سیر	
کافر جوئی کا مال و حرکات یا بد عہدگی سے لینا گناہ ہے۔	۶۲
ہمنود سے رہیں و غل لینا اور اس سے منافع	
حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لینا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔	۲۵۴
سیرۃ النبی صلی علیہ وسلم	۶۷
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں کا اختیار دیئے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو اختیار فرماتے۔	۸۷
تصرف	
ریاضت و مجاہدہ ارضائے الہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔	۴۶۹
فوائد اصولیہ	
مخالفت شرع میں کسی کی ہر اہی خلاف شرع ہے	۱۰۵

- ۵۸۰ عمل کرنا واجب ہے۔
- ۵۸۱ تراویحی طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔
- ۶۱۷ قرآن فی الذکر قرآن فی الحکم کو مستلزم نہیں
- ۱۲۳ عاقبت میں کوئی ایک قبل تسلیم ہو جائے تو
- ۱۶۱ عقد باطل ہے۔
- ۱۶۲ موعی کو زایع و رثہ میں کسی کو حکم بنانے کا
- ۶۳۲ اختیار نہیں۔
- ۶۳۳ اختیار نہیں۔
- افکار و رسم المفتی**
- ۲۸۶ محال اور محال کا اقرار واجب الا بطلال۔
- ۴۱۹ بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔
- ۴۲۲ الذب و انکار ہتہ متناہیان۔
- ۴۲۲ ہزار بگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسه قربت ہوا
- ۴۲۲ اسے خارج سے کو اجبت عارض ہو۔
- ۴۲۲ انتظام الاقسام باسرها قاض باسفار المقسم
- ۴۲۲ یا سنا۔
- ۱۱۵ تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگر صحت
- ۵۵۶ میں ہو وصیت ہے۔
- ۲۱۶ وصیت غلے سے منفعت لازم نہیں آتی مگر
- ۵۶۳ الزاماً مفید تملیک منفعت ہے لہذا اس کی
- ۵۶۳ جدا وصیت جائز۔
- ۵۶۹ اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں۔
- ۲۴۳ طے شدہ امور میں قاضی و مفتی کو حاجت نہیں
- ۲۹۳ کہ انھیں زیر بحث لائے۔
- ۵۷۳ جو جس شرط سے مقید ہے مقید ہے کہ۔
- ۲۹۳ جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔
- ۵۷۸ عاقل بالغ کا کلام صحیح، محمل صحیح پر
- ۲۴۳ اگر جائز کسی نام کے مولوی سے فتویٰ پوچھا
- ۲۹۳ اس نے غلط بتایا تو بتانے والے کے ساتھ
- ۲۴۳ یہ پوچھنے والا بھی گنہگار ہے۔
- ۲۹۳ فتویٰ ہمیشہ قول امام پر مگر بغیر ورت۔
- ۵۷۳ یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام
- ۲۹۳ ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔
- ۵۷۸ جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے احوال
- ۳۳۹ کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے

اللہ تعالیٰ نے جب لوگوں کی پسندیدہ کسی شئی کو حرام فرماتا ہے تو اس کی جگہ دوسری چیز کو حلال بھی فرماتا ہے۔

حسن لغیرہ بھی احتجاج کئے کافی ہے۔

المستور مقبول عندنا و الجہور۔

مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں

شئی واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے

محال اور محال کا اقرار واجب الا بطلال۔

بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔

الذب و انکار ہتہ متناہیان۔

ہزار بگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسه قربت ہوا

اسے خارج سے کو اجبت عارض ہو۔

انتظام الاقسام باسرها قاض باسفار المقسم

یا سنا۔

تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگر صحت

میں ہو وصیت ہے۔

وصیت غلے سے منفعت لازم نہیں آتی مگر

الزاماً مفید تملیک منفعت ہے لہذا اس کی

جدا وصیت جائز۔

اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں۔

طے شدہ امور میں قاضی و مفتی کو حاجت نہیں

کہ انھیں زیر بحث لائے۔

جو جس شرط سے مقید ہے مقید ہے کہ۔

جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔

عاقل بالغ کا کلام صحیح، محمل صحیح پر

## فوائد فقہیہ

- ۲۲۰ اگر اذن راہیں سے تصرف کرے تو جائز و نافذ ہے مگر وہ شئی رہیں نہ رہے گی۔
- ۲۲۳ قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔
- ۸۷ اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و مانعت ہے۔
- ۲۲۳ رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔
- ۲۲۶ رہن و اجارہ دو مختلف عقد ہیں۔
- ۲۲۶ رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔
- ۹۸ شرع مطہر میں تنادی سے حق نہیں جاتا۔
- ۲۶۵ شرعاً صرف رہن دخل ہی مقبر ہے۔
- ۹۸ رہن دخل کے جواز کی صحیح شکل۔
- ۲۶۵ رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ غیر نافذ۔
- ۲۸۲ وصیت میراث پر مقدم ہے۔
- ۳۱۱ فالج اور دق کے مرض ایک سال بعد مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔
- ۳۱۶ مرض الموت کی تعریف
- ۳۱۶ فالج اور دق کا مرض اگر سال بھر کے اندر مرے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے
- ۳۱۶ سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت نہیں رہتا۔
- ۱۲۴ اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو مرض موت نہیں۔
- ۳۱۶ بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے اس کا مطلب۔
- ۲۱۳ چاروں مذہب کے ائمہ نے حقد کی علت کا فتویٰ دیا۔
- اگر بوطبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہ طبعی ہے نہ کہ شرعی۔
- مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔
- تاری کے خیر سے بنائے گئے بسکٹ کا شرعی حکم۔
- جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے۔
- جن کی نسبت کچھ علم نہ ہو انہیں حرام نہیں کہہ سکتے۔
- نکھاب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے۔
- اگر وہ اسڑائی جائے اور اس میں نشہ لگنے کا جوش نہ پیدا ہو تو شراب نہ ہوگی۔
- سینہ صی اور تاری قریب قریب ہیں۔
- اگر تاری سرکہ ہو جائے حلال و طیب ہے۔
- نہیذ کا حکم
- اس کی بحث کو مستقیل و کثیر کا حرمت و حد میں ایک حکم ہے یا مختلف۔
- مہوہ کی شراب کا حکم۔
- بھنگ اور افیون کا حکم۔
- حقہ کے پانی کا حکم۔
- نشہ بذاتہ حرام ہے۔

۵۲۵	وصایت مثل وکالت ہے۔	مرض الموت کے لئے اختلال حواس ضروری نہیں۔
۵۲۶	وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت بعد موت۔	معتوبہ کی وصیت نافذ نہیں۔
۵۲۷	وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور نافذ التصرف بنانا۔	وراثت کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ وارث اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔
۵۲۸	جس طرح مویوب لڑواہب کا وکیل نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلا عرض بعد الموت سے مرضی لڑاوصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔	مقدم کے لئے وصیت و تملیک باطل ہے اگر وراثت فلال کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے مر جائے تاکہ وارثان فلال کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں۔
۵۲۹	تو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی طرح نہیں۔	وصیت فی نفسہ واجب نہیں۔
۵۳۰	برائی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں۔	صحیح وصیت کو خاص جرم معین کی تعمین ضروری نہیں۔
۵۳۱	وصیت بس طرح رقبہ ششی کی صحیح ہے یعنی تنہا منفعت کی۔	عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے۔
۵۳۲	ترک میں تجرید و تکفین کے بعد مقدم دیں گے پھر وصیت پھر میراث۔	بیع محل ناجائز اور وصیت بالحل جائز۔
۵۳۳	وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔	وصیت دو قسم ہے، تملیک و قربت۔
۵۳۴	وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔	کبھی وصیت مکروہ غسیبہ صحیح بھی ہوتی ہے۔
۵۳۵	قہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دیون کا تعلق مالیت سے ہے جائداد سے نہیں۔	ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرض موت میں ہے اجازت برائے نافذ نہیں مرض الموت کی تعریف
۵۳۶	وصیت جہت موصی سے تملیک ہے۔	ہمارے بلاد میں بڑا بیشاک حق ہونا ممکن موصی ہوتا ہے۔
۵۳۷	وارث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے۔	
۵۳۸	وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔	
۵۳۹	وقائع عین، مورد احتمال ہوتے ہیں۔	

۱۹۱	پانچویں بحث (الخامس)	فلاں کو مل جائے، ولیعت اور ہیز و فوں کو محفل ہے۔
	اسماء الرجال	۶۴۰ فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔
۱۹۱	عبد الملک بن نافع	۶۴۲ یہ کہنا کہ یہ روپیہ زید کی لڑکی کے عقد کا ہے یہ حد وصیت میں نہیں آتا۔
۱۹۲	یحییٰ بن یمان	۶۴۲ کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ چیز مجھے دی ہے ثبوت ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں
۱۹۲	الکسبع	۶۴۲ ثبوت ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں
۱۹۳	عبد الرحمن بن بشر	۶۴۲ مرقی موت میں مال کا بھید یا دین کا ابرا
۱۹۳	ابن الفرات	وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے
۱۹۴	مسلم بن خالد	۶۴۲ بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔
۱۹۴	شریک	
۱۹۶	محمد بن خرمیہ	فوائد حدیثیہ
۱۶۰	رجال حدیث ابن عباس	حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔
۱۶۱	ابوبکر	۸۲ جمہوری حدیث بیان کرنے کا وبال۔
۱۶۱	المقواری	۸۳ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شے اور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔
۱۶۱	عبد الوارث	۹۴ زیادۃ احادیث
۱۶۱	ابن شبرہ	۱۴۷ بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفصیل۔
۱۶۱	عبد اللہ بن شہاد	۱۹۱ حدیث ابن عباس پر امام ابو عبد الرحمن نسائی کی دو وجہ سے جرح اور مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے اس کا جواب۔
۱۶۱	کند	
۱۶۱	ابو نعیم	
۱۶۱	مسعر	
۱۶۱	ابو عون	
۱۶۲	ابو سفیان الحمیری	
۱۶۳	ابو مغویہ الکوفی	
۱۶۴	تشمیم	
۱۸۲	حجاج بن ارطاة	

۱۹۲	واؤد بن حصین
۱۹۲	ابو اسحق سلیمی
۱۹۲	عمر بن مہمون
۱۹۲	ابو الاسود مسلم بن سلیم
۱۹۳	ابو بکر
۱۹۳	ابوداؤد
۱۹۳	زہیر
۱۹۳	روح بن الطرج
۱۹۴	عمر بن خالد
۱۹۵	عمر بن حفص
۱۹۵	حفص بن غیاث
۱۹۵	ہمام النخعی
۱۹۵	حبیب بن ابی شابت
۱۹۶	ابن ابی داؤد
۱۹۶	عبد الرحمن بن حشام
۱۹۸	عبد اللہ بن یزید
۲۰۰	سعد العبدی الکوفی
۲۰۰	سعد العدوی البصری
۲۰۲	زکریا
۲۰۲	یعلیٰ
۲۲۵	انجاس
۱۰۱	شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔
۱۰۸	ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ حرام و نجاست غلیظہ ہے
۲۱۱	آسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔
وضو	
۱۹۲	نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنویں سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا جائز ہو گا یا نہیں۔
۳۸۸	
نماز	
۱۹۳	انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہو گی۔
۲۰۹	
جہانز	
۱۹۵	تجیزہ تکفین سے مصارف غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ شامل نہیں۔
۳۶۸	
۴۲۲	قبر سے اپنی قبر میں کرنا فوج قربت سے نہیں
۴۲۳	قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔
۲۰۰	قبر کے گرد تعمیر راستے حفاظت جائز، راستے تزیین ممنوع، اور اس کی وصیت باطل۔
۴۲۳	گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔
۴۲۵	گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
۴۲۵	کفن دفن بقدر مسنوی میں جو رو بہ صرف ہوا وہ ترکہ سے بڑا ہو گا باقی فاتحہ خیرات کے مصارف خرچ کرنے والے پر پڑینگے۔
۴۴۷	ایتنی کہ نہ دارف نہ وصی اگر وصیت کی تجیزہ تکفین

- خود کسے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں ۵۸۹  
 اگر وارث سے واپسی کی شرط کر لی ہو پھر خرچ  
 کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر  
 بھی پایا جائے۔  
 غیر وارث دوسری کو کفنی دینے کے معاوضہ  
 واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔ ۵۸۹  
 مردہ کی تجیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔ ۵۹۱

## نکاح

- عورت کے نکاح ثانی ذی ہر روز قیامت  
 اپنے شوہر کو ملے گی۔  
 دو شوہر والی عورت کو اختیار ہو گا کہ جس کے  
 ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں  
 نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔ ۵۷۹  
 نکاح فضولی  
 غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔ ۶۵۵  
 ۶۵۵

## مہر

- زوج یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی  
 سے قسط وار مہر ادا کیا جاسکتا ہے  
 حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔  
 اگر ہندہ نے مرض موت میں شوہر کا مہر  
 معاف کیا تو معاف نہ ہو گا۔ ۴۴۱  
 زید نے جو جائداد اپنی بیوی کو بھالت صحت  
 بعوض دی مگر بیوی اسکی مالک ہو گئی۔ ۴۶۹  
 ۷۵  
 وہ دلی جسے مالِ قیم میں تصرف جائز ہے  
 وہ تین ہیں، چشتیوں کا مال کھاتے ہیں  
 اپنے پیش میں آگ کھاتے ہیں۔ ۳۷۵  
 باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے  
 کا مال بشرط عوض کسی کو دے۔ ۳۷۵

## ولایت



- نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔  
 ۴۷۵ بیع الوفا مذہب معتبرین میں رہیں ہے۔  
 ۴۷۱ باپ نابالغ کے مال کو حشر پر کر سکتا ہے یا نہیں۔  
 ۴۸۹ نابالغ کہ ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں جو چیز نابالغ کی ملک ہر اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔  
 ۶۴۵ باقی کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ فروخت کرے۔  
 ۶۴۶ باپ بالغ کی رقم اجازت سے صرف کر سکتا ہے۔  
 ۶۴۶ نابالغ کی رقم اپنے صرف میں بطور قرض لینے میں اختلاف ہے، احتیاط بکنا ہے۔
- نقصت**  
 باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیہ لے۔
- تخصیر**  
 قیمت لگانے والے کی سزا۔
- بیوع**  
 بیع و فایہن رہیں ہے۔  
 ۵۶ مریون اگر مر جائے تو اس کا مکان دائی اپنی ملک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت
- ۷۱ زائد ہے تو تصدق کرے۔  
 ۲۳۷ مریون جب بلا اذن راہن شے مریون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت راہن پر موقوف ہے۔  
 ۲۳۷ ادھار خرید اور اطمینان کے لئے زیور رہیں رکھا تو جائز ہے۔  
 ۲۵۶ زید نے عمرو کے پاس زمین رہیں رکھی عمرو نے مدت قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت اسکو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے کا اختیار مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت کرنا جائز نہیں۔  
 ۲۲۱ اگر کسی نے بعض دین مہر اپنی جائداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلا شبہ درست ہے۔  
 ۲۸۲ وقتی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی صورت میں جائداد منقول فروخت کر سکتا ہے مگر منقول نہیں مگر چند صورت استثنائیں ہیں۔  
 ۲۳۱ زید نے اپنا مکان زید کے نام بیع کر دیا پھر وہ مر گئی اور نابالغ بیٹے وارث ہوئے تو زید اس جائداد کو بیچ سکتا ہے یا نہیں۔  
 ۴۳۶ بازار بجاؤ میں خریدنے کا مطلب۔  
 ۴۶۹ مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیع بغیر اجازت دیگر رشتہ باطل ہے۔  
 ۴۷۷ وقتی کو مطلق اختیار بیع نہیں۔  
 ۴۸۰ مریض موت میں کسی وارث سے بیع صحیح نہیں۔  
 ۶۵۳

## سود

شئی مرہون کو مرہن کسی طرح استعمال نہیں کر سکتا۔

قرض کے ذریعہ جو منفعت حاصل ہو جلتے وہ سود ہے۔

بربتائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود ہے۔

مرہن کی زمین کو جو تنہا اور اس سے نفع لینا حرام ہے۔

مرہن دخل سود ہے۔

شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔

مرہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف کر سکتا ہے یا نہیں۔

سود کا مال تو بہ سے بھی مٹا نہیں جاتا جب تک کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے یا فقرا کو نہ دے دے۔

## دعویٰ و قضا

اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

خاصی کو تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔

اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا

مال صرف کیا تو وہ ایسی کا دعویٰ باطل ہے۔

تنہا عورت کا دعویٰ کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں بالغین دروہ کو اختیار ہے

اعتقاد کریں یا نہ کریں۔

ایک فریق کے رضا مند ہونے سے عدالت کو جائز نہیں کہ اسے قیمت دلا دے جب تک دوسرا راضی نہ ہو جائے۔

## شہادت

گواہی ہر معاملہ میں ثلثہ معتبر لوگوں کی معتبر ہے۔

## اقرار

جینی برس گزرنے کے بعد بھی اقرار تسلیم ہوگا اور بے اقرار طالبین کا مدت مدید تک

سکوت سقوط دعویٰ کا باعث ہے۔

اقرار کا ذب دیا نہ باطل محض ہے۔

اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مسلم ہوگا۔

## ہبہ

مقدم کا ہبہ باطل ہے۔

غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے

اور اس میں محض داخل خراج کاغذی کا  
اعتبار نہیں۔

۲۵۶ غیر مالک کسی کو جائز نہیں۔

۲۵۷ جان کو مرتن سے رہن کا مکان کرایہ پر لینا

کسی کو جائز نہیں، اگر لے گا گنہگار ہوگا۔

۲۵۸ اگر راہن ششی مرتن اپنی اجازت سے کسی

کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی راہن ہی

لے گا نہ کہ مرتن۔

۲۵۹ جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک

اجارہ پر دے تو اجازت مرتن پر

موقوف ہے۔

۲۶۰ اجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔

۲۶۱ مرتن ششی مرتن کا خود محافظ ہے اس

پر کسی طرح کی اجرت نہیں ہو پاتی۔

۲۶۲ ششی مرتن اجارہ پر دینے سے رہن سے

نکل جاتی ہے۔

۲۶۳ کاشتکار نے اجازت زمیندار زمین کو

رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت

زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔

۲۶۴ کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن

رکھ دی تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔

۲۶۵ بازاری عورت کی وہ رقم زنا یا غنا

کی اجرت ہے اس کی ملک نہیں

فقراء کو دیں۔

۲۶۶

مرتن الموت میں ہیہ کے احکام۔

مرتن الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث

کو ہیہ کی تو اس کا حکم کیا ہے۔ اس کی

چند صورتیں۔

۲۶۷ بغیر تقسیم وراثت کا مال ہیہ کرنے سے

ہیہ نہ ہوگا۔

۲۶۸ اگر بیٹے کو ہیہ کر کے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک

ہو گیا۔

۲۶۹ ہیہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔

۲۷۰ اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو مشروط

قرار دے تو تملیک تام ہوگی اور مشروط منہدم

## قربانی

۲۷۱ حرم قربانی کی رقم سے گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔

۲۷۲ قربانی کی کمال ہر نیک کام میں صرف

ہو سکتی ہے۔

۲۷۳ حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کمال

پہنچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی اپنے لئے۔

## اجارہ

۲۷۴ سفر میں تیکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے

سے رہ گیا اور تیکہ والے کا پتہ نہیں

تو کیا کرے۔

## امانت

- امانت میں وصیت۔ ۳۳۳  
 جو ان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے  
 حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے۔ ۳۳۴  
 جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادتِ عادلہ  
 پر موقوف ہے۔ ۳۳۸  
 انہیں مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں  
 امانت کی رقم از خود خیرات وغیرہ میں خرچ  
 نہیں کر سکتا۔ ۶۳۶

## ضمان و تادان

- دائیں کا جہیز اگر مالِ مشترک سے ہے تو تنہا  
 کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔ ۳۴۸  
 اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ  
 اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مالِ مشترک  
 سے دیا تو دینے والے پر ضمان ہے۔ ۳۵۳  
 اگر ناتقد کی وصیت کا چھپہ اغنیاء کو کھلایا  
 تو تابا نزا اور حشر چ کہنے والے پر  
 تادان ہے۔ ۳۶۲  
 مائی مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف  
 کیا اس کا تادان لازم ہے۔ ۴۹۷  
 ورثہ کا حق متعلق ہونے پر کسی کو اجازت  
 نہیں کہ ترک کو خیرات کرے، اگر کیا تو تادان  
 دے۔ ۶۳۹

## ہبہ

- ہبہ کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ ۷۰

## قسمت

- کسی تقسیم میں نہ عالم کو یہ جبر پہنچتا ہے  
 نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر  
 بجائے عین قیمت لے۔ ۵۸۶

## شرکت

- جو حصہ مکان بکرنے اپنے پیسے سے خریدا  
 اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں۔ ۳۸۷

## عاریت

- موتہی نے اگر واقعی عاریتہ بلا دیا تو یہی کا  
 مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور  
 اگر کرایہ پر دے دیا تو اجازتِ راہن  
 سے اجارہ ہو جائے گا، راہن باطل۔ ۲۹۹  
 ایک شخص نے زیور عاریتہ لیا پھر بیٹے کو  
 کر گیا اور ایک غیر معتقد سے معلوم ہوا کہ  
 مرنے والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت  
 کر گیا ہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ ۶۳۴

## مزارعت

- کاشتِ سبزی رکھتے کا مالک نہیں ہوتا۔ ۲۷۶

ہندو سے زمین دخل رہن میں لے کر  
زراعت کرنے میں حرج نہیں۔

## فرائض و میراث

زوج کا ترکہ زوجہ کو اپنے مہر میں لے لینے  
کی اجازت ہے یا نہیں۔

اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعویٰ کریں  
اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت  
بجاری ہوگی یا نہیں۔

اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے  
کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی  
کہ چار ابھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ

اس حصہ مہر کے اور جائیداد نہیں کیا حکم ہے؟  
میراث کی ایک شکل۔

اگر وارث کبیر نے منیر کی پرورش یا شادی  
میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے  
حصہ مال سے بجالائے سکتے ہیں۔

اگر بے اذن بالغ بھائی بہن کی بڑے  
بھائی نے شادی کر دی اور اخراجات  
میں مشورہ و اجازت نہ لی تو اس کو مجرا  
نہیں لے سکتا۔

ولین کا جیزمجر کیا جائے گا یا نہیں۔  
متسلک وراثت کی ایک شکل۔

عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حق میراث  
کو نہیں روک سکتا۔

ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔

تقسیم میراث کی بعض صورتیں۔

اگر پسر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث  
کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔

باتع وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو  
اس کے حصہ سے مجرا ہونے لگتا بالغ کا مال

بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے  
تو اس کی طرف سے دوسرا اس کو پورا پورا  
حصہ ملے گا۔

بالغوں کے تقسیم حصص میں کی رکنا حرام ہے  
بالغوں کے حصے بجا رہیں بالغوں کو اپنے  
حصے کا اختیار ہے۔

باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق  
نہیں۔

بیوی میری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو  
اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔

ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔  
اگر یہ کہنا کہ بچہ کو نہیں چاہئے دیکھیں عید قد

وغیرہ خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت  
ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے صرف

کرنے کی اجازت دے۔

بھانجی و بھانجی زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد  
بھائی کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں ہو سکتے

دین مہر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جائینگے  
وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں از خود کریں

بہتر ہے۔

۴۶۷ اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ

۶۱۳ بھی کل کا وارث ہے۔

۴۶۹ شوہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال

۶۱۳ ۴۷۸ پائے گا۔

۶۱۶ رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔

۴۷۸ رد جین بہ نسبت ز کے بیگانوں کے اقرب

۶۱۶ ہیں۔

۵۸۶ فساد بیت المال کے باوجود اگر کسی نے

۵۹۵ بیت المال میں ذکر دیا تو یہ جائز نہیں۔

۵۹۶ رد علی الزوجین وراثتہ نہیں۔

۶۰۰ اصحاب رد پر رد بکثرت مضمومت ہے۔

۶۲۰ مقرر لا مرضی لا بالزائد سے بالا و اقرب ہے۔

۶۲۱ مرضی لا بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین

۶۰۱ خرق اجماع ہے۔

۶۲۲ مرضی لا بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے

۶۰۳ مقدم ہے۔

۶۲۲ یہ غلط ہے کہ رد علی الغرض النسبیہ کی علت

۶۰۳ فساد بیت المال ہے۔

۶۲۵ کفنی دفنی کے بقدر سنت کے بعد جو بچے

۶۰۳ اس کو حسب وصیت تہائی خرچ کیا جائے

۶۲۷ باقی ورثہ کو۔

۶۰۸ ذین مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔

۶۵۷ تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔

مشتکہ مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ۔

تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔

مال متروکہ سے اسے دین تقسیم ترکہ سے

مقدم ہے۔

زوجہ کا حق وراثتہ ربح سے زائد جائز نہیں

اصحاب فرائض سے جو بچے اس کے مصارف

بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔

رد علی الزوجین وراثتہ نہیں۔

اصحاب رد پر رد بکثرت مضمومت ہے۔

مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوٹے

تو مسئلہ آٹھ سے کھتے ہیں، ایک زوجہ کا

ساتھ دختر کا۔

رد علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ

سے ہے۔

رد علی الزوجین ضرورت ہے لہذا اگر بیت المال

مختل ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔

فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ

بھی ہیں۔

رد علی ذی السهم النسبی کی علت فساد

بیت المال بتانا افسد فسادات ہے۔

کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے

تو کل مال اس کا ہے۔

## مفقود الخیر

اگر کوئی وارث مفقود الخیر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں تو بیخ کے ذریعہ ایس کی موت کا حکم لگا کر اس کی وارثوں میں تقسیم کر دیں۔

وارث بھائی مفقود الخیر ہو تو اس کا حصہ مال کیا کرے۔

## منطق

قرض و دین میں غم مخصوص ہے۔

## تاریخ و تذکرہ

شاہ عبدالعزیز کی طرف خدمت قلیان کی نسبت غلط ہے۔

و قد عبد القیس کی آہ

توج علیہ السلام اور شیطان کا منازعہ۔

الآثار فی الباب عن امیر المؤمنین قد توارث

انگلی مشربعتوں میں شراب حرام نہ تھی مگر نشہ ہر شربعت میں حرام رہا ہے۔

۲۰۲ حضرت مولا علی اور سیدنا امیر حمزہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف غلط اشیاء کا اختساب۔

۲۰۳

## عرف و رواج

شادی میں دلہن کو چڑھا دے کا حکم اس کی قوم کے رواج پر موقوف ہے۔

## وعدہ

وعدہ مجبوراً کرنا حرام ہے۔

## بھیک مانگنا

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔

۲۱۲ جبر خدا کا واسطہ دیتے پر کچھ دے تو ستر نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی اختیار ہے۔

۲۱۳ اللہ کا واسطہ دے کر سوائے اُغروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔

۲۱۵ اس بارہ میں عبداللہ بن مبارک کا قول

۲۱۵ قوی تندہ دست پیشہ در سائل کو

۲۱۵ ایک پیسہ نہ دے۔

## فضائل و مناقب

۲۰۴ علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ

۲۱۶ فرض ہے۔

تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا

۲۱۷ جلنے لگان میں سے ایک عالم دین ہے۔

## ترغیب و ترہیب

4

قرض ادا نہ کرنے والے کے القاب۔

تقریباً تین پیسہ قرض کے عوض سات سو نمازیں باجماعت جائیں گی۔

حرم شراب اور اس پر تہدید میں سات احادیث کو میر۔

جو شراب نکالے اور اٹھانے اور پئے اور پیچے اور خریدے سب پر لعنت ہے۔

جو شراب پئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔

تشرابی کا عذاب۔

جو ایک بوند شراب پئے اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس پر حرام۔

خدا کے خوف سے شراب پھونکنے والے کا ثواب۔

نشہ گناہ کبیرہ ہے۔

وزیر اگر ٹلٹلٹ ماں میں نفاذ و رعیت کو روکیں ظالم ہیں۔

جو کسی مسلمان سے سختی دور کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی سختی دور کرے۔

کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے پر تہدید۔

## مسئلہ رجمی

حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو

مقدم رکھے۔

مرض و علاج

افیون، چرس، بنگ کا استعمال بطور دوا۔

افیون معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔

شرب و طعام

تباڑی کے خمیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔

تجوڑ کا دس بیب تک نشہ نہ لائے حلال ہے۔

تباڑی سے بنائی گئی پاؤ روٹی کا حکم۔

تیبا کو کھانا، حقہ چینا جائز ہے۔

تجوڑ کا دس جو درخت کو چیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔

تباڑ کا پھل جائز اور تباڑی چنا حرام۔

تباڑی جو حقیقتہً سرکہ ہو جائے جائز ہے۔

## آداب

درود شریف کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیاجو تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے

شروع کرے۔

۱۰۳



جہاں

تباہ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک  
حیلہ شرعیہ۔

مفسد

مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔  
وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتوؤں  
کا رد۔

فتویٰ حاکم کی عجیب تر تحریر۔  
فتویٰ حاکم کی ایک عجیب و غریب غلطی۔

رد بد مذہبیاں

مفتی ندوہ مولوی عبد اللہ ٹونگی کے  
ایک غلط فتویٰ کا رد۔

حقوق العباد

غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مر گئے  
اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں  
کافر حربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد  
لازم نہیں۔

ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے  
ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے محنت ہے۔  
قیامت کے دن مسلم سے منافی کی امید ہے  
ذمی سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا

جب تک بندہ سے خود معاف نہ کریں۔ ۶۹  
اطاعت والدین جائز یا توں میں فرض ہے  
یا جائز یا توں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ۲۰۴  
بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین  
کے برابر نہیں۔ ۲۰۵

والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی  
عین کار دین و رضا کے رب ہے۔ ۴۶۹  
میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان  
نزدہ و زندہ یکساں ہے۔ ۵۹۲

حظ و ایاحت

بدگمانی اور شہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم  
وہ حق جو اس و دماغ میں فتور لگے  
منوع ہے۔ ۹۳

ہندوؤں کی بنائی مشائی کھانا حلال  
بچنا بہتر۔ ۹۹  
حقے کا دم لگانا کہ اس خراب ہو  
ہرام ہے۔ ۱۰۴

اگر بڑا رکھتا ہے خلافت اولیٰ ہے۔ ۱۰۴  
افیونی کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے مگر پیسہ  
نہ دیا جائے جبکہ معلوم ہو کہ افیونی میں صرف  
کرے گا۔ ۱۰۵

صیغہ یہی ہے کہ دوامیں بھی شراب کا استعمال  
جائز نہیں۔ ۲۰۵

۲۰۶	جائید چیزوں میں کثیر مسک حرام ہے۔	۲۰۶	سے زائد ہوں اللہ کو بدیہ کر کے حشر پر کر سکتے ہیں۔
۲۰۷	بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں	۲۰۷	قیم خانہ کے چند سے قیموں کے غنہ اور قیم
۲۰۸	حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں حرام ہے۔	۲۰۸	بچوں کی شادی میں معمولی طور پر حشر پر کر سکتے ہیں۔
۲۱۳	خالص پانی میں دو در شراب کی طرح پینا منع ہے۔	۲۱۳	مستفرقات
۲۱۴	زخیت کو اپنے صرف میں نہ لائے اس لئے کریم مانع اجابت دعا ہے۔	۲۱۴	یہ خیال کہ روز قیامت حقہ بننے والے سے حضور رؤے انور پھر لیں گے، محض افترا ہے۔
۲۱۵	عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتدین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ ہر کس و نامکس کے۔	۲۱۵	دکان اس شرط پر لینا کہ جو کچھ اس پر خرچ ہو گا کروں گا منافع بھی لوں گا اور جب میرا روپیہ واپس ہو گا تو دکان مدت معینہ گزرنے پر چھوڑ دوں گا۔
۲۱۶	مواضعات کا داخلی رہن جس کا آجکل رواج ہے محض حرام ہے۔	۲۱۶	خرام اور آج کل کے قانون دان نئے تلفظ یا کاغذ کی تحسیر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔
۲۱۷	تجھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات پر بلا ضرورت نہ چاہئے۔	۲۱۷	تجور جیسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں
۲۱۸	دعوت کا کھانا برسبیل اجابت ہوتا ہے بغیر اذن مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔	۲۱۸	جب تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔
۲۱۹	قیم خانہ میں دیتے گئے کپڑے اگر بیکار ہوں تو ان کو درست کر کے استعمال کرنا یا اس کو فروخت کر کے معرفت یتامی میں لانا درست ہے۔	۲۱۹	اور مختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں کلام ہے۔
۲۲۰	جو مصاحف وقف قیم خانہ میں ضرورت	۲۲۰	

# کتاب المداینات

## (مداینات کا بیان)

مسئلہ از اجین مکان میرزا خادم علی صاحب اسٹیٹ مرسلہ ملا حاجی یعقوب علی خاں  
۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین عظام شرعاً نبی اس مسئلہ میں کہ ہندو کفار سے کسی اہل اسلام نے قرضہ لیا تھا اور قضاۃ خداوندہ قرض خواہ و اصل جہنم ہوا اور اس کا کوئی ورثہ باقی نہیں تو اس کے قرضہ کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بیٹو! تو جبروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

جو شخص مر جائے اور کوئی وارث نہ چھوڑے نہ کسی کے نام وصیت کی ہو تو اس کے مال کا مستحق بیت المال ہے اور بیت المال کے ایسے مال کے مستحق مذہب جو پر فقرار مساکین عاجزین ہیں کہ ان کے کھانے پینے، دوا دارو، کفن و دفن میں صرف کیا جائے۔ ورنہ غار میں ہے،

وسا بقها الضوائع مثلاً مالاً  
یكون له اناس وارثوناً  
اور ان میں حرام ضوائع (گرہی پڑی اشیاء) ہیں  
مثلاً وہ شے جس کا لوگوں میں سے کوئی وارث نہ ہو۔

روا کرتے ہیں ہے:

الضوائع ای اللقطات وقوله مثل ما لا  
ای مثل تركه لا وارث لها أصلاً أو لها  
وارث لا يرد عليه، فمصرفه المشهور  
اللقيط الفقير والفقراء الذين لا أولياء  
لهم فيعطى منه نفقتهم وأدويةهم  
وكفنتهم وعقل جنائيتهم كما في الزيلعي  
وغيره وحاصله ان مصرفه العاجزون  
الفقراء أم ملقطاً.

ضوائع یعنی لقطے (گری پڑی اشیاء) پس مان  
کا قول "مثل ما لا" یعنی اس ترکہ کی مثل جس کا  
سرے سے کوئی وارث نہ ہو یا ایسا وارث ہو  
جس پر (بچا ہوا ترکہ) رد نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ  
اس کا مشہور مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو  
اور وہ فقراء ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں،  
اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات  
اور جنایات کی دیتیں دی جائیں گی جیسا کہ زیلعی  
وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف  
عاجز فقراء ہیں ام ملقطاً۔ (ت)

اور یہ حکم جیسا ماں مسلم کے لئے ہے یمنی مال کا ترکہ کے لئے بھی، مالگیری میں ہے،  
من مات من اهل الذمة ولا وارث له  
فماله لبيت المال كذا في الاختيار  
شرح المختار عليه  
یمنیوں میں سے کوئی مرگیا اور اس کا کوئی وارث  
نہیں تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جائیگا۔  
اختیار شرح مختار میں یمنی ہے۔ (ت)

پس ایسی صورت میں وہ مال فقراء کو دے دے نہ اس نیت سے کہ اس صدقہ کا ثواب اس  
کافر کو پہنچے کہ کافر اصلاً اہل ثواب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ خبیث مرگیا اور موت عزلی ملک ہے تو اب  
وہ اس مال کا مالک نہ رہا بلکہ حق بیت المال ہوا تو فقراء کو بذریعہ استحقاق ملے گا اور دیا جاتا ہے۔ واللہ  
سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بنارس محلہ پرنسپل مدرسہ مولوی عبدالحق صاحب ۲۵ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایتام اللہ تعالیٰ الی یوم الدین، اس میں کہ  
زید اکبر آباد سے چل کر شب کو تین بجے دہلی کے اسٹیشن پر اترا اور وہاں سے تین آنے کو ایک

لے رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احوال التراث العربی بیروت ۵۸/۲  
لے الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الخزانۃ باب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۴/۲

گاڑی کے سرائے میں آیا اور وہاں اگر گاڑی بان کو کرایہ دینے کے لیے عجیب میں اتھڑا تو پیسے نہ تھے گاڑی بان سے کہا کہ صبح کو آؤں کرے لینا، اس نے کہا اچھا، زید صبح کو دس بجے تک اسٹیشن پر گاڑی بان کا منتظر ہوا وہ نہ آیا بعد دس بجے کے زید شہر میں اپنا کام کرنے کو چلا گیا اپنے سب کام سے فارغ ہو کر شام کی گاڑی میں سوار ہو کر اپنے گھر چلا آیا وہ گاڑی بان کا کرایہ اس کے ذمے رہے گا تو اس کو تیرکب کیسے ادا کرے! بیٹو! توجہ روا۔

## الجواب

اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو تو ہر گاڑی کو آمد و رفت پر ضرور آتی جاتی ہیں۔ اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا ملنا آسانی تھا اب بھی خود یا بذریعہ کسی متبقی مہتمم کے تلاش کرے اگر ملے دے دے جائیں ورنہ جب یا اس و نا اُمیدی ہو جائے اس کی طرف سے تصدق کو دے اگر پھر کبھی دھٹے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو اُسے اپنے پاس سے دے،

کہا ہوشان اللقطۃ و سائر الضوائع۔ جیسا کہ لقطہ اور دیگر گری پڑی اشعار کا حال ہوتا ہے۔ (د ت)

تنویر البصار و در مختار میں ہے،

(علیہ دیون و مظالم جہل اس بابہما  
لایس) من علیہ ذالک (من معرفتہم  
فعلیہ التصدیق بقدر ما من  
مسالہ و انت استغفرقت  
جیم مالہ) هذا مذہب  
اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا  
کمن فی یدہ حروف لم یعلم  
مستحقہا اعتبارا للدیون  
بالاعیان (و) متفق فعل  
ذلک (سقط عنہ المطالبۃ  
من اصحاب الدیون (فی العقبی) متجینی

اس پر قرضے اور مظالم ہیں جی کے مالکوں کا پتہ  
نہیں اور وہ مقرض ان مالکوں کی معرفت سے  
ناامید ہو چکا ہے تو اس پر ان قرضوں کے برابر  
اپنے مال سے صدقہ کرنا ضروری ہے اگرچہ اس کا  
سارا مال اس میں ختم ہو جائے، ہمارے ائمہ کا  
یہی مذہب ہے۔ ہمارے علم میں ان کا اس  
مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسے کسی شخص کے  
پاس ایسا سامان ہو جس کے مستحقین معلوم نہیں  
قرضوں کو اجناس پر قیاس کرتے ہوئے، اور  
جب اس نے ایسا کر دیا یعنی صدقہ کر دیا تو آخرت  
میں اصحاب دیون کی طرف اس پر سے مطالبہ ساقط ہو گیا۔

کتاب اللقطۃ

لے الدر المختار

مطبع مجتبیٰ دہلی

۳۶۶/۱

انہیں میں ہے ۱

(فان جاء مالکھا) بعد الصدق (خبر)  
 میں اجازت فعلہ ولو بعد ہلاکھا)  
 ولہ ثوابھا (او تقصینہ)۔ واللہ سبحنہ  
 وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بنارس محلہ کنڈی گندہ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب دشبان ۱۳۱۲  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب علاقہ و جائداد اپنا ایک موضع جس میں گروام  
 بیل اس کے متعلق مکانات و جنگلہ و اصطبل و گاڑی خانہ وغیرہ تھے و قدرے اپنے دوسرے موضع سے  
 بعض چھ ہزار روپے کے بدست فروغ میعاد دی مدت دس سال کی کرتا ہے اور خالہ دم زادہ زید جس کا  
 کاروبار سب زید سے علیحدہ ہے عمر و مشتری سے بشرط کرتا ہے کہ بیع میعاد کی کو سارا اختتام اُس موضع  
 کا ہم بطور ٹھیکہ دار کے کریں گے فقط تم کو قطع دوسو پچیس روپے ساکنہ دیا کریں گے اور باقی بے حد  
 ادائے مال گزاری سرکار و دیگر مصارف ہم لیں گے ہم اس کے ذمہ کار ہیں اور کسی امر سے تم کو تعلق نہ رہے گا  
 و وقت انقضائے میعاد فوراً تمہارا روپیہ ادا کر دیا جائے گا اور اندر میعاد تم اپنا روپیہ چاہو گے تو قبل  
 چند ماہ ہم کو اطلاع دینا کہ ہم یعنی زید روپیہ واپس کر دیں گے اور اگر اندر میعاد ہم کو روپیہ مہیا ہو جائے گا  
 تو ہم دس کو اپنی جائداد واپس لیں گے اور کسی نوع کی مداخلت تم کو حاصل نہ رہے گی یہ قول خالہ ٹھیکہ دار  
 کا ہے اگر عمر و شرط مذکور کے ساتھ معاملہ کر لے تو جائز ہو گا یا نہیں؟ در صورت عدم جواز کے کس طور سے  
 معاملہ مذکور تو جائز ہو سکتا ہے؟

### الجواب

یہ صورت بیع و فاک ہے اور بیع و فاک مذہب فقہ و متفق میں میں رہن ہے۔

فی رد المحتار قد منا انفعامن جواہر  
 الفتاویٰ انہ الصحیح قال فی  
 الخیرۃ والذی علیہ الاکثر  
 رد المحتار میں ہے ابھی ابھی ہم جواہر الفتاویٰ کے  
 حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ فتاویٰ  
 خیرہ میں ہے اکثر علماء کا توقف یہ ہے کہ

انه من لا يفرق عن الرهن فحكم  
من الاحكام قال السيد امام قلت للامام ابى الحسن  
الما تيرى قد فشا هذا البيع بين  
الناس وفيه مفسدة عظيمة وفتوا له انه  
راهن وانا ايضا على ذلك فالصواب  
ان تجمع الائمة وتتفق على هذا  
ونظروا بين الناس فقال المعتبر  
اليوم فتوانا وقد ظهروا ذلك بين الناس  
فمن خالفنا فليبرئ نفسه و ليسقط  
دليله الخ۔

یہ رہن ہے اور کسی حکم میں یہ رہن سے مختلف نہیں ہے۔  
سید امام نے فرمایا میں نے ابو الحسن مائتیدی سے  
کہا کہ یہ بیع لوگوں میں پھیل گئی ہے اور اس میں  
فساد عظیم ہے جبکہ آپ کا فتویٰ ہے کہ یہ رہن ہے  
اور میں بھی اسی پر قائم ہوں۔ چنانچہ درست بات  
یہ ہے کہ ہم ائمہ کو اس پر جمع کر کے متفق ہوں اور  
اس کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انہوں نے فرمایا  
کہ اس وقت ہمارا فتویٰ معتبر ہے اور وہی لوگوں  
میں ظاہر ہے تو جو ہماری مخالفت کرے وہ اپنا  
موقف ظاہر کرے اور اس پر دلیل قائم کرے (ت)

اور رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلا شبہ حرام اور خالص سود ہے بلکہ ان دیار میں مرتبی کا  
مرہون سے انتفاع بلا شرط بھی حقیقتہً بحکم عرف انتفاع بالشرط بائیں محض ہے۔

قل الشائ قال ط قلت والغالب من  
احوال الناس انهم انما يريدون  
عند الدفع الانتفاع ولو لا لما اعطاه  
الدماءهم وهذا بمنزلة الشرط  
لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين  
المنعم اليه

شائی نے کہا کہ ط نے فرمایا میں کہتا ہوں غالب  
حال لوگوں کا یہ ہے کہ وہ رہن سے نفع کا ارادہ  
رکھتے ہیں اگر یہ توقع نہ ہو تو قرض ہی نہ دیں اور  
یہ بمنزکہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کے حکم  
میں ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم جواز کو متعین  
کرتی ہے۔ (ت)

بالجملہ جبکہ دیہات اس بیع بے معنی کے سبب ملک قید سے ذیلے تو فرو کو ان کی توفیر سے کسی جز کا  
استحقاق نہیں، نہ وہ ملک غیر کو اجارہ پر دے سکتا ہے، نہ رہن و اجارہ ہرگز جمع ہو سکتے ہیں، نہ یہ  
صورت اجارہ دیہات کہ ان بلاد میں جاری جس کا حاصل اجارہ توفیر و محاصل ہوتا ہے نہ اجارہ زمین  
کہ وہ تو اجارہ مزارعین زمین ہے، کسی طرح صورت جواز نہیں کہتے کہ اس حقیقتہً بتوفیق اللہ تعالیٰ

فی فادلتا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اپنے فتاویٰ میں کر چکے ہیں۔ ت) غرض یہ  
حیلہ باطلہ اصلاً بکار آمد نہیں، ہاں اس کی صورتوں میں ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً زید چھ ہزار روپے  
عمرو سے دس سال کے وعدے پر لیا جاتا ہے اور عمرو دعائی سو روپے سال نفع کا خواستگار ہے تو  
زید اپنی کوئی شے عمرو کے ہاتھ چھ ہزار روپے نقد کو بیچے اور عمرو روپے ادا کر کے شے بیع پر قبضہ کر لے  
اس وقت تک کوئی ذکر و شرط درمیان نہ ہو اس بیع کو صرف زبانی طور پر بیع لائیں بلکہ حقیقتاً بیع مقصود ہو۔  
پھر عمرو وہی شے زید کے ہاتھ آٹھ ہزار پانچ سو روپے بوجہ دہ سال فروخت کرے، یہ زیادت کو ایک  
بیع صحیح میں بتراضی طرفین ہوتی حلال و روا ہے۔ فتاویٰ ایام اہل قاضی خان میں ہے۔

ساجل لہ علی ساجل عشرة دس اہم فاراد  
ان يجعلها ثلثة عشر ائى اجبل قالوا  
يشترى من المديون شيئا بتلك  
العشرة ويقض المبيع ثم يبيع من  
المديون ثلثة عشر ائى سنة فيقيم البعوث  
عن الحرام ومثل هذا مروى عن  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
انه امر بن لك ساجل طلب من رجل  
دس اہم ليقرضه بده وانه فوضع  
المستقرض متاعا بين يدي المقرض  
فيقول للمقرض بعت منك هذا المتاع  
بمانه دس اہم فيشترى المقرض  
ويدفع اليه الدس اہم وياخذ المتاع ثم يقول  
المستقرض ليعني هذا المتاع بمانه وعشرين  
فيبيعه ليحصل للمستقرض مائة درهم ويعود  
اليه متاعه ويوجب المقرض عليه مائة وعشرون درهماً  
مل جائیں اور اس کا سامان بھی اس کے پاس لوٹ آئے اور قرض دہندہ کے لئے اس پر ایک سو بیس  
لے فتاویٰ قاضی خان کتاب البیع فصل فیما یكون فراراً عن الربو  
فوکشہ مکتوبہ ۲۰۶/۲



درم واجب ہو جائیں الخ۔ (ت)

پھر اگر زید میعاد کے اندر زبر اصل یعنی چھ ہزار روپے ادا کرے گا تو بحساب دو سو پچاس روپے سالانہ اس وقت تک جتنا لازم ہوا ہو گا اسی قدر ادا کرنا ہو گا مثلاً پانچ برس میں روپے ادا کر دے تو صرف ساڑھے بارہ سو زیادہ ہونگے اور دوسریس میں تو فقط پانچ سو اور چھ بیسے میں تو صرف سو سو و علیٰ ہذا القیاس، تنویر الابصار و درمختاریں ہے،

قضى المديون الدين المؤجل قبل المخلول  
اومات فحل بوجه فاخذ من تركته لا ياخذ  
من الموراثه التي جرت بينهما الا بقدر  
ما مضى من الايام وهو جواب الساخرين  
قفيه وبه افق السرحوم ابو السعود افندی  
صفي الروم عليه بالرفق للجانين  
ابو السعود افندی نے یہی فتویٰ دیا اور دونوں جانبوں کی رعایت کو اس کا جلت قرار دیا ہے۔ (ت)

مدیون نے دین مؤجل کو معاد سے پہلے ادا کر دیا یا  
مدیون مر گیا جس کی بنا پر دین حالی ہو گیا (مؤجل  
نہ رہا) چنانچہ میت مدیون کے ترکہ سے لے لیا گیا  
تو اب قرض خواہ وہ نفع نہ لے جو اس کے اور مدیون  
کے درمیان لے پایا تھا مگر بقدر ایام گزشتہ کے  
اور یہی جواب متاخرین کا ہے (فقید) اور مفتی دوم  
رد المحتار میں ہے،

قوله لا ياخذ من المصورته اشترى  
شيئا بعشرة نقدا و باعه لاخر بعشرين  
الى اجل هو عشرة اشهر فاذا اقضاء بعد  
تمام خمسة اومات بعد ها ياخذ خمسة  
ويترك خمسة بته والله تعالى اعلم.

ماتن کا قول لا ياخذ من الخ اس کی صورت یہ  
ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد کی خریدی اور دوسرے  
کے ہاتھ بیس درم کے عوض دس بیسے کے ادھار  
پر فروخت کی۔ پھر مدیون نے اگر پانچ ماہ بعد  
میں ادا کر دیا یا پانچ ماہ بعد وہ مر گیا تو صاحب  
پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از گوالیار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ہندہ کا شوہر زید فوت ہوا اس نے مال از قلم

زیر و کپڑے اور مکانات چھوڑے اور مہر ہندہ کا اس جائد اور ترکہ زید سے زائد ہے اور ہندہ نے اپنے  
 دین مہر میں جو جائد کہ شوہر ہندہ نے چھوڑی اور ہندہ کے قبضہ میں ہے تو بعد فوت ہو جانے اپنے شوہر کے  
 جائد اور ترکہ کو ہندہ نے تو ہندہ کو لے لیا اس جائد کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ بعض لوگ یہ  
 کہتے ہیں کہ بعد فوت ہونے شوہر کے ہندہ نے وقت تیار ہونے جنازہ اپنے شوہر کے دین مہر اپنا جو شوہر  
 اپنے کے متاؤہ معاف کر دیا حالانکہ ہندہ معاف کرنے مہر سے انکار کرتی ہے تو کیا ہندہ کے مہر میں وراثت  
 جاری ہوگی یا نہیں؟ اور دوسرے وارث زید کا دینی دین مہر میں چل سکتا ہے یا نہیں؟ بینا تو جروا۔

### الجواب

تقریر و بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ جائد اور چھوڑنے سے قبضہ ہندہ میں ہے مگر زید نے اپنی حیات  
 میں یہ مال وجائد ہندہ کو اس کے مہر میں نہ دیا تھا بلکہ خود ہندہ نے بعد فوت شوہر ترکہ شوہر اپنے دین مہر  
 میں لے لیا پس صورت مستفسرہ میں جبکہ سب اظہار سائل تعداد زید مہر قیبت ترکہ سے زائد ہے تو وارثوں  
 کے لئے ترکہ میں اصل ملک ثابت نہ ہوئی۔ استنباء والنظار میں ہے،

الدين المستغرق للتركة ينعى ملك الوارثين جو فرض تمام ترکہ کو محیط ہو وہ ملک وارث سے  
 مانع ہوتا ہے۔ (ت)

ترکہ میں جس قدر زید نقد تھا ہندہ کا اسے اپنے مہر میں لے لیا صحیح و واجبی ہوا اور اتنے روپے مہر میں  
 ادا ہو گئے۔ عالمگیری میں ہے،

ان ترك البیت صامتاً مثل مهرها اگر میت نے اپنی بیوی کے مہر کے برابر نقدی  
 كان لها ان تاخذ مهرها من چھوڑی تو وہ اس میں سے اپنا مہر وصول کر سکتی ہے  
 الصامت لا يها خفرت بجنس حقها لہ کہ نہ وہ اپنے حق کی جنس کو وصول کرنے پر قادر  
 ہو سکتی ہے۔ (ت)

باقی مال نہ تو وارث بے ادائے بقیہ مہر اپنی میراث میں لے سکتے ہیں نہ ہندہ بے رضا مستندی دیگر  
 ورثہ اپنے مہر میں لے سکتی ہے بلکہ اسے بیچ کر ہندہ کا باقی مہر اور انہی طرح اور دین بھی اگر زید ہو  
 ادا کیا جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پاسے گا خواہ دیگر ورثہ اپنے پاس سے نہ وغیرہ دین ادا کر کے جائد اور

بیع سے بچالیں۔ استیفاء میں ہے،

للواریث استخلاص التركة بقض الدین ولو مستغفر قایہ  
 وارث کو حق پہنچتا ہے کہ وہ میت کا قرض اور اگر کے  
 ترکہ کو بیع سے بچالے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ لوگوں کا وہ بیان معافی ہر یہ ثبوت شرعی ثابت نہ ہو یعنی اگر دو مرد  
 یا ایک مرد و عورت مسلمان قمازی پر ہیز گار جو نہ کسی گناہ کبیر میں مبتلا ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ میں اصرار  
 رکھتے ہوں نہ کوئی فعل سفیلہ میں آوارہ و ضعیف کا کرتے ہوں اور ان کی عقل و یاد قابل اعتماد ہو اور اس  
 معاملہ میں ان کا بیان گمان و تہمت طرفداری سے پاک ہو (کہ ان سب شرائط کی تفصیل کتب فقہ میں  
 مذکور ہے) ایسے گواہ شہادت شرعیہ دیں کہ ان کے سامنے ہندہ نے ہر معاف کر دیا تو معافی ثابت  
 ہو جائے گی اور ہندہ دعویٰ ہرنہ کر سکے گی اور اگر گواہوں میں ان سات شرطوں میں سے ایک بھی کم ہے  
 تو ان کا بیان نامقبول اور دعویٰ ہندہ مہموم و نامقبول پھر بر تقدیر ثبوت معافی ہر ہندہ میں دیگر وارث کا  
 کوئی دعویٰ نہیں یہ محض جہالت ہے معافی کے یہ معنی کہ وہ باوجود ذمہ زید پر تھا ساقط ہو گیا نہ یہ کہ  
 کوئی مال زید کو ملا جس میں وارث حصہ دار ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۵۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یا فتنی مبلغ نوٹے روپے ذمہ بکر کے  
 واجب الادا ہیں جس کا اقرار بکر نے زید سے کیا کہ مبلغ نوٹے روپے حصرہ نو سال میں بحساب دس روپے  
 سالانہ ادا کیا کروں گا روپیہ آخر سال فصل پر دیا کروں گا اگر کسی سال کاروپیہ وعدہ مند رہا اقرار نامہ  
 ادا نہ کروں تو کل روپیہ یکشت فوراً ادا کروں گا اور زید کو اختیار ہے کہ بشرط وعدہ خلافی ایک قسط کے  
 کل روپیہ یکشت مجھ سے لے لے۔ تو اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ در صورت وعدہ خلافی ایک قسط  
 کے کل روپیہ یکشت واجب الادا ہوا یا نہیں؟ جیہا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورت مسئلہ میں بوجہ شبہہ کل روپیہ یکشت واجب الادا ہو گیا۔ فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ ہذا زیرہ  
 طحاوی علی الدر المختار میں ہے،

لو قال حکما حصل نجم و لم تسود  
 اگر کہا کہ وقت مقررہ پر قسط ادا نہ کی گئی تو مال

قال مال حال صح وصار حالاً و الله  
تعالى اعلم۔  
مسئلہ از اہل بیت مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب  
الحرم النجاشی ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام و مفتیان پابند شرع خیر الامام اس مسئلہ میں کہ ہری سنگھ  
چودھری کا قرضہ واجب الادا رحیم الدین پر ہے اور دونوں فوت ہو گئے اور کوئی وارث شرعی نہیں رکھتے  
کہ قرض ادا کیا جائے کیونکہ قرض غیر مسلم پر ہے تو بلا ایک دوسرے کی نیکی پر موقوف ہے اسی سوائے ایمان  
کے نیکی اس کے قرض خواہ کو دینا لائق اعتبار اور اگر معرا اعمال نیک ہے تو مدعا علیہ کی نیکی بدی کو دینا  
لابد اور مدعا علیہ بری اور کافر مستحق نیکی نہیں کہ اہل اسلام ہو کہ اس کی بدی سوائے شرک و کفر اور نہیں  
اور شرک و کفر اہل اسلام پر عام نہیں ہوتا اس صورت میں تصفیہ اہل اسلام اور اہل تارک کس طور سے  
ہو گا بیاں فرمادیں بحوالہ اکتب۔

### الجواب

اگر وہ کافر عربی ہے تو اس کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں جس کا تصفیہ و کار  
فالاموال ہم مباحۃ غیر معصومۃ (کیونکہ عربی کافروں کا مال مباح ہے معصوم نہیں۔ ست) مال  
بطور غدر و دھوکہ دہی یا ہو گناہ و حق اللہ ہے جس پر مواخذہ یا عفو اللہ عز و جل کی مشیت میں ہے،  
الانتم ان من دخل دارهم مستأمناً  
فاخذ غنماً فاحسبنا بدارنا ملک  
ملکاً خبیثاً فالحبث للغدر و الملک  
للاستیلاء علی مال مباح فالاحراز  
انما هو شوط التملک لا انتفاء  
العصمة ایست انت اغامر  
مسلمون علی دار المحسوب  
فغنموا اموالاً فساتوا قبل انت

کیا تو نہیں دیکھتا کہ جو مسلمان امن لے کر حرموں  
کے ملک میں گیا اور ان کا مال دھوکہ سے اپنے  
ملک میں سمیٹ لیا تو ملک خبیث کے ساتھ مالک  
ہوا۔ خبیث تو دھوکہ کی وجہ سے اور ملک اس لئے  
کہ مال مباح پر قابض ہوا ہے۔ لہذا اس مال کو  
قبضہ میں لے کر محفوظ کرنا مالک ہونے کے لئے شرط  
ہے عصمت کے منتفی ہونے کی وجہ سے بھلا دیکھو  
تو اگر مسلمان دار الحرب پر حملہ آور ہو کر مال غنیمت

يَعْرِضُ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْأَمْوَالِ أَلَمْ يَأْخُذُوا  
مِنْهُ أَتَكُونُ الْعَرَبِيَّةُ تَخْصَمُ الْمُسْلِمِينَ  
فِي ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا فَعَلِمَ إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ  
فِي الْقُدْرَةِ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّ الْكَافِرِ .

پاتیں اور اس کو جمع کر کے محفوظ مقام تک پہنچانے سے  
قبل ہی مر جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مال  
کے بارے میں وہ حربی کفار مسلمانوں سے مخاصمہ  
کرینگے ؟ ہرگز نہیں ۔ تو معلوم ہوا کہ دھوکہ کی صورت  
میں گناہ حق شرع کی وجہ سے ہے ذکر حق کا فرق وہ ہے (ت)

اور وہ کافر ذمی ہے تو اگر یہ قرض اس نے پتی نیت سے لیا اور اس کے ادا کا قصد رکھتا تھا اور  
قدرت نہ پائی کہ مر گیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا  
اس کا فعل نہیں ۔ اور اللہ عز و جل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا ۔ رہا اس کا حق اُسے اللہ تعالیٰ  
جس طرح چاہے راضی فرمادے گا اگرچہ اس پر کسی عذاب یا ہول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب  
کے سبب عذاب ہے ۔ قال تعالیٰ :

مَا سَلَكَ فِي سَقَرٍ ، قَالَ أَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمَصْلُوبِينَ  
الْأَيَّةُ .  
جزا کر تکلیف دہی النار والعذاب ہے اس میں تخفیف امکان شرعی نہیں رکھتی ،

فَانِ التَّخْفِيفَ فِي التَّابِيدِ . اِبْطَالِ  
لَهُ سُرْأَسَادُ فِيهِ تَبْدِيلُ الْقَوْلِ وَ هُوَ  
مَحَالٌ .  
جیسا کہ میں تخفیف اس کا ابطال ہے اور اس  
میں قول باری تعالیٰ کی تبدیلی لازم آتی ہے  
جو کہ محال ہے ۔ (ت)

باقی باقی عذابوں ہر لوں میں حسب ارادۃ الہیہ تخفیف سے کوئی مانع نہیں ، اور رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يَرْيِدُ أَدَاءَهَا  
أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ . سَوَاءٌ أَحْسَدَ وَ الْبُخْدَارَى  
وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ .  
جو لوگوں کا مال برار ارادۃ ادا لے اللہ تعالیٰ اس کی  
طرف سے ادا فرمادے (اس کو امام احمد ، بخاری  
اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے روایت کیا ۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :  
 من ادا ان دینا منوی قضاء و اداء اللہ عنہ  
 یوم القیمة - رواہ الطبرانی فی الکبیر عن  
 عیمونہ رافضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند  
 صحیحہ -  
 جو کوئی دین اپنے ذمہ کرے اور اس کی ادا کی  
 نیت رکھے آہے اللہ عزوجل روز قیامت اس کی  
 طرف سے ادا فرما دے (اس کی طہرائی سے)  
 معجم کبیر میں حضرت عیمون رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 بسند صحیح روایت کیا۔ (ت)

اور اگر بدعتی اور ناجائز طریقے سے یا تو ضرور گناہ و حق العبد ہے ذمی کا مال معصوم ہے اور وہ ان حقوق میں  
 مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے اس صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کا بدلہ عذاب ہی ہے و العیاذ  
 باللہ تعالیٰ - ولہذا فرماتے ہیں کہ ذمی کا حق مسلمان کے حق سے سخت تر ہے۔ فتاویٰ خانیہ آخر کتاب الغصب  
 میں ہے :

مسلم غصب من ذمی مالا و سرق منه  
 فانه یعاقب بہ یوم القیمة لانه اخذ  
 مالا معصوما و الذمی لا یرجى منه العفو  
 و یرجى ذلك ان المسلم فکانت خصومة  
 الذمی اشد عند الخصومة لا یعطى ثواب  
 طاعة المسلم الکافر لانه لیس من  
 اهل الثواب ولا وجه ان یوضع علی  
 المسلم و بال کفر الکافر فیتقی فی  
 خصومته  
 کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چوری کیا  
 تو روز قیامت اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ  
 اس نے مال معصوم یا حالانکہ ذمی سے معافی کی  
 امید بھی نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان سے متوقع ہے لہذا  
 خصومت ذمی زیادہ شدید ہے۔ خصوصیت کے  
 وقت مسلمان کی عبادت کا ثواب کافر کو نہیں  
 دیا جائے گا کیونکہ وہ ثواب کا اہل نہیں۔ اور نہ ہی  
 کفر کافر کا وبال مسلمان پر ڈال دینے کی کوئی وجہ  
 ہے لہذا اس کی خصومت برقرار رہے گی۔ (ت)

برابر الاغلاطی کتاب الاستحسان میں ہے :

لو غصب المسلم من ذمی او سرق منه  
 یعاقب المسلم و یخصمه  
 اگر مسلمان نے ذمی سے کچھ غصب کیا یا اس کی  
 چوری کی تو مسلمان کو سزا دی جائے گی اور ذمی

معجم کبیر حدیث ۱۰۴۹ المکتبۃ القیصلیۃ بیروت ۲۳/۲۲  
 کنز العمال برزط عن میمنہ حدیث ۱۵۲۲۷ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۲۱/۹  
 لکھ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الغصب فصل فی بارة اخصاب الا فوکلشور کنحو ۴۹۳/۴

الذی یم القیمة فظلامۃ الکافر اشدد  
من ظلامۃ المسلم لان الکافر من  
اهل الناس ابد او یقع له التخییف  
بالظلمات التی قبل الناس فلا یرجی  
منه ان یتزکها والمسلم یرجی منه  
العفو له

قیامت کے روز اس سے خصومت کرے گا بسزا  
کافر پر ظلم مسلمان پر ظلم سے سخت تر ہے کیونکہ کافر  
دامنی جہنمی ہے اور لوگوں کی اس پر جو زیادتیاں  
ہیں ان کے سبب سے اس کے عذاب میں تخفیف  
ہوگی لہذا اس سے یہ امید نہیں کہ وہ ان زیادتوں  
کو معاف کرے گا، البتہ مسلمان سے معافی کی  
توقع کی جاسکتی ہے دت

طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ بیان آفات الرجل میں ہے:

الفقہاء قالوا ان العذاب یسوم  
القیمة علی الانسان فی حق  
الحيوان متعین لانه لا ینکث  
المسامحة ولا القصاص بالمحسنتات  
والسیئات وکذا الذی  
اذا ظلمہ المسلم فامس  
العذاب فیہ متعین ان لم  
یتحمل منه فی الدنیا قال ابوالدرداء رحمہ اللہ  
تعالی فی شرحہ علی شرح الدرر مسلم  
غضب او سرق مال ذمی یؤخذ بہ  
فی الآخرة وظلامۃ الکافر وخصومته اشدد  
لانه اما ان یحملہ ذنبہ بقدر حقہ او یاخذ من  
حسناته والکافر لا یاخذ من الحسنات ولا ذنب  
للدابة ولا تؤهل لاخذ الحسنات فیتعین  
العقاب لہ باختصار۔

فقہاء نے فرمایا ہے جو ان پر ظلم کی وجہ سے قیامت  
کے روز انسان پر عذاب کا واقع ہونا متعین ہے  
کیونکہ اس میں معافی اور نیکیوں اور برائیوں سے  
بدلہ ممکن نہیں۔ ایسا ہی ذمی جس پر مسلمان نے ظلم  
کیا ہو تو اس مسلمان پر عذاب متعین ہے جبکہ دنیا  
میں اس سے معاف نہ کرایا ہو۔ حضرت والدہ  
رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الدرر پر اپنی شرح میں  
فرمایا کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چرایا  
تو اس پر آخرت میں تو اخذ ہوگا حالانکہ ذمی کا  
ظلم و خصومت سخت ترین ہے کیونکہ یا تو وہ اپنے گناہ  
اپنے حق کے مطابق مسلمان پر ڈالے یا اس کی  
نیکیاں لے حالانکہ کافر نہ تو مسلمان کی نیکیاں لے سکتا  
ہے اور نہ اس کے گناہ مسلمان پر ڈالے جاسکتے ہیں  
چار پائے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا اور نیکیوں کا وہ  
اچلی ہی نہیں لہذا عذاب متعین ہوا اختصار دت

لہ جواہر الاخلاقی فصل فیما یکرہ لمسلم و فیما لا یکرہ قلمی نسخہ ص ۲۳۸ - ۲۹۷  
لہ الحدیقہ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ المصنف الثامن من الامامات التسعة الخ المکتبۃ النوریہ و فیہ فیصل آباد ۵۸

شرح فقہ اکبر بحث توبہ میں ہے کہ:

اذا غضب مسلم من ذمی ما لا ادسوق منه  
فانه يعاقب به يوم القيامة لان الذمی  
لا يرجی منه العفو فکانت خصوصية الذمی  
اشد له

جب کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چرایا تو  
اس کی وجہ سے اس کو قیامت کے دن عذاب  
دیا جائے گا کیونکہ ذمی سے عفو کی توقع نہیں لہذا  
ذمی کی خصوصیت زیادہ سخت ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی حالت میں ہے جبکہ بدلہ لینا ہی مشیت رب العزۃ عزوجل ہو ورنہ ممکن ہے کہ وہ  
کافر کے دل میں ڈالے کہ معاف کر دے یا کسی تخفیف کے بدلے اس سے معاف کرادے۔

فانه اذا اجازت التخفيف عنه بظلمات له  
قبل الناس كما في الجواهر فليجز ايضا  
جزاء العفو تخلصا للمسلم وقد قال  
الطحاوی ثم اشأی عند قول السدر  
من الخطر قبيل مسائل السابقة ظلم  
الذمی اشد من ظلم المسلم ما نصه  
لانه يشدد الطلب على ظالمه ليسكونه  
معه في عذابه ولا مانع من طرح  
سيئات غير الكفر على ظالمه فيعذب  
بها بدل له ذكره بعضهم اه فكذا الامانة  
من ان يقال له انت عفو من المسلم  
طرحنا منك كذا وكذا من سيئاتك  
فيعفو۔

اس لئے کہ جب لوگوں کی ذمی پر زیادتیوں کی وجہ  
سے اس کے عذاب میں تخفیف جائز ہے جیسا کہ  
جوہر میں ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ  
مسلمانوں کی خلاصی کے لئے ذمی کو معاف کرنے کا  
کچھ بدلہ دے مگر اس کی خلاصی کرادے۔ طحاوی  
نے کہا پھر شامی نے در کے حطر میں مسائل سابقہ  
سے متورڈ اپیلے اس قول کہ ظلم ذمی ظلم مسلمان  
اشد ہے پر کہا یہ اس لئے ہے کہ ذمی اپنے اوپر  
ظلم کرنے والے پر سخت مطالبہ کرے گا تاکہ وہ ظالم  
بھی اس کے ساتھ عذاب میں شریک ہو اور  
کفر کے سوائے ذمی کے گناہ ظالم پر ڈالنے میں  
کوئی مانع نہیں چنانچہ وہ ان کے بدلے عذاب میں  
جملہ ہو گا اس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے اھ

اسی طرح اس سے بھی کوئی مانع نہیں کہ ذمی کو کہا جائے اگر تو مسلمان کو معاف کر دے تو تیرے یہ یہ

لے منہ الروض الاذہر شرح الفقہ الاکبر و منها بحث التوبۃ الخ مصطفیٰ آبادی مصر ص ۵۹-۱۵۸

لے الدر المختار کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۹/۲

لے رد المختار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۵/۵

حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار دار المعرفۃ بیروت ۲۰۱/۲



گناہ مٹا دے جائیں تو وہ معاف کر دے۔ (ت)

یا بھگدیر یعنی ہرگز نہیں کہ ظلم ذاتی پر عذاب واجب و قطعی و ضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب الہست کھریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔

قال تعالیٰ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء  
کما نبہت علیہ فی ہامش الحدیقۃ  
ہھنا۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔  
اخذتھما لے نے فرمایا، اور وہ مشرک کے سوا  
جس کے گناہ چاہے معاف فرما دے۔ جیسا کہ  
اس بات پر میں نے حدیقہ کے حاشیہ میں تنبیہ  
کی ہے۔ (ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بنارس محلہ جمال ٹولہ مرسلہ ماسٹر بہ والدین ۴ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے قرض لے کر اپنے نکاح کی قریب میں خرچ کیا اور ایک ڈگری کو بھی جو عدالت دیوانی سے اس پر جاری ہوئی تھی بے باقی کیا بعد اس نے اپنا حق و حصہ موروثی جائداد کا دوسو کا قرار دے کر اس زوجہ کے دین مہر میں جو ساڑھے پانسو کا متابیع کر کے رجسٹری کر دیا بیعنامہ میں زید نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر میری جائداد اور قرار پائے تو بقیہ مہر اس سے ادا کیا جائے، زید فوت ہو گیا اور اس کی کوئی دوسری جائداد نہیں ہے اس وقت تقسیم جائداد موروثی کے واسطے اور ان انواع و اقسام کے نزاع کے واسطے جو درمیان فریقین ہیں جو بیخ مقرر ہوئے ہیں قرضہ و ہندوں نے بچوں کے یہاں درخواست کی ہے کہ موتی کی جائداد سے دلیا جائے، زید نے بیوی اور ایک پسرنے والے چھوڑا ہے۔ جینا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

اگر زید نے اپنی کل جائداد بحالت صحت نفس و ثبات عقل اپنی زوجہ کے مہر میں بیع کر دی اور باقی قرضوں کو کچھ نہ دیا تو اگر حسب زید پر بحال بدعتی گناہ ہو مگر قرضوں کو اس جائداد سے کہ اس ملک زوجہ زید ہے اصل مطالبہ کا اختیار نہیں اُن کا مطالبہ آخرت پر رہا، ہاں اگر اس کے سوا اور جائداد یا مال زید کا ثابت ہو تو اس میں تو قرض خواہ حصہ رسد حقدار ہوں گے اور زید کا بیعنامہ میں لکھا کہ اس سے بھی بقیہ مہر ادا کیا جائے مسموع نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر کنتہ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، زید نے بکر کو روپیہ بوجہ ادائے مال کسی قسم کے دیا، بکر نے بوجہ وعدہ روپیہ کے عوض میں تھوڑا مال روپیہ سے لودا کیا اور کچھ روپیہ زید کا ذریعہ بکر کے باقی رہا، بعد ازاں بکر فرار ہو گیا یا فوت ہو گیا یا نادار ہو گیا، اب زید کو بکر کے عوض کا روپیہ خالد سے بطر ضمانتی خالد کے بوجہ کسی قسم کے دیاؤ کے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یتوا تو جروا۔

### الجواب

اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کر لی تھی نہ اس کا مطالبہ اپنے اوپر اتار دیا تھا نہ ضمانت لے کر کمال مال وراثت پہنچا تو اس کو بکر کے مطالبہ میں مانع نہ کرنا محض ظلم و غصب ہے۔

قال الله تعالى لا تؤذوا ذرية وقد اخبر عن كوفي بوجع اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نہ اٹھائے گی۔ (دت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ مستول جناب مرزا عبدالحق صاحب بریلی محلہ فواباں ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک یا چند اشخاص کے ذریعہ قرضہ دار ہے جو اس کی آمدنی ہوتی ہے وہ اس کو بغیر اخراج کر ڈالتا ہے اور زیادہ دستیاب ہونے پر عمارت بنواتے و تجارت کرنے پر تیار ہو جاتا ہے قرضہ دار وعدہ ہونے پر بھی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا ہے قرضہ بڑھانے کے خیال میں رہتا ہے اس عمل پر چند مثالیں ان بزرگانی بے نفس کی کہ جو اتفاقہ جزوی قرضہ دار ہے ہوں یا کسی مجبوری سے قرضہ کی حالت میں اس دار فانی سے رحلت فرما ہوئے ہوں قرضہ اپنی صفائی پیش کرتا ہے اور کتا ہے کہ وعدہ کر لینا میرا کام تھا اور پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ پس قرضہ کو بزرگان دین پر اور وعدہ پر قرضہ کی ادائیگی کی فکر نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ پر منسوب کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اسی مال مثول میں قرضہ و قرضہ دار دونوں فوت ہو گئے تو یوم جزا اور روز حساب کیا؟ اور کیونکر اس کا معاملہ طے ہوگا؟ حنہ اللہ جواب تفصیل عطا فرمایا جائے۔

### الجواب

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لُحْتُ السَّوَابِغِ يَحْصِلُ عَرْضُهُ بِأَمْرِ يَنْجُو يَوْمَهُ كَأَدَائِهِ دِينَ سَمَرَانِي كَرَا

سہ القرآن الحکیم ۱۵/۱

سہ صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب لصاحب الحق مقال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

و مطلق الغنى قلة  
اُس پر طعن و تشنیع کرنا جائز ہو جاتا ہے اور غنی کا دیر لگانا ظلم ہے۔  
اشباہ والنظائر میں ہے :

خلف الموعد حرام علیہ وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

أية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا  
منافق کی تین نشانیاں ہیں ، جب بات کرے  
وعدا اخلعت وإذا اتهم خانت ، او کسما  
جھوٹ کے اور جب وعدہ کرے خلاف کرے  
قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان  
اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت  
الاحادیث فی المعنی کثیرة۔  
کرے۔ (یا جیسا کہ آپ نے فرمایا اور اس معنی  
میں احادیث کثیر ہیں۔ ت)

صورت مستغفرہ میں زید فاسق و فاجر مرتکب کیا تو ظالم ، کذاب ، مستحق عذاب ہے۔ اس سے  
زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے ، اگر اس حالت میں مر گیا اور دین لوگوں کا اس پر باقی رہا  
اس کی نیکیاں اُن کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیونکر دی جائیں گی تقریباً تین مہینہ دین کے عوض سات سو  
نمازیں یا جماعت کما فی الدار المختار وغیرہ من معتادات الاسفار والعیاذ باللہ العزیز  
الغفار (جیسا کہ در مختار وغیرہ معتد کتب میں ہے۔ اللہ عزیز غفار کی پناہ۔ ت) جب اس کے  
پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن کے گناہ اُن کے سر پر رکھے جائیں گے ویلحق فی الناس اور آگ میں پھینک  
دیا جائے گا ، یہ حکم عدل ہے ، اور اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے  
خود معاف نہ کریں ، اور سلف صالحین کے احوال طیبہ کو اپنے ان مظالم کی سند قرار دینا اور  
زیادہ وقاحت اور دینی متین پر جرات ہے ، اُس پر فرض ہے کہ اپنے حال پر دم کرے اور دیوانے  
پاک ہو موت کو دور نہ جانے آگ کا عذاب نہما نہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

۴۲۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب مطلق الغنی ظلم
۱۰۹/۲	ادارۃ القرآن کراچی	کے الاشباہ والنظائر کتاب المحظور والہیات الغنی الثانی
۱۰/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری کتاب الایمان باب علامات المنافق

## مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے اور زید کا روپیہ بچر کے ذمہ ہے عمرو نے بطور خود بلا حوالہ زید بچر سے وہ روپیہ کہ جو اس پر زید کا آتا تھا اپنے قرضہ میں جو زید پر تھا لے لیا اور بچر نے بلا حوالہ و بغیر اجازت زید عمرو کو وہ روپیہ دے دیا اب بچر زید کا روپیہ دیتے وقت وہ روپیہ کہ جو عمرو کو زید کے قرض میں بغیر اجازت زید دے چکا تھا وضع کرتا ہے اور زید اس کے بجوانے سے انکار کرتا ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچر اُن روپیوں کے بجوانے کا مستحق ہے یا نہیں اور زید پر اُن کا مجرا دینا لازم ہے یا نہیں؟ چنانچہ جواب دوا۔

### الجواب

اس صورت میں بچر اُن روپیوں کے بجوانے کا مستحق نہیں، نہ زید پر اُن کا مجرا دینا لازم۔ واضح

تعالیٰ اعظم

## مسئلہ

۲۹ ربیع الاول شریف یوم دو شنبہ ۱۳۲۲ھ از مکتبہ ۵۵ کو لوٹ کر اسٹریٹ ایک خاص کمپنی جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں اُن کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس برس کی عمر سے پینتالیس سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھتر روپیہ آٹھ گنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گزرنے کے بعد اس کو کمپنی ایک ہزار روپے کی معاہدہ ہونے کے بعد مدت معینہ ختم ہونے سے پہلے مشکا دو مہینے یا دو سال چار سال کے بعد وہ شخص مر گیا تو یہی کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی رقم معینہ مذکور سال تک تعداد کامل پندرہ سال کی عمر نہ گیارہ سو پینتالیس روپیہ آٹھ گنے ہوتی ہے ایسی صورت میں روپیہ جمع کرنا اور کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

یہ صورت قرار کی ہے اور معاہدہ مذکورہ رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے۔ حدیث میں فرمایا،  
اعمالنا ائقی ما بین الستین الی السبعین۔ میری اُمت کی عمری ساٹھ اور ستر سال کی درمیان  
ہوں گی۔ (ت)

اور بحال حیات ظاہر ہے کہ ایک سو پینتالیس روپے آٹھ گنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاملہ

جس میں غالب پہلوا اپنے نقصان کا ہر جائز نہیں کہانص علیہ فی فتح القدير (جیسا کہ فتح القدير میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** مرسلہ الفت خال مہتمم مدرسہ اسلامیہ ساگوور ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ  
ایک مسلمان نے اپنا مکان ظاہر کر کے ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اور جب تحقیق کی گئی تو وہ مکان ایک ہندو جو مر گیا اس کا نکلا، فروشنده نے دھوکہ سے بوجہ رہن ملک خود ظاہر کر کے بیع کر دیا اور موتی کی صلب سے کوئی اولاد نہیں ہے تو مشتری کا یہ عمل شریعت میں قابل مواخذہ تو نہیں ہے اور وہ اس مکان کو ملک اپنی تصرف کرے گا یا نہیں؟ یا روپیہ اپنا واپس لے سکتا ہے؟ مبتدئینا  
توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

فتویٰ اس پر ہے کہ اس زمانہ میں جنس غیر سے بھی دی وصول کر سکتے ہیں جبکہ وہ ہندو اس کا دیول تھا اور مر گیا تو یہ اس مکان کو اپنے دین میں لا سکتا ہے اگر اس کی قیمت دین کے برابر یا دین سے کم ہے جب تو ظاہر ہے اس نے جو مکان کو اپنا ظاہر کر کے بیع کیا بیع صحیح ہوئی مشتری مالک ہو گیا ہاں اگر قیمت مکان دین سے زائد ہے تو بقدر قیمت اس کی ملک ہو سکتا ہے اپنا دین اس سے وصول کرے اور جو زائد ہے فقرا پر تصدق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** ازنگریا سادات ڈاکٹرنہ میرنگی ضلع بریلی محمد تقی صاحب ۷ شوال ۱۳۳۵ھ  
زید کے سوروپے تمسکی سود کے عمرو کے ذمہ واجب الادا تھے عمرو نے قضا کی اس کے ورثانے زمین مغلول کو ایک عرصہ تک زید کے قبضہ میں چھوڑ کر روپیہ ادا کر دیا لیکن تمسک بوجہ عسکرینہ داری یگانگت کے زید سے حاصل نہ کیا ورثانے عمرو نے اس جائداد کو بدست دیگر اشخاص بیع کر دیا زید نے اس بیع میں کچھ مزاحمت بوجہ اس کے کہ اس کا مطالبہ وصول ہو چکا تھا نہیں کی مستاء ہندہ پھوپھی عمرو نے بھی سوروپے زید سے تمسکی قرض لئے تھے۔

بکر شوہر مستاء ہندہ نے ازراہ طبع نفسانی کہ بشمول چند کسان برقرار حصص باہمی نوشتہ عسکو موسومہ زید کو براہ چالاکی و فریب وہی خالد زید سے حاصل کر کے نالیش موسومہ عمرو بنجاب زید دار کی اور بعد حصول ڈگری تمام زید ڈگری حاصل کرنا چاہا جس سے زید بلا وجہ بے ایمان و دغا باز مشہور ہو کر زبان زد خلایق ہوا جب زید نے اپنے کو بلا وجہ مہتمم ہوتے دیکھا تو کل مطالبہ زید ڈگری خود وصول کر لیا اور فرضی اشخاص نالیش مثل بکر وغیرہ کو کچھ نہیں دیا، زید نے مستاء ہندہ پر اپنے روپے کی نالیش کی بکر شوہر

مسماۃ ہندہ نے بختاب مسماۃ مذکورہ کچھری میں بذریعہ اٹھارہ حلقی بیان کیا کہ تمسک کا کھنکھانچہ گودادوست روپے کی نہیں ہوتی روپیہ ہم نے نہیں لیا ہے فرضی لکھ دیا ہے اس کا کاتب بکر شوہر مسماۃ ہندہ کا تھا چونکہ تاریخ فیصلہ الترابہ گئی تھی سب عزیز واقارب نے باہمی فیصلہ کی بابت کہا تو بکر نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک اس ڈگری موسومہ عمرہ میں ہمارے حصہ کا روپیہ نہ دیں گے ہم اس روپے سے قطعی انکار کرینگے پھر ہم نے یہ روپیہ اس میں بجا کر لیا چنانچہ ایسا ہی ہوا حسب شریعت یہ صورت اُس زرجانہ متصور ہوگی یا نہیں یا ہندہ تا یوم النشور حواظہ دار ادا کی رہے گی۔

### الجواب

وہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد بکر و زید نے کہ وہ روپیہ خود وصول کریں حرام و غیث ہوا وہ سب کے سب مستحق ہا رہے۔  
قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تأكلوا  
اموالكم بينكم با باطل بله  
ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

اب یہ کارروائی جو بکر نے اپنی زوجہ کی طرف سے کی یہ بھی حرام و حرام ہے ذاتی کا دین مار لینا حرام اور اُس حرام و غیث روپے میں جو زید سے حاصل کے حصہ مانگنا حرام اس شخص کا کارروائی سے عمرہ کا یہ روپیہ جو ہندہ پر ہے اگر مارا بھی گیا تو ہندہ حشر تک اُس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

قال صلى الله تعالى عليه وسلم  
اليه ما اخذت حق تودها . والله  
تعالى اعلم .  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی حتیٰ کہ ادا کر دے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از حکیم پور کھیری مرسلہ عباد اللہ خیاط ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری ماں نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے والد نے ایک بقال مشرک سے مبلغ بیس روپے بوعہ جو بیس روپے قرض یا تھا جس کو عرصہ کھینچنا تیس برس کا ہو گا، اسی کے چند روز بعد کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کر پائے تھے اُن کا انتقال ہو گیا بقال مذکور سے والد نے کہا کہ میں محنت کر کے ادا کروں گی کیونکہ کوئی سرمایہ اس وقت موجود

نہ تھا بقال نے یہ کہا تھا کہ یہاں خود ہی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے میں کیا لے لوں ہم سب بہن بھائی  
 چھوٹے تھے میں بشیر خوار تھا اب والدہ صاحبہ کے فرمانے پر مجھے خیال ہوا کہ میں بفضلہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اس قابل ہوں کہ ان کا قرض معلوم ہونے پر ادا کروں ہر ریافت معلوم  
 ہوا کہ جس سے قرض لیا تھا وہ مر گیا اور اس کا لڑکا بھی مر گیا جس خاص میں مسلمان کی معرفت لیا تھا ان کا بھی  
 انتقال ہو گیا یہ بھی نہیں معلوم کہ انہوں نے تو ادا نہیں کر دیا والدہ کو اس کا بھی علم نہیں ہے ایک سال سے  
 برا برد ریافت تلاش کی کہ اس کے وارث کا پتہ مل جائے تو ادا کروں اب تک کوئی وارث اس کا  
 نہیں معلوم ہوا ایسی حالت میں شرع شریف سے کیا حکم ہے کہ میرے باپ پر قیامت میں اس قرض کا بار  
 نہ رہے بقال سے ہمیشہ بلا سودی لین دین تھا سو اس روپیہ کے - بیٹنوا تو جبروا (بیان فرمائیے  
 اجر پائیے - ت)

### الجواب

جبکہ یہ قرض تھا آپ کے والد پر اصلاً بیئیں روپے واجب الادا تھے،  
 قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اللہ قسانے نے فرمایا، اے ایمان والو! تم  
 اوفوا بالعقود (ت)

اور جبکہ پہلے کسی اس سے سود وغیرہ کوئی رقم ناجائز نہ لی تھی تو اس کے کل یا بعض اس سے جبرا  
 بھی نہیں ہو سکتے اس کا یہ کہنا کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سے کیا لوں آپ کے والد کو مطالبہ سے بری  
 کرنا نہیں تھا خاص میں اگر ادا کر دیتا تو اس خاص میں مسلم کا دین رہتا وہ اس سے آسان تھا یہاں وہ بھی معلوم نہیں  
 لیکن جبکہ بنیا اور اس کا بیٹا بھی مر گیا اور اس کے وارث کا پتہ نہیں یہ مال فقراء کے لئے ہوا آپ کسی  
 مسلمان فقیر کو کہ مالک نصاب نہ ہو بیئیں روپے دے دیجئے نہ اس نیت سے کہ اس کا قرض کو ثواب پہنچے  
 کہ یہ حرام بلکہ کفر ہے بلکہ اپنے والد پر سے مطالبہ اتارنے کی نیت کیجئے یہ فقیر غیر شخص ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر  
 آپ کی والدہ چھپتے روپے کے مال کی مالک نہ ہوں تو انھیں کو اس نیت سے دے دیجئے کہ بیئیں روپے  
 اُس بٹنے کے جو والد پر قرض تھے اور وارث کوئی نہ رہا وہ قرض ادا کرتا ہوں بعہہ تعالیٰ وہ بری الذمہ  
 ہو جائیں گے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ از رامپور بلاک سپور دروازہ مرسلہ حضرت مولانا مولوی سید زاہد احمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

بہو مسئلہ گرامی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم، بعد پیر سلام منوی مدعا نگار ہوں، یہ خط میرے ملنے والے نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں اس کے استغفار کا جواب جو خط کے آخر میں ہے جناب کے دارالافتاء سے منکادوں بنظر سہولت میں بخشہ وہ خط روانہ خدمت عالی کر کے مستدعی ہوں کہ جواب با صواب بحوالہ کتاب مرحمت ہو میں بفضلہ تعالیٰ غیرت سے ہوں اور امید ہے کہ حضرت کا مزاج بھی قرین صحت ہوگا۔

### استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو شخص بکر و خالد سے روپیہ قرض لیا عدم ادائیگی پر بکر قصاب نے زید پر تلاش کی۔ زید نے سب روپیہ صرف بکر کو ادا کر لیا خالد کہتا ہے کہ روپیہ زید سے دلوا لیا جائے کچری کا حکم ہے کہ ڈگری زید پر ہو اور روپیہ خالد کو بکر سے دلایا جائے۔

### الجواب

حضرت والد دامت برکاتہم وعلیکم السلام درمختارہ برکاتہ، سوال بہت محل ہے دو شخصوں سے قرض لینا تین طرح ہوتا ہے، سو روپے بکر نے انگ دیے خالد نے انگ، سو بکر لایا سو خالد وہ ملا کہ وہ نوں نے زید کو دیئے، دو سو روپے خالد بکر کے شرکت عقد کے تھے وہ انھوں نے اسے دیئے۔ اگر یہ نالاش یکجائی ہے تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی وہ جب بھی قتل رہیں گی اور حکم جدا لینا ہے اور ہر شق پر حکم بتا دینا خلاف مصلحت، لہذا سائل کو تعیین صورت و تفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہئے کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے۔

مسئلہ ۱۶ از مقام چالیس گاؤں خاندن مرسلہ ابراہیم خاں سوداگر چرم یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے اوپر مہر کا دعویٰ میرے سائے منظر علی خاں نے کیا ہے اور میری بیوی دو برس کے قریب جو اک فوت ہو چکی ہے اور دعویٰ مدعی میں تحریر کیا ہے کہ میری بہن نے مہر جو مبلغ پانچ سو روپے کا تھا فروخت کیا ہے اور مقدمہ زیر تجویز کچری ہے آیا فروخت کرنا مہر کا جائز ہے یا نہیں؟ اور منظر علی خاں جو میرا سالہ ہے اس کو دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بیذا تو جردا۔



## الجواب

مہر اور دیون کے مثل ایک دین ہے اور دین کی بیع غیر دیون کے ہاتھ باطل ہے لہذا اس بنا پر مدعی کو دعویٰ کا اصل حق نہیں، ہاں اگر اسے اپنی بیمن کے ترکہ سے حصہ پہنچا ہو تو اپنے حصے کا دعویٰ کرے وہ جدایات ہے۔ اس شبہاء والنظار میں ہے:

بیم الدین لا یجوز ولو باعہ من  
المدیون او دھبہ جائزہ  
دین کی بیع ناجائز ہے، اگر دیون پر بیچ یا  
ہبہ کر دیا تو جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح غاویٰ پر ازیرہ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ محلہ بنی اسرائیل مرسلم مولوی احسان علی صاحب درس ۸ اشوال ۱۳۳۸  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ متوفیہ یا زندہ کا مہر ایک ساتھ  
ادانہ کر سکے تو اس کو حاکم شرع بذریعہ قسط ادا کرنے کے لئے حکم کر سکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب

زندہ کے واجب الادا مہر کی قسط بندی اس کی مرضی سے ہو سکتی ہے اور مردہ کے مہر کی  
قسط بندی اُس کے وارثوں کی مرضی پر ہے حاکم اس پر جبر نہیں کر سکتا فان الحق لها اولهم لا تقاضی  
(کیونکہ حق بیوی یا وارثوں کا ہے نہ کہ قاضی کا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

# کتاب الشربہ

(اشربہ کا بیان)

مسئلہ ماہ صیام عظام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ تھوڑی سی افیون مرہ کی غرض سے کھانا ہا نہ ہے یا نہیں؟  
بیّنوا توجہوا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بضرورت و اقلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ و سرور یا عقل و حواس میں تغیر و فتور اصلاً  
نہ پیدا ہو استعمال کرنا جائز ہے اور شوق کی راہ سے بطور مشغلہ کھانا جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے  
لت نکالیتے ہیں مطلقاً جائز نہیں اگرچہ نشہ نہ کرے اگرچہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ رد المحتار  
میں ہے :

المسج والافیون استعمال اکثر المسکر منہ	بھنگ اور افیون کا کثیر استعمال جو نشہ لائے مطلقاً
حرام مطلقاً و اما القلیل فان کان للهو و حرم	حرام ہے اور اس میں قلیل اگر لہو کے لئے ہے تو
وان التندی اوی فلا آمہ ملقطاً۔	حرام اور اگر علاج معالجہ کے لئے ہے تو حرام
	نہیں امہ التقاط (ت)

کھا لیجئے کی خاص نیت خدا کو خیر ہے بعض دکاندار بہانہ ہی کرتے ہیں انھیں مفتی کا فتویٰ قلعہ زد ہے گا واللہ اعلم بالمفسدات  
 المصلحت (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سوار نہ والے سے۔ ت) اور اس غیث چیز  
 کی بدو ہے کہ چند روز میں گھر کر لیتی ہے اور پھر پھر اے نہیں چھوٹی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے یہاں تک  
 کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا اغوی کر لیتی ہے والیعاذ باللہ تعالیٰ، اظہار کھتے ہیں اس کی وجہ  
 یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی بجلیوں میں سوراخ ہو جاتے ہیں اس کے سوا دوسری کسی بلا سے  
 نہیں بھرتے ناچار مادت ڈالتی پڑتی ہے کہ نقلہ العلامة الشامی عن تذکرة داؤد الانطاکی (جیسا کہ  
 علامہ شامی نے داؤد الانطاکی کے تذکرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ ت) حتی الامکان بچے اور اگر ایسی ہی  
 ضرورت شدید ہو تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جزو شریک  
 کر لیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو اس قدر پر اسکی  
 صورت بھی اہل لہو کی مستعمل صورت سے جدا ہو جائے گی اور موضع تھمت پر وقوف بھی نہ ہوگا، حدیث نقل  
 کرتے ہیں،

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقضم  
 من کانت یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقضم  
 ہرگز تھمت والی جگہوں پر وقوف نہیں رکھتا (ت)  
 حدیث میں ہے، ایاک وما یسوا الاذین (اس چیز سے بچ جو کانوں کو گنہگار کرے۔ ت) حدیث  
 میں ہے، ایاک وما یعتذر منہ (اس کام سے بچ جس سے معذرت کرنی پڑے۔ ت) واللہ سبحانہ تعالیٰ  
 اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واکرم۔

۲۹۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۲۰/۲	۱۰ القرآن الکریم
۲۴۹	مکتبہ دار الفکر	۲۲۹	۱۱ مراقب الفلاح علی ہاشم حاشیۃ الطحاوی باب ادراک الفریضہ فور محمد کتب خانہ کراچی
۳۴۱	مکتبہ دار الفکر	۳۴۱	۱۲ حاشیۃ الطحاوی علی مراقب الفلاح باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء
۴۶/۲	مکتبہ اسلامی بیروت	۴۶/۲	۱۳ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی النعادی رضی اللہ عنہ
۳۲۶/۲	دار الفکر بیروت	۳۲۶/۲	۱۴ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق

رسالہ

# حُقَّةُ الْمَرْجَانِ لَهُمْ حَكْمُ الدَّخَانِ<sup>۱۲</sup>

(مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

مسئلہ از بنگالہ طالب حق  
چرمی فرمائند (کیا فرماتے ہیں) علمائے دین، حقہ پینا یا تنباکو کھانا کیسا ہے حرام یا مکروہ؟

انی ساریت فی الدرام الثمین فی مبشرات  
النسبی الامین، واکتبه بعینه۔

المحدث السابع والعشرون: اخبرني  
سيدى الوالد قال كانت من اجل  
من اصحابنا لا يميز التباك ولكنه  
كانت قد احياء القذرة لاضافه  
فراى النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم فى النوم اذ اليقظة لا ادرى  
اعت ذلك كانت مقبلا اليه ثم  
اعرض وخروج من ذلك المكان  
قال فشد فشدت اليه و  
قلت يا رسول الله (صلى الله  
تعالى عليك وسلم) ما ذنب  
فقال فى بيتك القذرة ونعت  
نكرهها۔

المحدث الثامن والعشرون: اخبرني  
سيدى الوالد كانت من اجل  
من الصالحين احدها عالم عابد  
والاخر عابد ليس بعالم فرأى  
النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم فى ساعة واحدة مكانه  
اذن للعابد ان  
يدخل فى مجلسه  
ولم ياذن للعالم فقال العابد

میں نے "الدر الثمین فی مبشرات  
النسبی الامین" کو لکھ رہا ہوں۔

ستاٹیسویں حدیث، میرے والد صاحب  
نے مجھے بتایا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک  
مرد خود تو تباکو نوشی نہیں کرتا تھا لیکن مہمانوں  
کے لئے اس نے حق تیار کر رکھا تھا معلوم نہیں  
خواب میں یا بیداری میں اس نے نبی کریم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی در ان حالیکہ  
آپ اس کی طرف متوجہ تھے پھر آپ نے اس سے  
اعراض فرمایا، اس شخص نے کہا کہ آپ (صلی اللہ  
علیہ وسلم) تیزی سے اس مکان سے نکل گئے  
میں تیزی سے آپ کی طرف گیا اور عرض کیا کہ  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا  
گناہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تیرے  
گھر میں گندگی (حق) ہے جو یہی ناپسند ہے۔  
اٹھاسواٹیسویں حدیث، میرے والد صاحب  
نے مجھے خبر دی کہ دو نیکہ مرد تھے جن میں سے  
ایک عالم و عابد اور دوسرا عابد تھا  
مگر عالم نہیں تھا ان دونوں نے خواب  
میں بیک وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ (صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم) نے عابد کو اپنی مجلس میں  
داخل ہونے کی اجازت عنایت فرمائی  
جبکہ عالم کو اجازت نہ بخشی، چنانچہ عابد نے

بعض القوم عن ذلك فقال  
هو بمنزلة التباك والنبي صلى  
الله تعالى عليه وسلم يكرهه  
فلما كانت الغداة دخل على  
العالم فوجداه يبكي لما  
مرأى الليلة فاخبره عن  
السبب فتاب عن ساعته  
ثم مرأى النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم من الليلة  
الآتية على صورة واحدة كأنه  
أذن للعالم وقربه  
منه - والسلام ثم السلام -

بعض لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا  
انہوں نے کہا کہ وہ تمباکو نوشی کرتا ہے اور یہی حکم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے  
ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ عابد عالم کے پاس  
گیا تو اسے رات والی خرابی کی وجہ سے  
روتے ہوئے پایا، چنانچہ عابد نے عالم کو  
(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی  
کے) سبب کی خبر دی تو عالم نے اسی وقت  
تمباکو نوشی سے توبہ کر لی۔ پھر آئندہ رات  
کو ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی صورت پر دیکھا  
گویا کہ آپ نے عالم کو اپنی مجلس میں داخلہ  
کی اجازت عطا فرمائی اور اسے اپنا  
قرب بخشا۔ والسلام ثم السلام۔

## الجواب

حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عائد بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علما نے عظام  
حریم محرمین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح و جائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر ہے  
اصلاً دلیل نہیں تو اسے منوع و ناجائز کہنا یا احوال قیاس سے بے خبری پر مبنی،  
کہا عرض للکثیر من التکلیف  
علیہ فی بدو ظہورہ قبل  
اختبارہ و وضوح امرہ فقیل  
مکرو قیل مضر و  
جیسا کہ اس پر گفتگو کرنے والے بہت سے  
حضرات کو اس کے پرکھنے اور اس کی حقیقت  
موضح بننے سے پہلے شہر لاقی ہوا، چنانچہ کسی  
نے کہا یہ نشہ آور ہے، کسی نے کہا نقصان



حرمۃ والاجماع حجة۔

اور اجماع محبت ہے۔ (ت)

فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی محشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر نقشہ  
و تصلف کو حد سے بڑھاتے اور عائد امت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعویٰ باطل  
پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ،  
من شرب الدخان فکانما شرب دمر جس نے حقہ پیا گویا پیغسب روں کاغون  
الانبیاء۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی،

من شرب الدخان فکانما شرب باقہ جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں  
فی الکعبۃ۔

انا لله و انا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت)  
جمل بھی کیا بد بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لادوا ہے۔ مسکینی نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو یہ دواستہ  
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اٹھایا اور حدیث متواتر من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده  
من النار کا اصل و حیان نہ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو شخص پرچان بوجھ کر  
جھوٹ باندھے اپنا مکان جہنم بنالے۔

اللھم تب علینا وعلیہ ان کانت حیثا اے اللہ! ہماری توبہ قبول فرما اور اس کی بھی اگر  
واغفر لنا وله انت کانت میتا۔ وہ زندہ ہے اور ہماری مغفرت فرما اور اس کی  
بھی مغفرت فرما اگر وہ مر چکا ہے۔ (ت)

یہاں قواعد شرع میں بیخوری اور نظر و فکر کی بیخوری سے پیدا،

کثر عمن من نزعہ انہ بدعة کثر عمن من نزعہ انہ بدعة  
وکل بدعة ضلالة و منه نزعہ انہ بدعة وکل بدعة ضلالة  
انت فیہ استعمال الة العذاب یعنی اس میں آگ کا استعمال ہوتا ہے  
النار و ذلک حرام و هذا من البطلان اور وہ حرام ہے۔ حالانکہ اس کا بطلان واضح ترین ہے

صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱  
صحیح مسلم باب تغلیط الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/۶



بابیت مکات قالہ المحدث الدہلوی  
 فیما نسب الیہ باستعمال السماء  
 المعذب بہ قوم فوج علیہ الصلوۃ  
 والسلام قلت وفي الترویح بالمراد  
 استعمال الہ عذاب عاد واما اصلاح  
 العصری المکتوی بزیادۃ قید علی  
 ہیۃ اهل العذاب فاقول لا یجوز  
 نفعا والاسم یجزا لاغتسال بماء  
 حار قال تعالیٰ یصب من  
 فوق رؤسہم الحسیم وماذا  
 یزعم الزاعم فی دخول  
 الحمام فی کون علی هذا  
 حراما منہیۃ عنہ لذاتہ  
 بل من انکبأ ثرا ما مطلقا  
 علی ما اختار هذا الفاضل  
 من کون تعاطی المکرہ  
 تحییما من انکبأ ثرا بعد الاعتقاد علی ما علیہ  
 الاعتقاد من کونہ فی نفسه من الصغائر ذالک  
 لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر  
 اشبه شیء بجہنم النار من تحت الظلام من فوق

یہی کہا محدث دہلوی (مولانا شاہ عبد العزیز) علیہ الرحمۃ  
 نے جو ان کی طرف منسوب کہ اس میں اس پانی کا  
 استعمال ہے جس کے ساتھ فوج علیہ الصلوۃ والسلام  
 کی قوم کو عذاب دیا گیا قلت (میں نے کہا) پکھے  
 کے ساتھ ہوا لینے میں اس آگ کا استعمال ہے  
 جس کے ساتھ قوم عاد کو عذاب دیا گیا رہا معاصر  
 فکھوی (مولانا عبد الحمی) کا اصلاح کے لئے یہ  
 قید بڑھانا کہ اہل عذاب کی میت پر ہے فاقول  
 (تو میں کہتا ہوں) کچھ مفید نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ  
 محرم پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز نہ ہو، اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے کہ ان (جہنمیوں) کے سروں پر کھوتا ہوا  
 پانی ڈالا جائے گا۔ تو ایسا گمان کرنے والا حمام  
 میں داخل ہونے سے متعلق کیا کہے گا، کیا یہ حرام  
 منہی عنہ لذاتہ بلکہ کبار میں سے ہے یا تو مطلقا  
 جیسا کہ فاضل مذکور کا مختار ہے کہ مکروہ تحریمی کا  
 ارتکاب کبار میں سے ہے یا عادت بنالینے سے جیسا کہ  
 معتد ہے کہ فی نفسه یہ حفاڑ سے ہے، یہ اس لئے  
 کہ حمام امام مناوی کی تیسیر میں ذکر کردہ افادہ  
 کے مطابق جہنم کے مشابہ ترین ہے، اس کے  
 نیچے آگ اور اوپر دھواں ہے، اس میں بے چینی

اس سے مراد مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ہیں۔ (ت)  
 اس سے مراد مولوی عبد الحمی فکھوی ہیں۔ (ت)

علیہ المراد بہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی  
 علیہ المراد بہ مولوی عبد الحمی المکتوی

وفيه الغم والحس والضيقة ولذا لما  
دخله سيدنا سليمان بنى الله عليه الصلوة  
والسلام تذكريه النار وعذاب الجحيم  
اخرج العقيلي والطبراني وابن عدي  
والبيهقي في شعب الايمان عن ابى موسى  
الاشعري رضى الله تعالى عنه يرفعه الى  
النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال  
اول من دخل الحمامات ومنعت له  
النورة سليمان بن داود فلما دخله وجدا  
حره وغمه فقال اوه من عذاب الله  
اوه قبل ان لا يكون اوه قلت وبهذا  
يرد حديث التشبه باهل النار و  
حديث الملازمة بالنار كما لا يخفى على  
اولى الابصار.

جیس اور تنگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان  
علیہ الصلوٰۃ والسلام حمام میں داخل ہوئے تو  
انھیں آگ اور عذاب جبار یاد آگیا۔ عقيلي،  
طبرانی، ابن عدي اور بیہقی نے شعب الايمان میں حضرت  
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا  
اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک  
مرفوع کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو حمام میں داخل  
ہوئے اور اس کے لئے چونا تیار کیا وہ سیدنا  
سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں، جب وہ اس  
میں داخل ہوئے تو اس کی گرمی اور بے چینی کو  
پاکر فرمایا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا درد، یہ تو  
درد مند ہوتا ہے قبل اس کے درد مند نہ ہو۔  
قلت (میں کہتا ہوں کہ) اس کے ساتھ  
اہل نار سے مشابہت اور نار سے ملاہست کی  
حدیث دارمیہ جیسا کہ ارباب بعیر پر پوشیدہ نہیں۔  
ولہذا علمائے محققین واجلہ معتبرین مذاہب اربعہ نے بدیع کار و امعان افکار انس کی  
اباحت کا حکم فرمایا وهو الحق المحقق بالقبول (اور یہی حق ہے جو قبول کرنے کے لائق ہے۔ ت)  
علامہ سید احمد حموی غزالیون والبصائر میں فرماتے ہیں:  
یسلم منه حل شرب الدخان ت۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقہ مینا حلال ہے (ت)  
اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی علت معلوم ہوتی۔ علامہ عبید اللہ

بن علامہ اسماعیل نابلسی قدس سرہا القندی حلیۃ تہذیب شرع طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں،

من البدع العادیۃ استعمال التت و بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پلینا  
والقہوۃ الشائع ذکرہما فی هذا الزمان جن کا سپرہا آج کل عوام و خواص میں شائع  
بین الاماغل والاعیان والصواب انہ ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ  
لاوجہ لحرمتہما ولا نکرہتہما فی ہے نہ کراہت کی۔  
الاستعمال الخ۔

علامہ مفتی غلام الدین دمشقی در مختار میں عبارت استبہاء نقل کر کے فرماتے ہیں،  
قلت فیہم منہ حکم التت لکے شامی میں ہے، وهو الاباحۃ علی المختار  
یعنی اس سے تباہ کو حکم منہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔  
پھر فرمایا،

وقد کرہہ شیخنا العسادی فی ہدیتہ الحاق ہمارے استاد عبد الرحمن بن محمد غلام الدین دمشقی  
لہ بالشوم والبصل بالاولیٰ لکے نے اپنی کتاب بدیع میں اسے ہسن و پیاز سے  
ملحق ٹھہرا کر کر وہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود پھر علامہ سیدی احمد طحاوی نے حاشیہ در مختار میں فرمایا،  
لا یخفی ان انکراہۃ تغزیمیۃ بدلیل پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے  
الالحاق بالشوم والبصل والکودۃ تغزیما ہسن اور پیاز کی اور کر وہ تنزیہی حبانہ  
یجامع الجوان لکے ہوتا ہے۔

علامہ حامد آفندی عسادی بن علی آفندی مفتی دمشق الشام قاوای مفتی المستفتی عن سوال المفتی  
میں علامہ محمد الدین احمد بن محمد الدین حیدر کر دی جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں،

۳۲-۴۴	سنة الحلیۃ النذیرۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ	الدلیل علی قبح البدع والنہی عنہا المکتبۃ النوریۃ رضویہ فیل آباد
۲۹۱/۲	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب الاشریہ
۲۹۶/۵	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاشریہ
۲۹۱/۲	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب الاشریہ
۲۲۶/۲	دار المعرفۃ بیروت	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الاشریہ

فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمين  
فان اکثرهم مبتلون بتناوله مع امت  
تحليله اليس من تحریمہ وما خیر  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
بين امرين الا اختار اليسرهما واما كونه  
بدعة فلا ضرر فانه بدعة في التناول  
لا في الدين فاثبات حرمة امر عسير  
لا يكاد يوجد له نصيحة

کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یا اور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاترہ الحقیقین سیدی امین الملہ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار  
حاشیہ رد مختار میں فرماتے ہیں :

للعلامة الشيخ علي ابي جوري المالكي رسالة  
في حله نقل فيها انه انق بحله من  
يعتمد عليه من ائمة المذاهب  
الاربعة

پھر فرماتے ہیں :

قلت والحق في حله ايضا سيدنا العلامة  
عبد الغني النابلسي رسالة سماها  
الصلح بين الاخوات في اباحة شرب  
المدخات و تعرض له  
في كثير من تاليفه الحسن  
واقامة الطامة الكبرى

طلب قلبان میں ہمارے سردار علامہ حضرت  
حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک  
رسالہ تالیف فرمایا جس کا "الصلح بین الاخوات  
فی اباحۃ شرب المدخات" نام رکھا اور اپنی  
بہت تالیفات فقہیہ میں اس سے تعرض کیا  
اور حق کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر

سنة العقود الدرية بحواله محي الدين الكوازي الجذري ، في الرد على من قبيح شراب الخان ، ارگن زار قندھار افغانستان ۱۳۹۶

دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵/۵

کتاب الاشرار

على التقابل بالحرمة او بالكراهة فانهما  
 حکمان شرعیان لابد لهما من دلیل دلّیل  
 على ذلك فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیر  
 ولا اضراسه بل ثبت له منافع فهو  
 داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء  
 الاباحه وان فرض اضراسه للبعض  
 لا يلزم منه تحريمه على کل احد  
 فان الاصل یضرب اصحاب الصفراء الغالية  
 واربعا امضهم مع انه شفاء بالنص  
 القطعی وليس الاحتیاط فی الافتراء  
 على الله تعالى باثبات الحرمة  
 او الکراهة المذین لا بد لهما  
 من دلیل بل فی القول بالاباحه القی هو  
 الاصل وقد توقف النبی صلی الله تعالی علیه  
 وسلم مع انه هو المشرع فی تحريم الخمور  
 ام لقباث حق نزل علیه النص القطعی فالذی  
 ینبغی للاسماث اذا سئل عنه سواء  
 کانت معصية يتعاطا او لا کمذا  
 العبد الضعیف وجميع من فی بیته ان  
 یقول هو مباح لکن من انحنه تشکرهما  
 الطباع فهو مکروه طبعاً لا شرعاً الى اخر  
 ما اطلال به رحمه الله تعالی لیه

قیامت کبری قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں  
 جن کے لئے دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم  
 کہ نہ انس کا تشکیک ثابت ہوا نہ عقل میں غور  
 ڈالنا نہ حضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے  
 ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل کہ اصل  
 اشیا میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض  
 کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت ثابت  
 نہیں ہوتی، جن مزاجوں پر صفر غالب ہوتا ہے  
 شہد انھیں نقصان کرتا ہے بلکہ بار بار بیمار کر دیتا ہے  
 یا انکہ وہ بھی قرآنی شفا ہے، اور یہ احتیاط کی  
 بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ظہر اگر خدا پر افتراء  
 کر دیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت بلکہ احتیاط  
 مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بغیر نفس صاحب شرع  
 میں شراب جیسی ام القباثت کی تحریم میں توقف  
 فرمایا جب تک کہ نص قطعی نہ آتا تو آدمی کو چاہئے  
 جب اس سے حق کے بارے میں سوال کیا جائے  
 تو اسے مباح ہی بتائے خواہ چلتا ہو یا نہ چلتا ہو  
 جیسے میں اور یہ بے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم  
 میں کوئی نہیں چلتا مگر فتویٰ اباحت ہی پڑتا ہوں)  
 ہاں اس کی طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ  
 طبعی ہے نہ کہ شرعی، اور منوز علامہ مذکور کا کلام  
 غریب اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجمله عند التحقيق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ عجم و عرب و شرق و غرباً عام مومنین بلاد و بچا ع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ اُمت مرہومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے قلت خفیہ کچھ سہل غرایب غرض انہیں فسرمانی اسی طرف علامہ جزیری نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے :

فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین  
اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے (ت)

اور اسے علامہ حامد حمادی پھر شیخ علامہ محمد شامی آقندی نے برقرار رکھا :

اقول ولست اعنی بهذا امت عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حصل بل الامرات عموم البلوغ من موجبات التخفيف شرعاً وما ضاق امر الا سمع فاذا وقع ذلك في مسألة مختلف فيها ترجح جانب اليسر صونا للمسلمین عن العسر ولا يخفى على خادم الفقه امت هذا كما هو جاس فی باب الطهارة والتجاسة كذلك فی باب الاباحة والحرمة ولذا تراہ من مسوغات الافتاء بقول غیر الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی مسألة المغایرة و غیرہا مع تنصیہہم بانہ لا یعدل عن قوله الخ قول غیرہ الا للضرورة بل هو

اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہماری اس سے مراد یہ نہیں کہ عام مسلمان اگر کسی حرام میں مبتلا ہو جائیں تو وہ حلال ہو جاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عجم و عربی شرعی طور پر اسباب تخفیف میں سے ہے کوئی تشکیک نہیں جس میں وسعت نہ پیدا ہو جب یہ معاملہ ایک اختلافی مسئلہ میں واقع ہوا تو مسلمانوں کو تشکیک سے بچانے کے لئے آسانی کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے ایسے ہی حرمت و اباحت میں بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو اس ضابطہ کو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے غیر کے قول پر فتویٰ دینے کے مجوزات میں دیکھتا ہے جیسا کہ مسئلہ مغایرہ وغیرہ میں حالانکہ اللہ کو ام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلا ضرورت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول سے عدولی نہیں کیا جاسکا بلکہ یہ ضابطہ

من معونات الصیل فی روایۃ النوادر  
علی خلاف ظاہر الروایۃ کما  
نصوا علیہ مع تصریحہم بان ما یخرج  
عن ظاہر الروایۃ فهو قول  
مرجوع عنه وما یرجع عنه المجتہد  
لم یرق قولاً له وقد تثبت العلماء  
بہذا فی کثیر من مسائل المحلل  
والمحرم فی الطریقۃ وشرحہما  
الحدیقۃ فی زماننا ہذا لا یمکن  
الاخذ بالقول الا حوط فی الفتوی  
الذی افتی بہ الائمة وهو ما اختارہ الفقیہ  
ابواللیث انہ ان کان فی غالب الظن امت  
اکثر مال الرجل حلال جاز قبول ہدیۃ  
ومعاملتہ الا لامر ملخصاً، وفی رد المحتار  
من مسئلۃ بیع الثمار لا یخفی تحقق الضرورة  
فی زماننا، ولا سیما فی مثل دمشق اشام، وفی  
نوعہم عن عادۃہم خروج، وما ضاق  
الامر الا اتسع ولا یخفی ان  
ہذا یمسوخ للعدول عن ظاہر  
الروایۃ امر ملخصاً، وفی  
مسئلۃ العلم فی الشوب

ظاہر الروایۃ کے خلاف روایت نوادر کی طرف  
میلان کے لئے بھی مجوز ہے جیسا کہ علماء نے  
نص فرمائی باوجودیکہ وہ تصریح فرما چکے ہیں کہ  
جو قول ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجع عنہ  
ہے اور جس قول سے مجتہد رجوع کر لے وہ اسکا  
قول نہیں رہتا۔ علماء نے بہت سے مسائل محلل و  
محرم میں اس سے استدلال کیا ہے۔ طریقہ  
اور اس کی شرح حدیقہ میں ہے کہ ہمارے زمانے  
میں قول احوط کو لینا جس پر اندکرام نے قوی  
دیا ہے ممکن نہیں۔ اسی کو فقیر ابو الیث نے اختیار  
فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے اکثر مال کے حلال چرنے  
کا گمان غالب ہو تو اس کا یہ قبول کرنا اور  
اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں  
اح اختصار، اور رد المحتار میں پھلوں کی بیع کے  
مسئلہ میں ہے ہمارے زمانے میں اس کی  
ضرورت کا تحقق ہونا پوشیدہ نہیں خصوصاً  
شام کے شہر دمشق میں، اور ان کو عادات سے  
جٹانے میں حرج ہے، اور کوئی تنگ معاملہ  
نہیں جس میں وسعت نہ آئے، مخفی نہیں کہ  
یہ بات ظاہر الروایۃ سے عدول کی مجوز ہے اح  
تلفیض۔ اور کچھ پر نقش و نگار کے مسئلہ میں ہے

۱۔ بحوالہ کتاب القضاء فصل مجوز تعلیم من شار من المجتہدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۷  
۲۔ الحدیقۃ الندیۃ الباب الثالث الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۲  
۳۔ رد المحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع بیضا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۹

هو ارفق باهل هذا الزمان لثلا يقفوا  
 في الفسق والعصيان<sup>۱</sup> اء وفيه من كتاب  
 الحدود ومقتضى هذا كله ان من نفث  
 اليه زوجته ليلة عرسه و لم يكن  
 يصر فيها لا يحل له وطؤها ما لم تغفل واحدة  
 او اكثر انها من زوجته وفيه حرج عظيم  
 لانه يلزم منه تاشيم الاممة<sup>۲</sup> اء  
 ملخصا<sup>۳</sup> غير ذلك من مسائل  
 يكثر عندها و يطول سردها فاندقم  
 ما عسى ان يوهم من قول  
 الفاضل اللكنوي ان عمود البطلوى  
 الساموئرف باب الطهارة والنجاسة  
 لافي باب العرمة والاباحة صرح به  
 الجماعة<sup>۴</sup> اء

کہ اس میں اہل زمانہ کے لئے نثری ہے تاکہ وہ فسق اور  
 گناہ میں مبتلا نہ ہوں اور اسی کے کتاب الحدود  
 میں ہے اور اس تمام کا تحقیق یہ ہے کہ اگر شب  
 زفاف شوہر کے پاس اس کی بیوی بھی جائے تو اس  
 وقت تک اس کے لئے وطی حلال نہیں جب تک  
 وہ عورت ایک یا کئی بار اس کو کہہ دے کہ وہ  
 اس کی بیوی ہے حالانکہ اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ  
 اس سے امت کو گنہگار بنانا لازم آتا ہے اور ظیفن۔  
 اس کے علاوہ کئی مسائل جن کی تعداد کثیر اور ان کی  
 بیاہ کرنے میں طوالت ہے۔ اس سے فاضل لکنوی  
 کے قول سے پید ہونے والا یہ دم دور ہو گیا کہ عوم  
 بطری صرف طہار۔ و نجاست میں مؤثر ہے نہ کہ  
 حرمت و اباحت میں۔ جماعت طہار نے اس کی  
 تصریح فرمائی ہے اء۔ (ت)

ہاں بطریق بعض وجہ اُسے تزیینی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابو السعد و علامہ طحاوی و  
 علامہ شامی نے الحاقاً بالثرم و البصل افادہ فرمایا۔

علی مواد فیہ لبعض الفضلاء مع حکام  
 فی ذلك الصراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں،

الحاقہ بہاذکر ہو الانصاف لیکہ  
 اسی کا ذکر کے ساتھ الحاق کرنا ہی انصاف ہے۔ (ت)

لہ رد المحتار کتاب المحظور والاباحہ فصل فی الطہس دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۵

لہ کتاب الحدود باب الحدود الذی یوجب الحد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۱۵/۳

لہ ترویج الجنان بشریح حکم ارفاق لکنوی

لہ رد المحتار کتاب الاشرار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۶/۵



## اقول (میں کہتا ہوں) یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا،

کہا جزم بہ الفاصل اللکنوی فی قساواہ  
و تردد فیہ فی سالة واضطرب فیہ  
کلام المحدث الدہلوی (ہو مولانا  
الشاء عبد العزیز المحدث الدہلوی) فیما  
نسب الیہ فادہم اولاً انہ یوجب کراہۃ  
التحویم وعاد آخراً فقال التنزیہ -

جیسا کہ فاضل لکنوی نے اپنے فتاویٰ میں اس پر  
جزم فرمایا اور ایک رسالہ میں تردد فرمایا - اور  
اس مسئلہ میں (حضرت مولانا شاہ عبد العزیز)  
محدث دہلوی کی طرف منسوب کلام مضطرب ہے  
پہلے انہوں نے وہم کیا کہ یہ مکروہ تحریمی ہے پھر  
رجوع کر کے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

مراسلہ خلافت تحقیق ہے ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر  
کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت سے جائزہ ک  
میں ملے وہ ترتیب سے جو بہت فعل میں مستحب کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں مکروہ تنزیہی کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں  
پس مکروہ تنزیہی کو داخل اثرہ اباحت مان کر گناہ منفرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کا قصد مرعہ الفاصل اللکنوی  
تبہ السید الشہیدی ثور الکرذی (جیسا کہ فاضل لکنوی سے صادر ہوا پھر اس کی اتباع سید شہیدی  
پھر کر دی گئی۔ ت) سخت لغزش و غلطی ہے یہ کہ وہ گناہ کون سا جو شرعاً مباح ہو  
اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفر لہ المولیٰ القدر نے اس غلطی کے شدید کے رد میں ایک مستقل  
تحریر سنائی یہ جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیہ تحریر کی و بامثلہ التوفیق، ثم اقول  
(پھر میں کہتا ہوں۔ ت) یہی مانع فیہ میں تین وجہ سے کراہت تنزیہیہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرقع  
کر دینا کہا وقع فیما نسب الی المحدث الدہلوی (جیسا کہ محدث دہلوی کی طرف منسوب تحریر میں  
واقع ہوا۔ ت) محض نامقبول، قطع نظر اس سے کہ ان وجہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلاً  
اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے و من ادعی فعلیہ البیان  
(جو دہلوی کے بیان دلیل اتنی پر واجب ہے۔ ت) خود محدث دہلوی کے قلیذ رشید مولانا رشید الدین  
خاں دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین فقہ میں کراہت تنزیہی مانتے  
ہیں حیث قال (جہاں فرمایا۔ ت) :

اما المحققون القائلون بکراہۃ تنزیہا فہم  
ایضاً ثبوتاً بالروایات الفقیہیۃ مثل ما قال  
صاحب الدر المختار الخ۔

جو محققین کراہت تنزیہی کے قائل ہیں انہوں نے  
بھی فقہی روایات سے استدلال کیا ہے جیسا کہ  
صاحب در مختار نے لکھا الخ

اور اسی میں تصریح ہے کہ حالت مشابہت الیہا اسی کو کہتے ہیں کہ اس کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریضیں ہیں شاہ صاحب نے اسے تحریراتیق و تقریر مشیق و محیق البانی مستحکم البعانی و موافق روایات و مطابقت روایات بلکہ

بتایا، اور شاہ رفیع الدین صاحب نے،

امت حضرت خایۃ الاحسان مانعہ بانیہ من جواهر لائیکۃ فبجانیہ و معانیہ بلکہ انتہائی مستحسن ہیں موتیوں کے جواہر جو اس کے بانی نے اس کی عبارات اور معانی میں بکھیرے ہیں (ت)

فرمایا، تو ظاہر دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریف واقع ہوئی اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جواہرات عمدت و مشتمل اور خلاصہ تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہ نسبت صحیح ہی ہے تو رسالہ تلمیذ کی مدح و تعریف ناقص و مبالغہ کی ہوگی وہ تحریر یا اعتبار سے یوں بھی گر گئی۔ اور اس سے بھی قطع نظر کہ یہ تو مقصود اتباع حق ہے نہ تقلید اہل عصر و اتباع زید و عمر و کو اللہ الہادی و ولی الایادی۔

الہی صلح و حولی حق کے حق میں تحقیق حق و حق تحقیق یہی ہے کہ وہ جائزہ مباح اور غایت درجہ صرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں چیتے اچھا کرتے ہیں اور جو پیٹتے ہیں برا نہیں کرتے۔

فان الاسارة فوق کراهة التنزیہ کما حقہ العلامة الشامیؒ یونکہ اسارۃ مکروہ تنزیہی سے اوپر ہے جیسا کہ مقرر شامی نے اس کی تحقیق فرمائی (ت)

البتہ وہ حق جو بعض بہتال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور جو اس و دماغ میں غور لاتے اور دیدہ و دل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عز و جل ہدایت بخشنے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مغرر چیز سے نفی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفسیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔

لہ

لہ

لہ

لہ رد المحتار

احمد و ابو داؤد بسند صحیح عن ام سلمة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت فہو رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل  
مسکر و عفتریہ

امام احمد اور ابو داؤد سے بسند صحیح حضرت سیدہ  
ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں  
کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے ہر نشہ آور چیز اور مست کر دینے والے شخص  
سے منع فرمایا (ت)

اور ایک صورت محافلت کی اوقات خاصہ کے لئے اور پیدا ہوگی رات کو خیمہ کے ساتھ مسجد  
میں جانا جائز نہیں

لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من  
اکل من ہذہ الشجرة الخبیثۃ فلا  
یقرب من مصلانا فان المملکۃ تتأذی  
مما یتأذی منه بنو آدم علیہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی  
کے مطابق کہ جو اس درخت خبیثہ (یعنی قوم)  
کو کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے کہ جس  
بات سے آدمیوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے  
فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

اگر حق سے منہ کی جو متغیر ہو بے کمالی کے منہ صاف کے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر  
سے خواہ مخواہ محافلت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اُسے کھا کر  
جب تک، جو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع مگر جو حق ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی  
پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کالی سے بھی بجلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پناہ شرعاً ناجائز کہ  
اب وہ ترک جماعت و ترک سجدہ یا بدو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہو گا اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز  
ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف متوہی ہو ممنوع و ناجائز ہے،

وقد حققنا المسألة مع نظائرها فی  
کتاب الوقف من فئا ونا بما یتبع من  
الرجوع الیہ ولا یجوز التفافل  
عنہ

اس مسئلہ کی تحقیق اس کے نظائر جمیع کتاب  
الوقف میں ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس طور پر کر دی  
ہے کہ اس کی طرف رجوع متعین ہے اور اس  
سے غفلت ناجائز ہے۔ (ت)

لے سنن ابی داؤد کتاب الاشرار باب ما جاز فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶۳/۲  
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ دار الکتب الاسلامیہ بیروت ۲۰۹/۱  
لے معجم لصغیر باب الالف من اسماء احمد دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲/۱

تیس سے تبا کو کھانے کا حکم واضح ہو گیا وہ فی نفسہ نباتات مجاہد سے ہے جس کی حماقت اکل پر  
 شرع مطہر ہرگز وال نہیں تو اسے بعد و خروج حال حرام یا مکروہ تحریمی کنا شدہ پر جرات و تہمت ہے  
 ہاں غایت وہی تنزیہی کراہت ہے اقول بلکہ حق سے اشد کہ دھواں منہ میں قائم نہیں رہتا تبا کو کھانے  
 کشید فی اگر کشید نہ ہو اور حق بلکہ جلد تازہ کیا جائے ہر بار پانی بدل جائے تو اس سے تغیر رائحہ  
 ہوتا ہی نہیں خصوصاً جبکہ تبا کو خوشبو دار ہو اور حالت متوسط پر بھی اس سے جو تغیر ہوتا ہے بہت  
 سریع الزوال ہوتا ہے کیوں سے فوراً جاتا رہتا ہے اور بے کلی بھی تھوڑی دیر میں ہوا میں اسے لیجاتی ہیں  
 بخلاف تبا کو کھانے خوردنی کہ اس کا جرم منہ میں دبا رہتا ہے اور مکرر استعمال سے تمام وہی اس کی کیفیت  
 کو بید سے متکلیف ہوتا اور اس کی بو میں بس جاتا ہے تو اس کی کراہت تنزیہی حق سے نازل ہے اور اس میں  
 ایک دقیقہ اور بے تبا کو کھانے کا زیادہ رواج عورتوں میں ہے، اور شوہر اگر اس کا غیر عادی اور اس کی بو  
 سے متاثر ہو تو عورت کے لئے اس کا استعمال حد حماقت تک پہنچے گا

لما فیہ من مناقضۃ ما قصد الشیع  
 من الایتلاف والتحبیب الخ  
 الاخذ واج۔  
 کیونکہ اس میں میان جوی کے درمیان اس باہمی  
 انس و محبت کی حماقت ہے جو شرعاً مقصود  
 و مطلوب ہے۔ (ت)

بلکہ عورت عادی نہ ہو اور اس کی بو سے ایذا پائے تو شوہر کے لئے بھی اس کی کراہت اشد ہو جائیگی  
 کہ عورت کے حق میں شوہر کو ایذا دینا اسے اپنے بعض بدن مثل زبان و دہن سے تمتع و شوار کر دینا اگرچہ  
 سخت ناپسند شرع ہے مگر مرد کو بھی حکم عاشقہ ہن بالعدوت (ان سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) کی  
 ہدایت، اور ان کی ایذا سے حماقت، اور ان کی دلاری و دلجوئی کی طرف دعوت ہے۔ اور اکثر کثافت  
 بے احتیاطی اس حد کو پہنچی کہ رات کو بید لازم وہی ہو جائے، نکل و غیرہ سے نہ جائے، برابر والے کو ایذا  
 پہنچائے، تو ایسے تبا کو کھانے کا استعمال بیشک ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ خواہی خواہی ترک جماعت و  
 مسجد کا موجب ہو گا اور یہ حرام ہے معہذا ایسے تغیر کے ساتھ خود نماز پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا ایسے ادب و  
 گستاخی ہے والیہذا باللہ تعالیٰ حد حق تحقیق، واللہ بسبح و لی التوفیق۔

احا ما ذکر السائل من حدیث  
 الدر الثمین فاقول لا ھمسک فیہما  
 سائل نے در الثمین کے حوالے سے جو حدیثیں  
 ذکر کی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان میں حماقت کے

للتعاشل بالمنع معلوم ضرورة من  
الدين ان نبينا صلوات الله تعالى  
عليه وسلم وكذلك سائر اخوانه  
من الانبياء والمرسلين والنفثة  
المقربين صلوات الله تعالى وسلامه  
عليهم اجمعين كلهم طيبون نظيفون  
يحبون الطيب ويكرهون الرائح الكريهة  
ثم لم يورث هذا في الثوم والبصل  
واخواتهما من المباحات حرمة ولا منع  
مع ما نطق به الاحاديث الجليلة الصحيحة  
مسموعات الصحابة الكرام في اليقظة  
هرويات الاثمة الاعلام على جملة الحجية  
في الشريعة من قوله صلى الله تعالى عليه  
وسلم من كل الثوم والبصل والكراث  
فلا يقربن مسجدنا وغير ذلك من الاحاديث  
فكيف بحكاية منام يحكيها بعض  
الساخرين عن بعض من لم يسم وهذا  
سيدنا جابر بن عبد الله الانصاري رضي الله  
تعالى عنه همارا ويا ان النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم قال من اكل ثوما او بهسلا  
فليعتزلنا او قال فليعتزل مسجدنا و  
ليقعدي بيته وان النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم اتي بقدر فيه خفوات من يقول

تأكل كس لے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوتی یہ بات  
ضروریات دین سے معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یونہی دیگر انبیاء  
و مرسلین اور علی نگہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام  
تمام کے تمام صاف ستھرے ہیں خوشبو کو پسند اور  
بدبو کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر محض بدبو کا پایا جانہ  
تو محرم اور پیاز وغیرہ مباح اشیا میں بھی حرمت  
حافظت کو ثابت نہیں کرتا باوجودیکہ اس پر وہ  
عظیم الشان احادیث صحیحہ وارد ہیں جو صحابہ کرام  
نے بیداری کی حالت میں سنی ہیں اور ائمہ اعلام  
سے اس طریقے پر مروی ہیں جو شریعت میں  
حجت ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کا ارشاد کہ جس نے تموم، پیاز اور گندنا کھایا  
وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس کے  
علاوہ دیگر احادیث مبارکہ۔ تو پھر نفی کی حالت  
کی حکایت سے کیسے حرمت ثابت ہو سکتی ہے  
جس کو بعض متأخرین نے بعض نامعلوم حضرات  
سے حکایت کیا۔ سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہ  
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے فرمایا جس نے تموم یا پیاز کھایا وہ ہم  
یا ہماری مسجد آگ ہے اور اپنے گھر میں بیٹھے نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہنڈیا

فوجد لها مريحا فقال قمر يوهائي بعض اصحابه وقال كل فاني انا حجب من لا تناجي رواه الشيخان وهذا سيدنا ابو ايوب الانصاري رضي الله تعالى عنه قائلا كانت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اقبل بطعام اكل منه وبعث بفضله المت وانه بعث المت يوما بفضلة لم يأكل منها لان فيه ما سألته حرام هو قال لا وكفى اكرهه من اجل مريحه قال فاني اكره ما كرهت رواه مسلم فهذا شعث اخر غير المنع الشرعي وانما الكلام فيه ، والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه حبل محبده اتم واحكم۔

چش کی گئی جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں آپ نے ان کی بو کو ناگوار پایا تو بعض اصحاب کے قریب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اسکو کھاؤ کیونکہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کہتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرماتے اور جو بچ جاتا دوسری طرف بھیج دیتے، ایک دن آپ نے میرے پاس سبزی بھیجی جس میں سے خود کچھ نہ کھایا کیونکہ اس میں مقوم تھا، میں نے آپ سے پوچھا کیا یہ حرام ہے، تو آپ نے فرمایا کہ حرام نہیں لیکن میں اس کو ناگوار بو کی وجہ سے پسند نہیں کرتا۔ تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جس کو آپ پسند نہیں کرتے میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ ایک دوسری چیز ہے جو ممانعت شرعی کے علاوہ ہے حالانکہ کلام تو ممانعت شرعیہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب سے بڑا

صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما جاء في الثوم النجس واليصل  
 صحیح مسلم کتاب المساجد باب نهى عن اكل ثونا وبصل الخ  
 صحیح مسلم کتاب الاشریہ باب ايات اكل الثوم الخ

عالم ہے اور اس شرف و بزرگی والے کا علم زیادہ تمام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

کت

عبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمد المصطفیٰ النبی الاتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادر  
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

رسالہ

حقۃ المس جان لہم حکم الدخان

ختم ہوا

مسئلہ ۲۰ از کلکۃ و حرمت لاء مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علما نے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکۃ میں نمکین بسکٹوں میں فشی تازی بغرض خیر  
ملائی جاتی ہے شیریں میں نہیں مگر میدہ گوڑہ جسنے کے طرف دونوں کے ایک ہی ہیں اور وہ تختہ جس پر بسکٹ بنائے  
جاتے ہیں وہ بھی ایک ہی ہوتا ہے نمکین بسکٹ کے سیر پھر آٹے میں پاؤ بھر تازی ملائی جاتی ہے نمکین کا  
کھانا جائز ہے یا نہیں اور شیریں کا کیا حکم ہے؟ بیتوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو بہتی چیز نشہ رکھتی ہو مذہب صحیح میں اس کا قطرہ قطرہ نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے ہذا هو  
قول محمد وهو الصحيح وعلیہ الفتویٰ (یہی امام محمد علیہ الرحمۃ کا قول ہے، یہی صحیح ہے اور  
اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں نمکین بسکٹ مطلقاً حرام و نجس ہیں اور شیریں میں تین صورتیں  
اگر ثابت ہو کہ ان کے میدہ یا خمیر میں بھی اس نجاست کے اجزاء ضرور مخلوط ہوتے ہیں تو یہ بھی حرام و  
ناپاک، اور اگر تحقیق ہو کہ یہ محفوظ رہتے ہیں مثلاً انھیں التوام ہے کہ جب نمکین کے بعد شیریں بناتے ہیں تو  
دست و ظرف کو بقدر کافی دھو ڈالتے ہیں اس کے بعد شیریں کا میدہ گوڑہ جتنے بناتے ہیں اگرچہ اس  
دھونے سے ان کی نیت تطہیر کی نہ ہو بلکہ صرف اس خیال سے کہ ان میں نمکین نہ آجائے یا اور کسی وجہ سے  
یہ دھونا ایسا واقع ہوتا ہے کہ نجاست کے اجزاء دست و ظرف سے زائل ہو جاتے ہیں تو شیریں مطلقاً  
حلال و طیب، اور اگر مشکوک و محتمل ہو مثلاً ایک دن میں جس قدر یکے بعد دیگرے بنتے ہیں ان میں تو

شست و شونہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو ناکافی و ناقابلِ تعمیر، مگر دوسرے دن جو بنانا شروع ہوتا ہے تو رات کے باسی برقی خوب دھوئے جاتے ہیں اور پھر پیلے نمکین بنانے کا التزام نہیں بلکہ کچی نمکین کبھی شیریں سے ابتداء کرتے ہیں تو اس صورت میں شیریں کا معاملہ عقل رہا، نمکین کو بعدِ تعمیر پیلے ہی بنے ہوں، نمکین کو پیلے نمکین بن کر یہ بلا تعمیر بنائے گئے اور ان میں اجزاء نے نجاست مل گئے ہوں، اس تقدیر پر جو خاص میٹھوں کی نسبت معلوم ہو کہ ان میں غلط نجاست واقع ہوا وہ حرام جن کی نسبت تحقیق ہو کہ ان میں نہ ہوا۔ طیب حلالہ جن کی نسبت کچھ علم ہو انہیں حرام یا ناپاک نہیں کہہ سکتے،

فان الاصل هو الحل و الطهارة فلا يعارضه  
الاحتمال وليس للیقین بالشك  
بیشک اصل حل و طہارت ہے چنانچہ احتمال اس کا معارضہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی یقین شک کے ساتھ زائل ہو سکتا ہے۔ (دت)

ان کا حکم ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹائی، دودھ، دہی، ملائی وغیرہ اشیاء کا ہر جگہ کھانا حلال اور پینا بہتر، قوی جواز اور تقویٰ احتراز۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نمکین میں انہیں مسکرنا ڈی ڈالنے کا التزام ہو خواہ یوں کہ بازار میں مسکری ملتی ہے وہ وہیں سے لیتے ہیں یا یوں کہ جس غرض سے ڈالتے ہیں وہ مسکری سے حاصل ہوتی ہے غیر مسکر کام نہیں دیتی، اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں بلکہ وہ کبھی مسکری غیر مسکر ہر قسم کی تاڑی ڈال کر تے ہیں کوئی خاص التزام نہیں تو اب نمکین بسکٹوں پر مطلقاً حرمت کا حکم نہیں بلکہ ان کا حال وہ ہوگا جو صورتِ ثالثہ میں شیریں کا تھا کہ جس خاص کا حال معلوم حکم معلوم ورنہ کھانا رو اپنا اولیٰ تاڑی چند ساعت دھوپ کی حرارت پاکر خوش لاتی ہے اور مسکر ہو جاتی ہے یا جس گھڑی میں لی گئی اس میں پہلی تاڑی کا اثر ہو تو اپنی شدت لطافت کے سبب یوں بھی سکر لے آتی ہے ورنہ اگر کوئی گھڑا وقتِ مغرب باندھیں اور وقتِ طلوع آتا کر اسی وقت استعمال کریں تو اس میں خوش نہیں آتا اگر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ حلال و طہر ہوتی ہے جب خوش لاتی ناپاک و حرام ہوتی، پھر کھا جاتا ہے کہ اس کے بعد بھی اس کی یہ حالت دیر پا نہیں رہتی بلکہ کچھ مدت کے بعد ترشش ہو کر مر کر ہو جاتی ہے جس طرۃً کہ طیب و داؤد انطاکی میں تاجیل کی نسبت ہے:

قد یفسد طلعه او جریده و یلحم کونرا  
فیسیل منه لبن ، و یستحق  
السیداع یبقی یوماعلی  
الحلاوة والدسومة و نہ  
کبھی اس کا گاجیا یا ٹہنی خاسد ہو جاتے ہیں اور  
کوڑے کا دبانہ بند ہو جاتا ہے تو اس سے دودھ  
بچنے لگتا ہے جس کو سیدھی کھا جاتا ہے۔ اس کی  
حلاوت اور چکنائی ایک دن باقی رہتی ہے اس کے



افعال اشد من الخمر وهو خيبر منها ثم  
يكون خلا بالغا قاطعاً

مگر میر محمد حوسن کے لفظ تحفہ میں یہ ہیں،

حلاوت اور ایک روز باقی ست بعد از یک  
روز مانند سرکہ ترش می شود

لیکن سرکہ ہو جانے اور شل سرکہ ترش ہو جانے میں فرق ہے، غرض اگر ثابت ہو کہ تازی ایک وقت  
تک مسکر نہیں ہوتی یا ایک وقت کے بعد مسکر نہیں رہتی اور انھیں خاص مسکر ہی کے ڈالنے کا الزام  
نہیں بلکہ دونوں طرح کے استعمال کرتے ہیں جب تو حکم یہ ہے، اور اگر ثابت ہو کہ اس مدت مقررہ کے بعد  
اس کے اجزا خواہی خواہی سرکہ ہو جاتے ہیں اگرچہ آنے میں ط کتور میں پک چکے ہوں تو اس مدت کے گزرنے  
پر ایک مطلقاً حلال ہو جائیں گے۔

لان الحرمة كانت لمجاور وقد تبدل عينه  
قال في الدر المختار لو عجن خبز بخمر  
صب خل فيه حتى يذهب اثره فيطهر  
في رد المحتار لا نقلا ما فيه من اجزاء  
الخمر خلا

کیر نہ حرمت مجاور کی وجہ سے ہے اور اس کا  
عین بدل گیا ہے اور در مختار میں ہے اگر شراب  
میں آٹا ٹوند کر روٹی پکائی گئی تھی کہ شراب کا اثر  
جاتا رہا تو وہ پاک ہو جائے گی۔ رد المحتار میں ہے  
اس لئے کہ اس کی حقیقت بدل کر سرکہ بن گئی

ہے۔ (ت)

اور اگر یہ امور ثابت ہوں تو حکم دہی ہے کہ اول مذکور ہوا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
مسئلہ از گلکٹ چھاؤنی جوئٹال مرسلہ سید محمد ریست علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص شراب پئے وہ کیسا ہے؟ بیٹو اتوجروا  
(بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

۱۔ تذکرۃ اولوالالباب لداود انطاکی حرف النون ذکرنا جیل  
۲۔ تحفۃ المؤمنین علی حاشیہ مخزن الادویۃ تحت لفظ تار جیل  
۳۔ الدر المختار کتاب الطہارت باب ۱۵ نجاس  
۴۔ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۲/۱

## الجواب

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا وَالْمُسْلِمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (اے اللہ! ہمیں اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھ اپنی رحمت کے ساتھ اسے بہترین رحم فرمانے والے۔ ت) شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق قاجر ناپاک جیاک مردود و ملعون مستحق عذاب شدید و عقاب الیم ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں بر لٹا کر تمہیں فرمائیں، ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں،

حدیث (۱) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لا يشرب الخمر حین يشربها وهو مؤمن لا يشرب الخمر حین يشربها وهو مؤمن  
رواه الشيخان وغيرهما عن ابی هريرة رواه الشيخان وغيرهما عن ابی هريرة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۲) : (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے) (۱)  
لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم  
في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها  
وشاربها وحاملها والمحمولة اليه و شاربها وحاملها والمحمولة اليه و  
ساقياها وبائعها و آكل ثمنها و ساقياها وبائعها و آكل ثمنها و  
المشتري لها والمشتراة له رواه الترمذي المشتري لها والمشتراة له رواه الترمذي  
وابن ماجه عن انس بن مالك رضي الله وابن ماجه عن انس بن مالك رضي الله  
تعالى عنه و رجاله ثقات۔ تعالى عنه و رجاله ثقات۔  
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ت)

حدیث (۳) : کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صحیح البخاری کتاب الاشریہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۴۶/۲  
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان نقصان الایمان بالعاصی " ۵۵/۱  
سنن ابن ماجہ ابواب الاشریہ باب لعنت الخمر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۰  
جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی بیع الخمر الامین کمپنی دہلی ۱۵۵/۱

من نرقی وشرب الخمر نزع الله منه  
الایمان كما یعلم الانسان القیصر من  
سراسه - رواه البخاری عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

جو نہ کرے یا شراب پئے اللہ تعالیٰ اُس سے  
ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کُرتا  
کھینچ لے (اسے امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے - ت)

حدیث (۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مَدَّ مِنْ الْخَمْرِ  
وَقَاطَعُ الرَّحِمِ وَمَصْدُقُ السَّحَرِ وَمَنْ  
مَاتَ مَدَّ مِنْ الْخَمْرِ سَقَاهُ اللَّهُ جِلْدًا  
عَلَا مِنْ نَهْرِ الْغَوْطَةِ قِيلَ وَمَا نَهْرُ  
الْغَوْطَةِ ، قَالَ نَهْرٌ يَجْرِي مِنْ فُسْرُوجِ  
النُّوْمَسَاتِ يُوْذِي أَهْلَ النَّارِ مَرِيحًا  
فَرَوْجَهُنَّ - رواه احمد وابن حبان في  
صحیحہ و ابویعلیٰ عن ابی موسیٰ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ -

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ، شرابی اور  
اپنے قریب رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا  
اور جادو کی تصدیق کر لے والا۔ اور جو شہرابی  
بے توبہ مر جائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پے  
پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بُری بگڑ  
سے اس قدر بگڑے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا  
دو زنیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب  
ہوگی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں  
کی فرج سے بے گی اس شرابی کو بینی پر جائے گی۔

(والعیاذ باللہ تعالیٰ) (اس کو امام احمد، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور اس  
کی تصحیح کی۔ اور ابویعلیٰ نے اس کو سیۃنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے سنا  
مسلمان ذرا آنکھیں بند کر کے خور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیچھے گھونٹ لگنا والعیاذ باللہ رب العالمین۔  
حدیث (۵) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَدَّ مِنَ الْخَمْرِ مَاتَ لِقَى اللَّهَ شَرَابِي الْكُفْرُ بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور

لے المستدرک للحاکم کتاب الایمان اذا نفي العبد خراج منه الایمان دار الفکر بیروت ۲۲/۱

لے مسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ المکتبہ الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۴

المستدرک للحاکم کتاب الاشرار ذکر ثلثة لا یدخلون الجنة دار الفکر بیروت ۱۴۶/۲

موارد النعمان باب مد من الخمر حدیث ۱۳۸۰ المطبعة السلفیہ ص ۲۲۵

اس طرح ہوگا جیسے کوئی بُت پوجنے والا (اس کو  
امام احمد نے بسند صحیح روایت کیا اور ابن جہان نے  
اپنی صحیح میں اس کو سیدنا عبد اللہ ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا ہے۔ ت)

کعبہ وثن۔ رواہ احمد بسند صحیح عندنا  
واین جہان فی صحیحہ عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۶) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

جو شخص شراب کی ایک بوند پئے چالیس روز  
تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو، اور جو مرد  
اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ  
بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی،  
اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا  
وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا۔ (ت)

ما من احد يشرب بها فيقبل الله له  
صلوة اربعين ليلة ولا يموت  
وفي مثنته منها شيء الا حرمت به عليه  
الجنة فان مات في اربعين ليلة مات  
ميتة جاهلية

والعياذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث (۷) : کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرماتی ہے  
کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب کا پئے گا  
میں اسے اس کے بدلے جہنم کا وہ کھولتا ہوا پانی  
پلاؤں گا اس کی بخشش تک اور جو کسی چھوٹے  
کریڑے کا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی  
پلاؤں گا اس کی بخشش تک اور میرا جو بندہ میرے  
خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے  
پاک دربار میں پلاؤں گا (اس کو

اقسم ربی بعزته لا يشرب  
عبد من عبیدی جرعة  
من خمر الا سقيته مكانها  
من حمیم جهنم معذبا  
او مغفورا له ولا يسقيها صبيا صغيرا  
الا سقيته مكانها من حمیم جهنم معذبا  
او مغفورا له ولا يدعها عبد من عبیدی  
من مخافتی الا سقيتها اياه من حنظل

۱/ ۲۴۲ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت  
۲۳۵ ص ۱۳۴۹ المطبعة السلفية  
۲/ ۱۳۴ المستدرک للحاکم کتاب الاشرار ان علم الکبار شراب الخ دار الفکر بیروت

القدس۔ رواہ احمد عن ابی امامہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے روایت فرمایا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۲۲ ازیریل سائل عیسیٰ امجد علیٰ محراب چکی چونگی قلند بریلی ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ  
 علمائے دین نے حق کو حرام مطلق قرار دیا ہے یا مکروہ؟ کیا وہ شخص زیارت حضور سرور کائنات  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف نہ ہوگا جو حقہ پیتا ہے اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو اور کیا اس کا  
 تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے؟

### الجواب

دُم لگانا جس سے ہوش و حواس میں فرق آجاتا ہے حرام ہے اور سادہ حق ہرگز حرام نہیں، نہ اس کا  
 پینا کسی طرح کا گناہ ہے، ہاں اگر بھڑکھٹا ہے تو خلافِ ادنیٰ ہے جیسے کچی پیاز کھانا، اور یہ جہلانہ خیالات  
 کہ حقہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پر نور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ محروم ہے  
 یا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفہ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ  
 سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افسوس ہے، بہت بندگانِ خدا  
 حقہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہا مشرف  
 ہوئے اور حضور رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غایتِ کرم و مہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔  
 قل لو انتم تملکون خزائن رحمة ربی اے محبوب! فرمادیں اگر تم لوگ میرے رب کی  
 اذا لامسکم خشية الانفاق وکان الانسان  
 رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی  
 روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور  
 قہور الجہ

آدمی بڑا کنجوس ہے۔ (ت)

سے اگر بادشاہ برادر پیر زلی بیاید تو اسے خواجہ سبیلت مکن  
 (اگر بادشاہ بڑھی عورت کے دروازے پر آئے تو اسے سردار! تو مجھ سے  
 مت اکھاڑ۔ ت)

ہاں درجہ درجہ مبارک کے وقت حقہ نہ پئے اور پی چکا ہو تو کئی مسواک سے نہ صاف کر کے درود شروع

مکرمے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۲۳ از براہم پور

۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیونی کھانی کیسی ہے؟ افیونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی ہر اہی کریں اس کی مدد کریں وہ کیسے ہیں؟ افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانے کے علاوہ دام دیئے جائیں یا نہیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ وہ انہوں کو افیون میں صرف کرے گا۔ بینوا اور جروا۔

### الجواب

افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
عن کل مسکر و مفتر۔ رواۃ الامام  
احمد و ابوداؤد عن أم المؤمنين ام سلمة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر چیز کو  
نشد لائے اور ہر چیز کو حقل میں فوڑ ڈالنے حرام  
فرمائی (اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے ام المؤمنین  
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح  
روایت فرمایا ہے۔ ت)

اور مخالفت شرع میں کسی کی مدد کرنی ہر اہی یعنی خود مخالفت شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تأخذوا بهما رأفة فی دین اللہ  
اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے  
دین میں۔ (ت)

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کتے کا بھی پیٹ بھرنا باعث اجر ہے آدمی تو آدمی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل کبد حراد وطیبة اجر لہ  
ہر تر جگر والی شے میں ثواب ہے۔ (ت)

لہ سنن ابی داؤد کتاب الاشرار باب ما جاء فی السكر آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹۳/۲

مسند احمد بن حنبل عن ام سلمة المکتب الاسلامی بیروت ۳۰۹/۶

لہ القرآن حکیم ۲/۵

لہ صحیح البخاری ابواب الطعام والشراب باب الاطعم والشراب فی السفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۳/۱

مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۲/۲

اور کھانے کے علاوہ دامنہ دیئے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انہیں ایفون میں صرف کر سکا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ولا تعادوا علی الاثم والعدوان لیٰ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ از شہر کتبہ مرسلہ سید عبد الواحد مقررادی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب کا حرام ہونا اس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ کے مضر کو تیار ہونے کی وجہ سے ؟

### الجواب

شراب کا شراب ہونا جوش آنے اور نشہ لانے کی حالت پر موقوف ہے، وہ انہیں اگر شرابی جائیں اور ان میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو وہ شراب نہ ہوں گی جیسے بعض مصنفی عرقوں میں ادویہ کی تقصیر کی جاتی ہے اور بغیر شرابے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے وہ جوش آجائے جیسے آب و نفع و الگ و غیرہ تر و برشکر آمیزہ اور تازی وغیرہ میں تو وہ شراب ہو جائے گی، پھر شراب ہو جائے تو اس کی حرمت اس قدر پینے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے بلکہ وہ نجاست غلیظہ اور مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک مؤلف، کما حقہ الاثمۃ فی عامۃ الاسفار (جیسا کہ عام کتابوں میں امر کوام نے اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

# الفقه التسجیلی فی عین النار جیلی

(فیصلہ کن و انائی تازی سے خیر شدہ آٹے کے بارے میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۲۵ از رنگون گل نمبر ۲۵ دو اخانہ حکیم عبدالعزیز صاحب مرسلہ جناب مرزا عبد القادر بیگ  
۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے تھوڑے آٹے میں مسکر تازی کے نیچے کٹاڑی  
جسے روٹی گا دیتے ہیں ملا کر خیر کیا گیا پھر یہ آٹا خیر شدہ پندرہ بیس سیر آٹے میں ملا کر خیر کیا اور اس کی روٹی  
پکائی اس روٹی کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے کہ اس گاد میں قوت مسکریہ باقی نہ رہی تھی  
تو اس خیری روٹی کا کیا حکم ہے؟ بقیہ توجہ و ا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

رنگون میں بخلات مانند لہ پاؤ روٹی و تنوری روٹی دونوں کا عام طور پر خیر تازی سے کیا جاتا ہے  
اور ہزار ہا مسلمان اسی روٹی کو کھاتے ہیں، یہاں اور کھلتے میں عام ہے، یہاں دو عالم کہتے ہیں کہ  
اُس روٹی کی نسبت حکم حرمت کا نہیں ہے مگر احتیاط کرنا اونی ہے۔ میں نے جناب مولانا ہلال الدین  
صاحب دہلوی مفتیم مانند لہ سے بذریعہ خط دریافت کرایا جواب آیا کہ جناب موصوف نے حکم حرمت کا دیا  
آج کل مولوی عبد الحمید صاحب واعظ پانی پتی یہاں قشریہ رکھتے ہیں انہوں نے بھی کھانا ترک کر دیا



اس کے جواب کی بہت ضرورت ہے امید ہے کہ آپ کے فیض تحریر سے صد مسلمان اس محصیت سے بچ جائیں گے۔ یہ بلا یہاں عام ہے جملہ قسم کی روٹیوں میں اس کا خیر دیا جاتا ہے فقط۔

### الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
حَرَّمَ عَلَيْنَا فِي الدُّنْيَا الْخَمْرَ وَ  
وَعَدَنَا فِي الْجَنَّةِ الشَّرَابَ الطَّهْوَرُ  
وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى مَنْ  
حَمَلْنَا الْمَنَكِرَاتِ وَحَرَّمَ عَلَيْنَا بِرَحْمَتِهِ  
الْمُسْكِرَاتِ وَعَلَى أَلِهِ وَصَحْبِهِ  
وَالشَّارِبِينَ مِنْ كَأْسِ التَّكْرِيمِ  
لَا لِقَوفِهَا وَلَا تَأْثِيمِ أَقَاضَ اللَّهُ  
عَلَيْنَا مِنْ فَيْضِهِمْ فَتَصِيبُ  
فَلَا رَيْبَ مِنْ كَأْسِ الْكِرَامِ  
فَتَصِيبُ۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحم فرماتے والا ہے تمام تعریفیں اس معبود کیلئے ہیں جس نے دنیا میں ہم پر شرابیں حرام کی ہیں اور جنت میں ہمیں شراب طہور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور درود و سلام ہوا ہی ذات پر جس نے ہمیں منکرات سے روکا اور اپنی رحمت سے نشہ آور اشیا کو ہم پر حرام فرمایا اور آپ کے آل و اصحاب جو عزت کے پیلے سے پینے والے ہیں جس میں یہود و کفار گنہگار ہیں نہیں اللہ تعالیٰ ان کے فیض سے ہمیں بھی عطا فرمائے کہ ہم بھی اس کو پالیں اور سنو کہ جام سے زمیں کے لئے عطا ہوتا ہے (ت)

قول منصور و مختار میں تازی و غیرہ ہر سکر پانی کا قطرہ قطرہ مثل شراب حرام و نارد اسے اور نہ صرف حرام بلکہ پیشاب کی طرح مطلقاً نجاستِ غلیظہ ہے۔ یہی مذہب معتہد اسی پر قوی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

حَرَمَهَا مُحَمَّدٌ مُطْلَقًا وَبِهِ يَفْتَى  
إمام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا اور اسی پر قوی دیا جاتا ہے (ت)

در مختار میں ہے:

ذَكَرَ الزَّيْلَعِيُّ وَغَيْرُهُ اخْتَارَهُ شَاسِحُ  
الْوَهْبَانِيَّةُ  
اس کو زیلعی وغیرہ نے ذکر کیا اور شارح و بہانیہ نے اس کو اختیار فرمایا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله وغيره كصاحب الملتقى والمواهب  
والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع  
وشرح در البجاء والقهستاني والعيني حيث  
قالوا الفتوى في ضماننا بقول محمد لغلبة  
الفساد الخ.

اس کے قول وغیرہ سے مراد یہ حضرات ہیں جیسے صاحب ملتقى،  
صاحب مواهب، صاحب کفایہ، صاحب معراج، صاحب شرح المجمع، صاحب شرح  
در البجاء، قہستانی اور عینی، کیونکہ انہوں نے فرمایا  
کہ ہمارے زمانے میں غلبہ فساد کے سبب فتویٰ  
امام محمد کے قول پر ہے الخ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام میں ہے :

قال في البرهان والحق ما محمد كلها بالتمسك  
في المشهور عنه كالتشافعي ومالك وبه  
يفتى له

یہ بھی میں لکھا کہ امام محمد نے ان تمام کوششوں کو اپنی  
شراب کے ساتھ مل کر لیا ہے جیسا کہ امام شافعی و  
امام مالک کہتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

طحاوی علی الدر میں ہے :

قال الحصري واعلم ان الاصح المختار  
في ضماننا ان حكل ما اسكر من الاشربة  
المذكورة بعمر منها كثيرة وقليلا حرام  
وهو قول محمد لحديث حكل مسكر  
حرام

نوی نے کہا جان لو کہ ہمارے زمانے میں اصح و  
مختار یہ ہے کہ مذکورہ نشہ آور شرابوں میں سے  
علی العموم ہر ایک کا قلیل و کثیر حرام ہے اور یہ  
ہی امام محمد کا قول ہے، اس کی دلیل یہ حدیث  
ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

وجیز کردی میں ہے :

قال محمد رحمه الله قليله وكثيره حرام  
قالوا وبقول محمد فاخذوا مذهب محمد  
انه حرام نهج الخ.

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس کا قلیل و کثیر حرام ہے  
علمائے نے کہا ہم امام محمد کے قول سے اخذ کرتے ہیں  
اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس ہے الخ (ت)

۲۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاشربة	رد المحتار
۸۶/۲	میر محمد کتب خانہ کراچی	کتاب الاشربة	غنیہ ذوی الاحکام علی الدر الاحکام
۲۲۵/۲	المکتبة العربية، کافسی روڈ، کوئٹہ	۔۔۔	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار
۱۲۶-۲۶/۹	فردانی کتب خانہ پشاور	۔۔۔	غنیہ ذوی الزانیہ علی إلمش الفتاوی النندیہ

خلاصہ میں نوازل فقہ ابو الیث سے ہے۔  
 عند محمد حرام شربہ قال الفقہ و  
 بہ ناخذ۔

فتاویٰ ہندیہ میں فتاویٰ ظہیریہ سے ہے۔  
 ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الکتاب کل  
 ما هو حرام شربہ اذا اصاب الشوب  
 منه اکثر من قدر الدرہم یمنع  
 جواز الصلوۃ قالوا وکلوا وکلوا وکلوا  
 ابی یوسف و حکى عن الفضل انہ قال علی قول  
 ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ  
 یجب ان یکون نجاسة خفیفة  
 والفتویٰ علی انہ نجس نجاسة غلیظة  
 اعلم ان المحقق صاحب البہر کانت  
 بحث فی البہر ترجیح التعلیل بناء علی  
 اصل ہمدہ سابقا و نامرہ اخوہ  
 السدق فی النہر محتجبا بسا  
 فی المنیۃ صلی و فی شوبہ  
 و من اکثر الفاحش من السکر  
 او المنصف تحبزیہ فی الاصح  
 و ذکر فی السد خلاص الاخوین  
 و لم یزد و قتال العلامة

امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اسی کا پینا حرام ہے  
 فقہ نے کہا ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں فرمایا کہ جس شے کا پینا  
 حرام ہے اگر وہ مقدار درہم سے زائد کپڑے کو لگ جائے  
 تو اس کپڑے میں نماز منوع ہوگی۔ علماء نے کہا کہ  
 ہشام نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یونی روایت  
 کیا ہے۔ فضلی سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا امام ابو حنیفہ  
 اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول  
 پر ضروری ہے کہ وہ کپڑا نجاست خفیضہ کے ساتھ  
 نجس ہو، اور فتویٰ اس پر ہے کہ وہ نجاست غلیظہ  
 کے ساتھ نجس ہے اور، جان لو کہ امام محقق صاحب البہر  
 نے جو میں اس پر بحث کرتے ہوئے نجاست غلیظہ  
 کو ترجیح دی اور اس کی بنیاد ایسے قاعدہ پر رکھی جس کو  
 انھوں نے اولاً مقرر فرمایا، اور ان کے بھائی مدق  
 نے نہر میں ان کی مخالفت کی استدلال کرتے ہوئے  
 اس مسئلہ سے جو غیر میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے  
 اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے کپڑوں میں خراب یا  
 انگور کا شیرہ لگا ہوا تھا جو کہ کثیر فاحش تھا تو مذہب  
 اصح میں اس کی نماز ہوگئی اور میں دونوں بھائیوں کی

۲۰۵/۲	المکتبۃ العربیہ کافسی روڈ لاہور	کتاب الاشرار	سہ خلاصۃ الفتاویٰ
۴۱۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	"	سہ فتاویٰ ہندیہ
۱۴۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الطہارۃ باب النجاس	سہ النہر الفائق

ابراہیم الحلبي في حواشي الدر بعد  
 ذكر ما في النية هو نص في التخصيف  
 فكانت هو الحق لان فيه الرجوع الى  
 الفرع المنصوص في المذهب و اما  
 ترجيح صاحب البحر في بحث منه  
 ونقله العلامة الطحطاوى مقسرا  
 عليه واستدرك عليه المحقق الشامي  
 بما في شروح النقاية انها غليظة في  
 ظاهر الرواية خفيفة على قياس قولهما  
 ثم قال ينبغي ترجيح التخليط في  
 الجميع يدل عليه ما في غرض الافكار  
 من كتاب الاشربة حيث قال وهذه  
 الاشربة عند محمد وموافقيه  
 كنفسها بلا تفاوت في الاحكام وبهذا  
 يفتي في ضمانات اذ قال فقولها بلا تفاوت  
 في الاحكام يقتضي انها مغلظة فتدبر  
 اقول عدم التفاوت و انت  
 سلم ففي الاشربة الثلاثة  
 المحرمة بالاتفاق بين ائمتنا  
 وهم الباذق والسكر والنقيع  
 وفيها كلام الفوسر اما ساوا الاشربة  
 السكر المحرمة عند محمد مطلقا فالتفاوت

اختلاف ذكر کیا ہے اس پر اضافہ نہیں کیا۔ علامہ  
 ابراہیم نے فیہ کے مذکورہ مسئلہ کے ذکر کے بعد  
 حاشیہ در میں فرمایا یہ تخصیف میں نص ہے اور یہی حق  
 ہے کیونکہ اس میں اس فرع کی طرف رجوع ہے جو  
 مذہب میں منصوص ہے۔ یہی صاحب بحر کی ترجیح تو  
 وہاں کی بحث ہے اور علامہ طحطاوی نے اسکو برقرار  
 رکھتے ہوئے نقل فرمایا، علامہ شامی نے اس کی اصلاح  
 فرمائی اس کے ساتھ جو شرح فقاریہ میں ہے کہ ظاہر الروایہ  
 میں یہ نجاست غلیظہ ہے اور سفین کے قول کے قیاس  
 کے مطابق خفیہ ہے اور فرمایا کہ ان سب میں ترجیح  
 نجاست غلیظہ کو ہونی چاہیے۔ اس پر دلیل وہ ہے  
 جو غرض الافکار کی کتاب الاشریہ میں ہے، جہاں فرمایا  
 کہ یہ تمام شرابیں امام محمد علیہ الرحمہ اور ان کی موافقت  
 کوئیوں کے نزدیک تمام احکام میں بلا تفریق  
 کی طرح ہیں اور ہمارے زمانے میں فتویٰ اسی پر  
 دیا جاتا ہے اور فرمایا کہ اس کا قول "بلا تفاوت"  
 قضا کا ہے کہ یہ نجاست غلیظہ ہے پس غرض کہ  
 اقول (میں کہتا ہوں) عدم تفاوت اگر تسلیم  
 کر لیا جائے تو ان تین شرابوں جن کی حرمت پر ہمارے  
 ائمہ کرام متفق ہیں یعنی باذق، سکر اور نقيع میں غرض  
 کا کلام ہے، اور باقی وہ نشہ آور شرابیں جو امام محمد  
 علیہ الرحمہ کے نزدیک مطلق حرام ہیں ان میں تفاوت

ظاہر ہے کیونکہ اس کے قلیل میں مدح جاری نہیں ہوتی  
بجائے تحریک، لہذا یہ تمام میں حرمت غلیظہ کا فائدہ  
نہ دے گا۔ اور ان تمام بزرگوں پر حیرت ہے کہ  
وہ تمام اسس نص سے غافل رہے جو مذہب میں  
صریح اور الفاظ قویٰ کو زیادہ مؤکد طور پر ظاہر کرنے  
والی ہے بلکہ منصف کی حرمت غلیظہ پر تو متون میں نص  
وارد ہے جیسے وقایہ، نقایہ، اصلاح، مرقاۃ الاحکام  
اور تنویر وغیرہ۔ اور جو ہم نے نقل کیا اس سے وہ  
اعتراف ساقط ہو گیا جو ہم میں ہے اور ہر کی  
بحث سے بھی استفادہ حاصل ہو گیا اور ظاہر ہو گیا  
کہ مفتی بہ قول کے مطابق سب میں نجاست غلیظہ ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ (د)

اس مذہب پر جبکہ مسکرتاری کے اجزاء روٹی میں شریک ہوں تو وہ روٹی ضرور حرام و ناپاک ہے  
اور اس کا نتیجہ بھی حرام و ناپاک اور اس کے دام بھی ناپاک اور پٹے تھوڑے آٹے میں تاروی ملا کر غیر کرنا پھر  
غیر آرد کثیر میں نفع نہ دے گا اگر آٹے میں پانی ڈال کر گوندہ جانے سے پہلے غیر ملایا جب تو ظاہر ہے کہ اس  
ناپاک غیر سے وہ سارا پانی ناپاک اور اسس سے سب آٹا نجس ہو گیا اور اگر گوندہ کر تیار ہو جانے کے بعد  
بھی غیر دیا تو بھی یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آٹے میں ایک کنارہ کو یا صرف پیچ میں خیر نہ دیا اور سب آٹا اسس کی  
ہوا سے غیر ہو گیا بلکہ ضرور وہ غیر آٹے میں خوب ملے ملا کر کتے ہیں کہ اسس کے اجزاء تمام آرد میں مل جاتے ہیں  
یوں بھی حکم حرمت ہی رہا کسی حلال چیز میں حرام چیز کا اگرچہ پاک ہو ایسا غلط ہو جانا اسے حرام کر دیتا ہے  
اور یہ تو حرام و ناپاک دونوں تھا، درمختار میں ہے :

اگرچہ پانی میں مینہ دک جیسا جانور ریزہ ریزہ ہو جائیگا  
تو اس پانی کے ساتھ وضو تو جائز ہے مگر اس کو  
پینا جائز نہیں اس لئے کہ مینہ دک کا گوشت حرام ہے

فيما بين حيث لا يحد بشرب القليل  
منها بخلاف الخمر فلا يفيد التخليط  
الجميع والعجب من هؤلاء الجبله  
عقلوا كلهم عن نص صريح في المذهب  
مذيل يؤكد الفاظ الفتوى بل التخليط  
في المنصف منصوص عليه في المتن  
كالوقاية والنقاية والاصلاح وغير الاحكام  
والتنوير وغيرها وبما نقلنا سقط ما  
في التمهيد استغنى عن بحث البحر  
وتبين ان الكل غليظة على المفتي  
به والله الحمد۔

لو تفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به  
لا شربة لحرمة لحمه

علیہ میں ہے :

قال شيخنا وبه صرح في التجميع فقال يحرم شربه  
ہمارے شیخ نے فرمایا اور اسی کے ساتھ تجنیس میں بھی  
تصریح کی گئی ہے، فرمایا اس کو پینا حرام ہے (ت)

اور گاد میں نشہ نہ ہونا بھی نفع نہ دے گا جبکہ عدم سکر اس وجہ سے ہو کہ اس میں ثقل زیادہ ہے،  
اجزائے رقیقہ کہ مورث تفریح و تہنیز سکری ہوتے ہیں اتنے نہیں کہ ان کا اثر ظاہر ہو۔ اور معلوم ہوا کہ ہر سکر پانی  
کا قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ شراب کی طرح حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے اور گاد ان اجزاء سے خالی نہیں ہو سکتی  
اور بالفرض خالی ہو تو پاک تو ضرور ہے کہ اگر اسی پیشاب کا پلٹ ہے۔ ہدایہ میں ہے :

یکرم شراب دردی الخمر والامشاط به لان  
فیه اجزاء الخمر والانتفاع بالمحسوم  
حرام ولا یجوز شربه امت لم یسکر  
لان الغالب علیہ الثقل فصار کما اذا  
غلب علیہ الماء بالاعتزاج الخ

شراب کا پلٹ پینا اور اس کے ساتھ بالوں کو لٹکا  
کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں شراب کے اجزاء  
ہیں اور حرام سے انتفاع بھی حرام ہے، پلٹ پینے  
والے پر حد جاری نہیں کی جائے گی اگر وہ نشہ نہ لے  
کیونکہ اس میں غالب میل کھیل ہوتی ہے تو وہ  
ایسا ہی ہو گیا جس میں پانی کی طاقت غالب ہو جائے (ت)

مگر امام الاطباء واؤد النطاکی نے تذکرہ میں تصریح کی کہ سیندھی یعنی وہ پانی کہ تازی کی طرح تاریل کے  
درخت سے لیا جاتا ہے صرف یک شبانہ روز مسکر رہتا ہے اس کے بعد سخت تند و تیز سرکہ ہو جاتا ہے  
کیونکہ انھوں نے تاریل کے ذکر میں فرمایا کہ اس کا  
گلابا اور ٹہنی بھی فاسد ہو جاتی ہے اور کوڑا کا دھانا  
بند ہو جاتا ہے اس سے دودھ بننے لگتا ہے جس کو  
سیندھی کہتے ہیں وہ ایک دن تک اپنی طاقت  
اور چمکائی پر برقرار رہتا ہے اور اسکے افعال شراب سے  
سخت تر ہیں اور وہ اس سے بہتر ہے پھر وہ تند و تیز  
سرکہ بن جاتا ہے۔ (ت)

حيث ذكر في ذكوان الناس جيل قد يفسد  
طلعه او جريدته ويلقح بكونه اغمسيل  
منه لبن ويسمى السيندي يبقى يوما  
على الخلاوة والدسومة وله افعال  
اشد من الخمر وهو خير منها ثم يكثر  
خلا بالفاط طعنا

لہ التعلیق الجلی بجز الحلیۃ الحلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۲۳  
لہ الہدایۃ کتاب الاشریہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۹۶-۹۷ م  
لہ تذکرہ اولوالالباب لدواء النطاکی حرف النون ذکر تاریل مصطفیٰ ابابلی مصر ۲۲۶/۱

تاڑی اور سینہ ہی قریب قریب ہیں کتاڑی بھی نازیل ہی کی ایک فورس ہے اگر ثابت ہو کہ یہ بھی ایک وقت معین شبانہ روز خواہ زائد کے بعد سرکہ ہو جاتی ہے اور گادیں قوت شکر یہ نہ رہنا اس بنا پر ہے تو اب اس کی طہارت و علت میں شبہ نہیں اور روٹی جو ایسی گاد سے خیر کی جائے یقیناً حلال و طیب اور اس کی بیع روا ہے، یونہی اگر پایہ ثبوت کو پہنچے کہ مدت مقررہ پر اس کے اجزاء ضرور سرکہ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ جوڑ بھی جو آٹے میں تل کو آگ پر یکپہلے تو اس صورت میں اس مدت کے مردہ پر روٹی کی طہارت و علت و جواز بیع کا حکم ہو جائے گا اگرچہ ابتداء میں اس میں سرکہ اجزاء سٹے ہوں کہ جب وہ اجزاء سرکہ نہ رہے سرکہ ہو گئے ظاہر و حلال ہو گئے اور روٹی کی حرمت و نجاست برائے خالص کے باعث حتی زائل ہو گئی۔ در مختار میں ہے :

لو عجن خبز بخص صب فيه خل حتى يذهب اثره فطهر لو عجن خبز بخص صب فيه خل حتى يذهب اثره فطهر  
 اگر شراب میں آٹا گوند کر روٹی پکائی گئی اور اس میں سرکہ ڈالا گیا جس سے شراب کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائیگی۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

لا نقول ما فيه من اجزاء الخمر خلا لا نقول ما فيه من اجزاء الخمر خلا  
 کیونکہ اس میں جو شر کے اجزاء تھے وہ سرکہ کی طرف منقلب ہو گئے ہیں (ت)

اور اس کا ثبوت قابل قبول نہ ہو تو ہی حکم نجاست و حرمت رہے گا  
 لان موجبا معلوم ودليل المنزول معدوم واليقين لا يزول بالشك -  
 کیونکہ اس کا موجب معلوم اور دلیل منزل معدوم ہے اور یقین کبھی شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

یہ سب بر بنائے مذہب مفتی بہ تھا اور اصل مذہب کہ شیخین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے  
 اعني طهارة الثلث العنبي والمطبوخ التمرى والنبيذ ومسائر الاشربة من غير الحكور  
 میری مراد پاک ہونا اس انگوری شراب کا جس کا دھلت خشک ہو گیا ہو، کھجور اور زبیب کے چوڑ کا جس کو پکایا گیا ہو اور انگور اور کھجور کے

لے الدر المختار کتاب الطهارة باب الانجاس مطبع مجتہدی دہلی ۵۶/۱  
 لے رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۲/۱

والنحلة مطلقا وحلها كلها دون قصد  
الاسكاس۔ علاوہ تمام شرابوں کا پاک ہونا اور ان کا سلال ہونا  
جبکہ مقدار مسکرسے کم ہوں۔ (ت)

حاشیہ بھی قول ساقط و باطل نہیں بلکہ بہت باقوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی مجہور صحابہ کرام  
حتیٰ کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے یہی قول امام اعظم ہے عامر متون مذہب مثل معتقد و  
و ہادیہ و وقایہ و کنز و غرر و اصلاح و غیرہ میں اسی پر جرم و اقتصاد کیا، اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح مثل امام اجل  
ابو جعفر طحاوی و امام اجل ابو الحسن کرخ و امام شیخ الاسلام ابو بکر خواہر زادہ و امام اجل قاضی خاں و امام اجل  
حاسب ہادیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو رائج و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتویٰ دیا  
اسی کو بہ ناخذ (ہم اسی کو لیتے ہیں۔ ت) فرمایا، علماء مذہب نے بہت کتب معتدہ میں اس کی تصحیح  
فرمائی یہاں تک کہ آکد الفاخر ترجیح علیہ الفتویٰ سے بھی تزیل آئی۔ غرر ائمہ المقتنین میں ہے،

فی الہدایۃ والنتہایۃ و فتاویٰ قاضی خان  
وظہیر الدین و المخلصۃ و فتاویٰ  
الکبریٰ و فتاویٰ اہل سر قند و الحمیدی  
الاصح ما علیہ ابو حنیفہ و ابو یوسف  
رحمہما اللہ تعالیٰ بے  
جامع الرموز میں ہے،

و هو الصحیح لان الخمر موعودۃ فی العقوبۃ  
فینبغی ان یحل من جنسہ فی الدنیا انما ذجا  
ترغیبا کما فی المضمرة اولئلا یلزم تصحیح الصحابة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
ہندیہ میں فتاویٰ کبریٰ سے ہے،

المصیرۃ الشمس حتیٰ ذہب ثلثاء  
یحل شربہ عند ابی حنیفہ و  
انگور کا جو کہ جب و صوب میں دو ٹلٹ خشک ہو جائے  
تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے



ابن یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و هو  
الصحيح <sup>بہ</sup>  
ورقعی میں ہے ،

وصح غیر واحد قولہما <sup>بہ</sup>  
ورقعی میں ہے ،

لین الرماک اذا اشتد لم یحل و صحیح  
فی الہدایۃ حلہ <sup>بہ</sup>

ردالمحتار میں ہے ،

بہ یفتی ای بتحریم کل الاشربة و کذا بوقوع  
الطلاق قال فی النہر و فی الفتح و بہ یفتی  
لان السکر من کل شراب حرام و عندہما لا یقع  
بناء علی انہ حلال و صححہ فقہ  
الحنانیۃ <sup>بہ</sup>

شرح فقہیہ بر جندی میں ہے ،

فی فتاویٰ قاضی خان ات المتخذ من  
غیر العنب و التمس مثل السکر و العسل  
و الفانیذ و المنطۃ و الشیر و الذرة و ما اشبه  
ذلک اذا غلا و اشتد و قذف بالثبید و طبعہ

نزدیک اس کا پینا حلال ہوتا ہے ، اور یہی  
صحیح ہے ۔ (ت)

متعدد علمائے شیخین کے قول کو صحیح قرار دیا ہے ۔ (ت)

گھوڑی کا دودھ جب بوش کھا کر گڑھا ہو جائے  
تو حلال نہیں ، چاہے اس کے حلال ہونے کو  
صحیح قرار دیا گیا ہے ۔ (ت)

اسی کے ساتھ ہی فتویٰ دیا جائے گا یعنی تمام شرابوں  
کی حرمت کا اور اسی طرح طلاق کے واقع ہونے کا ۔  
نہ میں کہا ہے کہ قلع میں ہے اسی کے ساتھ فتویٰ  
دیا جائے گا کیونکہ شہر شرابے حرام ہوتا ہے ، اور  
شیخین کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ  
حلال ہے ۔ خانیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے ۔ (ت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ انگور اور کجور کے غیر  
یعنی مشکہ ، شہد ، مصری ، گندم ، جو ، جوار اور  
ان جیسی دیگر اشیاء سے بنائی ہوئی شرابیں جب  
بوش کھا کر گڑھی ہو جائیں اور ان پر بھاک آ جائے

۲۱۲/۵	فرائی کتب خانہ پشاور	باب الاول	لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الاشربة
۵۴۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاشربة	لہ الدر المنقذ علی ما یتمسک لکنہ
۲۹۰/۲	مطبع مجتبائی دہلی	-	لہ الدر المختار
۲۹۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	-	لہ رد المختار

اور ان کو تھوڑا سا پکایا جائے تو شیخین کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول میں اختلاف ہے بعض نے کہا جو قشر والی مقدار سے کم ہے حلال ہیں اور بعض نے کہا کہ مطلقاً حلال ہیں۔ اور انھیں سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا میں اس کو مکروہ جانتا ہوں اور ان کو پکایا نہ جائے تو شیخین سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس کا پینا حلال نہیں ہے جیسا کہ زبیب کا وہ رسی جس کو پکایا نہ گیا ہو، اور فتاویٰ منصورہ میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے

لا فی طبخة یحل فی قول الشیخین واختلعت فی قول محمد فقیل یحل شربه ما دون المسکرو قیل لا یحل اصلا وعنه ایضا انه قال اکویہ ذلک ان لم یطبخ فعن الشیخین روایتان فی روایة لا یحل شربه کتقیع الزبیب غیر المطبوخ و فی روایة یحل شربه و ذکر فی الفتاویٰ ان النصوریة ان الفتویٰ علی انه لا یشرط الطبخ لحله

ایک روایت میں ہے کہ اس کا پینا حلال ہے۔ فتاویٰ منصورہ میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے حلال ہونے کے لئے پکانا شرط نہیں۔ (ت)  
فتح اللعین میں ہے،

اس کے حلال ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ ہے جو اختیار میں ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمدردی صحابہ کرام کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب صحابیوں میں نبیذ پیتے تھے اور یہ بات اکثر مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قولاً اور فعلاً منقول ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تاکہ صحابہ کرام کو فسق کی طرف منسوب نہ آئے۔ (ت)

من ادلة حله ما قال فی الاختیار عمن ابن ابی لیلیٰ قال اشہد علی البدریین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم یشربون النبید فی الجوار الخضر وقد نقل ذلک عن اکثر الصحابة ومشاہیرہم قولاً وفعلاً حتی قال ابو حنیفة انه مما یجب اعتقاد حله لئلا یؤدی الی تفسیق الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تائید میں ہے ،

لابی حقیقة و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ  
 مار دعب انت رجلا اتی عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ بمثلث قال عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ ما شبہ هذا بطلاء الابل کیف تصنعونه  
 قال الرجل یطبخ العصیر حتی ینذهب  
 ثلثاء ویسقی ثلثہ فغضب عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ علیہ الماء وشرب ثم ساول  
 عبادة بن الصامت عنی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ثم قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذ اربکم  
 شرابکم فاکسروہ بالماء و عن عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ اذا ذهب ثلثا العصیر وذهب حرامہ  
 و س یح جنونہ و روی عن ابراہیم النخعی  
 رحمہ اللہ تعالیٰ ما یرویہ الناس کل مسکر  
 حرام خطاء لم یثبت کما نما الثابت مکمل  
 مسکر حرام و کذا ما یرویہ الناس ما مسکر  
 کثیرہ فقلیلہ حرام لیس ب ثابت و  
 ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ  
 کان حبرا فی الحدیث

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ  
 علیہما کی دلیل وہ روایت ہے کہ ایک شخص سید  
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مثلث  
 لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کے طلائے کے  
 ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے تم اس کو کیسے  
 بنا رہے ہو، اس نے کہا ہم انگور کے رس کو  
 پکاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دوثلث خشک  
 ہو جاتا ہے اور ایک مثلث باقی رہ جاتا ہے، حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر پانی ڈال کر  
 پی لیا، پھر حضرت جواد بن صامت رضی اللہ عنہ  
 کو دے دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
 فرمایا جب تمہیں تمہاری شراب شک میں ڈالے  
 تو پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو۔ اور حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انگور  
 کے شیرہ کا دوثلث پکانے سے خشک ہو جائے  
 تو اس کی حرمت اور نشہ جاتا رہتا ہے، اور  
 حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے  
 کہ لوگ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ ہر مسکر (نشہ آور)

حرام ہے، یہ غلط ہے اور ثابت نہیں ہے، البتہ ثابت یہ ہے کہ ہر مسکر (نشہ آور) حرام ہے، اسی طرح  
 لوگوں کا یہ روایت کرنا کہ جو مسکر ہے اس کا قلیل و کثیر حرام ہے ثابت نہیں حالانکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ  
 تعالیٰ علیہ حدیث بخیر عالم ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے ،

لا بی حنیفة و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ  
 الاکابر التی وردت فی اباحۃ النبیذ الشدید  
 قولاً و فعلاً ذکرہا محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی  
 الکتاب وعن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ انه  
 قال من شرائط السنۃ والجماعۃ ان لا یحرم  
 النبیذ الجبروت فی تحریمہ تفسیق کبار  
 الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہ انه  
 قال لا یحرم النبیذ الشدید دیانۃ  
 ولا اشربہ مروتۃ اجمعہ کبار الصحابۃ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی اباحۃ النبیذ  
 واحتاطوا فی شربہ لاجل الاختلاف و کفر  
 السلف بعدہم کافوا یشربون نبیذ الجبر  
 بحکم الضرورۃ لاستمرار الطعام لہ  
 اسی طرح ان کے بعد اسلاف کسی ضرورت کے تحت گھڑوں میں بنائی ہوئی فیذ پیتے تھے مثلاً کھانا ہضم کرنے  
 کے لئے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

عن محمد بن مقاتل الرازی انه قال  
 لو اعطیت الدنیا بحد اخیروھا ما شربت  
 المسکر یعنی نبیذ التمر والنبیذ و لیسو  
 اعطیت الدنیا بحد اخیروھا ما اقیمت بانہ حرام  
 غایۃ البیان علامہ اعلیٰ میں ہے :

واجتہد ابو حنیفۃ و ابو یوسف فی قوله

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی  
 دلیل یہ آثار ہیں جو قولاً اور فعلاً گارہی نبیذ کی اباحت  
 پر وارد ہیں۔ اس کے امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب  
 میں ذکر فرمایا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ  
 گھڑوں میں بنائی ہوئی فیذ کو حرام نہ قرار دینا  
 سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے کیونکہ  
 اس کو حرام قرار دینے میں صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہم کی طرف فسق کو منسوب کرنا لازم آتا ہے،  
 اور انہی سے منقول ہے کہ میں گارہی نبیذ کو  
 ازراہ دیانت حرام قرار نہیں دیتا اور بطور موت  
 اس کو نہیں پیتا۔ نبیذ کی اباحت پر صحابہ کبار  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے مگر وہ بسبب  
 اختلاف کے اس کو پینے میں احتیاط کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ

محمد بن مقاتل رازی نے کہا اگر مجھے ساری دنیا دی جائے  
 تو بھی میں مسکر یعنی گھڑ اور زریب کا فیذ نہیں پریں گا  
 اور اگر مجھے ساری دنیا دے دی جائے تو بھی اس کے  
 حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا۔ (ت)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ

الآخر بقوله تعالى يا ايها الذين آمنوا انصروا انفسكم  
والخصم والميسر والانتصاب والانزالام رجس  
من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون  
انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة  
والبغضاء في الخصم والميسر ويبسده كما  
عن ذكر الله وعن الصلاة فهل انتم منتهون  
وقد بينت العلة في تحريم الخصم وهي العداوة  
عن ذكر الله وعن الصلاة وابقاع العداوة  
وهذا المعاني لا تحصل بشرب القليل  
فلو خلسنا وظاهر الآية لكننا نقول بان القليل  
من الخمر لا يحرم ولكن تركنا الظاهر في القليل  
من الخمر بالاجماع ولا بجماع فيما تارة فيه من  
الاشربة على حرمة القليل منها بما عا على علة  
ظاهر الآية لانه مما لا يورث العداوة والبغضاء  
ولا الصد من ذكر الله وعن الصلاة  
مباح رہے گا کیونکہ وہ نہ تو بغض و عداوت کا موجب ہے اور نہ ہی ذکر خدا و نماز سے روکتا ہے۔ (ت)

تعالیٰ علیہ نے اپنے دوسرے قول میں اللہ تعالیٰ کے اس  
ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ اسے ایمان الراجح  
نہ، جو اہل بیت اور پائے جس میں شیطان عمل سے  
توان سے کہتا کہ تم ظالم ہو، بیشک شیطان غر اور  
جسے سے تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈالنا  
چاہتا ہے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتا  
ہے تو کیا تم باز آؤ گے۔ تحقیق یہاں تحریم غر کی جو علت  
بیان کی گئی وہ ذکر الہی اور نماز سے روکتا اور بغض و  
عداوت واقع کرنا ہے۔ اور یہ امر قلیل کے پیچھے سے  
حاصل نہیں ہوتے اگر ہم آیت کریمہ کو اس کے ظاہر  
پر چھوڑتے تو یوں کہتے کہ غر میں سے قلیل حرام نہیں ہے  
لیکن ہم نے اجماع کے ساتھ آیت کریمہ کے ظاہر  
کو ترک کر دیا ہے۔ اور جو شرابیں ہمارے درمیان  
قنازہ میں ان کے قلیل کی حرمت پر اجماع واقع نہیں  
ہو لہذا ان کا قلیل آیت کریمہ کے ظاہر کے وجہ سے

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں مندرمایا کہ  
ابن قیم نے کتاب الاشربة میں اپنی سند کے ساتھ  
حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
کے بارے میں ذکر کیا کہ انہوں نے اور انکے ساتھیوں  
نے ایک ویر میں گارھی بنیہ پی تو ان سے کہا گیا  
اسے ابن رسول! ہمیں بنیہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ

قال شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ  
تعالم فب شرحہ ذکر ابن قتیبہ  
فی کتاب الاشربة باسنادہ عن زید بن علی بن  
الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انه شرب  
هو واصحابہ بنیہ اشدیدا فی ولیسمہ  
فقیل له یا ابن رسول اللہ حدثنا

بحدیث سمعته من أبائك عن رسول الله  
 صلى الله تعالى عليه وسلم في التبعيد  
 فقال حدثني أبي عن جدي علي بن ابي طالب  
 رضي الله تعالى عنهم عن النبي  
 صلى الله تعالى عليه وسلم انه  
 قال ينزل امّ القیاس من اهل  
 بني اسرائيل حذوا القذة بالقذة  
 والنعل بالنعل ان الله تعالى ابتلى نوح  
 اسرائيل بنهر طافوت واحمل لهم  
 منه الخرفة وحرم منه الرقی وان الله ابتلاكم  
 بهذا النبيذ واحمل منه الرقی وحرم  
 منه السكر وحديث ابن زياد  
 السدي مرويا عن ابن عمر في مسئلة  
 الخليليين من اول الدلائل وان  
 المراد ما رواه الخصم القدر المسكر  
 لا القليل لان احد رواة الحديث  
 الذي احتج به الخصم ابن عمر  
 فلو كانت القليل هو المراد لم يحصل  
 بخلاف ما رواه ولم يفسقه  
 ابن زياد وكذلك قول ابن عباس  
 رضي الله تعالى عنهما حرمت  
 الخمير بعينها والسكر من  
 حلال شراب دليل على ان  
 المراد من حديث الخصم القدر  
 المسكر لا المسكر لان احد رواة

تعالى عليه وسلم کی وہ حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے  
 آباؤ اجداد سے سنی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ  
 سے حدیث بیان کی میرے والد نے انہوں نے  
 میرے جد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں  
 نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ میری  
 امت بنی اسرائیل کے طور طریقے اپنا کر یوں انکے  
 برابر ہو جائیگی جیسے تیر تیر کے اور جو ناجوڑتے کے برابر  
 ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا امتحان  
 نہر طافوت کے ساتھ لیا کہ ان کے لئے پتھر بھر پانی  
 حلال اور سیر ہو کر پینا حرام کیا اور تمہارا امتحان  
 اللہ تعالیٰ نے اس خبذ کے ساتھ لیا، اس کو سیر ہو کر  
 پینا حلال اور حد نشہ تک پینا حرام کیا ہے۔ حدیث  
 ابن زیاد جس کو ہم نے مسئلہ خلیطین میں حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا وہ اس  
 کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور مخالف نے  
 جو روایت کیا ہے اس سے مراد قدر مسکر ہے  
 نہ کہ قلیل کیونکہ مخالف نے جس حدیث سے استدلال  
 کیا ہے اس کے راویوں میں سے ایک سیدنا  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اگر اس سے قلیل  
 مراد ہوتا وہ اپنی روایت کے خلاف نہ کرتے اور  
 نہ ہی ابن زیاد ان کی طرف فسق کو مسوب کرتے۔  
 اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول  
 کہ غرقو بعینہ حرام ہے جبکہ باقی شرابوں سے نشہ آور  
 حرام ہے اس بات کی دلیل ہے کہ مخالف کی  
 روایت کردہ حدیث سے مراد قدر مسکر ہے نہ کہ قلیل

فذلك الحديث اجاب عباس رضي الله تعالى  
 عنهما فيبعد في القول ان يروي  
 ابن عباس حديثا ثم يقول  
 بخلافه ، وقد اطلب الكوفي رحمه الله  
 في رواية الآثار عن الصحابة  
 والتابعين بالاسانيد الصحاح  
 في مختصره في تحليل النبيذ الشديد  
 تركها ذكرها مخافة التطويل و  
 الحاصل ان الكاظم من اصحاب  
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
 واهل بيته واهل بيته واهل بيته  
 ابى مسعود رضي الله تعالى عنهم كانوا يحللون  
 شرب النبيذ وكذا الشعبي وابراهيم النخعي  
 وقال في شرح الاقطر وقد سلك بعض الجهال  
 في هذه المسئلة طريقة قصد بها الشنيع و  
 الفسوق عند العوام كما ضاق عليه طريق  
 الحجة فقال دوى عن النبي صلى الله تعالى  
 عليه وسلم انه قال ليس شرب ناس  
 من امتي الخمر ويسمونها باسماء قال  
 هذا القائل وهم اصحاب ابى حنيفة  
 وهذا كلام جاهل بالاحكام والنقل  
 والآثار ومتعصب قليل الوسع لا يبالى  
 ما قال ثم يقال له هذا  
 القائل ما رويت بهذا القول اصحاب ابى حنيفة  
 رضي الله تعالى عنه وانما السلف الصالح اسدت

کیونکہ حدیث مذکور کے راویوں میں سے ایک سیدنا  
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں اور یہ بات عقل  
 سے بعید ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک  
 حدیث روایت فرمائیں پھر خود اس کے خلاف فرمائیں  
 گادھی بنید کے حلال ہونے سے متعلق صحابہ و تابعین  
 کے آثار کو صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے میں امام  
 کوفی علیہ الرحمۃ نے اپنی مختصر میں بہت طرالت فرمائی  
 ہم نے طرالت کے ذریعے ان کے ذکر کو ترک کر دیا۔  
 خلاصہ یہ کہ اکابر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم اور اہل بیت جیسے حضرت عمرؓ علیؓ عبد اللہ ابن مسعودؓ  
 اور ابوسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم بنید کے پینے کو  
 حلال قرار دیتے تھے اور یہی موقف ہے شعبی اور  
 ابراہیم نخی کا۔ شرح اقطع میں ہے ایک جاہل نے  
 اس مسئلہ میں ایسا راستہ اختیار کیا جس سے اس کا  
 مقصد لوگوں کے ہاں برائی اور فسق کو رائج کرنا ہے  
 جب اس کے لئے دلیل کا راستہ تنگ ہو گیا تو  
 اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کافران ہے میری امت میں سے کچھ لوگ خمر و  
 شراب پئیں گے اور اس کے مختلف نام رکھیں گے  
 وہ لوگ امام ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں۔ یہ اس کا  
 کلام ہے جو احکام، فعل اور آثار سے جاہل اور  
 متعصب اور قوی میں بہت گھٹیا ہے، اس کی  
 پروا نہیں کرنا کہ وہ کیا کہ رہا ہے۔ پھر اس قائل کو  
 کہا جاسے کہ جو کچھ تو نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اس سے تیرا

ولم یکنک التصویح بذلك لان اصحاب  
ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما ابتدوا  
فی ذلك قولاً بیل قالوا ما قالہ اصحاب  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ووجوہ التابعین وخواصہم وکیف یظن  
بعضہم وعلی وابن مسعود وابن عباس و  
عصام بن یاسر وعلقمہ بن الاسود  
انہم شربوا الخمر غلطاً فی اسمہا حق  
استدرك علیہم هذا القائل حقیقۃ  
الاسم ویحسن الظن بنفسه ویسوف  
الظن بسلفہ ان هذه الجبراة فی  
الدين و قال شیخ الاسلام خواصہ وخواصہ  
فی شرحہ روی امت مرچا سال ابراہیم  
العربی فی مدینۃ السلام فی جامع المنصور  
بالجانب الغربی فقال لنا امام یشرب  
التبید فأصلی خلفہ فقال له ابراہیم  
اسألت لواءک علقمہ والاسود اکت تھل  
خلفہما قال نعم ولم یفہم السائل الجواب  
فأعاد السؤال فقال له ابراہیم  
قد اجبتک والقیاس مع ابي حنیفۃ  
والجب یوصف مرجمہما اللہ تعالیٰ  
لان اللہ تعالیٰ لم یحرم  
شیئاً یقصدہ الناس من المحرمات  
فی الدنیا الا باح ما یفتی  
عنہ الا تریک انہ لما حرم

ازادہ سلف صالحین ہیں جس کی تصریح کرنا میرے لئے  
ممکن نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
اصحاب نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کچھ کہا ہے  
جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور  
معزز و زاہد تابعین نے کہا ہے۔ اس کا کیا گمان  
ہے حضرت عمر علی، ابن مسعود، ابن عباس، عمار بن  
یاسر اور علقمہ بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے  
میں، کیا انہوں نے نام تبدیل کر کے شراب پی۔ حتیٰ کہ  
اس قائل نے ان پر حقیقی نام کے ساتھ اصلاح کی  
اور اپنے بارے میں حسن ظن جبکہ اسلام کے بارے  
میں برا گمان کیا، بلاشبہ یہ دین میں جبارت ہے۔  
شیخ الاسلام خواصہ وخواصہ نے اپنی شرح میں کہا مروی  
ہے کہ ایک شخص نے مدینۃ الاسلام کی جامع منصور کی  
جانب غربی میں ابراہیم عربی سے سوال کیا کہ ہمارا  
امام نبینہ چتا ہے کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ دیا کریں؟  
تو ابراہیم نے کہا تیرا کیا خیال ہے اگر تو علقمہ و اسود  
کو پالے تو کیا تو ان کے پیچھے نماز پڑھے گا؟ اس نے  
کہا ہاں، حالانکہ وہ سائل ابراہیم عربی کے جواب کو  
نہ سمجھ سکا چنانچہ اس نے دوبارہ وہی سوال کیا  
تو ابراہیم نے فرمایا بیشک میں تجھے جواب دے چکا  
ہوں۔ قیاس امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہما کا مؤید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں  
محرمات میں سے کوئی چیز حرام نہ فرمائی جس کا مقصد  
لوگ کرتے ہیں مگر اس میں سے اتنا کچھ مباح فرمایا  
جس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوتی ہو۔ کیا تو نے



دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب خنزیر و مردار کا گوشت حرام فرمایا تو کچھ اقسام گوشت کی حلال بھی فرمادیں جس سے لوگ اپنی حاجت پوری کرتے ہیں اور جب محرمات سے نکاح اور دو آپس میں محرم حرام کو نکاح میں بھیج کرنا حرام کیا تو غیر محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال فرمایا۔ اسی طرح یہاں شراب کے مسئلہ میں ہوگا کیونکہ فرحت بخش شراب بھی ایک شے ہے جس کا لوگ قصد کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی کچھ انواع کو حرام کیا تو اس کی کوئی قسم حلال بھی ضرور ہوگی جس سے لوگ نفع اٹھائیں اور وہ اس کے قائم مقام ہو جائے اور یہ بات شیخی کے قول میں حاصل ہوتی ہے، لیکن جنہوں نے شراب کی فرحت بخش تمام اقسام کو حرام قرار دیا کہ اس کی جنس میں سے کوئی نوع بھی مباح نہیں پائی جاتی تو یہ خلاف اصول ہے اور خلاف اصول جائز نہیں (۱) باختصار (ت)

لحم الخنزیر والمیتۃ اباح انواعا من اللحم لغنی عنها ولما حرم نکاح المحارم والجمع بین المحارم اباح من الاجنبیات كذلك ههنا فالشراب المطرب شمس یقصد به الناس فلما حرم منه انواعا یجب ان یکون نوع منه مباحا یغنی عنه و یقوم مقامه وذلك فیما قاله فاما من حرم جمیع انواع الاشریۃ المطریۃ بحیث لا یوجد من جنسه مباح یکون ذلك خلاف الاصول و خلاف الاصول لا یجوز احده باختصار

محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الموطن میں فرماتے ہیں،

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہیں خبر دی کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لائے تو اہل شام نے اپنی سرزمین پر دباہ اور گرائی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس شراب کے علاوہ کوئی علاج موافق نہیں آتا۔ آپ نے فرما، شہد یو، انھوں نے کہا ہمیں شہد موافق نہیں آتا۔ اسی علاقے کے

اخبرنا مالك اخبرنا داؤد بن الحصین عن واقد بن عمر بن سعد بن معاذ عن محمود بن لبید الانصاری عن حمیر بن الخطاب حین قدم الشام شکى الیہ اهل الشام دباہ الامر من او ثقلها قالوا لا یصلح لنا الا هذا الشراب قال اشربوا العسل قالوا لا یصلحنا العسل قال له رجل من اهل الامر من ههنا هل لك ان

اجعل لك من هذا الشراب شيئاً  
لا يسكر قال نعم فطبخوه حتى ذهب  
ثلثاه وبقى ثلثه فأتوا به  
إلى عمر بن الخطاب فادخل  
أصبعه فيه ثم رفع يده فقبضه  
بتمط فقال هذا الطلاء مثل  
طلاء الأبل فامسحهم ان يشربوه  
فقال عبادة بن الصامت  
أحلتها والله قال حلت والله  
ما أحلتها اللهم اني لا اهل  
لهم شيئاً حرمته عليهم  
ولا احرره عليهم شيئاً أحلته  
لهم قال محمد (سبحه)  
الله تعالى عليه) و بهذا  
ناخذ لا بأس بشرب  
الطلاء الذي قد ذهب  
ثلثاه وبقى ثلثه وهو  
لا يسكر فاما كل معتق  
يسكر فلا خير فيه

ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ وحبت  
رکتے ہیں کہ میں آپ کے لئے ایسی شراب تیار کروں  
جو نشہ نہ دے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ان لوگوں نے  
انگور کے شیرہ کو اس حد تک پچایا کہ دو تہائی  
خشک ہو کر ایک تہائی رہ گیا وہ حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے پاس لائے۔ آپ نے اس میں انگلی  
داخل کر کے باہر نکالی تو وہ آپ کی انگلی کے ساتھ  
چمٹ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کی طلاء کی مثل  
طلاء ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ اس کو پیو۔  
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا  
کیا بخدا آپ نے اس کو حلال قرار دے دیا ہے؟  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہرگز نہیں  
بخدا میں نے اس کو حلال نہیں کیا، اے اللہ!  
جو چیز تو نے ان پر حرام کی ہے میں اس کو ان پر  
حلال نہیں کرتا اور جو تو نے ان پر حلال کیا میں  
اس کو ان پر حرام نہیں کرتا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے  
فرمایا اہم اسی سے اخذ کرتے ہیں کہ ایسے طلاء  
کے پینے میں کوئی عرج نہیں جس کا دو تہائی خشک  
ہو کر ایک تہائی باقی رہے اور وہ نشہ نہ دے۔  
لیکن ہر پانی نشہ آور شراب میں کوئی خیسر  
نہیں۔ (د)

نیز کتاب الکفار میں فرماتے ہیں:

ہیں امام ابو حنیفہ نے سلیمان شیبانی سے خبر دی  
انہوں نے ابن زیاد سے روایت کی کہ انہوں  
(ابن زیاد) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روزہ

اخبرنا ابو حنیفہ عن سلیمان الشیبانی عن  
ابن زیاد انه اخطى عند عبد الله بن عمر  
رضي الله تعالى عنهما فسقاها شرابا له

یہ ابو اسحاق سلیمان بن ابی سلیمان کوئی  
جو تختہ تابعین اور صحاح ستہ کے راویوں  
میں سے ہیں ۱۲ منہ دست

سید مرتضیٰ نے کہا حق سے اشبہ ہے کہ یہ محمد بن  
زیاد شعبہ کے شیوخ میں سے ایک ہیں انہوں  
نے "الرجل جبار" والی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ بات امام  
مذہبی نے مختصر السنن میں ذکر کی اور یہ امام ابی حنین  
کے ہم زمان ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ ابن زیاد بھی ابوالخوار  
مدنی ہیں جو بعد میں لغوی میں مقیم ہو گئے تھے ہیں صحاح ستہ  
کے راویوں میں ہیں دارقطنی نے سنن میں آدم بن ایاس  
کے طریق سے عن شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ  
فرمایا الرجل جبار سید مرتضیٰ نے اپنے گمان  
کی بیان پر یہ بیان کیا ہے جبکہ منصوص یہ ہے  
کہ وہ عبد اللہ ہیں، امام بدر الدین محمد نے بتایا  
میں ابن زیاد کی اس حدیث کے بعد کہا ابن زیاد  
سید عبد اللہ بن زیاد ہے اور باقی اگلے صفحہ پر

عليه هو ابو اسحق سليمان بن ابي سليمان الكوفي  
من ثقات التابعين ورجال الستة ۱۲ منہ

عليه قال السيد المرتضى الاشبه انه محمد  
بن زياد احمد شيوخ شعبه روى  
عن ابی هريرة حديث الرجل جبار  
ذكره المنذرى في مختصر السنن وهو  
من اقرب ابن سيرين قلت هو ابن زياد  
الجبلي او الحارث المدني تزيل بعد البصرة  
ثقة ثبت من رجال الستة روى  
الدارقطني في السنن من طريق آدم  
بن ابي اياس عن شعبه عن محمد بن  
زياد عن ابی هريرة عن النبي صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم قال الرجل جبار هذا  
ما بدأه السيد طنا والمنصوص عليه  
انه عبد الله قال الامام البدر و محسود  
في البسنية بعد ذكر الحديث ابن زياد  
هو عبد الله ابن زياد اهـ

لَكَانَ اخَذَ فِيهِ فَلَمَّا اصْبَحَ قَالَ  
 مَا هَذَا الشَّرَابُ مَا كُنْتُ اِهْتَدِي  
 اِلَى مَسْزِلٍ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ مَا نَدَانَاكَ  
 عَلِيٌّ بِجُحُودٍ وَزَيْبٌ قَالَ مَعْمَدٌ وَ  
 بِهِ نَاخِذٌ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ حَنِيفَةَ  
 احْبِرْنَا ابُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ  
 قَالَ كُنْتُ اتَّقَى التَّبَعِيَّةَ فَدَخَلْتُ  
 عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَهُوَ يَطْعَمُ  
 فَطَعِمْتُ مَعَهُ فَاَوْقَبَ قَدْ حَا  
 مِنْ نَبِيذٍ فَلَمَّا رَأَى  
 اِبْطَافَ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِي  
 عَلْقَمَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
 بْنِ مَسْعُودٍ اَنْتَهَ كَانَتْ  
 مِنْ بَطَاطِعِهِمْ عِنْدَهُ ثُمَّ  
 دَعَا بِنَبِيذٍ لَهُ تَنْبِذَهُ

اظهار کیا تو آپ نے ابن زیاد کو اپنے ہاں سے شراب  
 پلائی تو گویا کہ اس نے ابن زیاد میں کچھ اثر کیا جب  
 صبح ہوئی تو ابن زیاد نے کہا یہ کیا شراب ہے یوں  
 لگا کہ میں اپنے گھر کی طرف راہ نہ پاؤں گا۔ حضرت  
 عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے  
 تو آپ کے لئے بخود اور زبیب پر کوئی شے زیادہ  
 نہیں کی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی سے اخذ کرتے  
 ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ یہیں امام ابو حنیفہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حماد سے خبر دی انہوں  
 نے کہا کہ میں غنیمہ سے پرہیز کرتا تھا میں ابراہیم کے پاس  
 گیا وہ کھانا کھا رہے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ  
 کھانا کھانا پھر غنیمہ کا ایک پیالہ لایا جب ابراہیم  
 نے مجھے اس سے پس و پیش کرتے ہوئے دیکھا تو کہا  
 مجھے علقمہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 حدیث بیان کی کہ میں بسا اوقات ان کے ہاں کھانا

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

قُلْتُ يَعْنِي اَبَا مَرْيَمَ الْاَسَدِيَّ الْكُوفِيَّ  
 مِنْ ثِقَاتِ التَّابِعِينَ وَرِجَالِ الْبُخَارِيِّ  
 فِي التَّهْذِيبِ ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي  
 الثَّقَاتِ وَقَالَ فِي تَهْذِيبِهِ قَالَ  
 الْعَبْدِيُّ كُوفِي ثِقَةٌ وَقَالَ الدَّارِقُطْنِيُّ  
 ثِقَةٌ يَلَهُ

میں کہتا ہوں ابن زیاد یعنی ابو مریم اسدی کوفی  
 جو ثقہ تابعین اور بخاری کے راویوں میں  
 شمار ہیں، تہذیب میں ہے کہ ابن حبان نے اسکو  
 ثقہ لوگوں میں ذکر کیا ہے اور تہذیب والے نے  
 فرمایا کہ بخاری نے کہا کہ وہ کوفی ثقہ میں شمار ہیں،  
 دارقطنی نے کہا وہ ثقہ ہیں۔ (ت)

۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص ۱۸۲ ص

۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵ ۲۲۱/۵

سيرت امرؤا عبد الله فشرب و  
وسقاه له. أخبرنا ابو حنيفة قال  
حدثنا ابو اسحق السبيعي عن  
عمر بن ميسون الادعي عن عمر  
بن الخطاب رضي الله تعالى عنه  
قال انت للمسلمين جزورا لطعامهم  
وان العتق منها لآل عمر، و انه  
لا يقطع هذه الابل في بطوننا الا  
النبيذ الشديد - أخبرنا  
ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان  
عمر رضي الله تعالى عنه اتي باعراي  
قد سكر، فطلب له عذرا فلما  
امس به (الاذهب عقل) قال  
اجلسه فاذا صاح فاجلسه واما  
بفضلة فضلت في ادواته، فذاقها  
فاذا نبه شد يد صمتهم، فدعا  
بماء فكسره (وكانت عمر رضي الله  
تعالى عنه يحب الشراب  
الشديد) فشرب وسقى  
جلساء ثم قال  
هذا اكسروا بيا السماء  
اذا غلبكم شيطانك  
أخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن

کھانا، پھر انھوں نے نبیہ طلب فرمائی جو ان کی ام ولد  
 سیرینہ نے ان کے لئے تیار کی تھی جس کو ابن مسعود  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلائی۔  
 ہمیں امام ابو حنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ خبر دی کہ  
 حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
 فرمایا اللہ اور مسلمانوں کے کھانے کے لئے ہیں  
 اور ان میں سے پرانے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کے لئے ہیں اور بیشک ان اونٹوں کو بیٹوں میں  
 سوائے گاڑھی نبیہ کے کوئی شے ہضم نہیں کرتی۔  
 ہمیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سند کے  
 ساتھ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس  
 ایک اعزابی لایا گیا جو فٹے میں تھا آپ نے اس سے  
 غرہ پوچھا تو سوائے خرابی حئل کے اس کے عاجز  
 پایا، آپ نے فرمایا اس کو روک رکھو جب ہوش  
 میں آئے تو اس کو کوڑے لگاتو۔ اور حضرت عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے برتن میں بچی ہوئی  
 شراب منگوائی اور اُسے چکھا تو وہ گاڑھا نبیہ تھا جو کہ  
 مفتح ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوا یا اور اس نبیہ  
 کی تیزی کو توڑا (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گاڑھی  
 شراب کو پسند فرماتے تھے) پھر اُسے پیا اور شرکار  
 مجلس کو پلایا۔ پھر فرمایا کہ جب اس شراب کا شیطان  
 تم پر غالب آجائے تو پانی سے اس کی تیزی توڑ دیا کرو۔  
 ہمیں امام ابو حنیفہ نے حماد سے انھوں نے

ابراہیم انہ کان یشرب الطلاء  
قد ذهب ثلثاء وبقی ثلثہ و یجعل لہ منہ  
نبیذ ، فیترکہ حتی اذا اشتد شربہ ولم یر  
بذلک بأسا ، قال محمد وھو قول  
ابی حنیفۃ - أخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا  
الولید بن سیرم (مولى عمرو بن حریث)  
عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
انہ کان یشرب الطلاء علی النصف قال محمد  
ولسنا نأخذ بہذا ولا ینبغی لہ ان یشرب  
من الطلاء الا ما ذهب ثلثا وبقی ثلثہ  
وھو قول ابی حنیفۃ - أخبرنا ابو حنیفۃ  
عن حماد عن ابراہیم قال ما سکرہ کثیرا  
فقلیلہ حرام خطاء من الناس ، انما  
امرادوا السكر حرام من کل شراب

ابراہیم سے خبر دی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے جس کا  
دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی بچ گیا ہو اس سے  
ان کے لئے نبذ بنائی جاتی تھی تو وہ اس کو چھوڑے  
رکتے یہاں تک کہ جب وہ جو شش کھا کر سخت چڑاتی  
تو اس کو پی لیتے اور اس میں وہ کوئی عرج نہ دیکھتے۔  
امام محمد نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے ۔  
بہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی انہوں نے  
فرمایا کہ ہمیں ولید بن سیرج (مولى عمرو بن حریث)  
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
بارے میں حدیث بیان کی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے  
جس کا نصف خشک ہو گیا ہوتا ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ  
نے فرمایا کہ ہم اس سے اخذ نہیں کرتے اور انہیں  
ایسا طلاء نہیں مینا چاہئے سوائے اس کے کہ  
اس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی رہ جائے  
اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ کا ۔ بہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے  
خبر دی کہ ابراہیم نے فرمایا کہ ہر وہ شراب جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل حرام ہے ، یہ لوگوں کی خطا ہے جیسک  
اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شراب سے نشہ حرام ہے ۔ (ت)

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں ،

حدثنا فہد ثنا ابو نعیم قال ثنا مسعر بن  
کذا اور عن ابی عون الشافعی عن عبد اللہ  
بن شداد بن الہاد عن عبد اللہ بن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت الخمر

حضرت عبد اللہ بن شداد بن الہاد سیدنا عبد اللہ  
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے  
ہیں ابن عباس نے فرمایا کہ خمر پر تو بعینہ حرمت واقع  
ہوتی اور اس کے ماسوا دیگر شرابوں کی نشہ آور مقدار

بعينها والمسكر من كل شراب فاخسبر  
ابن عباس ان المحرمة وقعت على الخمر  
بعينها وعلى السكر من سائر الاشربة  
سواها فثبت بذلك ان ما سوى  
الخمر الق حرمت مما يسكر كشيء  
قد ابيح شرب قليله الذي لا يسكر  
على ما كانت عليه من الاباحه  
المتقدمة تحريم الخمر وان  
التحريم الحادث انما هو في عين الخمر و  
السكر ما في سواها من الاشربة فاحتمل ان  
تكون الخمر المحرمة هي عصير العنب  
خاصة واحتمل ان يكون كل ما خمر من  
عصير العنب وغيره فلما احتمل ذلك وكانت  
الاشياء قد تقدم تحليلها بجملة ثم حدث  
تحريم في بعضها لم يخرج شيء مما قد اجمع  
على تحليله الا باجماع ياتي على تحريمه  
ونحن نشهد على الله عز وجل انه حرم  
عصير العنب اذا حدثت فيه صفات الخمر  
ولا نشهد عليه انه حرم ما سوى  
ذلك اذا حدثت فيه مثل هذه  
الصفة فالذي نشهد على  
الله تعالى بتحريمه اياها هو  
الخمر الذي امكننا بتاويلها  
من حيث قد امكننا بتاويلها والذي  
لا نشهد على الله انه حرم

حرام ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے  
خبر دی کہ بیشک حرمت خبر پر تو بعینہ واقع ہوتی جبکہ  
باقی شرابوں کی اتنی مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو  
چنانچہ ثابت ہو گیا کہ خمر کے علاوہ جس کی زیادہ مقدار  
نشہ آئے وہ حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار جو نشہ  
نہ آئے وہ حسب سابق مباح ہے جیسا کہ خمر کے  
حرام ہونے سے پہلے مباح تھی اور جو حرمت نئی  
نازل ہوئی وہ عین خمر اور دیگر شرابوں کے نشہ کے باعث  
میں سے چنانچہ اس بات کا احتمال ہے کہ حرام شدہ  
خمر خاص مجروروں کا رس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے  
کہ ہر وہ چیز جس سے خمر بنے وہ حرام ہے چاہے وہ  
انگور کا رس ہو یا کچھ اور تو جب اس بات کا احتمال  
موجود ہے اور تمام اشیاء شریع میں حلال تھیں پھر  
بعد میں تحریم وارد ہوئی تو جس شئی کے حلال ہونے  
پر اجماع ہے وہ حلال ہونے سے اس وقت تک  
غائب نکلے گی جب تک اس کے حرام ہونے پر  
اجماع واقع نہ ہو اور ہم اس بات پر گواہی دیتے  
ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انگور کے رس کو حرام فرمایا  
جب اس میں خمر کی صفات پیدا ہو جائیں اور ہم  
یہ گواہی نہیں دیتے کہ انگور کے رس کے علاوہ  
جن اشیاء میں یہ صفت پیدا ہو جائے اسے بھی اللہ تعالیٰ  
نے حرام کیا لہذا جس چیز کے حرام ہونے پر ہم گواہی  
دیتے ہیں وہ خمر ہے جس کے معنی پر ہم یقین رکھتے  
ہیں جیسا کہ اس کے نازل کئے جانے پر ہمارا ایمان  
ہے اور جس چیز کی حرمت پر ہم یہ گواہی نہیں دے سکتے

هو الشراب الذي ليس بنخم فاما كان من  
نخم فقليله وكثيره حرام وما كانت مما  
سوى ذلك من الاشربة فالسكر  
منه حرام وما سوى ذلك منه مباح  
هذا هو النظر عندنا وهو قول ابي حنيفة  
وابن يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى  
غير نقيم النبي والتمس خاصة  
فانهم كرهوا وليس ذلك عندنا في  
النظر كما قالوا ولكن اصحابنا خالفوا  
ذلك للتاويل الذي تاولوا عليه حديث  
ابن هريرة والنس الذين ذكرنا وشرح  
رواه عن سعيد بن جبیر انه قال  
في ذلك هي النخم فاجتنبها

کہ اس کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ خمر کے علاوہ دوسری  
شرابیں ہیں۔ چنانچہ جو خمر ہے اس کا قیل اور کثیر  
سب حرام ہے اور جو اس کے ماسوا دیگر شرابیں ہیں  
ان میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے باقی مباح ہے  
ہمارے نزدیک یہی قیاس ہے اور یہی قول ہے  
امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا رحمہ اللہ  
تعالیٰ علیہم، جبکہ کشمش اور کھجور کے رس کو انھوں  
نے مکروہ قرار دیا اور ہمارے نزدیک قیاس میں  
ایسا نہیں جیسا کہ انھوں نے کہا پس لئے کہ جو بات  
ہم متفق علیہ دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ رس چاہے کچا ہو  
یا پکا دونوں صورتوں میں برابر ہے اور پکالے سے  
وہ حلال نہیں ہو سکتا جبکہ وہ پکانے سے پہلے  
حلال نہیں تھا البتہ ایسا پکانا جو اس کو رس کی حد

سے نکال دے اور وہ شہد کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اب اس کا حکم وہی ہوگا جو شہد کا ہے۔ پس  
ہم دیکھتے ہیں کہ کشمش اور کھجور کا پکا ہوا رس بالاتفاق مباح ہے۔ اب قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں  
میں بھی حکم ایسا ہی ہو لہذا کھجور اور انگور کا نجس اور پکا ہوا رس برابر ہوئے جس طرح انگور کا کچا رس  
اور اس کا پکا ہوا برابر ہے یہی قیاس ہے لیکن ہمارے اصحاب نے اس میں اختلاف کیا اس  
تاویل کی بنیاد پر جو انھوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں بیان کی  
جی کہ ہم ذکر کر چکے اور اس حدیث کی بنیاد پر بھی جو انھوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کی کہ انھوں نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ خمر ہے لہذا اس سے بچو۔ (مت)

اسی میں ہے :

حدثنا فہد (فذا کو بسندہ) عن  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ  
قد نے اپنی سند کے ساتھ ہمیں حدیث بیان  
کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں تھے کہ



كان في سفر فائق بنميم فشرّب منه  
فقطب ثم قال ان نبيذ الطائف له  
غرام فذكروا شدة لا احفظها ثم دعا  
بماء فصب عليه ثم شرّب - حدثنا  
ابوبكر (بسند) عن عمرو بن  
ميمون قال شهدت عمر حين  
طعن فحياء الطيب فقال اى  
الشراب احب اليك قال النبيذ  
فائق بنميم فشرّب منه  
فخرج من احدى طعنيه -  
حدثنا روح بن الفرج (بسند)  
عن عمرو بن ميمون  
مشطه وزاد ان عمر كان يقول  
انا فشرّب من هذا النبيذ  
شرابا يقطع لحوم الابل  
فبطوننا من ان يؤذينا  
قال وشرّبت من نبيذ  
فكانت اشد النبيذ قلت  
ورواه ابن ابي شيبة  
حدثنا ابو الاحوص عن  
ابن اسحق عن عمرو  
بن ميمون قال قال  
عمر انا فشرّب هذا

آپ کی خدمت میں نبیذ لائی گئی تھی جسے آپ نے پیا پھر  
ماتھے پر شکن ڈالا اور فرمایا طائف کی نبیذ میں  
جوکت ہے اور اس کی شدت کا ذکر فرمایا جو مجھے  
یاد نہیں۔ اس کے بعد پانی منگو کر اس پر ڈالا پھر  
نوش فرمایا۔ حضرت ابو بکر اپنی سند کے ساتھ  
عمر بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے  
کہا میں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کو نیزہ چھو کر  
زخمی کر دیا گیا تھا آپ کے پاس طیب آیا اور کہا  
کہ آپ کو کتنا مشروب زیادہ پسند ہے آپ  
نے فرمایا نبیذ۔ چنانچہ نبیذ لائی گئی تو آپ نے اسکو  
پیا جو آپ کے دو زخموں میں سے ایک سے باہر  
نکل گئی۔ روح بن فریح نے اپنی سند کے ساتھ  
عمر بن میمون سے اسی کی مثل روایت کی مگر اس  
میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمر بن میمون نے بتایا کہ  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے ہم اس  
نبیذ سے ایسا مشروب پیتے ہیں جو ہمارے پیٹوں  
میں اونٹ کے گوشت کو نقصان دینے سے روکتا  
ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے ان کے نبیذ سے  
پیا جو سخت ترین نبیذ تھا۔ میں کہتا ہوں اس کو  
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ابو الاحوص نے  
حدیث بیان کی انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں  
نے عمر بن میمون سے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیشک ہم یہ سخت  
 شراب اس لئے پیتے ہیں تاکہ یہ ہمارے چٹوں میں اونٹوں  
 کے گوشت کی اذیت کو ختم کرے جس شخص کو اس شخص  
 کی شراب شک میں ڈالے تو وہ اس میں پانی ملائے۔  
 یہیں وکتیح نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں  
 اسمعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے حدیث  
 بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے عقبہ بن فرقد نے بتایا  
 کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر  
 ہوا تو آپ نے نبیہ کا مشروب منگوایا یا جو سرکہ  
 ہونے کے قریب تھا اور فرمایا پیو، میں نے اس کو  
 لے کر پیا تو مجھے کچھ خوشگوار نہ لگا، پھر آپ نے اس کو  
 لے کر پیا اور فرمایا اسے عقبہ! ہم یہ سخت نبیہ اس لئے  
 پیتے ہیں کہ یہ ہمارے چٹوں میں اونٹوں کے گوشت  
 کی اذیت کو ختم کرے۔ میں کہتا ہوں کہ اسمعیل  
 وہی ہیں جو امام حافظ ہیں ان کی بزرگی پر اتفاق ہے  
 احمسی، کوئی، ثقہ، ثبت، صحاح ستہ کے رجال  
 اور حفاظ تابعین میں سے ہیں۔ اور قیس مجہول نہیں  
 وہ امام، ثقہ، حافظ جلیل، مختصر، کوئی، صحاح  
 ستہ کے رجال اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔  
 اور عقبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں جو  
 کو فر میں قیام پذیر ہوئے، پس حدیث شرطہ شیخین پر  
 صحیح ہے جس کے راوی ابوبکر سے لے کر آخر سند  
 تک مسلسل کوئی ہیں۔ یہیں روح نے اپنی سند کے

الشراب الشدید لنقطع به لحوم  
 الابل فی بطوننا انت تؤذینا فمت  
 مرا به من شرابه شیء فلیمزجه  
 بالماء، حد ثنا وکیع ثنا اسمعیل  
 بن ابی خالد عن قیس بن  
 ابی حازم عن عقبہ بن فرقد  
 قال قدمت علی عمر فدعا بشریة  
 تبین قد کاد انت یصیر خلا فقال  
 اشرب فاخذتہ فشربته  
 فما کدت انت اسیفه ثم  
 اخذتہ فشربه ثم قال یا عقبہ  
 انا نشرب هذا النبیذ الشدید  
 لنقطع به لحوم الابل فی بطوننا  
 انت تؤذینا قلت و اسمعیل  
 هذا هو الامام الحافظ المتفق علی  
 جلالته احمسی، کوئی، ثقہ، ثبت،  
 من رجال الستة وحفاظ التابعین و قیس  
 من لایجهل امام ثقة حافظ جلیل  
 مختصر کوئی من رجال الستة و اکابر  
 التابعین و عقبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ صحابی نزل الکوفة قال حدیث  
 صحیح علی شرط الشیخین مسلسل  
 بالکوفیین من لدن ابی بکر الی اخوالسند۔



فی مصنفہ، حدیثنا علی بن  
مسہر عن الثیبانی عن حسان  
بن مغارق قال بلغنی عن عمر  
بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سایر من جلائف سفروکانت صائما  
فلما افطرا هو علی الحب قربة لعمر  
معلقة فیہا نبیذ فتشرب منها  
فسکر فضربه عمر الحد فقال له  
انما شربت من قوبتک فقال  
له عمر انما جلدتک لسكرک  
قلت وهذا امثل طوقه  
وما یخشى فی البلاغ من  
الا نقطاع فلا یضر عندنا و  
عند الجمهور القباب لیت  
للمراسیل - وروی عبد الرزاق  
اخبرنا ابن جریج عن  
اسمعیل ان رجلا عب  
فی شراب نبیذ لعمر بن الخطاب  
بطریق المدینة فسکر فترکه  
عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
حق افاق فحداه  
فقال الطحاوی حدیثنا

ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت  
فرمایا کہ میں نے علی بن مسہر نے اپنی سند کے ساتھ حدیث  
بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ایک شخص کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ روزہ دار  
تھا جب اس نے افطار کیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے ایک مشکیزہ کی طرف مائل ہوا جو  
لٹکا ہوا تھا اور اس میں نبیذ تھا اس نے پیا  
جس سے اسے نشہ ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
نے اس پر حد لگائی تو اس نے کہا میں نے تو  
آپ کے مشکیزہ سے پیا ہے، حضرت عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے تجھے تیرے  
نشے کی وجہ سے کڑے لگائے۔ میں کہتا ہوں  
یہ اس حدیث کے طرق میں سے عمدہ ترین ہے  
اور اس میں جو انقطاع کا خدشہ ہے وہ ہمیں  
نقصان نہیں دیتا اور نہ جمہور کو جو مسلسل حدیثوں  
کو قبول کرتے ہیں۔ عبد الرزاق نے روایت کیا  
کہ میں نے ابن جریج نے اسمعیل سے خبر دی کہ ایک  
شخص نے مدینہ کے راستے میں حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے نبیذ کو ایک ہی سانس میں پیاتو  
اسے نشہ ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
اُسے کچھ دیر چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اسے آفاق  
ہوا پھر اسے حد ماری۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ

فہمدا (بسنده) عن ابن عمر  
قال اتی (یعنی امیر المؤمنین) بنہین  
قد احلعت واشتد فشرب منه  
ثم قال انت هذا لشدید ثم  
امربماء فصبت علیہ ثم شرب  
هو واصحابہ ، حدثننا محمد  
بن خزیمہ (بسنده) عن  
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ ) ان عمر انتبذ لہ  
فی مزادۃ فیہا خمسة عشر و  
ستہ عشرون فذاقہ فوجدہ حلوا فقال  
کانکم اقلتم عسکرہ حدثننا ابن ابی داؤد

بہیں قدم نے اپنی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے غنم  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نبیذ لایا گیا جو  
مختصر اور سخت ہو چکا تھا آپ نے اس میں سے پیا  
پھر فرمایا بیشک یہ سخت ہے ، پھر پانی لانے کا حکم دیا  
اور اس پر پانی ڈالا پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب  
نے اس کو پی لیا ۔ ہمیں محمد بن خذیمہ نے اپنی سند  
کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کے لئے ایک مشکیزہ (قشر دان) میں  
جو کہ پندرہ سولہ رطل کے برابر تھا نبیذ بنایا گیا آپ  
تشریف لائے اُسے چکھا اور میٹھا پایا تو فرمایا گویا کہ  
تم نے اس کو تلخ کر دیا ہے ۔ ہمیں ابن ابی داؤد

عنہ عکر النبذ العتیق اذا ضیفت الی  
الجدید عجل اشتدادہ و ہذا  
معنف ماروعب النسائی فی سنہ  
عن سعید بن السیب انہ کانت  
یکرم حکل ثوب ینبذ علی عسکر  
وایضا عنہ انہ قال فی النبذ خمرہ  
دُرِیۃ ام اعم جعلہ عسکرہ مسکرا  
فکانت امیر المؤمنین انکر علیہم  
تقلیل العسکر حتی بقی الی الا  
حلوا ولم یشتد واللہ تعالیٰ اعلم قالہ  
الفقیہ المجیب عفر اللہ تعالیٰ منہ ۱۲

عن عکر النبذ " پرانا نبیذ جو تازہ نبیذ کے ساتھ  
ملائے سے جلد تیزی حاصل کرتا ہے ۔ نسائی  
کی اپنی سنن میں سعید بن سیب سے روایت ہے  
کہ وہ پرانے نبیذ میں ملائے سے ہر نبیذ کو ناپسند کرتے  
تھے نیز ان سے نبیذ کے متعلق یہ روایت کہ اس کو  
پرانے نبیذ نے نشہ آور بنا دیا ، کا معنی یہی ہے ، گویا  
امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے قلیل پرانے نبیذ میں ملاوٹ  
کو ناپسند فرمایا کہ اس وجہ سے ابھی تک وہ میٹھا ہے  
اور شدید نہ ہوا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ یہ عجیب  
خبر اللہ تعالیٰ کا بیان سہ ۱۲ منہ ۔  
(ت)۔

(سبلغہ الی) عبد الرحمن بن عثمان  
قال صحبت عمر بن الخطاب الحف  
صكة فاهدي له راكب من ثقيف  
سطيحتين من بليذ فشرب عمر احدهما  
ولم يشرب الاخرى حتى اشتد ما فيه  
فذهب عمر فشرب منه فوجد  
قد اشتد فقال اكسروا  
بالسما، قلعت و ۳ و ۱۰  
عبد الرزاق قال الطحاوي  
فلما ثبت بما ذكرنا عن عمر اباحه  
قليل النبيذ الشديد وقد سمع  
رسول الله صلى الله تعالى عليه  
وسلم يقول كل مسكر حرام  
لا انت ما فعله دليلا ان  
ما حرم رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم من  
النبيذ الشديد هو المسكر منه  
لا غير فاما ان يكون سمع  
ذلك من النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم قولا او رواه  
عنه ناحيته ولا سيما  
اذا كانت فعله المذكور بحضرة  
اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن عثمان نے کہا کہ  
میں نے کھڑکڑ کی طرف سفر کے دوران حضرت  
عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار  
کی قبیلہ بنی ثقیف کے ایک وفد نے آپ کی خدمت  
میں خمیہ کے دو مشکیزے بطور ہدیہ پیش کئے حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک پی لیا  
اور دوسرے کو نہیں پایا یہاں تک کہ اس میں شہ  
آگئی پھر جب آپ نے اس کو پیا تو اس کو شدید  
پایا اور فرمایا پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو ۔  
میں کہتا ہوں اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا۔  
امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ان واقعات مذکورہ سے جب خمیہ شدید کی  
قلیل مقدار کا سہاگ ہونا ثابت ہو گیا مالا کما انھوں  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے  
منا ہے کہ ہر شہ آور حرام ہے تو آپ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کا فعل اس بات کی دلیل ہو گا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خمیہ شدید سے جو  
حرام فرمایا وہ شہ آور مقدار ہے نہ کہ اس کا غیر  
چاہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو  
یا ان کی اپنی یہ رائے ہو کیونکہ ہمارے نزدیک ان  
کی رائے حجت ہے خصوصاً جب کہ آپ کا یہ فعل  
مذکور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں واقع

فلَمْ يَنْكَرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مَنْكَرُ فَدَلَّ  
عَلَى تَابِعْتَهُمْ آيَاهُ عَلَيْهِ وَهَذَا  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ أَحَدُ النَّفَرِ  
الَّذِينَ رَوَوْا عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ  
مَسْكِرٍ حَرَامٌ قَدْ رَوَى عَنْهُ عَنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَا أَحَدُنَا أَبُو أُمِيَّةَ الْبَغْدَادِيُّ  
ثَنَا أَبُو نَعِيمٍ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ السَّلَامُ  
عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَخِي  
الْقَعْقَاعِ بْنِ شُوْذَبٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ  
شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ بِشَرَابٍ فَأَدْنَاهُ  
إِلَى فِيهِ فَقَطَّبَ فَرَدَّهُ فَقَالَ مَنْ جَبَلَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْرَامٌ هُوَ فَرَدَّ الشَّرَابَ ثُمَّ  
عَادَ بِهَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ذَكَرَ مَوْتَيْنِ  
أَوْ ثَلَاثَتَيْنِ قَالَ إِذَا اغْتَسَلْتُمْ  
هَذِهِ الْأَسْقِيَةَ عَلَيْكُمْ فَاسْكُرُوا  
مَتَوْنَهَا بِالْمَاءِ، قُلْتُ وَرَوَاهُ  
النَّسَائِيُّ فِي سُنَنِهِ بِسَنَدٍ بِمَعْنَاهُ  
أَحْمَدُ هُمَا أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ  
ثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ  
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَافِعٍ

چرا اور میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو اُن سب کا  
جناب غاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متابعت  
کرنا ان کے اس فعل کے صحیح ہونے کی دلیل ہے حضرت  
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے  
ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
سے یہ حدیث روایت کی کہ ہر شے اور حرام ہے۔  
انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ  
حدیث روایت کی جو ہیں ابو امیہ بغدادی نے اپنی سند  
کے ساتھ بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس شراب لائی گئی  
آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر ماتھے  
پر شکن ڈالی اور اس کو زود فرمادیا، ایک شخص نے  
عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کیا یہ حرام ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے پھر وہ شراب ڈالی اور اس میں پانی ڈالا  
اس کا دہن بارڈ کر کیا پھر فرمایا جب یہ مشکیزے  
تم پر سخت ہو جائیں تو پانی کے ساتھ ان کی تیزی کو  
توڑ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں اس کو امام نسائی نے  
اس کے معنی کے ساتھ دو سندوں سے روایت  
فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہیں زیاد بن ایوب  
نے خیر دی انہوں نے کہا کہ ہیں حدیث بیان کی  
ہشیم نے انہوں نے کہا ہیں عوام نے عبد الملک

قال قال ابن عمر بن الخطاب أخبرني  
 زياد بن ايوب عن ابي مطوية  
 ثنا ابو اسحق الشيباني عن  
 عبد الملك بن الزيات قال الطحاوي  
 حدثنا وهب بن عثمان البغدادي  
 ثنا ابو همام ثنا يحيى بن  
 تركي بن ابي ترادة عن اسمعيل بن  
 ابي خالد ثنا قرة العجلي ثنا عبد الملك  
 بن اخي القعقاع عن ابن عمر **ثقل**  
 بهذا السند رواه ابن ابي شيبة في مصنفه  
 فقال حدثنا وكيع عن اسمعيل بن  
 ابي خالد الزيات قال الطحاوي حدثنا  
 محمد بن عمرو بن يوسف بن ابي اسباط بن  
 محمد عن الشيباني عن عبد الملك بن  
 نافع قال سألت ابن عمر فقلت ان  
 اهلنا يبيذون نبيذنا في سقاء لو انه كره  
 لاخذفت فقال ابن عمر انما البغي على  
 من اراد البغي شهيد رسول الله  
 صلى الله تعالى عليه وسلم  
 عند هذا المركب واتاه من جيل  
 بقدر من نبيذ ثم ذكر مثل حديث  
 ابي امية غيرة

یہ نافع سے خبر دی انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اور دوسری سند یہ ہے  
 کہ مجھے زیاد بن ایوب نے ابو اسحاق شیبانی سے  
 انھوں نے کہا ہیں ابو اسحاق شیبانی نے  
 عبد الملک سے حدیث بیان کی الزیاد بن حماد نے  
 فرمایا ہیں وہب بن عثمان بغدادی نے اپنی سند  
 کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 اس کی مثل حدیث بیان کی۔ میں کہتا ہوں اسی  
 سند کے ساتھ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے  
 مصنف میں روایت فرمایا اور کہا ہیں وکیع نے  
 اسمعیل بن ابی خالد سے بیان کی الزیاد بن حماد نے  
 فرمایا ہیں محمد بن عمرو بن یوسف نے اپنی سند کے  
 ساتھ حدیث بیان کی کہ عبد الملک بن نافع نے کہا  
 میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرتے  
 ہوئے کہا کہ ہمارے گھر والے مشکیزے میں غبیرہ  
 بنا تے ہیں اگر میں اس کو زیادہ پی لوں تو وہ میرے  
 اندر فتنہ پیدا کرتی ہے۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 نے فرمایا: اے اس پر ہے جو گناہ کا ارادہ کرے  
 میں اس رکن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے  
 پاس ایک شخص غبیرہ کا پیالہ لایا پھر ابن عمر نے  
 حدیث ابن امیہ کی مثل ذکر فرمایا سوائے اس کے

لے سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر اخبار النبي اقل بها من ابا ج الزور محمد كازخانة تجارت كتيب كراچی ۲/۲۲۲  
 لے سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر اخبار النبي اقل بها من ابا ج الزور محمد كازخانة تجارت كتيب كراچی ۲/۲۲۲  
 شرح معاني الآثار باب ما يكرم من النبیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۹۰  
 سنن المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاثریہ حدیث ۳۲۹۲ ادارۃ القرآن کراچی ۲۹/۲





ورواه الدارقطني حديثنا احمد بن  
عبد الله الوكيل ثنا علي بن حبيب  
نا يحيى بن الياس الخ ورواه  
عبد الرزاق عن مجاهد مرسلا  
قال عبد النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم اف السقاية سقاية نر مسزم  
فشرب من التبيذ فشد وجهه  
ثم اصر به فكسر بالماء ثم شربه  
فشد وجهه ثم اصر به الثالث  
فكسر بالماء ثم شربه  
قال الطحاوي حديثنا علي  
بن معبد ثنا يونس ثنا  
شريك عن ابن اسحق عن ابى هريرة  
عن ابى موسى عن ابيه رضى الله  
تعالى عنه قال بعثني رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم اننا  
ومعاذ الى اليمن فقلنا يا رسول الله  
ان بها شرا بين يضمنان  
من البر والشعر احد هما  
يقال له السمز والآخر  
يقال له البستع فما فشررب  
فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا کہ ہمیں احمد  
بن عبد اللہ الوکیل نے حدیث بیان کی اور انھوں  
نے کہا کہ ہمیں علی بن حبيب نے اور انھوں نے  
کہا کہ ہمیں یحییٰ بن یاسین نے حدیث بیان کی الخ  
اور اس کو عبد الرزاق نے مجاہد سے مرسلاً روایت  
کیا انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم زمزم کے مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ  
کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے نبیذ نوش فرمایا پھر  
مشکیزے کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا پھر آپ نے حکم  
دیا تو پانی کے ساتھ اس کی تیزی کو توڑا گیا پھر  
آپ نے اس کو نوش فرمایا اور مشکیزے کا منہ  
مضبوطی سے باندھ دیا پھر تیسری مرتبہ حکم فرمایا اور  
اس کی تیزی کو پانی سے توڑا گیا پھر آپ نے نوش فرمایا۔  
امام طحاوی نے فرمایا کہ ہمیں علی بن معبد نے اپنی سند  
کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے حدیث بیان کی انھوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور معاذ بن جبل کو یمن  
کی طرف بھیجا ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم وہاں دو شرا ہیں جو گندم اور جو سے  
بنائی جاتی ہیں ان میں سے ایک کو ترک اور دوسری  
کو بیعہ کیا جاتا ہے تو کیا ہم اسے پیئیں؟ تو رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

پھر اور نشہ میں مت آؤ۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیث ذکر فرمائی کہ ہر نشہ اور حرام ہے وہ نشہ اور مقدار پر محمول ہے کہ اس شے کے میں پر جس کا کثیر نشہ آور ہے اور ہم حدیث ابی سلمہ بن ابراہیم التمیمی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کر چکے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کے بارے میں ہے جو بیچ سے متعلق سوال کرنے والے شخص کو آپ نے دیا وہ یہ کہ ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے۔ اگر اس حدیث کو ہم اس شراب کے قلیل پر محمول کریں جس کا کثیر نشہ دیتا ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کے خلاف ہے جو آپ نے حضرت معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا۔ اور اگر اس کو ہم خاص نشہ کی حرمت پر محمول کریں تو یہ حدیث ابو موسیٰ کے موافق ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے اولیٰ یہ ہے کہ ہم تمام آثار کو ایسے معنی پر محمول کریں کہ ان میں باہمی تضاد نہ رہے۔ ہمیں ابن مرزوق نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قوم شراب نوشی کے لئے بیٹھتی ہیں جب وہ ان کے لئے حلال تھا وہ ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے لئے حرام ہو گیا۔ ہمیں محمد بن غزیر نے اپنی سند کے

اشربوا ولا تسکروا قبل ذلک انت ما ذکرہ ابو موسیٰ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله کل مسکر حرام انتا هو علی المقدار الذی یسکر لا علی العین التی کثیرها یسکر وقد روینا حدیث ابی سلمة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی جواب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للذی سألہ عن البتہ بقوله کل شراب اسکر فهو حرام فانت جعلنا ذلک علی قلیل الشراب الذی یسکر کثیره فضا وجواب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمعاذ و ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما وانت جعلنا علی تحسیر المسکر خاصۃ وافق حدیث ابی موسیٰ واولی الاشیاء بنا حمل الآثار علی الوجه الذی لا تضاد، حدیثنا ابن مرزوق (بسنده) عن شماس قال قال عبد اللہ (یعنی ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ انت القوم یجلسون علی الشراب وھو یحل لھم فما یزانون حتی یحرم علیھم۔ حدیثنا محمد بن خزیمہ (بسنده)

عن علقمة بن قیس انه احکل مع  
عبد اللہ بن مسعود خبزاً ولحماً  
قال فاتینا بنبید شد ید نبذته  
سیریت فی جرة خضراء فشربوا  
منه ، حدثنا ابن داود (بسنده)  
عن علقمة قال سألت ابن مسعود  
عن قول رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم في السكر  
قال الشربة الاخيرة - حدثنا  
ابو بكرة ثنا ابو احمد الزبير عن  
سفين عن علي بن بن يمة عن قيس  
بن حبر قال سألت ابن عباس عن  
المحبر الاخضر والمحبر الاحمر  
فقال انت اول من سأل النبي  
صلى الله تعالى عليه وسلم عن  
ذلك وقد عبد القيس فقال لا تشربوا  
لا في الدباء ولا في المزفت و  
لا في النقيير واشربوا في الاسقية  
فقالوا يا رسول الله فانت  
اشتد في الاسقية قال  
صبروا عليه من السماء  
وقال لهم في الثالثة  
او الرابعة فاهريقوه - حدثنا محمد  
بن خزيمة ثنا عبد الله بن رجاء ثنا اسرائيل  
عن علي بن بن يمة عن قيس بن حبر

ساتھ حضرت علقمہ بن قیس سے حدیث بیان کی کہ  
انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا انہوں نے کب  
پھر چار سے پانس تیز بنیڈ لایا گیا جس کو سیرین نے  
سبز گھڑے میں تیار کیا انہوں نے اسے پیا۔ یہی  
ابی داؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علقمہ  
سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشک کے باغیچے  
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
قول سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ آخری  
گھونٹ ہے۔ یہی ابو بکر نے اپنی سند کے ساتھ  
قیس بن حبر سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ  
میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبز  
اور سرخ گھڑوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں  
نے فرمایا سب سے پہلے اس بارے میں رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وفد عبد القیس  
نے سوال کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا: دباء، مزفت اور نقیر میں مت پیر  
اور مشکیزوں میں پیر۔ انہوں نے عرض کی  
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مشکیزوں  
میں وہ تیز ہو جائے تو آپ نے فرمایا اس پر  
پانی ڈال دو۔ اور آپ نے انہیں تیسری یا  
چوتھی مرتبہ فرمایا کہ اسے اٹھیل دو۔ یہی محمد  
بن خزيمة نے اپنی سند کے ساتھ اسی کی مثل  
حدیث بیان کی۔ قلت (میں کہتا ہوں) اسکو

ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ ہمیں محمد بن  
 بشار نے ابو احمد سے حدیث بیان کی الخ جو کہ سند ابو  
 قحن دونوں کے اعتبار سے اس کی مثل ہے اور  
 اس میں یہ زائد ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ نے محمد  
 پر حرام کیا یا یوں فرمایا کہ خمر، جڑا اور گوشت حرام کر دینے  
 کے لئے اور ہر نرہ اور حرام ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں  
 نے علی بن بذیر سے کوہر کے بارے میں پوچھا تو  
 انہوں نے کہا کہ طبل (دھول) اور اس کو عبد الرزاق  
 نے ابو سعید سے روایت کیا ابو سعید نے کہا کہ ہم  
 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے  
 تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
 تمہارے پاس وفد عبد القیس آیا ہے (طویل حدیث  
 ذکر کی) اور اس حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں  
 وہ (بنیہ) شک میں ڈالے تو پانی سے اس کی  
 تیزی کو توڑ دو الخ اور اس میں حدیث کا بعد والا  
 حقہ نہیں ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ اس  
 حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
 وسلم نے وفد عبد القیس کے لئے مشکیزوں کی  
 نبیہ کو پینا مباح فرمایا اگرچہ اس میں تیزی آئے۔  
 اگر کوئی بخند والا کہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے اس کو انڈیلنے کا حکم دیا یہ اباحت کے  
 نسخ کی دلیل ہے اس کو کہا جائے گا یہ کیسے

عن ابن عباس مثل ذلك قلت ورواه  
 ابو داؤد ولف سفته ، حدثنا محمد  
 بن بشار ثنا ابو احمد الخ اخره مسندا و  
 متنا نحوه وخراده قال انت الله حرم  
 علف او حرم الخم واليس والكتبه قال  
 وكل مسكر حرام قال صفيف فالت  
 على بن بذيمة عن الكوبة قال  
 الطبل ، ورواه عبد الرزاق عن  
 ابى سعيد قال كنا جلوسا عند النبي  
 صلى الله تعالى عليه وسلم فقال  
 جاءكم وفد عبد القيس الحديث بطوله  
 وفيه فالت ما بكم فاكسروا بالاء آه  
 وليس فيه ما بعده ، قال الطحاوى  
 فلف هذا الحديث انت  
 رسول الله صلى الله تعالى  
 عليه وسلم اباح لهم  
 ان يشربوا من نبين  
 الاسقية و انت اشتد  
 فالت قال قائل فالت  
 ف امره باهراقه وليلا  
 على نسخ الاباحه قيل  
 لهم كيف يكون

لہ شرح درمائی الآثار کتاب الاشرار باب ما یحرم من النبیہ  
 سنن ابی داؤد باب فی الادعیۃ  
 سنن المعتمد لعبد الرزاق حدیث ۱۹۳۰  
 (یک ایم سعید کمپنی کراچی ۶۱/۲-۶۰  
 آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶۳/۲  
 المجلس النسخی ۲۱-۰۲/۹

ذالك وقد روى عن ابن عباس عن  
صلى الله عليه وسلم عن رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم حرمت الخمر لعينها  
والسكر من كل شراب وقد ذكرنا  
ذلك باسناد وكيف يجوز حمل  
ابن عباس مع علمه وفضله ان  
يكون قد روى عن النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم ما يوجب تحريم التبعيض  
الشديد ثم يقول حرمت الخمر لعينها  
والسكر من كل شراب ولكن معنى  
حديث قيس انه لم يأمنهم عليه  
ان يشربوا في شرب فيسكروا  
فاصرهم باهراقه ذالك وقد روى  
في مثل ما هذا ما حدثنا محمد بن  
خزيمة ثنا عثمان بن الهيثم بن الجهم  
المؤذن ثنا عوف بن ابى جميلة ثنا ابو القحوص  
نريد بن علي عن ابي عبد القيس او يكون  
قيس بن النعمان فاني قد نسبت اسمهم  
سأله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الاشربة  
فقال لا تشربوا في الدباء ولا في النقيع واشربوا  
في المسقا الحلال الموكا عليه عليها فان  
اشتد منه فاكسروا بالسما فان  
اعياكم فاهريقوه  
حدثنا مريم المؤذن ثنا  
اسد بن موسى ثنا مسلم بن خالد ثنا نريد

ہو سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے اس ارشاد کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما کا یہ کلام مروی ہے کہ خمر لعینہ حرام کی گئی اور ہر شراب  
میں سے نشہ کی مقدار حرام کی گئی، ہم اس حدیث کو  
اس کے اسناد کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں، اور ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اپنے عمل و فضل کے باوجود  
یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
سے وہ حدیث روایت کریں جو بغیر شدید کی حرمت کو  
ثابت کرے اور پھر یہ فرمائیں کہ خمر تو لعینہ حرام ہے جبکہ  
باقی ہر شراب میں سے نشہ اور مقدار حرام ہے لیکن  
حدیث قیس کا معنی یہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کو یہ ڈر ہوا کہ وہ اس کو پی کر نشہ میں آئیں گے لہذا  
اس کو اندیل دینے کا انھیں حکم دیا، اور اسی کی مثل  
مروی ہے اس حدیث میں جو بھی محمد بن حذیفہ نے اپنی  
سند کے ساتھ وفد عبد القیس میں شریک ایک شخص  
سے حدیث بیان کی یا وہ راوی قیس بن النعمان تھا راوی  
کہتا ہے مجھے اس کا نام بخول گیا ہے کہ وہ منہ  
عبد القیس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ  
گدواؤ گھر چھوٹی لکڑی میں مت پو اور ایسے  
مشکیزوں میں پو جس کے منہ باز نہ گئے ہوں اگر  
اس خمر میں شدت آجائے تو پانی سے اس کی شدت  
توروا اگر وہ تمہیں عاجز نہ کرے تو پھر لے اندیل دو  
بہیں و بیع المؤذن نے اپنی سند کے ساتھ حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی

بنی اسلم عن مسروق عن ابی صالح عن  
 ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال  
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم اذا دخل احدکم علی اخیه المسلم  
 فاطعمہ طعاما فلیأکل منہ طعامہ  
 ولا یسأل عنہ فان اسقاء شرابا فلیمشرب  
 منہ ولا یسأل عنہ فان غشی منہ  
 فلیکسر یشئ فی ہذا الحدیث اباحۃ  
 شرب النبیذ فان قال قائل انہ ما  
 اباحہ بعد کسرہ بالماء و ذہاب  
 شدتہ قبل لہ ہذا کلام فاسد لانه لو کان  
 فی حال شدتہ حراما لکان لا یجوز  
 و انت اہبت شدتہ بصب الماء  
 علیہ الا تری ان خمر الو جب فیہا ماء  
 حتی یقلب الماء علیہا ان ذالک حرام  
 فلما کان قد ابیح فی ہذا الحدیث  
 الشراب الشدید اذا کسر بالماء ثبت  
 بذلک انہ قبل ان یکسر بالماء غیر حرام فثبت  
 بما رویناہ فی ہذا الباب اباحۃ ما لا یکسر من  
 النبیذ الشدید وهو قول ابی حنیفۃ  
 والجب یوسف و محمد رحمہم  
 اللہ تعالیٰ

انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے  
 فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی  
 کے ہاں جائے تو وہ اس کو کھانا کھلائے اس کو  
 پائے کر وہ کھانا کھائے مگر اس سے کھانے کا سوال  
 نہ کرے اور اگر وہ اس مشروب سے فشر کا ڈر محسوس  
 کرے تو پانی وغیرہ سے اس کی تیزی کو توڑ دے ،  
 اس حدیث میں نبیذ کی اباحت کا ثبوت ہے ، اگر  
 کوئی شخص نے کہ پانی کے ساتھ اس کی سختی ختم  
 کرنے کے بعد اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ اس کی  
 شدت ختم ہو جاتی ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تیرا یہ  
 کلام فاسد ہے اس لئے کہ اگر وہ شدت کی حالت  
 میں حرام ہو تو وہ ملامی نہیں ہو سکتی اگرچہ پانی انیٹیلنے  
 کے ساتھ اس کی شدت ختم ہو جائے ، کیا تم نہیں  
 دیکھتے کہ اگر خمر میں اس قدر پانی ملا یا جائے کہ وہ  
 اس پر غالب آجائے تو وہ حرام ہی رہے گا ،  
 اس حدیث میں جب تیز شراب (نبیذ) کو مباح  
 قرار دیا گیا ہے جب پانی کے ساتھ اس کی شدت  
 ختم کر دی جائے ، اس سے ثابت ہو گیا کہ پانی  
 انیٹیل کر تیزی ختم کرنے سے پہلے وہ حرام نہیں تھی  
 لہذا جو کہ ہم نے اس باب میں روایت کیا اس سے  
 تیز نبیذ کا مباح ہونا ثابت ہو گیا جبکہ وہ نشہ نہ دے ،  
 اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ ، امام ابو یوسف اور  
 امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ۔ (ت)







ثم مروى النسائي عن الشعبي قال كان  
 علي رضي الله تعالى عنه يرنق  
 الناس الطلاء يقيم فيه الذباب  
 ولا يستطيع ان يخرج منه عن داود  
 سألت سعيدا ما الشراب الذي  
 احله عمر رضي الله تعالى عنه  
 قال الذي يطبخ حتى يذهب  
 ثلثاه ويبقى ثلثه قلت و  
 رواه ابن ابى شيبة قال حدثنا  
 عبد الرحيم بن سليمان عن داود  
 بن ابى هند قال سألت سعيد  
 بن المسيب فذكره، ثم مروى  
 النسائي عن سعيد بن المسيب  
 ان ابا الدرداء رضي الله تعالى  
 عنه كان يشرب ما ذهب ثلثاه و  
 بقى ثلثه عن قيس بن  
 ابى حازم عن ابى موسى  
 الاشعري رضي الله تعالى عنه  
 انه كان يشرب من الطلاء ذهب  
 ثلثاه وبقى ثلثه عن يعلى بن  
 عطاء قال سمعت سعيد بن المسيب  
 وسأله اعرابي عن شراب يطبخ  
 على النصف فقَالَ

پھر اس کو امام نسائی نے شعبی سے روایت کیا کہ  
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو طلاء  
 پٹتے تھے اس میں اگر کھجور جائے تو نکل نہیں  
 سکتی تھی (یعنی بہت گاڑھی ہوتی تھی)۔  
 داؤد نے کہا میں نے سعید سے سوال کیا کہ حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سی شراب کو حلال  
 کیا تھا انہوں نے بتایا کہ جس کے دو تہائی  
 جل کر خشک ہو جائیں اور ایک تہائی باقی  
 رہ جائے۔ میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ  
 نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عبد الرحیم بن  
 سلیمان نے داؤد بن ابی ہند سے بیان کی انہوں  
 نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سوال کیا  
 پھر مذکورہ حدیث کو ذکر کیا پھر نسائی نے سعید  
 بن مسیب سے روایت کیا کہ ابوالدرداء رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ ایسا شراب پیتے تھے جس کا دو تہائی  
 خشک ہو جاتا اور ایک تہائی باقی رہ جاتا۔  
 قیس بن ابی حازم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے  
 جس کا دو تہائی خشک ہو جاتا اور ایک تہائی  
 باقی رہ جاتا۔ یعلى بن عطاء نے کہا کہ میں نے سعید  
 بن مسیب کو کچھ ہوئے سنا جب ان سے ایک  
 اعرابی نے ایسی شراب کے بارے میں سوال کیا جس کا  
 نصف پکانے سے خشک ہو گیا انہوں نے جواب دیا

لاحق ینذہب ثلثاء ویبقی الثلث  
عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن  
بن المسیب قال اذا طبخ الطلاء علی  
الثلث فلا بأس بہ عن بشیر  
بن المہاجر قال سألت الحسن عما  
یطبخ من العصیر قال تطبخہ  
حق ینذہب الثلثات ویبقی الثلث  
عن انس بن سیرین قال سمعت  
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ یقول انت نوحا علیہ الصلوٰۃ و  
السلام فانعمہ الشیطات فی عود  
انکم فقال ہذا الخ وقال ہذا الخ  
فاصل علی ان لنوح ثلثہا و  
للشیطات ثلثہا عن عبد الملک  
بن طفیل الجبزی قال کتب الیہ  
عمر بن عبد العزیز ان لا تشربوا  
من الطلاء حق ینذہب ثلثاء ویبقی ثلثہ  
وکل مسکر حرام لہ

کہ یہ حلال نہیں یہاں تک کہ اس کا دودھائی جل کر ایک  
تہائی باقی رہ جائے۔ نجی بن سعید نے سعید بن مسیب  
سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب طلاء ایک ثلث  
تک پکایا جائے تو اس کے پینے میں کوئی عرج نہیں۔  
بشیر بن مہاجر نے کہا کہ میں نے حسن سے پکائے ہوئے  
بشیرہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا تو  
اس کو اس حد تک پکا کہ اس کا دودھ ٹھٹھک ہو جائے  
اور ایک ثلث باقی رہے۔ انس بن سیرین نے  
کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو  
فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام  
سے انگور کے درخت کے بارے میں جبکہ ایک شیطان  
نے کہا یہ میرا ہے اور نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ  
میرا ہے پھر اس بات پر صلح ہوئی اس کا ایک تہائی  
نوح علیہ السلام کے لئے اور دو تہائی شیطان کیلئے۔  
عبد الملک بن طفیل جزیری نے کہا کہ ہماری طرف  
عمر بن عبد العزیز نے حکم نامہ طلاء مت پر یہاں تک  
کہ اس کا دودھ تہائی خشک ہو جائے اور ایک تہائی  
باقی رہ جائے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

مسند سیدنا الانام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے،

ابو حنیفہ عن ابی عوف عن  
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عوف سے انہوں نے

عن فی النسخۃ التي شرح علیہا العلامة  
العلی القاسم عن ابو حنیفہ عن  
علی قاری نے جس نسخہ پر شرح لکھی ہے اس میں  
ابو حنیفہ عن ابی عوف محمد الثقفی الجبازی ہے  
(باقی اجمعی صفحہ ۲)

لہ سنن النسائی کتاب الاشریہ ذکر ما یکرہ شرہ من الطلاء نور محمد فارناذ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۴

عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت  
الخمر لعینہا قلیدہا وکثیرہا والسكر  
من کل شراب وقت بعض  
روایات المسند ابو حنیفہ عن ابی عون  
عن عبد اللہ بن شداد عن النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ  
العماری من طریق محمد بن بشر  
عن الامام وقت اخری ابو حنیفہ  
عن عیون بن ابی جحیفہ عن ابن عباس

عبد اللہ ابن شداد سے انھوں نے عبد اللہ ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا  
خمر لعینہا حرام کی گئی چاہے قلیل ہو یا کثیر باقی ہر شراب  
میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ مسند کی بعض  
روایات میں یوں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ابو عون  
سے انھوں نے عبد اللہ ابن شداد سے اور انھوں نے  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی  
اس کو حارثی نے بطریق محمد بن بشر امام صاحب سے  
روایت کیا۔ دوسری سند میں یوں ہے امام ابو حنیفہ  
نے عیون بن ابی جحیفہ سے اور انھوں نے ابن عباس

(بقیہ ماضیہ صفحہ ۱۵۰ پر)

ابی عیون محمد الثقفی الحجازی عن  
عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس  
قال القامعک الظاہر انه محمد  
بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی  
مرجع عن انس بن مالک  
وعنه جماعة ثم اقول الحديث  
انما يعرف بالابن عون محمد بن عبيد الله  
الثقفي الكوفي وهو الصواب  
ولا أدري لفظ الحجازي اقادة الشارح  
او وقع من بعض النسخ ۱۲ منہ۔

اس پر موطا علی قاری نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ وہ  
محمد بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی جو انس  
بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور ان سے  
جماعت نے روایت کی ہے اہل میں کہتا  
ہوں پر حدیث ابی عون محمد بن عبيد الله  
الثقفي الكوفي سے معروف ہے اور  
یہی درست ہے اور مجھے معلوم نہیں  
کہ حجازی کا لفظ شارح نے ذکر  
کیا ہے یا یہ کسی نقل کرنے سے واقع ہوا  
ہے ۱۲ منہ (ت)

مسند الامام الاعظم کتاب الاطعمۃ والاشربة الخ فوز محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲  
لے شرح مسند الامام الاعظم للمذلل علی القاری غائدہ حرمہ مخروک مسکرات مکتبہ توحید و سنہ پشاور ص ۲۵۶

ابن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 قال فذكره رواه طلحة بن طريف  
 يحيى اليماني وحماد بن الامام  
 عن الامام وهكذا الواردة العلاء بن اتر  
 كما في الجوهر النقي قال  
 المرقضي والمحقق في مسند الامام  
 ما ذكرناه اولاً ابو حنيفة عن حماد  
 عن ابراهيم عن علقمة قال سمعت  
 عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى  
 عنه وهو ياكل طعاماً شرب  
 دعا بنبيذ فشرب فقلت رجاك الله  
 تشرب النبيذ والامانة تقتدى  
 بك فقال ابن مسعود سمعت رسول الله  
 صلي الله تعالى عليه وسلم يشرب  
 النبيذ لولا اني سمعته  
 يشربه ما شربته ابو حنيفة عن  
 حماد عن ابراهيم انه قال قول  
 الناس كل مسكر حرام  
 خطأ من الناس انما  
 ارادوا ان يقولوا السكر حرام  
 من كل شراب ابو حنيفة  
 عن حماد عن انس

رضي الله تعالى عنه سے روایت کی کہ بیشک نبی کریم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہی حدیث  
 ذکر کی، اس کو طلحہ نے بطریق یحییٰ یمانی و حماد ابن  
 امام ابو حنیفہ امام صاحب سے روایت کیا۔ اسی  
 طرح علاء ابن اتر نے اس کو وارد کیا جیسا کہ جوہر النقی  
 میں ہے، مرقضی نے کہا مسند امام اعظم میں محفوظ  
 وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ امام ابو حنیفہ نے  
 حماد سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ  
 سے روایت کی، علقمہ نے کہا کہ میں نے عبد اللہ  
 ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانا تناول فرماتے  
 ہوئے دیکھا پھر انھوں نے بنیذ منگوائی اور اسے پیا  
 تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ  
 بنیذ پیتے ہیں حالانکہ امت آپ کی اقتدار کرتی ہے  
 ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بنیذ  
 پیتے ہوئے دیکھا اگر میں نے آپ کو بنیذ پیتے ہوئے  
 نہ دیکھا ہر تو میں اس کو نہ پیتا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
 علیہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت  
 کی، ابراہیم نے کہا کہ لوگوں کا یہ قول لوگوں کی غلطی  
 کہ ہر نشہ آور حرام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ  
 یوں کہیں ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔  
 امام ابو حنیفہ سے حماد سے انھوں نے حضرت انس

بن مالک انه کان ینزل علی الیہ بکر  
بن ابی موسیٰ الاشعری بواسط  
فیبعث برسول الی السوق یشتری  
لہ النبیز من الخواثی ابو حنیفہ  
عن حماد قال کنت اقف النبیز  
قد خلعت علی ابراہیم وهو یطعمہ  
فطعمت معہ فناولنی قد حافیہ  
نبیز فلما راعی انقاض منہ  
قال حدثنی علقمہ عن عبد اللہ  
بن مسعود انه کانت سبعا طعمہ  
عندہ ثم دعا بنبیز لہ تنبیز لہ  
سیریت امر ولسد فشررب  
وسقانی ابو حنیفہ عن  
حماد عن ابراہیم انه قال کتب  
عمر بن الخطاب رضی اللہ  
تعالی عنہ الی عمار بن  
یاسر رضی اللہ تعالی عنہما  
وهو عامل لہ علی الکوفہ  
اما بعد فانه انتہی الی شراب  
من الشام من عصیر العنب  
وقد طبع وهر عصیر قبل ان یغلی  
حتی ذہب ثلثا وبقی ثلثا فذہب شیطانہ  
وبقی حلوی وحلالہ فهو شیبہ بطلاء

بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ وہ  
ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری کے پاس واسط میں اترے  
تو انہوں نے بازار میں قاصد بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے  
خواتی سے نبیز خریدے۔ امام ابو حنیفہ نے حماد  
سے روایت کی حماد نے کہا میں نبیز سے پرہیز  
کرتا تھا میں ابراہیم کے پاس گیا وہ کھانا کھا رہے  
تھے میں نے ان کے ساتھ کھانا کھا یا مجھے انہوں نے  
ایک پیالہ دیا جس میں نبیز تھی جب انہوں نے  
مجھے اس سے پیتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا مجھے  
علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے  
حدیث بیان کی کہ وہ (علقمہ) ایسا اوقات ابن مسعود  
کے ساتھ کھانا کھاتے، پھر انہوں نے نبیز طلب  
فرمائی جو سیرین نے ان کے لئے تیار کی تھی جو ان کی  
ام و لہ ہے، انہوں نے فرش فرمایا اور مجھے بھی پڑایا۔  
امام ابو حنیفہ نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے  
روایت کی کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالی  
عنہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف خط  
لکھا جبکہ وہ کوفہ کے عامل تھے، اما بعد! میرے  
پاس شام سے انگور کے رس کی شراب پہنچی جس کو  
پکایا گیا ہے دران حالیکہ وہ پکانے سے انگور کا شیر  
تھی یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل گیا اور ایک  
تہائی باقی رہ گیا تو اس کا شیطان چلا گیا تو اس کی  
مٹھاس و ملت باقی رہ گئی، اور وہ اونٹوں کے

الابیل فمن من قبلک فیتوسعوا به  
 شرابہم قلت وروی عبد الرزاق  
 حدثنا معمر بن عاصم عن الشعبي  
 قال کتب عمر بن الخطاب اب  
 عمار بن یاسر اما بعد فانا هنا  
 جاءتنا اشربة من قبل انصار  
 کانها طلاء الابل قد طبع  
 حق ذهب ثلثاء الذع فيه  
 خبث الشیطان ورايح جنونه وبقی  
 ثلثه فاصطنعه واصر من  
 قبلک انت یصطنعه ورواه الخطیب  
 ف تلخیص المتشابه عن الشعبي  
 عن حبان الاسدی قال اتانا  
 کتاب عمر فذکره بلفظ  
 ذهب شره وبقی خیره

طلاء کے مشابہ ہے تم اپنی طرف سے حکم دے دو کہ  
 لوگ اپنی شرابوں میں گناہ نش پیداکریں۔ میں کہتا ہوں  
 امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ میں عمر بن عاصم سے  
 اور انھوں نے بھی سے حدیث بیان کی کہ حضرت  
 عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمار بن یاسر  
 کو خط لکھا اما بعد! بیشک ہمارے پاس شام کی  
 طرف سے کچھ شرابیں آئی ہیں گویا کہ وہ اونٹوں کا  
 طلاء ہیں جنہیں پکایا گیا یہاں تک کہ اس کا دو ٹکٹ  
 جل گیا جس میں خبث شیطان اور اس کے جنون  
 کی بو بھتی باقی ایک تہائی رہ گیا، اس کو بناؤ اور  
 لوگوں کو بنانے کا اپنی طرف سے حکم دو، اور اس کو  
 تلخیص المتشابه میں غلیب نے بھی سے اور انھوں  
 نے حبان اسدی سے روایت کیا حبان نے کہا کہ  
 ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا  
 اس میں حبان نے یہ لفظ ذکر ہے کہ اس کا شر

عہ ہکذا اعتزاة لعبد الرزاق الاعمال البدر  
 فی البسائیة ، والامام خاتم الحفاظ  
 فی الجامع الکبیر ووقع فی تعلیقات  
 مؤطا الامام محمد لبعض المعاصرين  
 عزوة لابن ابی شیبہ وکانہ شبہ علیہ  
 احد المصنفین بالآخر ۱۲ منہ .

عہ امام بدرالدین عینی نے بنایہ میں اور امام  
 عسقلانی نے جامع الکبیر میں اس کو عبد الرزاق کی  
 طرف منسوب کیا جبکہ مؤطا امام محمد کی تعلیقات میں  
 ایک معلم (علامہ عبد المجی کھنزی) نے اس کو ابن ابی شیبہ کی  
 طرف منسوب کیا ہو سکتا ہے علامہ کھنزی کو مصنف  
 عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اشتباہ  
 ہو گیا ہو ۱۲ منہ (مت)

لہ جامع المسانیہ الباب الثلاثون فی الحدود المکتب الاسلامیہ ممدری فیصل آباد ۱۹۱/۱  
 لکھ المصنف لعبد الرزاق کتاب الاشرۃ حدیث ۱۴۱۲۰ المجلس العلمی ۲۵۵/۹

فاشربوہ، ابو حنیفہ عن حماد  
عن ابراہیم انه قال فی الرجل  
یشرب التبیذ حق یشکر قال القدر  
الاخیر الذی سکر منه  
هو الحرام

عقود الجواہر میں ہے :

فی مصنف ابن ابی شیبہ حدیثنا  
علی بن مسہر عن سعید بن ابی عروبہ  
عن قتادة عن انس رضی اللہ تعالیٰ  
عنه ان اباعبیدۃ و معاذ  
بن جبل و اباطلحہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم کانوا یشربون من  
الطلاء ما ذهب ثلثا وبقى ثلث قلنا  
و رواہ ایضا ابو مسلم الکجی و سعید  
بن منصور فی سننہ کہا فی العمدة قال  
ابوبکر حدیثنا وکیع عن الامام عن  
میمون (هو ابن مهران) عن  
ام الدرداء قالت کنت اطبخ لابی الدرداء  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ الطلاء ما ذهب ثلثا وبقى  
ثلث حدیثنا ابن فضیل عن

زاکل ہو گیا اور خیر باقی رہا لہذا تم اس کو پیو۔ امام  
ابو حنیفہ نے حاد سے انہوں نے ابراہیم سے روایت  
کیا انہوں نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو  
نجیز پیتا یہاں تک کہ اسے نشہ آجائے فرمایا آخری  
پیالہ جس سے نشہ ہوا وہ حرام ہے۔ (ت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے یہیں علی بن مسہر  
نے سعید بن ابی عروبہ سے انہوں نے قتادہ سے  
اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے حدیث بیان کی حضرت انس نے منہر دیا کہ  
ابو عبیدہ، معاذ بن جبل اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم ایسا طلاء پیتے جس کا دو ثلث جل کر ایک ثلث  
باقی رہتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابو مسلم الجکی اور  
سعید بن منصور نے بھی اپنی کتب میں روایت کیا  
جیسا کہ عمدہ میں ہے۔ ابوبکر نے کہا یہیں وکیع نے  
امام سے انہوں نے میمون سے جو کہ ابن مهران ہیں  
اور انہوں نے ام درداء سے حدیث بیان کی  
ام درداء نے کہا کہ میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کے لئے طلاء پکاتی جس کا دو تہائی جل کر  
ایک تہائی باقی رہ جاتا۔ یہیں ابن فضیل نے

۱۵۵/۱	دار الکتب العلمیۃ بیروت	حدیث ۱۰۵۲	لے تلخیص المتشابه
۱۹۲/۶	المکتبۃ الاسلامیۃ سمندری	ابواب الثلاثون فی الحدود	لے جامع السائید
۱۶۰/۸	ادارۃ القرآن	حدیث ۴۰۳۹	لے المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاشریۃ
۱۶۱/۸	" "	" " ۴۰۴۱	لے " " " " " "



عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن  
قال کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
یرتقنا الطلاء فقلت له ما هیأتہ  
قال ابواسود یاخذہ احدنا باصبعہ  
حدثننا دکیع عن سعید بن اوس  
عن النبی بن سیرین قال  
کان النبی بن مالک رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سقیم البطن فامرونی  
ان اطبخ له طلاء حتی ذهب  
ثلثاه وبقی ثلثه فکان یشرب  
منہ الشربة علی اثر الطعام  
حدثننا ابن نمیر ثنا اسمعیل عن  
مطیر عن شریح ان خالہ  
بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کان یشرب الطلاء بالشامیہ  
سکن دارقطنی میں ہے

عطاء بن سائب سے انھوں نے عبد الرحمن سے حدیث  
بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں طلا  
پلاتے ، میں نے کہا اس کی حیثیت کیا ہوتی ؟  
ابواسود نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کو  
اپنی انگلی کے ساتھ لے سکتا تھا (یعنی وہ بہت  
گلاڑھا ہوتا تھا)۔ ہمیں دکیع نے سعید بن اوس سے  
انھوں نے انس بن سیرین سے حدیث بیان کی کہ  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ کی  
بیماری میں مبتلا ہوئے تو مجھے حکم دیا کہ میں ان کیلئے  
طلا پکاؤں یہاں تک کہ وہ دو تہائی جل کر ایک تہائی  
باقی رہ جاتا تو آپ اس میں سے کچھ کھانے کے  
بعد نوش فرماتے۔ ہمیں ابن نمیر نے حدیث  
بیان کی کہ ہمیں اسمعیل نے مطیر سے انھوں نے  
شریح سے حدیث بیان کی کہ حضرت خالد بن ولید  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں طلاء پیا کرتے تھے۔

حدثننا محمد بن احمد بن ہارون  
نا احمد بن عمر بن بشر ناجدی ابراہیم بن  
قرقہ نا القاسم بن بہرام ثنا عمرو بن دینار  
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مر  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی

ہمیں محمد بن احمد بن ہارون نے اپنی سند کے ساتھ  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی  
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں ایک  
قوم پر گزرے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے پاس بنائی ہوئی ایک

۱۷۶/۸	ادارۃ القرآن راجی	حدیث ۴۰۶۱	کتاب الاشریہ	المصنف لابن ابی شیبہ
۱۷۲/۸	"	۴۰۶۰	"	"
۱۷۵/۸	"	۴۰۵۸	"	"



کامل ابن عدی میں ہے :

حدثنا ابو العلاء الكوفي بصري ثنا محمد بن الصباح الديلابي نا نضر بن المجدي قال كنت شاهدا حيث ادخل شريك ومعه ابوامية السدي مرفع الحب الهدي من شريكا حدثه عن الامم بن سالم عن ثوبان رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال استقيموا لقریش ما استقاموا لكم فاذا نراخوا عن الحق فضعوا صيوفكم على حواشكم فقال المهدی لشريك حدثت بهذا قال لا قال ابوامية قلت المثنى الحب بيت الله تعالى وكل مال في المساكين صدقة ان لم يكن حدثت فقال شريك قلت مثل الذي عليه ان كنت حدثته قال فقامت المهدی رضي فقال ابوامية يا امير المؤمنين عندك ادھم العرب انما يعني عليه مثل الذئب عليه من الشيا بقل له فليحلف مثل الذئب حلفت فقال صدقت احلف كما حلفت فقال شريك قد حدثته

ہیں ابو العلاء کوفی نے مصر میں حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ میں حدیث بیان کی محمد بن صباح دیلابی نے انھوں نے کہا کہ میں نصر بن مجدی نے خبر دی کہ میں اس وقت حاضر تھا جب شریک کو داخل کیا گیا اس کے ساتھ ابوامیہ تھا جس نے ہمدی کے پاس مقدمہ اڑا کیا تھا کہ شریک نے اسے الشمس سے انھوں نے سالم سے انھوں نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کے لئے سیدھے رہو جب تک وہ تمھارے لئے سیدھے رہیں جب وہ حق سے ہٹے ہو جائیں تو تم اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھ لو۔ ہمدی نے شریک سے کہا تو نے یہ حدیث بیان کی؟ اس نے کہا کہ نہیں، ابوامیر نے کہا مجھ پر بیت اللہ شریف کی طرف جانا لازم ہے اور میرا سال مال مسکینوں پر صدقہ ہے اگر اس نے مجھے یہ حدیث بیان نہ کی ہو۔ شریک نے کہا کہ مجھ پر اُسی کی مثل ہے جو اس پر ہے اگر میں نے اس کو یہ حدیث بیان کی ہو۔ راوی نے کہا گو یا کہ ہمدی شریک کی بات پر راضی ہو گیا۔ ابوامیر نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے پاس عرب کا سب سے بڑا چالاک شخص موجود ہے اس نے جو کہا ہے کہ مجھ پر اس کی مثل ہے جو اس پر ہے اس قول سے اس کی مراد کپڑے ہیں آپ اسے حکم دیں کہ وہ میری طرح قسم کھائے۔ ہمدی نے کہا تو نے یہ کیا کہا اور ہمدی



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع ۱۰ سال شراہوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بیعت حرام فرمایا اور ہر شراب نے نشہ کو حرام فرمایا، اور محفل نے طوائف کے ساتھ بطریق محمد بن قرات کوئی ابراہیمی بیعتی سے اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نبی کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا آپ نے اسے چکھا تبوری چڑھائی اور اسے ٹوٹا دیا۔ آپ کی خدمت میں آل عاقل سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تکر والوں کی شراب ہے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی پھر اسے پی لیا اور فرمایا خمر بیعت حرام ہے اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ یہ سن کر عیشیں مکمل ہو گئیں۔ اس کلام کی قصہ مذکورہ ”یعنی شراب بیعت حرام ہے“ کے بغیر تخریج کی ابراہیم طبرانی نے اپنی مجمع کبریٰ میں سید بن سب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ”اور مسند امام اعظم کے حوالے سے دو وجہیں یعنی ”مرسل و متصل“ ابن شداد اور ابن عباس سے گزر چکیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی، تو اس طرح یہ بارہ حدیثیں ہو گئیں

قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الامشربة عام حجة الوداع فقال حرم الله الخمر بعينها والسكر من كل شراب واخرجه مطولا من طريق محمد بن الفرات الكوفي عن ابي اسحق السبيعي وفيه انه صلى الله تعالى عليه وسلم اتي بقعب نسيب فذاقه فقطب ورمده فقام اليه رجل من آل عاقل فقال يا رسول الله هذا شراب اهل مكة قال فصب عليه الماء حتى سرفاشم فشرب فقال حرمت الخمر بعينها والسكر من كل شراب (تلك عشرة كاملة) وقد اخرج هذا الكلام من دون القصص اعنف حرمت الخمر بعينها الا ابو القاسم الطبراني في معجمه الكبير عن سعيد بن المسيب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقد تقدم بوجهين مرسل و متصل من مسند الامام عن ابن شداد وعن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كانت اشرف عشر حديثا

منها الصحيح ومنها الحسن وجعل يقيتها  
ليس فيها ما يقطعها من درجة الاعتبار  
وحيزا لا تجاروا الحسن ولو لغيرة  
كانت للاحتجاج فكيف وقد وجد  
لذاته ونشير الخ  
بعض تفاصيل ما هنا  
حديث ابن عمر اعله النافي بعبد  
الملك بن نافع قال ليس بالمشهور ولا يحتج  
بعديته اقول فلم يقل  
لا يكتب وقال في التقريري  
مجهول وكذا قاله ابو حاتم  
والبيهقي ، قال الامام البدر بعد  
نقل كلامهما قلت ذكره  
ابن حبان في الثقات من التابعين  
اقول قد روى هذا الحديث  
عنه العوام عند النافي ، واليث  
عند الطحاوي و ابو اسحق  
الثيباني عندهما ، وقوة  
العجل عند الطحاوي  
وابن ابى شيبة فارتفعت  
جهالة العين ولم يذكر بغيره قط

ان میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں ، اور باقی متعدد  
وہ ہیں جن میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو ان کو  
درجہ اعتبار سے ساقط کر دے ، اور حسن اگرچہ  
غیرہ ہو اسلئے حال کے لئے کافی ہوتی ہے ، تو  
پھر کیا حال ہوگا جبکہ حسن لذاتہ پائی جائے ! ہم  
ہم اس کی کچھ تفصیلات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ،  
حدیث ابن عمر کی نام نسائی نے عبد الملک بن نافع کے  
سبب سے تھیل فرمائی اور کہا کہ وہ مشہور نہیں اور اس کی  
حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی اقول ( میں  
کتا ہوں کہ ) امام نسائی نے یوں نہیں کہا کہ اس کی  
حدیث ٹھکی نہیں جاتی ، قریب میں ہے کہ وہ جھوٹ ہے  
ابو حاتم اور بیہقی نے یوں ہی کہا ۔ امام بدر نے ان  
دونوں کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا قلت ( میں  
کتا ہوں کہ ) ابی حبان نے اس کو ثقہ تابعین  
میں ذکر کیا ہے اہ اقول ( میں کتا ہوں ) یہ  
حدیث اس سے قوام نے روایت کی نزدیک  
امام نسائی کے ، اور یث نے روایت کی امام طحاوی  
کے نزدیک ، اور ابو اسحق ثیبانی نے روایت کی  
ان دونوں کے نزدیک ، اور قرة العجل نے روایت کی  
امام طحاوی اور ابی ابی شیبہ کے نزدیک ، تو اس طرح  
جہالت میں مرتفع ہو گئی اور جرح بالکل ذکر نہ کی گئی اور یث

لے سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر الاخبار التي اعلى بها في نور محمد لارخان تجارت كتب كراچی ۲۲۲/۴  
لے قریب التهذيب حروف العين ترجمہ عبد الملک بن نافع ۲۲۳ دار المکتب العلمیہ بیروت ۶۲۱/۱  
لے البنایة فی شرح الهدایة کتاب الاثرية المکتبة الادبیه کراچی ۲۲۲/۴

۱۱  
۱۱

اس کی برہنہ کہ وہ مستور ہے خصوصاً وہ اُن زانوں  
میں ہے جن کے لئے غیر کی شہادت دی گئی یعنی تابعین  
سے، اور مستور ہمارے نزدیک اور مجہور کے نزدیک  
مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو الہاد الکاف  
فی حکم الضعاف میں بیان کیا۔ چنانچہ  
ان شار ان العزیز یہ حدیث درج حسن سے نہیں  
گزرے گی۔ امام نسائی نے بھی بن بیان کے سبب سے  
حدیث ابی مسعود کی تعلیل کرتے ہوئے کہا کہ  
حافظہ کی کمزوری اور کثرت غلطی کی وجہ سے کئی کی  
حدیث سے محبت نہیں پکڑی جاتی، اقوال (میں  
کتا ہوں) کئی بن بیان امام مسلم اور اصحاب سنن  
اور کتب کے رجال میں سے ہے، حافظ نے کہا کہ وہ  
حدود قیاس سے غلط زیادہ کرتا ہے اور وہ متغیر ہوتا  
اس کی متابعت کی یسع بن اسماعیل نے زید بن جابر  
کے حوالے سے جس نے سفیان سے نقل کیا، ابن جریر  
نے کہا کہ یسع ضعیف ہے۔ قلت (میں کتا ہوں)  
میزان میں کہا کہ دارکنی نے اس کو ضعیف قرار دیا  
اور وہ جیسا کہ نو دیکھتا ہے کہ جرجرج ہے حدیث  
ابن عباس بطریق قاسم بن ہرام ہے، ابن جوزی  
نے کہا کہ وہ اس میں متفرد ہے، ابن جابر نے

البسته فغایتہ امت کان مستورا  
لا سیما و هو من القرون المشہور  
لہا بالخیر التابعین والمستور مقبول عندنا  
والجمہور کما بینا فی الہاد الکاف فی  
حکم الضعاف قال الحدیث لا یستزل  
ان شاء اللہ عن درجۃ الحسن  
حدیث ابی مسعود اعلمہ بیحیی بن  
بیان قال لا یحتج بحدیثہ لسوء  
حفظہ و کثرة غلطائہ اقول یحیی  
من رجال مسلم والاربعة، قال  
الحافظ فسد وق عابد  
یغلط کثیرا وقد تغیرت  
وقد تابعہ الیسم بن اسمعیل  
عن شریک بن الحبیب  
عن سفین قال ابن الجوزی  
والیسم ضعیف قلت قال فی  
المیزان ضعفہ الدارکنی  
وہو کما ترجم جرجرج حدیث  
ابن عباس من طریق القاسم بن  
ہرام، قال ابن الجوزی تفرد بہ

لے سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر الاخبار التي اقبل بها في نور محمد كراچی ۲۳۲/۲  
لے تقریب التہذیب حرف الباء ترجم ۷۷۰۷ دار الكتب العلمية بیروت ۲۱۹/۲  
لے اعل التناہیۃ کتاب الاثریۃ تحت حدیث ۱۱۲۲ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۸۶/۲  
لے میزان الاعتدال ترجم الیسم بن اسمعیل ۹۷۰۲ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۲

قال ابن جابر لا يجوز الاحتجاج به بحال  
قلت فانما منع الاحتجاج وهذا هو ما  
فيما اعلم حديث الحارث عن  
علي اعله فجرحه بعد الرحلت  
بن بشر قال مجهول في الرواية و  
النسب وحديثه غير محفوظ و  
انما يروى هذا عن ابن عباس  
من قوله ام وقال الذي  
لا يعرف والخبر منكرا ثم اقتصار  
الطريق المطول فاوهن وادهم  
فيه ابن الفرات كذب به احمد و ابوبكر  
بن ابى شيبة وقال هو منكرا الحديث ثم مداره  
على الحارث وفيه ما لا يجهل حديث  
ابن عباس المذكور اخرا اقول لعلى  
المحفوظة موقوف هكذا رواه الحفاظ  
عن ابن عباس قوله كما تستمع  
ان شاء الله تعالى نعم ان  
ثبت الرفع بطريق جيد فذلك  
امن تقول زيادة ثقة فتقبل و  
يعضده مرسل عبد الله بن شداد الماسر

کہا کہ کسی حال میں اس سے استدلال جائز نہیں ہے  
قلت (میں کہتا ہوں) اس سے استدلال کو منع کیا گیا  
اور میرے علم کے مطابق یہ کذب و غلط ہے وہ حدیث جو  
حارث نے علی سے اس کی تعلیل کی گئی اور اس  
پر جرح کی گئی، عبد الرحمن بن بشر کے سبب سے کہا کہ وہ  
روایت و نسب میں مجہول ہے اور اس کی حدیث  
غیر محفوظ ہے، اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے ان کا قول روایت کرتا ہے الخ اور کہا کہ یہ معروف  
نہیں اور حدیث منکر ہے الخ و باطنی طویل وہ انتہائی  
مکڑور اور ضعیف ہے اس میں ابن فرات ہے جس کو  
امام احمد ابوبکر بن ابی شیبہ نے جرح کیا۔ الخ نے  
کہا کہ منکر الحدیث ہے، پھر اس کا مدار حارث پر ہے  
اور اس میں وہ ہے جو مجہول نہیں۔ ابن عباس کی  
دوسری مذکور حدیث، اقول (میں کہتا ہوں)  
شاید محفوظ موقوف ہے، یونہی حفاظ نے ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کا قول روایت کیا جیسا کہ  
عنقریب ان شاء اللہ تو سنئے گا، ہاں اگر اس کا  
مرفوع ہونا بطریقِ جید ثابت ہو جائے تو یہ کہہ کر ثقہ  
راوی نے زائد بات کی ہے لہذا مقبول اور اس کی تائید  
جدا اللہ بن شداد کی مرسل حدیث کرتی ہے۔

سہ العمل المتنیرہ کتاب الاثریہ تحت حدیث ۱۱۲۲ دار نشر المکتب الاسلامیہ ۱۸۶/۲  
سکھ نصب الراية تحت الحدیث التاسع المکتبۃ الاسلامیہ ۳۰۶/۴  
سکھ میزان الاعتدال ترجمہ عبد الرحمن بن بشر القطعانی ۳۸۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۰/۲  
سکھ تنزیہ التہذیب ترجمہ محمد بن الفرات ۶۳۸ دارۃ المعارف النفاذیہ حیدرآباد دکن ۲۹۴/۹



حدیث زید الشہید لہم اقف  
 علی اول سندہ فانہ تعالیٰ اعلم  
 اما زید عن آباءہ انکرام فعت اصح  
 الاسانید حدیث ابی ہریرۃ  
 اقول فیہ ملبوبت خالہ  
 شیخ الامام الشافعی وثقہ ابن حبان  
 وابن معین وقال مسرۃ ضعیف  
 وقال ابن عدی حسن الحدیث  
 وقال خ منکر الحدیث وجملۃ القول  
 فیہ ، کما فی التقریب فقیہ صدوق  
 حشیر الاہمام ، قلت والعامۃ  
 کالبخاری وابن السدیق و  
 ابی حاتم والجب داؤد والناجب  
 علی تضعیفہ ومع ذلک فلیس  
 ممن یسقط حدیث ابی موسیٰ اقول فیہ  
 شریک ولا علیک من شریک الرجل  
 من رجال مسلم والاربعة والبخاری  
 فی التعالیق وقد وثقہ یحییٰ بن  
 معین قال الشافعی لیس بہ یأس وقال الذہبی  
 فی تذکرۃ الحفاظ کان شریک حسن الحدیث  
 اماما فقیہا ومحدثا مکترا لیس فی الاتقان کما د

حدیث زید شہید کی سند کے اول پر ہیں واقف  
 نہیں ہوا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن زید کی  
 روایت اس کے آباء کو ام سے صحیح ترین سندوں  
 میں سے ہے۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اقول (میں کہتا ہوں) اس میں مسلم بن خالد  
 ہے جو امام شافعی علیہ الرحمہ کا شیخ ہے ، ابن حبان  
 اور ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا اور ایک مرتبہ  
 کہا کہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا حسن الحدیث  
 ہے ، بخاری نے کہا منکر الحدیث ہے ، ان کے بارے  
 میں تمام قول ہیں جیسا کہ تقریب میں ہے کہ وہ فقیہ ،  
 صدوق اور زیادہ دیم والا ہے۔ قلت (میں کہتا  
 ہوں) عام محدثین کو ام جیسے بخاری ، ابن الحدادی ،  
 ابو حاتم ، ابو داؤد اور ناجی اس کو ضعیف قرار  
 دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساقط الاعتبار نہیں۔  
 حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقول (میں  
 کہتا ہوں) اس میں شریک ہے وہ امام مسلم ،  
 اصحاب اربعہ اور تعالیق میں امام بخاری کے رجال  
 میں سے ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا۔  
 نسائی نے کہا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ ذہبی نے  
 تذکرۃ الحفاظ میں کہا کہ شریک حسن الحدیث ، امام ،  
 فقیہ ، محدث اور مالدار شخص تھا مگر اتقان میں کما د

۱۰۲/۴	دار المعرفۃ بیروت	ترجمہ مسلم بن خالد ۸۴۵ھ	لے میزان الاعتدال
۱۲۹/۱۰	"	"	تہذیب التہذیب
۱۴۸/۲	دار الکتب العلمیۃ بیروت	ترجمہ مسلم بن خالد ۸۴۶ھ	لے تقریب التہذیب حرف الیم

بن زید کی مثل نہیں تھا ۱۴۔ اور تہذیب التہذیب  
میں ہے بجلی کوئی نے کہا کہ شریک فقہ اور حسن الحدیث  
ہے عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا  
کہ شریک اور ابوالاحوص میں سے آپ کو زیادہ پسند  
کون ہے تو انھوں نے کہا کہ شریک، حالانکہ اسکی  
کئی غلطیاں بھی ہیں۔ ابن عدی نے کہا اس کی حدیث  
پر غالب صحت ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ ثقہ،  
فامون اور کثیر الحدیث ہے حالانکہ وہ غلط کرتا ہے۔  
ابوداؤد نے کہا کہ وہ ثقہ ہے اور الحسن سے روایت  
میں غلط کرتا ہے۔ ابراہیم حربی نے کہا ثقہ ہے۔  
معاویہ بن صالح نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل  
علیہ الرحمۃ سے اس کے بارے میں پوچھا تو  
انھوں نے فرمایا کہ وہ عاقل، صدوق، محدث  
اور شگ و بہمت والوں پر سخت ہے الخ خصوصاً  
یہاں پر الحسن کی ابوالحاکم سے روایت۔ اور  
امام احمد بن حنبل نے فرمایا شریک ابوالحسن کے بارے میں  
اثبت بحسب زہیر، اسرائیل اور زکریا کے حالانکہ  
اس سے بہت پہلے سنا ہے یحییٰ بن معین نے  
کہا کہ شریک ابوالحسن کے بارے میں زہیر، اسرائیل سے  
زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس کو سوائے اس کے  
سند میں کوئی عاجز کرنے والا نہیں مگر تفصیل

بن زید الخ وفي تهذيب التهذيب  
قال العجلي كوفي ثقة وكان حسن الحديث  
قال عبد الرحمن وسألت ابني عن شريك  
وابي الاحوص ايهما احب اليك فقال  
شريك وقد كان له اغاليط وقال ابن  
عدي الغالب على حديثه  
الصحة، وقال ابن سعد كان ثقة  
فاموناً كثيراً الحديث وكان يغلط  
وقال ابو داود ثقة يخطئ عن الاعمش  
وقال ابراهيم الحارثي كان  
ثقة وقال مطوية بن صالح سألت  
احمد بن حنبل عنه فقال كان عاقلاً  
صدوقاً معصداً شديداً على  
اهل الريب والبدع الخ لا سيما  
ورأيت ههنا عن ابني اسحق و  
قد قال الامام احمد بن حنبل  
شريك في الج اسحق اثبت من  
زهير واسرائيل و زكريا قال وسمع  
منه قد ثبنا وقال يحيى بن معين  
شريك في ابني اسحق احب اليانا من اسرائيل و  
لا معجز في السند سوى هذا غير ان الفضيل

لہ تذکرۃ الخفاء ترجمہ شریک بن عبد اللہ ۲۳۷  
تہذیب التہذیب ترجمہ شریک بن عبد اللہ کوئی ۵۷۷  
دار المعرفۃ بیروت ۲۶۱/۲  
دار المعرفۃ بیروت ۳۹۹۰

بن مروقہ عن ابی اسحق  
وفیه قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اشربا ولا تشربا مسکرا تا بعہ  
عبد اللہ بن رجاء عن اسرائیل عن  
ابی اسحق او عن شریک عن علی  
اختلاف النسج رواهما الطحاوی و  
اخرجه البخاری فی المغازی عن  
طریق سعید بن ابی بردہ عن ابیہ عن  
ابی موسیٰ وفیہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کل مسکرا حراما واحضرة  
النسائی واخرجه کذا لک من  
طریق طلحة الا یامح و اخیری  
من جملة الشیخان حکلیہما عن  
ابی بردہ واخرجه من طریق  
اسرائیل عن ابی اسحق عن  
ابی بردہ وفیہ قال صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم اشرب  
ولا تشرب مسکرا ومن طریق  
ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ  
وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم لا تشرب مسکرا فان

بن مروقہ نے اس کو ابواحنی سے روایت کیا اور  
اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پو  
اور نشہ کی حد تک مت پو۔ اس کی متابعت کی عبد اللہ  
بن رجاء نے انھوں نے اسرائیل سے انھوں نے  
ابواحنی سے روایت کی یا شریک نے ابواسحاق سے  
روایت کی یعنی نسخوں میں اختلاف ہے۔ ان دونوں  
کو ان دونوں کو امام طحاوی نے روایت کیا۔ امام  
بخاری نے مغازی میں بطریق سعید بن البردہ تخریج  
کی، سعید نے البردہ سے اور انھوں نے ابویوسی  
اشعری سے روایت کی اور اس میں یوں ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور  
حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کو ذکر کیا اور اسی  
طرح بطریق طلحہ ایامی اور ایک دوسری روایت کی  
بطریق شیبانی تخریج کی، دونوں ہی البردہ سے  
مروی ہیں اور بطریق اسرائیل تخریج کی اسرائیل نے  
ابواسحاق سے اور اس نے البردہ سے روایت  
کی، اس میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پی اور نشہ کی حد تک مت پی،  
اور بطریق ابویوسی بخاری ابویوسی تخریج کی،  
اس میں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
فرمایا نشہ کی حد تک مت پی اس لئے کہ میں نے

لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشریہ باب ما یحرم من النبیۃ ایام سعید کہی کراچی ۳۶۰/۲  
لہ صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۲۲/۲  
لہ سنن النسائی کتاب الاشریہ تحویم کل شراب اسکر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۲۵/۲

حرمت حلال مسکر وقد علمت ان لا تنافي  
 بين هذه وبين رواية اشربوا ولا تشكروا  
 فان المسكر هو المسكر بالفعل كما  
 ان القتال هو القتال بالفعل  
 لا من يقدر عليه ويصبر منه  
 فاذا توافقت الاثار ولا تضاد كما  
 سمعت من علماء الامام الطحاوي  
 حديث القيس اقول هذا  
 حديث حسن رجاله كلهم  
 ثقات قال في العيضا انما محمد  
 بن خزيمة شيخ الطحاوي فمشهور  
 ثقة اه ونص في التقريب في بقية  
 الرجال انهم ثقات غير ان قال  
 في عثمان المؤذن من رجال البخاري  
 ثقة تغير فصار تلقن اه وقد نص  
 المحقق على الاطلاق في باب الشهيد من  
 انفتح ان الاخذ من المختلط اذا لم يعلم  
 متى اخذ منه لم ينزل الحديث عن الحسن  
 حديث قيس بن جثوم بن عباس  
 اقول حديث حسن صحيح

ہر نشہ اور کو حرام کر دیا ہے تحقیق تجھے معلوم ہو گیا کہ اس  
 روایت میں اور دوسری روایت میں جس میں حضور  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیو اور نشہ میں مت  
 آؤ کوئی منافات نہیں اس لئے کہ نشہ آور وہی ہے  
 جو بالفعل نشہ آور ہو، جیسا کہ قاضی وہی ہے جو بالفعل  
 قاضی ہو نہ کہ وہ جو قتل پر قادر ہو۔ تو اس طرح آثار میں  
 باہم موافقت ہوئی اور کوئی تضاد نہ رہا، جیسا کہ  
 امام طحاوی کے کلام سے تو نے سنا۔ حدیث قیس  
 اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے، اس کے  
 تمام رجال ثقہ ہیں۔ میزان میں لکھا کہ محمد بن غزیمہ جو  
 امام طحاوی کا شیخ ہے وہ مشہور اور ثقہ ہے الخ۔  
 تقریب میں باقی رجال کے بارے میں تصریح کی گئی کہ  
 وہ ثقہ ہیں مگر عثمان الخواری کے بارے میں لکھا کہ وہ  
 امام بخاری کے رجال میں ہے ثقہ ہے تغیر ہو گیا تھا  
 اسے تصحیح کی جاتی تھی الخ۔ محقق علی الاطلاق نے  
 فتح کے باب الشہید میں لکھا کہ غلط ہے حدیث یزید  
 والا اگر یہ نہ جاسے کہ کس سے حدیث لی تو وہ  
 حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔ حدیث قیس  
 بن جثوم بخاری ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما،  
 اقول (میں کہتا ہوں) حدیث حسن صحیح ہے

۱۔ سنن النسائي كتاب الاشرية تفسير البغوي والمرتبة  
 ۲۔ میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن غزیمہ ۴۸۶  
 ۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ عثمان بن الہیثم ۴۵۴  
 ۴۔ فتح القدير

۲۲۵/۲ نور محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی

۵۳۶/۳ دار المعرفۃ بیروت

۶۶۶/۱ دار الکتب العلمیہ بیروت

لومعین فیہ اصلا مرجالہ کلہم ثقات  
اجلاء۔ حدیث ابن مسعود من اصح  
الاحادیث واجلہا مروی بسلسلۃ الذہب  
کما تعرف ولله الحمد۔

الثانی الآثار فی الباب عن  
امیر المؤمنین قد تواترت ولم تقدر  
الخصوم علی ردھا فعد لواطف  
التاویل وادعاء الرجوع اما التاویل  
فاسند الضائف عن ابن المبارک  
ما تقدم من قوله من قبل ابن  
یشتد واسند عن عتبہ بن نرقد  
قال کان النبیذ الذعب یشربه  
عمر بن الخطاب قد خیل اقول من  
نظر الآثار التي اتت عن امیر المؤمنین  
کالشمس تیقن ان لا مساع  
لهذین التاویلین فیہا اصلا  
وان لم یکن فیہا حبل مثل  
تصریحات الاشتداد کان حسبک  
ما فی الموطا من قبول  
عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احلتها واللہ فلی  
مساع کان لهذا الوکات لم یشتد او

اس میں کوئی عیب نہیں اس کے تمام رجال بلند مرتبہ  
تھے ہیں۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
صحیح ترین اور عظیم ترین احادیث میں سے ہے جو  
بطور سلسلۃ الذہب مروی ہے جیسا کہ تو دیکھتا  
ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔

دوسری بحث: اس باب میں امیر المؤمنین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قواتر کے ساتھ آثار منقول  
ہیں۔ مخالفین ان کے رد پر قادر نہیں، لہذا انہوں  
نے تاویل کی طرف مدول کیا اور رجوع کا دعویٰ کیا۔  
دعویٰ تاویل تو وہ دیوں کہ امام نسائی نے ابن مبارک  
سے امیر المؤمنین کے اس قول مذکور کے بارے  
میں بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قبل اس کے  
کہ وہ سخت ہو جائے۔ اور عقبہ بن فرقد سے بیان کیا  
کہ جو نبیذ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
پیتے تھے وہ ہر کہ بنائی گئی ہوتی اقول (میں کہتا  
ہوں) جس نے ان آثار میں نظر کی جو امیر المؤمنین سے  
سورج کی طرح واضح طور پر منقول ہیں وہ یقین کر لے گا  
کہ ان دونوں تاویلوں کی ان میں کوئی گنجائش نہیں  
اگرچہ اس میں نبیذ کی شدت کے بارے میں غلطی  
تصریحات نہ بھی ہوتیں، تو مجھے عبادہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کا موطا میں منقول وہ قول کفایت کرتا کہ انہوں  
نے امیر المؤمنین سے کہا کہ بخدا کیا آپ نے اس کو

تغفل واما ادعاء الرجوع فقال النسائي  
 مما يدل على صحة هذا  
 حديث السائب فذكر ما اسند  
 مالك عن ابن شهاب عن  
 السائب بن يزيد عن عمرو  
 بن الخطاب خرج عليهم  
 فقال اني وجدت من فلات  
 ربيع شراب فزعم انه شراب  
 الطلاء وانا سائل عما شرب  
 فانت كان مسكرا حيلدت فجلده  
 عمر بن الخطاب رضي الله  
 تعالى عنه الحد تاما  
 ورواه ايضا الشافعي وعبد الرزاق  
 وابن وهب وابن جرير والطحاوي  
 والبيهقي وبعده الترمذي في شرح  
 المؤطا فقال تحت حديث محمود  
 بن لبيد المار عن المؤطا  
 كانت عمر اجتمع في تلك السمرة  
 ثم رجع عند فداينه في شرب الطلاء  
 حكاه مسنده ، اقول  
 رحمهم الله ايا عبد الرحمن  
 كانت من ذهب امير المؤمنين

حلال کر دیا، اگر وہ عید سخت نہ ہوتی یا سرکہ بن چکی ہوتی  
 تو اس قول کی کیا گنجائش بنتی۔ رد رجوع کا دعویٰ  
 تو امام نسائی نے کہا کہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل  
 حدیث سائب ہے، اس کے بعد پھر حدیث  
 ذکر فرمائی جس کو مالک نے ابن شہاب انھوں نے  
 سائب بن زید سے روایت کی کہ حضرت عمر  
 ابن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور  
 فرمایا کہ میں نے فلاں سے شراب کی بو پائی ہے اور  
 گمان کیا کہ وہ شراب طلا ہے میں اس سے اس  
 شراب کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ آور ہوئی  
 تو میں اس کو کوڑے لگاؤں گا۔ پھر حضرت عمر  
 ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر مکمل  
 حد جاری فرمائی الخ، اور اس کو امام شافعی،  
 عبد الرزاق، ابن وہب، ابن جریر، طحاوی اور  
 بیہقی نے بھی روایت کیا، اور زرقاتی نے شرح  
 مؤطا میں اس کی پروردی کرتے ہوئے اس حدیث  
 محمود بن لبیہ کے تحت فرمایا جو کہ مؤطا کے حوالہ سے  
 گزر گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس  
 مرتبہ اس بارے میں اجتہاد فرمایا تھا پھر اس سے  
 رجوع فرمایا، چنانچہ طلاء کے پینے پر حد جاری  
 فرمائی، جیسا کہ زرار الخ۔ اقول (میں کہتا ہوں)  
 اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے۔ امیر المؤمنین

لہ سنن النسائي كتاب الاشرية ذكره ابن خلدون في اعلل بها الخ نور محمد كارتاجان تجارت کتب کراچی ۲/۳۳۱  
 لہ شرح الزرقاني على مؤطا الامام مالك كتاب الاشرية جامع تحريم الخ تحت تحريم ۱۹۳۵ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۷۴

تحلیل القلیل والحذف الکثیر  
اما سمعت الخ قوله فی جواب المعتذر  
انما شربته من قربتك انما  
جلدناک لسكرک فان جلد  
فی السكر فان الدلیل  
على حرمة القلیل و  
لیت شعری مع رجم  
وقد شربه فی طعنته  
الثق انتقل فیها الخ  
المراد لیس العلف کما  
تقد مر من حدیث عمر و بن  
میمون۔

الثالث حدیث ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرمت الخمر  
بعیدها والسكر من کل شراب،  
الخرجه النسائی فقال اخبرنا ابو بکر بن  
علی اخبرنا القواریری ثنا  
عبد الوارث قال سمعت ابن شبرمة  
یذکر عن عبد اللہ بن شداد  
بن الہاد عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت  
الخمر قلیلها وکثیرها والسكر  
من کل شراب وهو کما تری

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب یہ تھا کہ قلیل حلال ہے  
اور حد کثیر میں جاری فرمائی۔ کیا تو نے امیر المؤمنین کا وہ  
جواب نہیں سنا جو آپ نے اس شخص کو دیا جس نے  
یہ عذر پیش کیا تھا کہ میں نے آپ کے مشکیزے سے  
شراب پی ہے، جواب یہ تھا کہ ہم نے تجھے نشہ کی  
وجہ سے گڑھے لگائے ہیں، اگر گڑھے آپ نے  
نشہ کی وجہ سے لگائے ہیں تو اس میں قلیل کی حرمت  
پر دلیل کہاں سے آئی، کاش میرا علم حاضر ہو آپ  
نے جو کب فرمایا حالانکہ آپ نے اسے نیزہ  
کے اس زخم کے موقع پر نوش فرمایا جس زخم میں آپ  
خود سب اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے جیسا کہ حدیث  
عرو بن نمیر کے حوالہ سے گزر چلا۔

تیسری بحث، حدیث ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما کہ خمر بعیدہ حرام کی تھی اور ہر شراب سے  
نشہ حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کی تحریک کی  
چنانچہ فرمایا ہیں ابو بکر بن علی نے خبر دی انہوں نے  
کہا ہیں قواریری نے خبر دی انہوں نے کہا  
ہیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے  
کہا کہ میں نے ابن شبرمہ کو عبد اللہ بن شداد  
بن الہاد سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما ذکر کرتے ہوئے سنا، ابن عباس نے  
کہا کہ خمر کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے  
نشہ حرام ہے، اور وہ جیسا کہ خود دیکھتا ہے

سند نظیف نفیس: ابوبکر ہسو  
 احمد بن علی بن سعید ثقہ حافظ،  
 والقواریری عبید اللہ بن عمر بن  
 میسرہ ثقہ ثبت من رجال الشیخین  
 وعبید النوارث هو ابن سعید بن ذکوان  
 ثقہ ثبت من رجال الستہ موافق شہرۃ  
 ثقہ فقیہ من رجال مسلم، و  
 عبید اللہ بن شداد ثقہ فقیہ جلیل من  
 رجال الستہ ولد علی عہد رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مثله  
 او انظمت واجود ما قد منا من سند  
 الامام الطحاوی، فہو ابن سلیم  
 بن یحییٰ ثقہ، و ابو نعیم  
 هو الفضل بن دکن ثقہ  
 ثبت من رجال الستہ من کبار  
 شیوخ خزینۃ العافظ ابوبکر بن ابی خدیجۃ  
 اذا روی ہذا الحدیث فی تاریخہ  
 فقال حدثنا ابو نعیم الفضل بن دکن  
 ثنا مسعر عن ابی حنوفہ کما سیاقاً  
 و مسعر من لا یجہل ثقہ  
 ثبت فاضل فقیہ من رجال  
 الستہ، و ابو عوف هو محمد  
 بن عبید اللہ الثقفی ثقہ  
 من رجال الستہ الا ابن ماجہ،  
 و عبید اللہ عبید اللہ بیدان ابی عبد الرحمن

صان شہری عمدہ سند ہے۔ ابوبکر احمد  
 بن علی بن سعید ثقہ اور حافظ ہے۔ قواریری  
 عبید اللہ بن عمر بن میسرہ ثقہ، ثبت اور شیخین کے  
 رجال میں سے ہے۔ عبید النوارث ابن سعید بن  
 ذکوان ثقہ، ثبت اور اصحاب صحاح ستہ  
 کے رجال میں سے ہے۔ ابن شہرہ عبید اللہ ابو شہرہ  
 ثقہ، فقیہ اور امام مسلم کے رجال میں سے ہے۔  
 عبید اللہ بن شداد ثقہ، فقیہ جلیل اور صحاح ستہ  
 کے رجال میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوا، اور  
 اس کی مثل یا اس سے زیادہ نظیف اور زیادہ  
 جید امام طحاوی کی وہ سند ہے جسے ہم پہلے ذکر  
 کر آئے۔ فہو ابن سلیمان بن یحییٰ ثقہ ہے۔ ابو نعیم  
 فضل بن دکن ثقہ، ثبت، صحاح ستہ کے  
 رجال اور بڑے شیوخ میں سے ہے، "خ"  
 اس کو حافظ ابوبکر بن خیر نے بیان کیا جب انہوں  
 نے اپنی تاریخ میں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے  
 کہا کہ میں ابو نعیم فضل بن دکن نے حدیث بیان  
 کی انہوں نے مسعر سے انہوں نے ابو حنوفہ  
 سے، جیسا کہ تقریب آئے گا۔ مسعر وہ ہے  
 جو مجہول نہیں ثقہ، ثبت، فاضل، فقیہ اور  
 صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ ابو عوف  
 محمد بن عبید اللہ الثقفی ثقہ اور صحاح ستہ کے  
 رجال میں سے ہے سوائے ابن ماجہ کے،  
 اور عبید اللہ عبید اللہ ہے مگر جب ابو عبد الرحمن



نے ارادہ کیا کہ اس پر عیب لگانے تو وہ دو وجہیں لایا  
جن میں سے ایک یہ ہے کہ ابن ابی شبرہ نے اس کو  
عبد اللہ بن شداد سے نہیں سنا۔ ہیں خبر دی ابو بکر بن  
علی نے انہوں نے کہا ہیں حدیث بیان کی ستر کا بن  
یونس نے اور انہیں بیان کی ہشیم نے ابن شبرہ سے  
انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ثقہ نے عبد اللہ  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے فرمایا  
کہ تم بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دی گئی اور ہر شراب  
سے نشہ حرام کیا گیا انا اقول (میں کہتا ہوں)  
الحمد للہ معلوم ہو گیا کہ وہ ثقہ ہے۔ ہزار سنا اپنی مسند  
میں تحریر کرتے ہوئے کہا کہ ہیں محمد بن حرب نے  
حدیث بیان کی اور انہیں ابو سفیان حمیری نے  
انہیں ہشیم نے ابن شبرہ سے حدیث بیان کی  
اور ابن شبرہ نے فاروق بنی سے اس نے عبد اللہ  
بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت کی پھر اسی حدیث کو  
ذکر کیا اور کہا کہ اس کو روایت کیا ہے ابو عون  
نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس کو روایت کیا  
ابو عون سے سحر، ثوری اور شریک نے اور معلوم  
نہیں کہ اس کو روایت کیا ہے ابن شبرہ سے  
انہوں نے عمار و ہنی سے انہوں نے ابن شداد  
سے انہوں نے ابن عباس سے سوا سے ہشیم  
اور ہشیم سے سوا سے ابو سفیان کے۔ اور یہ

حاول ان یخدشہ فافق بوجہین  
احدھما ان ابن شبرمة  
لم یسمعه عن عبد اللہ بن شداد  
اخری ثانیاً ابو بکر بن علی ثنا مسریج  
بن یونس ثنا ہشیم عن ابن شبرمة قال  
حدثنی الثقة عن عبد اللہ بن  
شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
قال حرمت الخمس بعینہا قلیلہا و کثیرہا  
والسکر من کل شراب انا اقول الحمد  
للہ قد علم الثقة اخرج البزار فی  
مسندہ حدیثنا محمد بن حرب ثنا  
ابو سفیان الحمیری ثنا ہشیم عن  
ابن شبرمة عن عمار الداهنی عن  
عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما فذکرہ قال وقد رواہ عن ابو عوف  
عن عبد اللہ بن شداد و رواہ عن  
ابی عوف مسعر و الشوری و  
شریک لا نعلم رواہ عن  
ابن شبرمة عن عمار  
الداهنی عن ابن شداد  
عن ابن عباس الا  
ہشیم ولا عن ہشیم  
الا ابو سفیان و لم یکن



ولا عليك من دندنة العقيل  
فقد اخذ يمين ذاك الجبل  
الشامخ على بيت المديني الذي  
قال فيه البخاري ما استصغرت  
نفسه الا عندك وقد اورد الامام  
موسى الكاظم في الضعفاء فحسبنا  
الله ولا حول ولا قوة الا بالله وبالمجمل  
ان كانت ابن شبرمة يرسله  
تامة ويهزم اخبرك ويبيت  
مسرة فتبين العدل فكانت  
ماذا ثم اخذ ابو عبد الرحمن  
يمين هذا بهشيم قال وهشيم  
بن بشير كان يدنس و  
ليس في حديثه ذكر اسماع  
من ابن شبرمة اقول هشيم  
ثقة ثبت من رجال الستة  
وقد ثبت سماعه هذا الحديث  
عن ابن ابي شبرمة اخبر ابو بكر  
بن ابي خيثمة قال حدثنا  
ايوب عن يزيد بن هارون عن  
قيس ثنا ابن شهاب عن اخبرني  
ابن شبرمة عن عبد الله  
بن شداد عن ابن عباس  
قال حرمت الخمرة  
بعينها قليلها وكثيرها و

ہیں اور ثمت توجہ دے عقیل کی جھینسا ہٹ کی  
طرف وہ تو علی مدینی جیسے بلند پہاڑ کو نرم اور  
کمزور قرار دیتا ہے جس کے بارے میں امام بخاری  
نے کہا کہ میں اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھتا مگر  
علی بن مدینی کے پاس، اور اس نے امام  
موسی کاظم کو ضعیف میں وارد کیا، پس اللہ تعالیٰ  
ہی ہمیں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے  
بغیر کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی  
کرنے کی طاقت۔ غلام صریح کہ ابن شبرم بھی اس میں  
ارسال کرتا ہے کہی اس کو مبہم بیان کرتا ہے اور  
کہی اس کو ظاہر کرتا ہے۔ پس عدل ظاہر  
ہو گیا تو یہ کیا ہے، پھر ابو عبد الرحمن اس کو  
ہشیم کے باب سے نرم قرار دینے لگے، اور کہا  
کہ ہشیم بن بشیر نہیں کرتا تھا اور اس کی حدیث  
میں ابن شبرم سے سماع کا ذکر نہیں۔ اقول  
(میں کہتا ہوں) ہشیم ثقہ، ثبت اور اصحاب  
کے رجال میں سے ہے اور اس کا اس حدیث  
کو سننا ابن شبرم سے ثابت ہے۔ ابو بکر بن ابی خثیمہ  
نے خرید کرتے ہوئے کہا کہ میں ابو سب نے  
یزید بن ہارون سے انہوں نے قیس سے حدیث  
بیان کی، قیس نے کہا مجھے میرے باپ سے  
انہوں نے کہا مجھے ہشیم نے انہوں نے کہا مجھے  
ابن شبرم نے عبد اللہ بن شداد سے جو ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کی، ابن عباس  
نے کہا کہ خرید یعنی قلیل و کثیر حرام کر دی گئی اور

السکر من کل شراب ثم قد خلعت  
 من حکام السبازات عامة  
 الحفاظ انما مروءة عن ابن شبرمة  
 عن ابن شداد و لم یدخل بينهما  
 رجل الا هشیم حیث عنعن ووافق  
 الجماعة حیث نص علی سماع  
 نفسه من ابن شبرمة و سماع ابن شبرمة من  
 ابن شداد صحیح فاذا انما کان  
 الاولیٰ بالطرح کونه بواسطه انه لم یثبت  
 بسند یثبت وثانیها ان خالفه ابو عوف  
 اخبرنا محمد بن عبد الله بن الحکم  
 ثنا محمد (یعنی غندس) ۶ و اخبرنا  
 المحسن بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا  
 محمد بن جعفر ثنا شعبه عن یونس عن  
 ابی عوف عن عبد الله بن شداد عن ابن  
 عباس رضی الله تعالیٰ عنهما  
 قالت حرمت الخمس بعینها قلیلها و  
 کثیرها و السکر من کل شراب لم ینکر  
 ابن الحکم قلیلها و کثیرها اخبرنا  
 المحسن بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا  
 ابراهیم بن ابی العباس ثنا  
 شریک عن عباس بن  
 ذریع عن ابی عوف

ہر شراب سے نشہ حرام کیا گیا، اور تحقیق برادر کے کلام سے  
 تجھے معلوم ہو چکا کہ عام حفاظ نے اس کو روایت کیا۔  
 ابن شبرمہ سے اس نے ابن شداد سے اس دونوں کے  
 درمیان سوائے ہشیم کے کسی مرد کو داخل نہیں کیا۔  
 ہشیم نے جہاں عنعنہ کے طور پر حدیث بیان کی اس  
 میں انھوں نے جماعت کی موافقت کی کیونکہ انھوں نے  
 اس پر نص کی کہ اس کا ابن شبرمہ سماع اور ابن خبر مر کا  
 ابن شداد سے سماع صحیح ہے تو اس صورت میں اس کا ترک اولیٰ ہے  
 کیونکہ سند ثابت اس کا ثبوت نہیں ہوا، اور دوسری وجہ یہ  
 ابو عوف نے اس کی مخالفت کی نہیں خودی جہاں بن حکم نے اس کی  
 ہمیں شد بیان کی تھی یعنی غندر نے اس کی کہا ہمیں خبری  
 حسین بن منصور نے، اس نے کہا ہمیں امام احمد  
 بن حنبل نے انھوں نے کہا ہمیں محمد بن جعفر نے،  
 انھوں نے کہا ہمیں شعبہ نے یونس سے، اس نے  
 ابو عوف سے، اس نے عبد الله بن شداد سے،  
 اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث  
 بیان کی کہ شر بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور  
 ہر شراب سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ ابن حکم  
 نے قلیل و کثیر کا ذکر نہیں کیا۔ ہمیں حسین بن منصور  
 نے خبر دی اس نے کہا ہمیں امام احمد بن حنبل نے،  
 اور انھیں ابراہیم بن ابی العباس نے انھیں  
 ابن شریک نے حدیث بیان کی اور شریک نے  
 عباس بن ذریع سے، اس نے ابو عوف سے،

اس نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حنظلہ کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے وہ مقدار حرام کر دی گئی جو نشہ دے۔ ابو عبد الرحمن نے کہا یہ ابن شہرمر کی حدیث سے درست ہونے میں ادنیٰ ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ ان محدثین کو ام پر رحم فرمائے۔ اگر ہم امام عابد فاضل شریک کی روایت کا عیب تسلیم کر لیں جو کثرت سے خطا کرتے اور تغیر ہو گئے۔ امام بخاری اور امام مسلم کسی بھی اصول میں اس سے استدلال نہ کرتے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا وہ بہت ضعیف ہے۔ ابن عثیم نے کہا میں نے نہیں دیکھا کہ عبد الرحمن نے شریک سے کوئی حدیث بیان کی۔ عبد الجبار بن محمد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ شریک نے آخر میں غلط ملط کیا ہے اس نے کہا کہ وہ ہمیشہ غلط ملط کرتا رہا۔ ابن مبارک نے کہا کہ حدیث شریک کوئی غلط نہیں۔ جوزجانی نے کہا کہ وہ کمزور حافظ والا مضطرب حدیث والا اور کج رو تھا۔ ابراہیم بن سعید جو ہری نے کہا کہ شریک نے چار سو حدیثوں میں غلط کی۔ معاویہ بن صالح نے ابو سعید سے روایت کی کہ وہ صدق اور ثقہ ہے مگر جب وہ کسی کی مخالفت کرے تو اس کا

عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر قليلاً وكثيراً وما اسكرت كل شراب قال ابو عبد الرحمن وهذا اولها بالصواب من حديث ابى شبرمة اقول رحم الله هؤلاء المحدثين لو انما قد مناروا به الامام العابد الفاضل شريك الذي كانت يخطئ كثيرا وقد تغير ولعمري يحتج البخاري ولا مصلوفاً من اصول وقال يحيى بن سعيد ضعيف جداً وقال ابن العثيمين ما رأيت يحيى ولا عبد الرحمن حديثاً عن شريك شيئاً وقال عبد الجبار محمد قلت ليحيى بن سعيد تراهم واثبت شريكاً انما خلط بأخسره قال ما نزال مخططاً وحن ابن المبارك قال ليس حديث شريك بشئ وقال الجوزجاني سيئ الحفظ مضطرب الحديث مائل وقال ابراهيم بن سعيد الجوهري خطأ شريك في اربع مائة حديث وروى معاوية بن صالح عن ابى معين صدوق ثقة الا انه اذا خالف فغيره

احب اليئامننه وقال مرة ثقة الا  
انه يغلب ولا يتحقق وقال الدارقطني  
ليس بالقوي فيما ينفرد به و قال  
ابو احمد الحساكم ليس بالمتين  
وكذلك قلت انت مرة يا ابا عبد الرحمن  
انه ليس بالقوي وقال الا نردى كان  
صدوقا الا انه سيئ الحفظ كثير الوهم  
مضطرب الحديث كما في تهذيب  
التهذيب على رواية ابن شبرمة  
ذاك الامام الشهير الثقة الفقيه  
المحتج به في صحيح مسلم وثقه احمد و  
ابو حاتم فضل عن حديث الامام الاجل  
الثقة الثبت مشهور كان اقاموا باسدا  
الانكار ثم الرجل مدّيس قال عبد الحق  
الاشبيلي كان يدلّس وقال ابن القطّاع  
كان مشهورا بالتدليس وقد عنعن  
فماكم تنقمون عنعنة هشيم ذاك الجبل  
الشامخ ثم تعودون تحتجون  
بعنعة شريك واما شعبة فقد تفرد به  
من بين الجماعة ونقص

خير حجة اس کی نسبت زیادہ پسند ہوتا ہے۔ مرقہ  
نے کہا کہ وہ ثقہ ہے مگر وہ غلطی کرتا ہے اور ثابت نہیں  
رہتا۔ دارقطنی نے کہا کہ شریک ان حدیثوں میں قوی  
نہیں جو میں وہ منفرد ہے۔ ابو احمد حاکم نے کہا کہ وہ  
متین نہیں۔ اور یوں ہی اسے عبد الرحمن ایک بار  
قرآن نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ازہری نے کہا کہ  
وہ صدوق تھا مگر وہ کمزور حافظہ والا، کثیر الوهم اور  
مضطرب الحديث تھا، جیسا کہ تهذيب التهذيب  
میں ابن شبرمہ کی روایت پر ہے کہ وہ مشہور امام،  
ثقہ، فقیہ اور مقتدی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ  
امام احمد نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ ابو حاتم نے اس کو  
امام اجل ثقہ ثبت سمعی حدیث سے افضل  
قرار دیا تو لوگوں نے اس کا شدید انکار کیا۔  
پھر وہ مدّیس شخص ہے، عبد الحق اشبیلی نے کہا  
کہ وہ تدلیس کرتا تھا۔ ابن قطن نے کہا کہ وہ  
تدلیس میں مشہور تھا۔ تحقیق اس نے عنعنہ کے  
ساتھ روایت کی تھیں کیا ہے کہ تم ہشیم کے عنعنہ کو  
برا سمجھتے ہو جو کہ ایک بلند پایہ ہے پھر لوگ شریک  
کے عنعنہ سے استدلال کرتے ہو مگر شعبہ اس کے  
ساتھ جماعت میں سے منفرد ہے، اس سلسلہ میں

۲۷۱ و ۲۷۰/۲	دار المعرفۃ بیروت	۳۶۹	لے میزان الاعتدالی ترجمہ شریک بن جراحہ
۳۳۶/۴	دائرة المعارف النظامیہ	۵۷۷	لے تهذيب التهذيب
۳۳۷/۴	"	"	لے " " " " " " " " " "
"	"	"	لے " " " " " " " " " "
"	"	"	لے متعلق با قول رحمہ اللہ حوالہ الحمدین لوانا قدما

عليك الامر في ذلك روى هذا الحديث  
عن ابن عباس سعيد بن المسيب وعوث  
بن ابي جحيفة وعكرمة وعبد الله بن شداد  
اما الاولان فروى عنهما المرفوع الى النبي  
صلى الله تعالى عليه وسلم كما تقدم ، و  
اما عكرمة وقال الطبري في تهذيب الآثار  
حمدا ثنا محمد بن موسى ثنا عبد الله  
بن عيسى ثنا داود بن ابي هند عن عكرمة  
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال حرم  
الله الخمس بعينها والسكر من كل شراب  
واما ابن شداد فروى عنه ابو ثور وعمار الداهي  
وابو شبرة على الوجه الذي علمت وعياش  
العامري عن ابي بكر بن ابي خثيمة قال حدثنا  
محمد بن الصباح البزاز اخبرنا شريك  
عن عياش العامري عن عبد الله بن  
شداد عن ابن عباس قال حرم  
الخمر بعينها والسكر من كل شراب  
وقال وعياش العامري هو  
عياش بن عمر ، قلت ثقة  
من رجال مسلم وسليمان  
الثيباني وعنه شعبة عن  
ابن ابي خثيمة ايضا

تجہ پر معاملہ ناقص ہو گیا۔ اس حدیث کو ابن عباس  
سے سعید بن مسیب، عوث بن ابی جحیفہ، عکرمہ اور عبد اللہ  
بن شداد نے روایت کیا۔ پہلے دونوں سے تو  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع ہوتا  
مروی ہے جیسا کہ گزچکا۔ رہا عکرمہ، تو طبری نے  
تہذیب الآثار میں کہا کہ ہمیں محمد بن موسیٰ نے انھیں  
عبد اللہ بن عیسیٰ نے انھیں داؤد بن ابی ہند نے عکرمہ  
سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث  
بیان کی، ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو  
بعینہ اور ہر شراب سے نشہ کو حرام فرمایا۔ رہا ابن شداد  
تو اس سے ابو ثور، عمار دہی اور ابو شبرہ نے  
اس وجود پر روایت کیا جو ثوبان چکا۔ عیاش عامری  
نے ابو بکر بن ابی خثیمہ سے روایت کی انھوں نے  
کہا کہ ہمیں محمد بن صباح البزاز نے حدیث بیان کی  
انھوں نے کہا ہمیں شریک نے عیاش عامری سے  
خبر دی اور انھوں نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس  
نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
کی کہ شرعاً ہر شراب سے نشہ حرام  
ہے۔ اور عیاش عامری وہ عیاش بن عمر ہے۔  
قلت (میں کہتا ہوں) وہ ثقہ ہے اور امام مسلم  
اور سلیمان شیبانی کے رجال میں سے ہے اور اسی  
سے شعبہ نے بھی ابن ابی خثیمہ کے نزدیک روایت کیا

لہ البیہقی بحوالہ الطبرانی فی التہذیب کتاب الاشرار  
لہ حاشی مسند امام الاعظم بحوالہ ابی بکر بن ابی خثیمہ فی تاریخ

المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲۲۸/۴  
نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲

و بلغه الخ امام المؤمنين ميمونة حيث قال  
حدثنا علي الجعد اخيرا شعبه  
عن سليمان الثيباني عن  
عبد الله بن شداد عن عبد الله  
بن عباس عن خالته ميمونة بنت  
الحارث رضى الله تعالى عنهم  
ورواه عن ابى عوف الامام الاعظم  
وسفيان الثوري ومسلم بن كدام و  
عبد الله بن عياش وقد وقعت روايتهم  
جميعا في مسند الامام وشريك و  
ابو سلمه عند الجزاس ورواه عن مسعود  
ابو نعيم الفضل بن دكين عند الطحاوي  
وابن ابى خزيمة ومن طريقه القاسم بن  
اصبغ فقال حدثنا احمد بن  
نرهيل يعني ابا بكر بن ابى خزيمة ثنا  
ابو نعيم الفضل بن دكين عن مسعود  
عن ابى عوف عن عبد الله بن  
شداد عن ابن عباس رضى الله تعالى  
عنهما قال حرمت الخمر بعينها  
القليل منها والكثير والسكر من  
كل شراب قال البيهقي قال  
ابن حزم صحيح قال

جس کو اس نے ام المؤمنین سیدہ ميمونة رضی اللہ تعالیٰ  
عنہا تک پہنچایا جہاں اس نے یہ کہا کہ میں حدیث  
بیان کی علی الجعد نے اس نے کہا کہ میں بخاری شعبہ نے  
سلیمان شیبانی سے اور اس نے عبد اللہ بن شداد  
سے اس نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے اور انھوں نے اپنی خالہ سیدہ ميمونة بنت حارث  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور اس کو  
ابو عوف سے امام اعظم سفیان ثوری و مشغریں کرام  
اور عبد اللہ بن عیاش نے روایت کیا ان سب کی  
روایت سیدہ امام اعظم میں واقع ہے۔ اور بزار کے  
نزدیک اس کو شریک اور ابوسلمہ نے روایت کیا  
طحاوی اور ابن ابی خیر کے نزدیک اس کو مشغریں  
ابو نعیم فضل بن دکن نے روایت کیا اور اسی کے  
طریق سے قاسم بن اصبح نے روایت کرتے ہوئے  
کہا کہ میں احمد بن زبیر یعنی ابوبکر بن ابی خیر نے حدیث  
بیان کی انھوں نے کہا میں ابو نعیم فضل بن دکن نے  
مسعود سے حدیث بیان کی اور مسعود نے ابو عوف سے  
اس نے عبد اللہ بن شداد سے، اور اس نے  
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
کی کہ ابن عباس نے فرمایا خمر بعینہ یعنی اس کا  
قلیل و کثیر اور ہر شراب سے نشہ حرام کر دیا گیا۔  
بخاری و عینی نے بتایا میں کہا کہ ابن حزم نے فرمایا کہ  
ابن حزم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس نے



و تابعه ابانعم جعفر بن عوف فرداه  
عن مسعر كذا في الخ وكذا تابعه  
قال ابن حزم صحيح خلاصته يحيى  
عند ابى نعيم في الحلية وسفين الثوري  
وشعبة وسفين و ابراهيم ابنا عبيدة  
رفعه عن مسعر قال عن النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم كذا في الحلية و  
بالجملة هؤلاء اربعة عن ابن عباس  
منهم ابن شداد وعنه خمسة منهم  
ابو حنيفة وعنه ستة منهم مسعر  
وعنه سبعة منهم شعبة لم يذكر  
احد منهم والمسكر زيادة الميم  
الاشعبة قال ابو نعيم تفرد شعبة  
بلفظه عن مسعر فيه فقال والمسكر  
من كل شراب او فرداية  
المجاعة هم الاحق بالقبول  
ان فرض التناف و اين  
التناف فان المسكر من  
كل شراب او ما اسكر من  
كل شراب يحتمل القصد من  
المسكر من كل شراب احتسالا  
جليا واخفا فكيف يقضى بالمحتل على المتعين

ابو نعيم جعفر بن عوف کی متابعت کی چنانچہ اس کو مسعر سے  
اسی طرح روایت کیا الخ ابن عوف نے کہا کہ صحیح ہے۔  
عند ابن عوف نے ابو نعيم کے نزدیک علیہ میں اور سفیان  
ثوری، شعبہ، سفیان بن عیینہ اور ابراہیم بن عیینہ  
نے مسعر کے واسطے سے اس کو فردا روایت کیا مسعر  
نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے  
جیسا کہ علیہ میں ہے، خلاصہ یہ ان چاروں نے  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا انھیں  
میں سے ابن شداد ہے جس سے پانچ حدیثیں مروی  
ہیں انھیں میں سے ابو حنوفہ ہے جس سے چھ حدیثیں  
مروئی ہیں، انھیں میں سے مسعر ہے جس سے سات  
حدیثیں مروی ہیں، انھیں میں سے شعبہ ہے سوائے  
شعبہ کے ان میں سے کسی نے بھی لفظ مشککہ مسمیٰ کی  
زیادتی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ابو نعيم نے کہا کہ مسعر  
سے یہ روایت کرنے میں شعبہ متفرد ہے کیونکہ اس نے  
کہا کہ ہر شراب میں مسکر حرام ہے الخ اگر ان میں تنافی  
فرض کی جلتے تو شعبہ کی نسبت جماعت کی روایت  
قبولیت کی زیادہ حقدار ہے اور ان میں تنافی  
کہاں ہے اس لئے کہ ہر شراب میں سے مسکر  
یا ہر شراب میں سے وہ جو نشہ دہندہ ہر شراب  
میں سے مقدار مسکر کا واضح احتمال رکھتی تو محتمل کے  
ساتھ متعین پر کیسے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ

و بالله التوفيق وبه ثبت والله الحمد  
ان ابا عوف لم يخالف شعبة عن  
مسعر ماثر الجملة من مسعر و عن  
ابن عوف و عن ابن شداد  
و عن ابن عباس رضى الله  
تعالى عنهم، والعجب من  
الامام ابن الهمام كيف تبس  
النسابة على هذا الكلام  
و نراهم ان لفظ السبكر  
تضعيف وما التوفيق الا بالله  
الخبير اللطيف والحمد لله  
رب العالمين -

ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اس توفیق سے  
ہی ثابت قدمی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے  
حمد ہے۔ بیشک ابو عوف نے ابو شبرہ کی مخالفت  
نہیں کی البتہ شعبہ نے مسعر سے روایت کرتے  
ہوئے باقی تمام حضرات کی مخالفت کی جو انہوں  
نے مسعر سے کی اور مسعر نے ابو لون سے، اس  
نے ابن شداد سے، اور اس نے ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور امام  
ابن الہمام پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کلام  
پر نسائی کی پیروی کیجے کر لی! اور یہ ممکن کیا کہ  
لفظ سبکر غلط ہے اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ تعالیٰ  
سے جو خبر رکھنے والا باریک بین ہے اور سب  
تقریبیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں  
کا پروردگار ہے۔

چوتھی بحث: طاہری کی سند علقمہ سے کہ میں نے  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے نشہ سے متعلق قول کے بارے  
میں سوال کیا تو انہوں نے کہا وہ آخری گھونٹ ہے  
اس کو دارقطنی نے اپنی سنن میں عمار بن مہر سے  
روایت کیا، عمار نے کہا میں جریر بن عبد الحمید  
نے حجاج سے، اس نے حماد سے اس ابیہم سے اس  
علقمہ سے، اور اس نے عبد اللہ سے رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے  
بارے میں حدیث بیان کی کہ ہر نشہ آدھ حرام ہے  
عبد اللہ نے کہا کہ وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے

السر ابع حدیث الطحاوی عن  
علقمة سالت ابن مسعود عن قول  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
في السكر قال الشربة الاخيرة سوا الا  
الدارقطني في سننه عن عمار  
بن مهران نا جريير بن عبد الحميد  
عن الحجاج عن حماد عن ابراهيم عن  
علقمة عن عبد الله في قوله  
صلى الله تعالى عليه و  
سلم جعل مسكر حرام قال  
عبد الله هي الشربة التي

اسکوتک ثم اسند عن عمار بن  
مطر ثنا شریک عن ابی حمزة  
عن ابراهیم قوله صلى الله تعالى عليه  
وسلم كل مسكر حرام قال هو  
الشربة التي اسكوتك قال هذا  
اصح من الذي قبله ولو بسنده غير  
الحجاج واختلف عنه وعمار بن مطر  
ضعيف وحجاج ضعيف وانما هو  
من قول ابراهيم النخعي ثم اخرج  
عن ابن المبارك انه ذكر عنده  
حديث ابن مسعود كل مسكر حرام  
هي الشربة التي تسكرك فقال هذا حديث  
باطل ثم وتبعه المحقق في الفتح  
اقول سند الطحاوي حديثنا  
ابن ابی داؤد ثنا نعيم وغيره  
انا حجاج عن حماد الزوليس  
فيه عمار كما تروى والحجاج  
هو ابن ارمطة من رجال  
مسلم والاربعة و هو  
وامن كانت من شيوخ  
شعبية وشعبية من  
قد علو في شدة ورعه واحتياطه  
وقد كانت يقول اكتبوا

نشر دیا۔ پھر دارقطنی نے اس کا اسناد بیان کیا  
عمار بن مطر سے، اس نے شریک سے، اس نے  
ابو حمزہ سے، اس نے ابراہیم سے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کہ ہر شے اور  
حرام ہے، فرمایا وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے  
نشد دیا۔ دارقطنی نے کہا یہ پہلی سند سے زیادہ صحیح  
ہے سوائے حجاج کے کسی نے اس کا اسناد بیان  
نہیں کیا اور اس سے روایت میں اختلاف ہے۔  
عمار بن مطر ضعیف ہے یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ پھر  
ابن المبارک سے اس کی تخریج کی کہ اس کے پاس  
حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ہر مسکر حرام ہے  
سے مراد وہ گھونٹ ہے جس نے تجھے نشہ دیا تو  
ابن المبارک نے کہا یہ حدیث باطل ہے اور اس کی  
پروہ کی محقق نے فتح میں۔ اقول (میں  
کتا ہوں) طحاوی کی سند یہ ہے کہ میں ابن داؤد  
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نعيم وغيره  
نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا میں حجاج نے  
حماد سے بخبر دی الا اس میں جیسا کہ قرآن دیکھا عمار  
نہیں ہے اور حجاج وہ ابن ارمطة ہے جو مسلم اور  
اصحاب کتب اربعہ کے رجال میں سے ہے۔ وہ  
انگڑ پر شعبہ کے شیوخ میں سے ہے اور شعبہ کے تفریق  
واحتیاط میں سختی جاتی ہوئی ہے کہا کرتے تھے  
حجاج بن ارمطة اور ابن اسحاق سے لکھ لیا کرو

۱۔ سنن دارقطنی کتاب الاثریہ وغیرہ حدیث ۲۴ و ۲۵ دارالمحسن طباعة القاهرة ۲۵۰/۴ و ۲۵۱  
۲۔ شرح معانی الآثار ۲۔ باب ما یکرّم من المنیذہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۶۱/۲

کیونکہ وہ دونوں حافظ ہیں۔ نیز متعدد ائمہ نے اسکی  
تقریف کی جن میں قوری اور ابو حاتم شامل ہیں مولائے  
اس کے کہ وہ تلمیس میں کثرت کرتا ہے۔ ذہبی نے  
کہا اکثر اس پر جس شے میں طاعت کی جاتی ہے وہ  
تلمیس ہے۔ ابو حاتم نے کہا وہ تلمیس کرتا ہے  
اور ضعیف میں سے ہے۔ قوری حدیث اگرچہ  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح نہیں جیسا کہ  
عبد اللہ نے کہا اگر ابراہیم سے صحیح ہے جیسا کہ ہم  
مسند امام اعظم کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ  
حماد نے ابراہیم سے روایت کی۔ لہذا ابو عبد الرحمن  
کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تاکہ ابن حرون کا کہنا درست نہیں  
ان کا آخری گھونٹ کو حرام اور اس سے پہلے والے  
گھونٹ کو حلال قرار دینا جس کچھ نہیں آتا لیکن  
ابو عبد الرحمن کا وجہ بیان کرتے ہوئے  
یہ کہنا کہ مسکر کے آخری گھونٹ پر  
اخر انداز ہونا اور پہلے اور دوسرے  
پر نہ ہونا علمی اعتبار سے یہ فرق  
درست نہیں ہے۔  
اقول (میں کہتا ہوں) تیرا کیا خیال ہے کہ  
کستوری، عنبر، زعفران اور ان جیسی دیگر اشیاء

عن حجاج ابن اسباط و ابن اسحق  
فانہما حافضان و قد اشفق  
علیہ غیر واحد منہم الشوری  
وابو حاتم یبداہ کثیر التلمیس قال الذہبی  
اکثر ما نقم علیہ التلمیس و قال ابو حاتم  
یدلس عن ضعیف و قال حدیث و امت  
لم یصح عن ابن مسعود رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کما قالہ عبد اللہ لکنہ  
قد صحیح عن ابراہیم کما قد مناہ عن مسند  
الامام الاعظم عن حماد عنہ فما کانت  
ینبغی لابی عبد الرحمن انہ یقول  
لیس کما یقول ابو عوف لانہم یحرمہم  
آخر الشربة و تحلیلہم ما تقدمہا  
اما ما تعلل بہ قائل لا خلاف  
بین العلم ان المسکر  
یکلیتہ لا یحدث علی  
الشربة الاخر و من  
الاولی و الشانیتہ بعدہا  
اقول اسایت اذا کانت لایسکر  
المسک و العنبر و الزعفران و اشباہہا

۲۶۰/۱

دار العرفۃ بیروت

تہذیب النہایۃ مترجم حجاج بن اسباط ۱۴۲۶ھ

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۲۶۰/۱

۱۹۴/۲

دارۃ المعارف النظامیہ

۲۶۵

۲۶۵

۲۶۵

۲۶۵

۲۶۵

الاذا بلغ عشر حبات مثلاً فاذا تناول  
 من اجل جنة فهل تناول المحرام فان  
 قلت نعم فقد اعظمت القول وانت  
 قلت لا قلنا فان تناول اخرى  
 حتم بلخ تسعا فلا بد ان  
 تقول في الكل بالحمل قلنا  
 فاخبرنا اذا تناول العاشرة  
 فسكروا فان قلت الا انت ايضا  
 حمل فقد اعظمت القول وانت  
 قلت حرم فقد قضيت على نفسك  
 ولا شك ان السكر انما  
 اقل للمجوع لكن المحرمة  
 انما هي للاصالة الاخيرة دون  
 الاول والحق تليها اى قسم  
 ومن عرف ان المعلول د  
 هي المحرمة المعلولة بالنكس المعلول  
 بالعشر انما يتحقق عند تحقق  
 الجزء الاخير من اجزاء  
 العلة عرف المرام ولم تنه ببالاها  
 وبهذا التقرير يراد الله الحمد تبين انزهاق  
 مالمع به الشوكاني في نيل الاوطار ناقلا  
 عن النيزي ما نصه يقال لهم  
 (انك لا تثبتنا رضى الله تعالى عنهم)  
 اخبرونا عن الشرية التي يعقبها  
 السكر اى الحق امسكمت

مثلاً ان نشہ نہ دی جب تک وہ دس رتی کے برابر  
 نہ ہو جائیں۔ جب کسی شخص نے ان میں سے ایک رتی  
 کے برابر کھایا تو کیا اس نے حرام کھایا، اگر تو کہے کہ  
 ہاں تو تو نے بہت بڑی بات کہہ دی اور اگر کہے کہ  
 نہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر دوسری رتی کھائی تو کیا حکم  
 ہے یہاں تک کہ نو تک پہنچ جائے۔ تیسرے نے  
 اس سے چھٹکارا نہیں کہ تو ان سب کے حلال پڑ  
 کا قول کرے۔ پھر کہیں گے کہ بتاؤ اگر وہ دسویں رتی  
 کھائے اور نشہ آجائے تو اب کیا حکم ہے۔ اگر  
 تو کہے کہ اب بھی حلال ہے تو تم نے بہت بڑی  
 بات کہہ دی۔ اور اگر کہے کہ حرام ہے تو خود اپنے  
 خلوت تو نے فیصلہ سے دیا۔ اس میں کوئی شک  
 نہیں نشہ اس گروے سے آیا ہے لیکن حرمت  
 آخری رتی کو کھانے پر ہے نہ کہ پہلی اور اس کے  
 بعد دایوں پر جو کہ فوجیں۔ جس نے یہ سمجھا کہ معلول  
 جو کہ وہ حرمت ہے جس کی علت نشہ ہے وہ معلول  
 پوری دس رتیاں ہیں مگر اس کا تحقق علت کی  
 آخری جز کے تحقق کے وقت ہوا تو اس نے  
 مقصد کو پہچان لیا۔ اس کو دہم نہ بہکائے گا۔  
 الحمد للہ اس تقریر سے شوکانی نیل الاوطار میں  
 حد سے تجاوز کرنا ظاہر ہو گیا نہ ان حالیکہ وہ طبری  
 سے نقل کرنے والا ہے جس کی اس نے تصریح کی کہ  
 ان (چارے ائمہ) کو کہا جائے گا کہ اس گھونٹ  
 کے بارے میں بتاؤ جس کے بعد نشہ آیا ہے  
 کہ کیا اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے بغیر

صاحبہا دون ما تقدم من الشراب  
 امر اسکریت یا اجتماعها مع ما تقدم  
 واخذت عقل شربت بحفظها  
 من الاسكار فان قالوا انما احدث له السكر  
 الشربة الاخرة التي وجد خيل العقل عقبها  
 قيل لهم وهل هذه التي احدثت له ذلك الا  
 كبعض ما تقدم من الشرابات قبلها في انها  
 لو افتردت دون ما قبلها كانت غير مسكرة  
 وحدها وانما اسكرت باجماعها واجتماع  
 عليها فحدث عن جميعها السكر فان التعرّف  
 بهذا الحيرة جبار في الحجة العاشرة  
 من المسلك ونظر ائمة والوهم انما نشاء من  
 عدم الفرق بين الجزء الاخير وبين سائر  
 العلل الناقصة المقدمة عليه وكذا استبان  
 بحمد الله انخفاف ما زوق به الشوكاني تحت  
 حديث عقل شراب اسكر فهو حرام بقوله  
 ان الشراب اسم جنس فيقتضي ان يرجم التحريم  
 الى الجنس كله كما يقال هذا الطعام مشبع  
 السماء مروي يريده به الجنس و  
 عقل جزء منه يفعل ذلك  
 الفعل فاللقمة تشبع العصفور  
 وما هو اكبر منها يشبع  
 ما هو اكبر من العصفور

نشہ دیا یا ماقبل والے گھونٹوں کے ساتھ مجتمع ہو کر  
 نشہ دیا اور ہر گھونٹ کا نشہ دینے سے ہے ،  
 اگر وہ کہیں کہ اس کو نشہ آخری گھونٹ لے دیا ہے  
 جس کے بعد اس کی عقل میں خلل واقع ہوا تو ان کو  
 کہا جائے گا کہ یہ آخری پیلے والے گھونٹوں کی طرح  
 ہی ہے اس بات میں کہ اگر یہ ان سے منفرد ہوتا تو  
 اکیلے نشہ نہ دیتا۔ اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے  
 ساتھ مجتمع ہو کر نشہ دیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ  
 نشہ ان تمام گھونٹوں کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے اور  
 بیشک یہی تقریر تمام شقوں کے ساتھ کستوری اور  
 اس جیسی دیگر اشیاء میں جاری ہوتی ہے ۔ وہم  
 صرف اس لئے پیدا ہوا کہ آخری جزء اور اس کے  
 پیلے والی باقی ناقص علتوں میں فرق نہیں کیا گیا۔  
 یونہی الحرفہ مدیث ہر شراب جو نشہ دے وہ  
 حرام ہے کے تحت شروکانی کا یہ کلام بھی زنگ آکر  
 ہو گیا جس کو اس نے یوں منقش کیا کہ شراب  
 اہم جنس ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تحریم  
 تمام جنس کی طرف لے گیا کہ کہا جاتا ہے طعام  
 سیر کر نے والا ہے اور پانی سیراب کر نے والا ہے  
 یہاں طعام اور پانی سے مراد جنس ہے اور جنس کی  
 ہر جزء جنس والا عمل کرتی ہے ، چنانچہ طعام کا  
 ایک ٹکڑا چروا یا کاپیٹ بھر دیتا ہے اور اس سے  
 زیادہ مقدار چروا یا سے بڑے جانور کاپیٹ بھر دیتی

وَكُنَّا لَكَ جَنَسَ الْمَادِيَرِ وَمِنَ الْحَيَوَانَاتِ  
 عَلَى هَذَا الْحَدِّ فَكُنَّا لَكَ التَّيْقِيزَ أَقُولُ نَعَمْ  
 وَقَدْ تَحَرَّيْتُ عَلَى الْجَنَسِ مَقِيدًا بِصِفَةِ  
 الْأَسْكَارِ فَإِذَا اسْكُوحَرَمَ وَالْأَلَا وَانْمَا  
 انْشَدَكَ اللَّهُ وَالْأَنْصَافَ إِذَا قِيلَ لَكَ  
 أَنَّهُكَ عَنْ كُلِّ طَعَامٍ أَشْبَعُ هَلْ يَفْهَمُ  
 مِنْهُ أَنَّهُ عَنْ الْأَكْلِ مَطْلَقًا وَلَوْ لِقِسْمَةٍ  
 أَوْ لِقِسْمَةٍ أَصْغَرًا تَكُونُ مَا هُنَا  
 الْأَمَّا كَابُورَةُ الْأَتْرَافِ أَمَّا الْأَجْمَاعُ  
 مَا ضَرَفَ طَبَّحَ تَحَرَّيْتُ عَنْ كُلِّ ضَادٍ  
 كَالسُّمُومِ وَالطَّيْنِ وَغَيْرِ ذَلِكَ ثُمَّ لَمْ يَنْطَلِقْ  
 هَذَا الْحُكْمُ إِلَّا الْهَاقِدُ قَدْ رَضِيَ بِكَ  
 إِيَّاكَ لَا مَا يَضُرُّ وَلَوْ ذَابَا أَوْ غَلَّةٌ وَقَدْ أَخْرَجَ  
 أَحْمَدُ الْبُودَ أَوْ دُونَهُ مِنْ أَمْرِ سَلَمَةِ  
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتِ  
 نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مَسْكُورٍ وَمَغْشُورٍ  
 مَعْلُومٍ أَمَّا مِنَ الْأَدْوِيَةِ مَا إِذَا كَثُرَ  
 مِنْهُ أَوْ رُشَّ الْمَغْشُورِ وَالتَّحْذِيرُ  
 ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ التَّحْذِيرُ إِلَّا الْهَاقِدُ  
 ذَلِكَ الْقَدَرُ الْكَثِيرُ وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا زَعَمْتَ  
 لَوْ حَبِيبُ الْقَوْلِ بِعَرْمَةِ الْمَلِكِ وَ

سے اس طرح پانی کی جنس عمل کرتی ہے اور یہی حال نیزہ کا ہے۔  
 اقول (میں کہتا ہوں) ہاں تحریم جنس پر واقع ہے  
 در انما ایک وہ نشہ آور ہونے کی صفت سے مقید  
 ہے۔ لہذا جب نشہ دہے تو حرام ہے ورنہ نہیں  
 میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر انصاف کا مطالبہ  
 کرتا ہوں کہ جب تجھے کہا جائے کہ میں تجھے ہر ایسے  
 طعام سے منع کرتا ہوں جو سیر کر دے تو کیا اس سے  
 مطلق طعام کی ممانعت سمجھی جائے گی اگرچہ ایک  
 قسم کی مقدار یا اس سے بھی کمتر ہو؟ یہ تو نقص  
 انکار حق ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نقصان دہ چیز  
 کی حرمت پر اجماع جاری ہے جیسے زہر اور کھردلیہ  
 پھر یہ حکم نہیں جاری ہوتا مگر اتنی مقدار پر جو تجھے نقصان  
 پہنچائے نہ مطلق نقصان پہنچانے والی شئی پر اگرچہ  
 وہ کھجور یا چوڑی کو نقصان پہنچائے۔ امام احمد  
 و ابو داؤد نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
 تحریر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 نے ہر نشہ آور اور عقل میں خلل ڈالنے والی چیز سے  
 منع فرمایا۔ یہ بات معلوم ہے کہ بعض روایات کی  
 زیادہ مقدار عقل میں خلل ڈالتی ہے جس سے پرہیز  
 کرنا لازمی ہے۔ پھر یہ پرہیز اور ممانعت صرف  
 اسی مقدار کی طرف لوثی ہے۔ اگر معاملہ ایسے  
 ہوتا جیسے تونے گمان کیا ہے تو کستوری اور اس جیسی

امثاله مطلقا وکل ذلك خلاف  
 الاجتماع هذا ثم اتفقت المراجعة  
 الحب البنيانية خرايت الاصل البسار  
 محمودا رحمه الله تعالى اتي ههنا  
 بكلام حسن نقلت الاصل  
 تاج الشريعة نراد فيه من النظائر فاجبت  
 ايماده قان روح ووجه المحرام هو  
 المسكرو اطلاقه على ما تقدم من مجاز  
 وعلى القدر الاخير حقيقة وهو  
 مراد فلا يكون العجز مراد  
 وقد قال تاج الشريعة المسكر  
 ما يتصل به السكر بمنزلة المتخمر  
 من الطعام وهو ما يتصل به من  
 التخمرة فانه تناول الطعام بقدر  
 ما يفسد به حلال وما يتخمر  
 وهو الاكل فوق الشبع حرام  
 ثم المحرم منهما وهو المتخمر  
 وان كان لا يكون ذلك متخما  
 الا باعتبار ما تقدم من الاحكام  
 وكذلك في الشراب وقد قال ابو يوسف  
 رحمه الله ذلك مثل دم ف  
 ثوب مادام قليلا فلا بأس  
 بالصلوة فيه فاذا اكثر لم يحل  
 ومثل ما حبل ينفق على  
 نفسه واهله من كسبه

اشیاء کی مطلقاً حرمت کا قول کرنا واجب ہوتا  
 حالانکہ یہ سب خلاف اجتماع ہے۔ پھر بتایہ کی طرف  
 مراجعت کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام  
 بدر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر امام تاج الشریعہ  
 سے نہایت عمدہ کلام نقل فرمایا جس میں کئی نظائر  
 کا اضافہ کیا۔ اس کلام کو یہاں ذکر کرنا مجھے پسند  
 ہے۔ اس نے کہا اس کی روح کشادہ ہو کہ  
 حرام وہ ہے جو نشہ آور ہے۔ اس سے پہلے والی  
 شراب پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے جبکہ آخری  
 پیالہ پر اس کا اطلاق حقیقتاً ہے اور وہی مراد ہے  
 لہذا مجاز مراد نہیں ہوگا۔ اور تاج الشریعہ نے  
 فرمایا کہ نشہ آور شراب جس کے ساتھ نشہ متصل ہے  
 وہ بہ ہضم پیدا کرنے والے طعام کی طرح ہے اور  
 وہی طعام ہے جس کے ساتھ بہ ہضم متصل ہے  
 اس نے کہ بقدر غذا طعام کھانا حلال ہے۔  
 اور جو بہ ہضم پیدا کرتا ہے وہ وہ ہے جو سیر ہو جانے  
 کے بعد کھایا جائے وہ حرام ہے۔ پھر اس میں  
 حرام دی ہے جو بہ ہضم پیدا کرنے والا ہے اگرچہ  
 پہلے والے تقویٰ کا اعتبار کے بغیر وہ بہ ہضم پیدا نہیں  
 کرتا اور یہی حکم شراب میں ہوگا۔ امام ابو یوسف  
 رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کپڑے میں لگے ہوئے  
 خون کی طرح ہے کہ جب تک وہ قلیل ہو اس  
 کپڑے میں نماز ادا کرنے میں کوئی غرابی نہیں اور جب  
 وہ زیادہ ہو جائے تو حلال نہیں۔ اور اس شخص کی  
 ک طرح ہے جو اپنی کمائی میں سے اپنی ذات اور



قلا باس بذلك فاذا اسرفت في  
التفقة لم يصلح له ذلك و  
لا ينبغي وكذلك النبيذ لا باس  
ان يشربه على طعامه ولا خير  
في السكر منه لانه اسراف و اظهر  
من ذلك ان الضمان يقضات  
الحب و اخضع الحق الاخير في السفينة  
وان لم يحصل الفرق  
بدون ما تقدم من الامناء  
وهذا لانه لا يوجد التلف حكما  
بما تقدم من الامناء و انما  
وجد ذلك بفعل فاعل مختار  
فاضعف الفرق لو لم يمن  
الاخير فكذلك اضعف السكر الى  
القدم الاخير الذبح يحصل به  
السكر حقيقة لا ما تقدم من الاقدام ثم ان  
البيهقي في المعرفة اراد المراد على حديث  
الحجاج بوجه آخر فذكر ما رواه ابن  
البارك عن الحسن بن عمرو والنقيعي عن  
فضيل بن عمرو عن ابراهيم قال كانوا  
يقولون اذا سكر لم يحصل له  
ان يعود في نفسه ابداً،

اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے جس میں کوئی خرچ نہیں  
مگر جب وہ خرچ میں زیادتی کرے تو اس کے لئے  
یہ درست نہیں اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔  
اسی طرح کھانے کے اور غیذ پینے میں کوئی خرچ  
نہیں مگر اس سے نشہ میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ  
یہ اسراف ہے اور اس میں زیادہ ناپاہر بات  
یہ ہے کہ ضمان اس شخص کی طرف منسوب ہو گیا ہے  
جس نے کشتی میں آخری من رکھا اگرچہ اس سے پہلے  
رکھے جانے والے متوں کے بغیر کشتی کا غرق ہونا  
محقق نہیں ہوا۔ اور یہ اس لئے ہے کہ پہلے والے  
منوں سے ملکی طور پر تلف نہیں پایا گیا تو وہ فاعل  
حقار کے فعل سے پایا گیا لہذا غرق کی نسبت آخری  
من والے کی طرف کی جائے گی۔ یوں ہی یہاں  
نشہ کی اضافت آخری پیالے کی طرف کی جائیگی  
جس سے حقیقتاً نشہ حاصل ہوا نہ کہ پہلے والے  
پیالوں کی طرف الخ۔ پھر بیہقی نے المعروفہ میں  
حدیث حجاج پر ایک اور وجہ سے رد کرنا چاہا تو  
ذکر فرمایا جس کو ابن مبارک نے حسن بن عمرو قسمی  
سے، اس نے فضیل بن عمرو سے اور اس نے  
ابراہیم سے روایت کیا ابراہیم نے کہا وہ کہتے تھے  
کہ جب کسی کو نشہ آجائے تو اس کے لئے حلال  
نہیں کہ وہ کبھی بھی اس نشہ والی غیذ کی طرف عود کرے۔

قلت واسند الفسافي من طريق  
ابن الجب شراطة عن الحسن بن  
عمر بالسند قال كانوا يروون ان  
من شرب شرابا فسكر منه لم يصلح  
ان يعود فيه، قال البيهقي فكيف  
يكون عند ابراهيم قول ابن مسعود  
هكذا (اليعنى ما رواه الحجاج ثم يخالفه  
قال فدل على بطلان ما رواه  
الحجاج بن اسطاة، اقول لا تنكر  
ان حديث الحجاج لا يصلح الاحتجاج  
نكت في الرد بهذا الوجه خفاء  
لا يخفى فان القول وان لم يصلح  
عن عبد الله قد ضح من ابراهيم  
فاذا لم يمنع هذا عن قول  
نفسه فكيف يمنع ان يكون  
عنده عن عبد الله مثله اما ابو عبد الرحمن  
فجعل هذا خلافا عن ابراهيم  
قال ذكر الاختلاف على ابراهيم في  
النجيد فروى هذا ثم قال  
اخيرا سويد اخيرا عبد الله عن  
ابن عوانة عن ابى مسكين قال سالت  
ابراهم قلت انما نأخذ  
وروى الصمرا والطلاء فننظفه

قلت (میں کہتا ہوں) امام نسائی نے اس کو  
بطریق ابن ابی زائدہ حسن بن عمر سے مندرج کیا  
کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس نے شراب پی اور اسکو نشہ  
آگیا اس کے لئے ایسی شراب کی طرف عود کرنا  
درست نہیں رہتی نے کہا کہ ابراہیم کے نزدیک  
ابن مسعود کا قول اس طرح کیسے ہو گیا یعنی جس کو  
جہاز نے روایت کیا پھر اس کی مخالفت کی اس نے  
کہا کہ اس کے بطلان پر دلیل وہ ہے جس کو حجاج بن  
اورطاس نے روایت کیا۔ اقول (میں کہتا ہوں)  
ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ حدیث حجاج  
قابل استدلال نہیں لیکن اسے اس وجہ کے ساتھ  
رد کرنے میں غنائے جو کہ مخفی نہیں اس لئے کہ  
یہ قول اگرچہ عبد اللہ سے صحیح نہیں مگر ابراہیم سے صحیح ہے  
مگر جب اس نے اپنا قول ہونے سے اس کا انکار  
نہیں کیا وہ کیسے انکار کرے گا اس کے نزدیک  
عبد اللہ سے اس کی مثل منقول ہے لیکن ابو عبد الرحمن  
نے اس کو ابراہیم کی نقل کے خلاف قرار دیا ہے  
انہوں نے اس کو ذکر اختلاف علی ابراہیم فی النجید  
کے باب میں روایت کیا پھر کہا کہ یہیں خبر دی  
سویہ نے، اس نے کہا یہیں خبر دی عبد اللہ نے  
ابو عوانہ سے، اس نے ابو مسکین سے کہ میں نے  
ابراہیم سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ ہم تم پر  
ظاہر کا تعلق دیتے ہیں پھر اس کو صاف کرتے

سے سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر الاختلاف على ابراهيم في النجيد نور محمد دار خانہ تجارت کتب کراچی ۳۲۵/۲

سے نصب الراية بحوالہ البيهقي كتاب الاثرية المكتبة الاسلاميه ۳۰۶/۲

میں پھر تین دنوں تک اس میں کٹمٹ بجگو دیتے ہیں پھر اس کو صاف کر کے رکھ چھوڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ تیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کو پی لیتے ہیں تو ابراہیم نے کہا یہ مکروہ ہے الخ ابو عبد الرحمن نے گمان کیا ان دونوں میں اس کے خلاف ہے جو قلیل مقدار کے حلال ہونے سے متعلق ابراہیم سے ثابت ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ان دونوں روایتوں میں ابو عبد الرحمن کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ پہلی کا معنی جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ ہے کہ بیشک جس کی فطرت میں شیطان نے شراب کو ہلکا کر دیا اس نے قلیل پر صبر نہیں کیا یہاں تک کہ زیادہ پی کر مست ہو گیا تو اس کو دوبارہ شراب کی طرف نہیں لوٹنا چاہئے تاکہ دشمن پھر اس کو نہ گھینچ لے۔ چنانچہ اس کا معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرح ہو گیا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس شراب کا نشہ آور ہونا اس کو تجربہ سے معلوم ہو گیا اس کی طرف حود نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا گمان تھا اس شراب کے تین گلاس مجھے نشہ نہیں دیں گے اس نے تین گلاس پی لئے تو اس کو نشہ آگیا اب ہمیشہ کیلئے اس کو

ثم نتقم فيه الزبيب ثلاثين قصفيه ثم ندعه حتى يبلغ فثروبه قال يسكره او فزعم ان في هذيت خلاف ما ثبت عن ابراهيم من تحليل القليل اقول ولا متمسك له في شوب منها فانما معني الاول علم حانوب والله تعالى اعلم ان من استخفه الشيطان في شراب فلم يصبر على قليله حتى اسكر فاسكر لا ينبغي له ان يعود فيه كيلا يستجوده العدو واخره فيكون معناه علم وانه ان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا ميلداغ المؤمن من جحر صوتين او يكون المعنى لا يعود الخ ما اسكر فقد علمه بالتجربة و ذلك ان من ظن في شراب انه لا يسكره منه ثلث كؤوس مثلاً فشوب فسكر لم يحصل له

العود الخبث الثالثة ابداء واما الاثر  
الاخر فانهما الكراهة فيه لاجل  
ذم ذك الخمر والطلاء بالاشتراك  
يطلق على معات بينهما العلامة  
الشرنبلاني في غنية ذوى الاحكام منها  
العصير العنب الذي ذهب اقل من  
ثلثيه ، وهو الباذق والذي ذهب نصفه  
وهو المنصف والذي ذهب ثلثاه وهو  
الثالث والذي ذهب ثلثه وهو الباذق  
قال وليستى بالطلاء كل ما طبع  
من عصير العنب مطلقا والكل غير  
الثالث حرام كثيرة وقليله نجس  
نجاسة غليظة كالخمر عندنا وعند  
المجسور خلافا للامام الشافعي و  
الاوزاعي وبعض الظاهرية والمعتزلة  
والله تعالى اعلم۔

الخامس قال النسائي حدثنا  
جيد الله بن سمين عن ابي اسامة قال  
سمعت ابا العباس يقول ما وجدت  
الرخصة في السكرت احد صحيحا  
الا عن ابراهيم عليه السلام اقول رحم  
الله الامام الجليلة و

تیسرے نکاح کی طرف خود حمل نہیں رہا۔ یہی  
دوسری اثر تو اس میں ضرورتاً کے پلمٹ کی وجہ سے  
جو حرمت ہے اور وہ بطور اشتراک کئی معنوں پر  
بولی جاتی ہے جن میں علامہ شرنبلانی نے غنیۃ ذوی الاحکام  
میں بیان فرمایا ہے ان میں انگور کے جس شیرہ کا  
دو تہائی سے کم جل کر خشک ہو جائے اسکو باذق،  
جس کا نصف خشک ہو جائے اس کو منصف،  
جس کا دو تہائی خشک ہو جائے اس کو مثلث  
اور جس کا ایک تہائی خشک ہو جائے اسکو باذق  
کہا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ انگور کے جس شیرہ کو  
پکایا جائے اس کو مطلق طلاء کہتے ہیں الخ  
مثلث کے سوا تمام غریک طراح حرام اور انکا قلیل و  
کثیر نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے ہمارے  
نزدیک اور مجبور کے نزدیک بخلاف امام شافعی  
اور اعلیٰ، بعض ظاہریہ اور معتزلہ کے۔ اللہ تعالیٰ  
خوب جانتا ہے۔

پانچویں بحث: امام نسائی نے کہا ہیں عبد اللہ  
بن سعید نے ابو اسامہ سے حدیث بیان کی  
کہ میں نے ابن مبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ  
میں نے نشہ آور نبید کے بارے میں سوائے  
ابراہیم کے کسی سے رخصت صحیح نہیں پائی۔  
اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ امام جلیل پر

رحم فرما سہ اور جس دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے  
 نفع پہنچا سہ۔ کیوں نہیں تحقیق امیر المؤمنین حضرت عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی صحت ثابت ہے،  
 اور حدیث مالک بروایت داؤد بن حصین گزر چکی ہے کہ  
 صحابہ ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ نے کہا  
 وہ ثقہ ہے مگر اس روایت میں جو عکرمہ نے واقد بن  
 عکرمہ سے کی کہ وہ ثقہ اور شاخ کے رجال میں سے ہیں،  
 محمود بن لبید صحابی صحیفہ سے روایت ہے اور اس  
 میں حضرت عبادہ کا یہ قول مذکور ہے کیا آپ نے  
 مجھ اس کو محال کر دیا، اس میں زرقاتی نے  
 دعویٰ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر  
 اجتماع کیا پھر اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ پہلے گزرا،  
 حدیث ابی حنیفہ بروایت ابوالحسن نسیمی وہ ثقہ  
 اور صحابہ ستہ کے رجال میں سے ہے، اسکے اختلاط  
 کے بعد امام ابو حنیفہ اس کے پاس جا کر حدیث اخذ  
 نہ کرتے جیسا کہ اس پر تحقق علی الاطلاق نے نص فرمایا  
 اور ہم نے اس کو متبرعین میں عکرمہ بن یزید فخرم  
 سے ذکر کیا ہے وہ مشہور ثقہ عابد ہے جو کہ کوفہ میں  
 شہرے صحابہ ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ اس  
 روایت سے اور ما قبل میں مذکور حدیث ابن ابی شیبہ  
 سے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ابو الاحوص سلام بن  
 سلیم ثقہ از رجال صحابہ ستہ سے روایت کی ان دونوں

نفعنا ببرکاته فی الدنیا والآخرۃ  
 بلی قد صرح عن امیر المؤمنین  
 عمر وقد مر حدیث مالک عن داؤد  
 بن الحصین من رجال الستہ  
 قال الحافظ ثقہ الاف عکرمہ  
 عن واقد بن عمر وثقہ من رجال خ  
 عن محمود بن لبید صحابی صحیفہ  
 وفيہ قول عبادہ أحللتها والله  
 فیہ ادع الزرقافہ انک مات  
 عمر اجتہد فی تلك المرة ثم  
 رجع عنہ كما تقدم حدیث  
 ابی حنیفہ عن ابی اسحق  
 السبعی ثقہ من رجال الستہ  
 ولم یکر ابو حنیفہ لیذهب  
 الیہ بعد ما اختلط فیما خذ  
 عنہ کما نص علیہ المحقق حیث  
 اطلعت و ذکرنا فی ضعیف الصحیح  
 عن عمرو بن ميمون مخضرم مشہور ثقہ  
 عابد نزل الکوفة من رجال الستہ وبہ  
 وبما تقدم من رواية ابن ابی شیبہ  
 عن ابی الاحوص عن ابی اسحق عن  
 عمرو بن ميمون ابو الاحوص

لہ تقریب التہذیب حرف الدال ترجمہ داؤد بن حصین ۱۷۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۷۸/۱  
 لہ موطا امام مالک کتاب الاشریہ باب ما جاء فی تحريم الخمر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۵  
 لہ شرح الزرقانی علی موطا امام مالک کتاب الاشریہ جامع تحريم الخمر حدیث ۱۷۲۵ دار المعرفہ بیروت ۱۷۲/۲



وثقة في تهذيب التهذيب والتهذيب وعمر و  
 بن خالد شيخ روح وتلميذ نهير  
 هو الحراني الخزاعي ثقة من رجال  
 البخاري فبموافقة الامام ومتابعة  
 سلام نهال ما كانت يخشى من سماع  
 نهير عن ابن اسحق اخيرا و  
 حديث ابن حنيفة عن حماد عن  
 ابراهيم ابن عمر أثنى باعرا في صحيح  
 علي اصولنا فامنت الجمهور على قبول  
 الساسيل ولا سيما مراسيل ابراهيم  
 فقد قال الامام احمد مرسلات  
 سعيد بن السيب اصح المرسلات و  
 مرسلات ابراهيم النخعي لا بأس بها  
 ذكره في التدریج وقد اخرج ابن عدي  
 عن يعقوب بن معين قال مراسيل  
 ابراهيم صحيحة الا حديث تاجر البحرین  
 وحديث القهقهة قال في نصب الراية  
 باحدیث القهقهة فقد عرفت واما  
 حديث تاجر البحرین فرواه ابن ابی شیبة  
 في مصنفه ثنا وكيع ثنا الامش عن ابراهيم

۳  
 ۳  
 ہیں تهذيب التهذيب میں ان کی توثیق کی گئی ہے۔  
 عمرو بن خالد روح کے شیخ اور نہیر کے شاگرد ہیں  
 وہ حرانی خزاعی، ثقة اور بخاری کے رجال میں سے  
 ہیں لہذا امام کی موافقت اور سلام کی متابعت  
 کے سبب سے اس شخص کا ازالم ہو گیا جو ابواسحق  
 سے نہیر کے سماع سے متعلق کیا جا رہا تھا الخ۔

حدیث ابو حنیفہ جو انھوں نے حماد سے اور حماد نے  
 ابراہیم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کے پاس ایک ایرانی کو لایا گیا ہمارے اصول  
 کے مطابق صحیح ہے اس لئے کہ جمهور کا موقف یہ ہے  
 کہ مراسیل خصوصاً ابراہیم کی مراسیل مقبول ہیں۔  
 امام احمد نے فرمایا سعید بن سنیب کی مراسیل صحیح ترین  
 مراسیل ہیں اور ابراہیم نخعی کی مراسیل میں کوئی عرج  
 نہیں۔ یہ تدریج میں مذکور ہے۔ ابن عدی نے بھی  
 یحییٰ بن معین سے تحریک کی کہ ابراہیم کی مراسیل صحیح ہیں ہر  
 تاجر البحرین اور فقہ کی حدیث کے۔ نصب الراية  
 میں کہا حدیث قہقہہ تو معروف ہے۔ یہی حدیث  
 تاجر البحرین تو اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی  
 مصنف میں یوں روایت کیا ہے کہ ہمیں وکیع نے  
 اور ان کو امش نے ابراہیم سے حدیث بیان کی۔

۲۹۴/۲  
 ۱۱۲/۲  
 ۱۶۸/۱  
 ۵۲/۱

۱۱۲/۲  
 ۱۶۸/۱  
 ۵۲/۱

قال جاء رجل فقال يا رسول الله  
انف من جبل تاحيروا مختلفين  
انف البحرین فامره ان  
یصلی رکعتین یعنی انقصوا  
وکنذا حدیث کتاب عمر  
السروکی فی المسند بالسند  
وحدیث الطحاوی حدیثا فهد  
ثنا عمر بن حفص ثنا ابی  
ثنا الاعمش ثنی ابراهیم عن  
هباء بن الحارث عن عمرو  
انه کان فی سفر الحدیث  
عمر بن حفص ثقة من رجال  
الشیخین و ابو حفص بن غیاث  
ثقة من رجال السنة و ابراهیم  
هو النخعی و هباء النخعی ثقة  
من رجال السنة و حدیثه  
حدیثا فهد ثنا عمر بن حفص  
ثنا ابی عن الاعمش ثنی حبیب  
بن ابی ثابت عن نافع عن  
ابن عمر قال امر بنبیل لک  
الحدیث، رجاله کلهم ثقات

ابراہیم نے کہا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عید من کی  
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! میں ایک تاجر  
شخص ہوں بار بار بحرین جاتا رہتا ہوں، تو آپ نے  
اس کو حکم دیا کہ وہ دو رکعتیں یعنی نماز قصہ پڑھا کرے  
یونہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط والی حدیث  
جو کہ مسند میں سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور  
امام طحاوی کی حدیث کو بھی قدر ہے، اس کو عمر بن  
حفص نے، اس کو اس کے باپ نے، اس کو اعمش  
نے، اس کو ابراہیم نے ہمام بن حارث سے حدیث  
بیان کی، ہمام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کی کہ وہ سفر میں تھے (الحدیث)۔ عمر بن  
حفص ثقہ اور شیخین کے رجال میں سے ہیں اور ان کا  
باپ حفص بن غیاث ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال  
میں سے ہے۔ ابراہیم وہ بھی ہیں۔ ہمام بھی ثقہ  
اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ اور اس کی  
حدیث یہ ہے کہ بھی قدر ہے اور ان کو عمر بن حفص  
نے، ان کو ان کے باپ نے اعمش سے حدیث  
بیان کی، کہا مجھے حبیب بن ابی ثابت نے نافع سے  
اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
روایت کی کہ آپ نے اپنے لئے نبیہ کا حکم دیا  
(الحدیث)۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

۱/۵۲ لکھ نصب الزیۃ کتاب الطہارات فصل فی تراویح الوضوء المکتبۃ الاسلامیہ

۲/۳۵۹ لکھ شرح معانی الآثار کتاب الاشرۃ باب ما یکرہ من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱/۷۱۲ لکھ تقریب التہذیب ترجمہ عمر بن حفص ۳۸۹۶ دار المکتب العلمیۃ بیروت

۲/۳۵۹ لکھ شرح معانی الآثار کتاب الاشرۃ باب ما یکرہ من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی



حبیب ثقہ، امام بلیل اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث سنی یہ امام بخاری نے کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) وہ نافع کا ہم عصر ہے ان دونوں کی موت کے دو میان ایک یا دو سال کا فرق ہے اگر وہ تدریس کرتا تو اس کے لئے ممکن تھا کہ وہ یوں کہتا عن ابن عمر، لیکن اس نے تدریس نہیں کی بلکہ وضاحت فرمائی، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ امام طحاوی کی حدیث ہے کہ ہمیں ابو داؤد نے انھیں ابوصالح نے، اس کو لیث نے، اس کو عقیل نے ابن شہاب سے حدیث بیان کی ابن شہاب نے کہا کہ مجھے معاذ بن عبد الرحمن بن عثمان لیثی نے خبر دی کہ اس کے باپ عبد الرحمن بن عثمان نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت پائی (الحديث)۔ ابن ابی داؤد وہ ابراہیم ہے جو کہ ثقہ ہے۔ امام طحاوی نے رفع یدین کے باب میں اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ عبد الرحمن بن عثمان صحابی ہیں۔ اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

حبیب ثقہ امام جلیل مت رجال الستہ وقد سمع ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالہ البخاری قلت وهو من اقرب من نافع یمن موتہما الا سنة او سنتان فلو لم یلا مکنہ ان یقول عن ابن عمر لکن اوضح و بین فرحمہ اللہ تعالیٰ، و حدیثہ حدیثنا ابن ابی داؤد ثنا ابو صالح ثقف الیث ثنا عقیل عن ابن شہاب اخبرنی معاذ بن عبد الرحمن بن عثمان الیثی عن ابیہ عبد الرحمن بن عثمان قال صحبت عمر الحدیث۔ ابن ابی داؤد وهو ابراہیم ثقہ صحابہ الطحاوی فی سلف الیہدین، و عبد الرحمن بن عثمان صحابی، والبقیۃ کلہم ثقات۔

عن مطبوعہ نسخہ میں الیثی ہے جبکہ یہ قسیمی ہے جیسا کہ احبابہ اور تقریب میں ہے ۱۲۷۱ (ت)

عن وقع فی نسخۃ طبع الیثی و انما هو التیمی کما فی الاصابۃ و التقریب ۱۲۷۱ عنہ





وَكَذَا صَحَّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَنْ  
 ابْنِهِ عَامِرٍ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَعَنْ عُلُقَمَةَ  
 وَعَنْ حَبَادٍ قَاتِ ابْنِ حَنِيفَةَ عَنْ  
 حَبَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُلُقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
 أَنَّ لَمْ يَفْقَ مَا لَكَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ  
 ابْنِ عَمْرِو فَلَا يَنْزِلُ عَنْهُ وَلَا عَنْ شَقِيقِ  
 مِيقِيلٍ اصْحَابُ الْإِسْلَامِ عِنْدَنَا وَ  
 عِنْدَ كُلِّ مَنْ نَوَّرَ اللَّهُ بَصِيرَتَهُ  
 بِنُورِ الْإِنصَافِ، وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
 حَكَمًا عَلِمْتَ مَرَّةً صَحِيحَةً عَنْ  
 ابْنِ حَزِيمٍ وَكَذَا عَنْ عَتَبَةَ  
 بِنْتِ فَرْقَدِ السُّلَمِيِّ وَكَذَا لَكَ  
 صَحَابَةُ الْأَشَارِ وَحَسَنَةُ فَتَى  
 الظُّلَامِ مِثْلُهَا أَوْ مُنْصَفَا وَغَيْرُهُ  
 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدِيثُهُ  
 الْأَوَّلُ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ مَرْيَمَ  
 الْكُوفِيِّ مَرَّةً وَقَدْ وَثَّقَهُ الشَّافِعِيُّ  
 عِنْدَ النَّاسِ قَالَ أَخْبَرَنَا  
 اسْمُ عَلْقَمَةَ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا  
 وَكِيعٌ ثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ  
 عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ  
 رَحِمَهُ اللَّهُ كُلُّهُمْ ثَقَاتٌ

اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے  
 بیٹے عامر ابو عبیدہ، علقمہ اور حماد سے صحیح حدیث  
 منقول ہے۔ بیشک یہ سند ابو حنیفہ نے حماد سے  
 اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے اور اس نے  
 حماد سے روایت کی اگر نہیں فوقیت رکھتی اس  
 سند پر جو مالک نے تاج سے اور اس نے ابن عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی تو اس سے کتر  
 بھی نہیں ہے، اور نہ اس شئی سے جس کے بارے  
 میں کہا گیا کہ یہ تمام سندوں سے صحیح ترین ہے۔ چنانچہ  
 نزدیک اور شریف کے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ نے  
 نور الانصاف کے ساتھ نورانی بصیرت عطا فرمائی،  
 اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے  
 بسیار توجان چکا، ابن حزم سے اس کی تصحیح گزر چکی ہے،  
 اور دوسری علقمہ بن فرقہ سلمی سے، اسی طرح صحیح اور حسن  
 آثار اس طلاس کے بارے میں وارد ہیں جو مثلث ہو  
 (یعنی جس کا دو مثلث خشک ہو گیا) یا منصف ہو  
 (جس کا نصف خشک ہو گیا) یا اس کے علاوہ  
 حضرت انس بن مالک سے ان کی پہلی حدیث ولید  
 بن مریم کوئی سے مروی ہے جو صدوق ہے۔ اور  
 دوسری سنائی سے، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسکی بن  
 ابراہیم نے خبر دی اس نے کہا ہمیں وکیع نے  
 اس نے کہا ہمیں سعد بن اوس نے انس بن سیرین



اخبرنا سويد اخبرنا عبد الله بن  
جرير عن مغيرة بن المغيرة عن الشعبي قال  
كانت علي بن ابي طالب رضي الله عنه  
ثقات وكلهم ما خلا سويدا من  
رجال الستة خبرهم هم  
ابن عبد الحميد صاحب منصور و  
مغيرة هو ابن مقسم كوفيا من  
بنيات وشاهدا ابن ابي شيبة  
بسند جيد اصاحديث  
ضربه الحد من سكر من اداوته  
فطريق الدار قطف فيه  
عن شريك من قد علمت  
وقراس من رجال الستة  
وثقته احمد و يحيى  
والنسائي قال النقطان  
ما انكرت من حديثه  
الاحاديث الاستبراء و به يعتضد  
طريق ابن بكروفيه مجالد  
تكلّم فيه الناس وقال المافظ  
ليس بالقوي وقد خرج له  
مسلم والاسبعة وعن ابي الدرداء  
وعن امه حديثه عند النسائي  
اخبرنا نكريا بن يحيى

خبرني سويد نے اس نے کہا میں خبری عبد اللہ نے  
جلیل سے اس نے مغيرة سے اس نے شعبي سے  
کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو شراب  
دیتے تھے الخ۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں  
سويد کے سوا تمام صحاح ستہ کے رجال میں سے  
ہیں۔ جریر وہ ابن عبد الحمید ہے جو کہ منصور کا صاحب  
ہے۔ مغيرة وہ ابن مقسم ہیں، جریر و مغيرة دونوں  
کو فی ہیں، اور اسس حدیث کے شاہد  
ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا،  
لیکن وہ حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس  
شخص کو حد لگائی جس نے آپ کے مشکیزے سے  
نمیز پی اور اس کو فشر ہو گیا، وہ بطریق دارقطنی  
حسن ہے، شریک جس کے بارے میں تو  
جان چکا ہے۔ اور قراس صحاح ستہ کے رجال  
میں سے ہے۔ اس کو امام احمد و یحییٰ اور نسائی نے  
ثقہ قرار دیا۔ قطان نے کہا میں نے اس کی حدیث  
کا انداز نہیں کیا سوائے حدیث استبراء کے۔ اور  
طریق ابو بکر کو اسی سے قوت ملی۔ اس میں مجالد ہے  
جس میں لوگوں نے کلام کیا۔ حافظ نے کہا وہ قوی  
نہیں ہے اس کے لئے امام مسلم نے اور اصحاب  
سنن ابوداؤد نے تخریج کی۔ ابوالدرداء اور اہم درود  
سے اس کی حدیث مروی ہے امام نسائی کے نزدیک  
حدیث اس طرح ہے کہ میں ذکر کیا ہیں کئی نے خبری

لے سنن النسائي كتاب الاثرية ذكرها يوز شريه من الطلار فور له كارخانه تجارت كتب كراچي ۴۲۲/۲

لے میزان الاعتدال ترجمہ قراس بن يحيى ۶۶۹۵ دار المعرفه بيروت ۴۲۲/۲



قال اشجعونا احمد بن خالد عن معمر بن  
 معوية بن صالح عن يحيى بن سعيد  
 احمد بغدادى ثقة عن القزاز ويحيى  
 السدى كلاهما ثقة ثبت من رجال الستة  
 ومعوية صدوق من رجال الخمسة ، و  
 عن الحسن البصرى بالطريق عن بشير بن  
 المهاجر مختلف فيه وثقة ابن معين وغيره  
 وقال النسائى ليس به بأس واخرجه مسلم  
 والاربعة ، وقال ابو حاتم لا يحتج به  
 قلت وقول احمد منكر الحديث من رجاله لا يكون  
 للحرج كما بيناه في غير هذا الكتاب فاذا  
 حديثه في عداد الحسن ، وعن حماد بن  
 عبد العزيز بالطريق عن عبد الملك بن  
 طفيل الجزرى مقبول ، وعن ابى حبيدة  
 ومن معاذ بن جبل وقد علق عنهما البخارى  
 جازما وعن ابى طلحة اسند حسن ثلثتهم  
 رحمهم الله تعالى عنهم ابو بكر وغيره والسند  
 كله من جلة ثقات رجال الستة عن خالد  
 بن الوليد .

کہا ہیں احمد بن خالد نے معمر سے خبر دی اس نے کہا  
 ہیں معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن سعید سے حدیث  
 بیان کی ، احمد بغدادی ثقہ ہے . معمر القزاز اور  
 یحییٰ مدنی دونوں ثقہ ، ثبت اور صحاح ستہ کے  
 رجال میں سے ہیں . معاویہ صدوق اور اصحاب خمسہ  
 کے رجال میں سے ہے . حسن بصری سے اسی طریق  
 کے ساتھ بشیر بن مهاجر سے مروی ہے جس میں اشعث  
 کیا گیا . ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا . نسائی  
 نے کہا اس میں کوئی غرابی نہیں . مسلم اور اصحاب  
 سنن اربعہ نے اس کے لئے خرچ کی . اور ابو حاتم نے  
 کہا کہ وہ قابل استدلال نہیں . قلت ( میں کہتا ہوں )  
 امام احمد کا قول " منکر الحدیث " بسا اوقات مسند  
 کے لئے نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے  
 غیر میں بیان کیا ہے ، چنانچہ اس کی حدیث کا شمار  
 حسن میں ہوگا . اور عمر بن عبد العزیز سے اس کی  
 طریق کے ساتھ عبد الملك بن طفيل جزري سے  
 روایت ہے جو کہ مقبول ہے . اور حماد بن عبد  
 رضى الله تعالى عنہما سے امام بخاری نے بطور جزم  
 تعلق بیان کی . اور ابو طلحہ سے . ابو بكر وغيرہ نے ان  
 تینوں سے مسند احادیث بیان کی . تمام سند کے راوی برگزیدہ ، ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور خالد  
 بن الوليد رضى الله تعالى عنہ سے . ( ت )  
 ( رسالہ الفقہ السجیلی ختم ہوا )

۱۔ سنن النسائی کتاب الاثر ذکر ما یجوز شرہ من الطلوع نور محمد کارخان تجارت کتب کراچی ۳۲۲/۱  
 ۲۔ میزان الاعتدال ترجمہ بشیر بن المهاجر ۱۲۳۳ دار المعرفۃ بیروت ۳۰۱/۱ - ۳۲۹  
 ۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ عبد الملك بن الطفيل ۴۲۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶۱۶/۱



مسئلہ ۲۸ از مسجد جامع مسئلہ حامد حسین خاں بن الطاف علی - جمادی الآخرہ ۱۲۹ھ

جناب مولوی صاحب معظّم و محکوم دَام تَحکُم ! یہ چند امور حضور سے دریافت کئے جاتے ہیں :

( ۱ ) اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیشتر اور جو نبی گزشتے میں اُن کے وقت میں شراب

حلال تھی یا حرام ؟

( ۲ ) دوسرے یہ کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں

شراب پی اور حالت نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی ؟

( ۳ ) اور تیسرے یہ بیان کیا کہ حضرت امیر مکرّمہ صاحب نے حالت نشہ میں ایک اونٹنی بلاذیور کا دل اور

بجڑ کھایا ۔

### الجواب

( ۱ ) اگلی شریعتوں میں بلکہ خود شریعت اسلام کی ابتداء میں شراب کی تحريم نہ تھی ہاں نشہ ہمیشہ ہر شریعت

میں حرام رہا ہے ۔

( ۲ و ۳ ) امیر المؤمنین سیدنا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا

اگر اُس شاہ اقدس مرصوفی پر طعن چاہتا ہے تو تاریخی نامہ میں رد و جہتی سے در نہ بلا ضرورت شرعی

عوام کو پریشان کرنے والا سفیر نامہ پر عقل عبے ادب ہے ۔ یہی حال سیدنا مکرّمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روایت کا ہے بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ لکھا ہے اسے تو برا لازم ہے لاحول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

### مسئلہ ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطاعت والدین و برادران واجب ہے یا فرضی ؟

اور در صورت ارتکاب ان کے یہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا کرنا ، چوری کرنا ، ڈاڑھی منڈانا یا کتر دنا ترک اطاعت واجب

ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے ؟ اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بھائی

سے کہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑ دو ۔ اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ حضور در کروں گا ۔

اس حالت میں اطاعت کرے یا نہیں ؟ اور اگر وہ شخص قریب سے انکار کرے تو باپ یا بھائی نہیں ؟

### الجواب

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں اُن کے کبیرہ کا وبال ان پر

مگر اُس کے سبب یہ امور جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات

کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، لاطاعة لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی شخص کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔) ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے برزخی و ادب گزارش کرے اگر ان میں بستر و نہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ ان کے لئے دعا کرے، اور ان کا یہ جابلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا تو بہ سے انکار کرنا دوسرا سنت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک کہ حرام قطعی کو حلال بانٹا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کی جائے گی، ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار ہو وہ کفر ہو تو وہ ثمرہ ہو جائیں گے، اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ رہا بڑا عجباتی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں، ہاں اسے بھی حق تعظیم حاصل ہے اور بڑا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: بیجا پور تجارت ضلع برودہ شمالی کٹری پراخت مرسلہ حافظ فقیر محمد بن حافظ سلیمان میاں محلہ بھوڑا واٹہ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں جو شراب موہ سے بناتے ہیں اور عرق کی طرح کھینچتے جاتے ہیں اور اس کا نام شراب ہے اور تمام ملک میں مستعمل ہے پس ایک حکیم صاحب فقہ اور اہل علم سے ان کی رائے ہے کہ تیزاب کی طرح نکالا جاتا ہے اگرچہ سبب شکر کے حرام تو ہے لیکن دوا میں استعمال کرنا دوا کے واسطے پینا جائز ہے اور آخر قسم فقہ میں جو ہے اس میں سے کسی قسم میں یہ شراب نہیں ہاں شکر کے جب حرام ہے دوا میں پینا بخیر اپنا کسی بیماری میں حرام نہیں اور حد اس پر نہیں۔ یہ کہنا حکیم صاحب کا صحیح ہے یا غلط! اور اس پر ایک دو مختار کا مسئلہ افیون بھی پیش کرتے ہیں۔

افیون حرام الا لصاحب التداویٰ و غیرہ۔ افیون (افیوم) حرام ہے سوائے اس شخص کے جو بطور علاج استعمال کرے۔ (۱۵)

کی طرح اس کو بھی کھن یا غر کے موافق یہ شراب کیسے ہے اور حکم اس کا کیا ہے؟ بتینا وجود اجر کسم اللہ اجر و انفا۔

### الجواب

صحیح یہ ہے کہ مائعات مسکرہ یعنی جتنی چیزیں دق و سیال ہو کہ نشہ لاتی ہیں خواہ وہ موہ سے بنائی جائیں یا گڑ یا ناج یا لکڑی یا کسی بلا سے وہ سب شراب ہیں ان کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس و ناپاک بھی اور ان سے نشہ میں شراب کی طرح حد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی ان کا استعمال حرام ہی ہے بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں جیسے افیون، مشک و زعفران وغیرہ

کو یہ ناپاک نہیں اور بقدر مسکر مطلقاً حرام ہیں یونہی بقصد لہو و فساد بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدر مسکر نہ ہو،  
ورنہ مقدار قلیل بغرض صبح مثل دوا وغیرہ بے تشبیہ فاسقین مٹال ہے، تو درختار کی اس عبارت کو مٹو کی شراب  
سے کوئی تعلق نہیں، درختار میں ہے،

حرمها محض مطلقاً قلیلها و کثیرها و بہ  
یفتی و ہونجس ایضا و لو سکر منها المختار  
فی زماننا انہ یحسد و بہ یفتی اما عند  
قصد التلہی فحرام اجساماً مطلقاً۔

اور اسی پر فتویٰ ہے اور لہو و لعب کے ارادے سے پینا یا لہو جاسا حرام ہے اہل مطلقاً دست  
رد المختار میں ہے،

والمحاصل انہ لایلزم من حرمة الکثیر  
المسکر حرمة قلیلہ ولا نجاۃ مطلقاً الا  
فی المائعات لمعنی خاص بہا و اما الجامدات  
فلا یحرم منها الا الکثیر المسکر ولا یلزم  
من حرمة نجاۃ الخ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اُس کے  
قلیل کی حرمت و نجاۃ لازم نہیں آتی سوائے  
مائعات کے اس معنی کی وجہ سے جو ان کے ساتھ  
خاص ہے۔ لیکن جامد اشیاء میں سے صرف  
زیادہ مقدار جو کہ نشہ آور ہے وہی حرام ہے۔  
اور اسکے حرام ہونے سے اسکا نجس ہونا لازم نہیں آتا اگرچہ

درختار میں ہے،  
البحر شرعاً لایجوز الانتفاع بہ للتداوی بحیث  
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱ صفر مظفر ۱۳۲۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں، حرمت بنگ مثل حرمت شراب کی

۲۶۰/۲	طبع مجتہائی دہلی	کتاب الاشرۃ	سکے درختار
۲۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سکے رد المختار
۵۰/۲	طبع مجتہائی دہلی	باب التفرقات	سکے درختار

یا اس سے کم ہے، اور پینے والا بنگ کا مرکب کبیرہ ہے یا صغیر، اور متل اس کا کافر ہے یا مجتہد یا  
 زندقہ، اگر کوئی طیب کسی شراب غرقو بکائے شراب کے استعمال بنگ تجویز کرے اور اس طیب کا  
 منشا یہ ہو کہ استعمال بنگ سے پینا شراب کا چھوٹ جائے گا تو یہ حلال ہوگا یا حرام اور اس کا مجوز گنہگار ہوگا یا  
 نہیں؟ اور نشہ بنگ کا اس مضمون حدیث میں کہ حکل مسکر حرامہ (ہر نشہ آور حرام ہے۔ ت) و ایضا  
 ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرامہ (جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ ت) داخل ہے یا نہیں؟  
 اگر کوئی شخص اس کے رنگ سے کڑا رنگے اور اس کڑے سے نماز پڑھے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ عبارت  
 فتاویٰ بزازیہ سے قمر احسا اس کی نجاست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ منقول ہے،

قال محمد رحمۃ اللہ علیہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام و ہونجس ایضا  
 امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جس کا کثیر نشہ  
 دے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ نجس بھی ہے۔  
 علماء نے کہا کہ ہم امام محمد کے قول سے اسخذ  
 کرتے ہیں انتہی (ت)

### الجواب

غرق حرمیت قطعیہ بلکہ ضروریات دین سے ہے اس کے ایک قطرہ کی حرمت کا منکر قطعاً کافر ہے  
 باقی شکرات میں یہ حکم نہیں۔ ہاں بنگ وغیرہ کسی چیز سے نشہ کی حرمت کا منکر گمراہ و مخالف اجناس ہے شراب  
 کی حرمت بعینہا ہے اور بنگ کی حرمت بطلت اسکا رہے نشہ بازی بنگ یا افیون کسی جہ سے ہو مطلقاً کبیرہ  
 ہے، شراب کسی طرح کی ہو صرف حرام ہی نہیں بلکہ اس کے ایک ایک بوند نجس و ناپاک ہے ہوالصحیح  
 یا لا یغفر الذنوب (وہی صبح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) اور بنگ و افیون وغیرہا اشیاء جن کی  
 خشکی میں بھی نشہ ہے ان کا مسکر ہونا ان کے مانع و سیال پانی کی مثل بننے والی ہونے پر موقوف  
 نہیں وہ نجس نہیں ان کا نشہ حرام ہے ہمیں سے ظاہر ہو اگر بنگ کے رنگ سے یا بنگ کڑے میں

۱۰۶۲/۲ لے صحیح البخاری کتاب الاحکام باب امر الی اذا وجہ امرین الی موضع قدیمی کتب خانہ کراچی  
 ۱۶۷/۲ لے صحیح مسلم کتاب الاشریہ باب النہی عن الانتاذ فی المذقت الخ  
 جامع الترمذی ابواب الاشریہ باب ما جاء فی شراب الخ امین کمپنی دہلی ۸/۲  
 لے جامع الترمذی " باب ما جاء ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام " ۹/۲  
 لے فتاویٰ بزازیہ علی پاشا الفتاویٰ النبیۃ کتاب الاشریہ فورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۶/۶

بندھی ہو تو نماز جائز ہے وہ کل مسکوحہ حرام میں داخل ہے قاضی عریضی عامۃ ای مصاد امر مسکرا ( اس لئے کہ یہ عرفیہ عامہ ہے یعنی عیب تک نہ نشہ آور ہے ۔ ت ) مگر ما اسکر کشیدہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لائق کے سیکال کہنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک و منبر و زعفران بھی مطلقاً حرام و نجس ہو جائیں کہ حد سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے عیناً نشہ جیکہ مطلقاً اجماعاً حرام قطعی ہے شراب سے ہو خواہ بنگ و غیرہ کسی شے شراب سے تو شرابی کو بیکارے شراب بنگ سے کی تجویز محض جہالت ہے اور ضرر و معصیت ہے ، حرام کا کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں ، دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل و انصاف ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ،

یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یفترکم  
من ضل اذا هتدیتم بلہ  
اسے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب  
تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہیں لغو نہ  
کے پھانسی کا ( ت )

روا المختار میں ہے ،

والجاء لانه لا یلزم من حرمة الکثیر  
المسکر۔ رمتہ قلیلہ ولا نجاستہ مطلقاً  
الا فی البائعات لمعنی خاص بہا اما  
الجامعات فلا یحرم منها الا الکثیر  
المسکر ولا یلزم من حرمة نجاستہ  
واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔  
خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اس کے  
قلیل کی حرمت و نجاست مطلقاً لازم نہیں آتی  
سوائے بائعات یعنی بجنے والی اشیاء کے ،  
اس معنی کی وجہ سے جو ان کے ساتھ خاص ہے  
رہیں جامعات یعنی ٹھوس اشیاء تو ان میں سے  
صرف کثیر نشہ آور مقدار ہی حرام ہے اور اس کی  
حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی ۔ واللہ  
سبحانہ و تعالیٰ اعلم ( ت )

مسئلہ ۳۲ المرسل عبد الحکیم از ملک بن علی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ بعض جاہل بلکہ عالم یہ کہتے ہیں کہ

لہ القرآن الکریم ۱۰۵/۵

۲۹۳/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الاشریۃ

لے روا المختار

حق پینا مکروہ ہے اور اس کا پانی اگر کچرے پر گر جائے تو کچرا پاک ہو جائے گا۔

### الجواب

حق کے پانی کو ناپاک بتانا محض جہالت اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے، اور حق میں طرح بعض جاہل افکار رمضان کے وقت پیتے ہیں جس سے کہ اس میں خلل آتا ہے ضرور ناجائز اور گناہ ہے، اور نیکی وغیرہ کا حق جو تہوں تازہ نہ ہوتا ہو اور کریمہ بدلو سے مکروہ ہے، اور عام حق جیسا کہ اہل تہذیب پیتے ہیں جس میں بدبو نہیں ہوتی وہ محض مباح ہے، وقد فصلنا کافی فتاوانا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از مارہرہ بنام شیخ امیر احمد ۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادویہ انگریزی استعمال ہوں یا نہ ہوں اور اگر ہوں تو وہ کون سی ہے جس کو بلا تکلف استعمال کر لیں، اور عام فتویٰ ان کا مطوب ہے کل ادویات کی نسبت قابل استعمال اور ناقابل استعمال، آیا کل ادویہ ممنوع ہیں یا وہ صرف جن میں اثر شراب ہے خواہ پینے کی ہو خواہ مالش کی ہو، جواب جلد آئے تاکہ استعمال اور عطریات کا بھی معلوم ہو جائے کہ کل عطریات ہیں یا جس میں آمیزش شراب کی ہو بظاہر آمیزش شراب معلوم ہوتی ہو مگر اس میں خلط ہو اور ایسے عطریات کی مالش کے جائز یا نہ ہو، اس کی تفصیل بھی ہو جائے۔

### الجواب

انگریزی رقیق دوائیں جو پھر لہاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یعنی شراب بلکہ شراب کی نہایت بڑے قسموں سے ہے وہ جس سے ان کا کھانا حرام، لگانا حرام، بدن یا کپڑے یا دونوں کے مجموعہ پر لاکر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شے لگی ہوتی فائز نہ ہوگی ہاں خشک دوا جس میں کسی نجاست کی خلط کا حال معلوم نہ ہو لگانا جائز ہے اور اگر کسی حرام شے کا اختلاط معلوم نہ ہو تو کھانے کی بھی اجازت ہے، اور افضل احتیاط ہے۔ انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں سو اس کے کہ بہت بدبو کریمہ الرائحہ ہوتی ہیں رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لئے ڈاکڑی نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے لہذا ان سے احتراز ہی چاہئے، اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سونگھنا بھی ناجائز ہے کہ شراب کے مول لینے والے اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ بتاریخ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز قیامت حق پینے والے سے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام رؤسے مبارک پھر لیں گے اور درود شریف اس کا پڑھنا قبول نہ ہوگا یہ بیان غلط ہے یا صحیح؟ بتواتر جواب۔

### الجواب

یہ سب درود بخ کاذب ہے اور شریعت مطہرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اقرار، حق تو مباح ہے، اگر بغرض غلط عوام بھی ہوتا تو اتنا گناہ نہ ہوتا جس قدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اقرار کرنا کبیرہ شدیدہ ہے جس کے بعد پس کفری کا درجہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مسئلہ عبد الرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۲۲ھ  
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتے ہیں کہ تازی کے غیر سے ڈبل روٹی پکائی جاتی ہے مسلمانوں کے لئے کھانا کیسا ہے؟

(۲) اس ملک میں اکثر کج روں کا دس نکالتے ہیں اس دس کا گرد بناتے ہیں اکثر کھیر بھی پکاتے ہیں اگر تازہ دس جو کہ شیریں ہوتا ہے اور لوگ پیتے بھی ہیں دودھ یا کہ غیر طاکر تازی بناتے ہیں تازی کے پینے سے نشہ ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے یہ کیسا ہے، اندر رؤسے شرعاً جواب فرمائیے۔  
اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا۔

### الجواب

(۱) اگر ثابت ہو تو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
(۲) جب تک اس میں نشہ نہیں جلال ہے اور اس کی کھیر اور گرد بھی جائز ہیں اور نشہ لانے کے بعد حرام بھی ہیں اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ مسئلہ عبد الرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال

اسپرٹ کا استعمال خوردنی اشیاء میں یا رنگ وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ اس کو شراب کہتے ہیں۔

### الجواب

اسپرٹ واقعی شراب بلکہ سب شرابوں سے تیز و تند ہے حتیٰ کہ اپنی تیزی کے سبب سم ہوگی

مذہب معتد مفتی بربر ہے کہ ہر مانع مسک کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے لہذا اشیائے خوردنی نیز ادویہ میں اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے انگریزی بخروں میں عموماً اسپرٹ ہو تو کھانے پینے کے سوا رنگے وغیرہ میں جہاں خود اس کا چھونا لگانا پڑے وہ بھی ممنوع و ناجائز ہے صرف کپڑوں میں فقیر کے نزدیک عموماً بلوی حکم طہارت ہے اخذ اباصول المذہب والتفصیل فی فتاویٰ (اصل مذہب کا اعتبار کرتے ہوئے اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت۔)

### مسئلہ ۳۸۸ مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی و انبیار

پاور دئی جو ہندوستان میں اکثر جگہ تازی کے لگاؤ سے بچاتے ہیں اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں ؟ اور جو معلوم ہو کہ یہ روٹی تازی سے بنی ہے اس کا کھانا کیسا ہے ؟ اور جو تازی شامل ہو اس کو جان کر جو کھائے اس پر توہر لازم ہے یا نہیں ؟ اور وہ شخص حرام شئی کا حلال سمجھنے والا ہوا یا نہیں ؟

### الجواب

مسئلہ تحریم حلال کو تو یہاں کوئی تعلق نہیں جب تک نشہ کو حلال نہ جانے،

لانہا فی الحرمة القطعیة و لیست فی تلك المشروبات الا فی الضرر المسکون  
اس لئے کہ یہ حرمت قطعیہ میں ہے حالانکہ ان مشروبات میں حرمت قطعیہ نہیں سوائے نشہ اور خمر کے کہ وہ بالاجماع حرام قطعی ہے (ت۔)

اور جب یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں روٹی میں تازی پڑتی ہے یا نہیں تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں لان الاصل الاباحۃ ولا یشیت حکم بالشک (کیونکہ اصل اباحت ہے اور شک کے ساتھ کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ ت۔) ہاں اہل تقویٰ کو بچنا بہتر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه  
جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ (ت۔)

اور نہ کبھی تو موافقہ نہیں۔ استنباء و درمختار میں ہے،

لیس من مانع انما ان اتقاء الشبهات یلے ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں (ت۔)



اور جہاں تاڑی پڑنا معلوم ہو تو اس سے احتراز لازم ہے لان کل مائے مسکن نجس و حرام (کیونکہ ہر  
 بننے والی نشہ آور شے حرام اور نجس ہے۔ ت) مگر جب ثابت ہو کہ اس میں وہ تاڑی ملائی جاتی ہے  
 جو نشہ کی حالت تک نہ پہنچی یا اس طرح ملائی جاتی ہے کہ نمک وغیرہ کی وجہ سے اس کا نشہ قطعاً ذائل ہو جاتا  
 ہے اس وقت جواز ہو گا اور زراعت احتمال کہ شاید نشہ نہ رہا ہو کافی نہ ہو گا لان الیقین لا یزول بالشک  
 (کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) اس صورت میں جو اسے کھائے اس پر توبہ لازم ہے اور  
 ہاتھ اور منہ اور برتن پاک کرنا بھی جبکہ شیر یا شوربا میں کھائی گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ذاک خانہ مہر گنج محلہ چرنکی ضلع ہریال ملک بنگالہ مرسلہ محمد حسین صاحب

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک جماعت ظاہر شدہ اند تباہ کو راعرام گویند  
 وعقہ نوشید راعرام زادہ گویند قول نام و صاحباز  
 ایک جماعت ظاہر ہوتی جس کے لوگ تباہ کو حرام اور  
 تہ پیئے والے کو حرام زادہ کہتے ہیں۔ وہ لوگ  
 امام صاحب اور صاحبین کی اتباع نہیں کرتے (ت)

### الجواب

تباہ کو خوردن و کشیدن و شیدن ہر رواست  
 کہا حقیقۃ فی حقۃ المر جان ، وقد قال  
 فی غنم العیون منہ یعلم حل شوب  
 الدخان و آنکہ حرام زادہ گفت تعدی بر شرع  
 کو زو ظلم بر مسلمانان مجب است کہ بتقصائے  
 حدیث حرام زادہ نباشد قال صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم لا یبغی علی الناس الا  
 ولدی بقی او من فیہ صریق منہ و ہر کہ اتباع  
 اند بکنند بری از اتباع نتوان بود متبع شیطان است

تباہ کو کھانا پینا اور نوشیدنا سب جائز ہے جیسا کہ  
 ہم نے رسالہ "حقۃ المر جان" میں اس کی حقیقت  
 کی ہے۔ غزوہ البیرون میں فرمایا کہ اس سے تباہ کو نوش  
 کا محال ہونا معلوم ہوا۔ اور جس نے حرام زادہ کہا  
 اس نے شریعت پر زیادتی اور مسلمانوں پر ظلم کیا۔  
 مجب نہیں کہ وہ خود حدیث کے تقاضے کے مطابق  
 حرام زادہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ لوگوں کو زنا کار و بھاری قرار دیتا ہے جو  
 ولید زنا ہو یا اس میں زنا کی کوئی رنگ اور جو اندکرام

لہ غزوہ البیرون البصائر مع الاشیاء والنظار الغنی الاول القاعدۃ الثالث اداره القرآن کراچی ۹۸/۱  
 سن شعب الایمان حدیث ۶۶۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸۶/۵  
 کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسیٰ حدیث ۳۰۴۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹/۱۱

گو تیس اندہ مباشش - واللہ تعالیٰ اعلم

کی اتباع نہیں کرتا وہ اتباع سے بری نہیں ہوتا ،  
وہ شیطان کی اتباع کرنا ہوتا ہے اگرچہ اللہ کی اتباع  
کرنا ہوتا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

- مسئلہ ۲۱۳ از پندول بزرگ ڈاکٹرانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت پور ۹ محرم ۱۳۳۹ھ
- (۱) کھجور کا رس جو اس کے درخت کو چیل کر چٹنی کے پائس سے نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے؟  
(۲) تازہ پھل جس میں رس ہوتا ہے اس رس کو نکال کر تازی پٹے میں اور نشہ کی وجہ سے ہست  
ہو جاتے ہیں لیکن پھل کھانے سے نہیں ہست ہونا پھل کا کھانا کیسا ہے؟  
(۳) تازی جو نشہ کی چیز ہے اس کا سرکہ بنا کر کھانا کیسا ہے؟

### الجواب

- (۱) جب تک نشہ نہ لائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
(۲) پھل کھانا جائز ہے اور تازی پینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
(۳) جب حقیقتہً سرکہ ہو جائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- مسئلہ ۲۱۴ اختر حسین طالب علم مدرسہ نظامیہ اسلام بریلی ۳ صفر ۱۳۳۹ھ
- کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ، افیون، تازی،  
چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پے کہ اس سے نشہ نہ آئے وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟  
بتینا و جودا (بیان فرمائیے اجر پائے۔ ت)

### الجواب

نشہ بذاتہ حرام ہے، نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ نشہ تک نہ پہنچے  
یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علمائے تصریح فرماتی ہے کہ خالص پانی و شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے  
ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر  
نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیثہ کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے  
جو افیون کے سوا کسی دوا سے نہیں بھرتے تو خواہی خواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ والیہا ذواللہ تعالیٰ۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ شہر کہنہ قاضی ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم تاریخ ۲۱ ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سانک کوچہ و بازار میں

پہرتا ہے اور ہر ایک سے سوال کرتا ہے کہ مجھے اللہ کے واسطے روٹی یا کپڑا یا پیسہ دو۔ بعض دیتے ہیں اور اکثر نہیں دیتے۔ اقل اکثروں کے واسطے جو نہیں دیتے ہیں کیا حکم ہے؟ و نیز ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ تو اپنی بیٹی کا اللہ کے واسطے میرے ساتھ نکاح کرے، لیکن وہ نہیں کرتا، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ و نیز ایک شخص کسی صاحب ریاست و امارت سے کہتا ہے کہ ایک ہزار روپیہ مجھے اللہ کے واسطے دے دے مگر وہ نہیں دیتا اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بعض سائل ان الفاظ میں سوال کرتے ہیں کہ خدا و رسول کے واسطے مجھے کچھ دو، یا کوئی شخص کسی سے کہہ بیٹھے کہ خدا و رسول کے واسطے مجھے معاف کرو۔ ان پر ہر شخص کے واسطے اذروے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بالتفصیل جواب غایت ہو۔ یہ سوالات خالصاً لوہر اللہ ہیں اس میں دُر رعایت کسی کی درپائی جائے، جو شرع شریف کا حکم ہو وہ بیان فرمائیے۔ آمین و توجروا۔

## الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من سأل بوجه الله و ملعون من سأل بوجه الله ثم من سأل ما لم يسأل محبوا، رواه الطبرانی في المعجم الكبير عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه بسند صحيح۔

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جبکہ اس نے کوئی بیجا سوال نہ کیا ہو (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من سأل بالله فاعطى كتب له سبعون حسنة، رواه البيهقي في شعبه الايمان عن

جس سے خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ دے دے تو اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جائیں (اس کو بیہقی نے شعب الايمان

لہ معجم الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الادب باب السؤال بوجه الله الکرم دار الکتاب بیروت ۱۵۳/۱

الترغيب والترهيب ترهيب السائل ان يسأل بوجه الله حديث ما مصنفه ابی ہریرہ ۱۰۱/۱

کنز العمال بحوالہ طب عن ابی ہریرہ ۱۶۰۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۰۲/۶

لہ " " جب عن ابی ہریرہ " " ۱۶۰۶۶ " " ۳۶۳/۶

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

مَنْ سَأَلَكَ اللَّهُ فَأَعْطَاهُ وَأَسْأَلَكَ شَيْئًا فَدَعَاكَ - رواه الامام الحکیم الترمذی فی النوادر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

یعنی جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے دو اور اگر نہ دینا چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے (اس کو امام حکیم ترمذی نے نوادر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

لَا يَسْأَلُ بوجه الله إلا الجنة - رواه ابو داؤد والضياء عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح -

اللہ کے واسطے سے سوائے جنت کے کچھ مانگا جائے (اس کو امام ابو داؤد اور ضیاء نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علمائے کرام نے بعد تو فیق و تطبیق احادیث یہ حکم منقطع فرمایا کہ اللہ عز و جل کا واسطہ دے کر سوا اخروی دینی شئی کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شئی کے دینے میں کوئی حرج دینی یا دنیوی نہ ہو تو مستحب و مہموم کہ دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اسے کچھ نہ دیا جائے یعنی تاکہ یہ عادت پھوڑ دے اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔ جو خدا کا واسطہ دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے یا دوسرا اس سے بہتر ہے تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح و اصلاح کا لحاظ اس جہاں سے اہم و اعظم ہے اور روپیہ پسیدہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور مسائل کے کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے اگر یہ مسائل قوی تندرست گدائی کا پیشہ ورجوگیوں کی طرح ہے تو ہرگز ایک پسیدہ نہ دے کہ اسے سوالی حرام ہے اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے دینے والا گناہگار ہو گا اور اگر صاحب حاجت ہے اور

جس سے مانگا اس کا عزیز و قریب بھی عاجز نہ ہے اور انکے پاس مانتا نہیں کہ دونوں کی مواسات کرے تو اقربا کی تعظیم لازم ہے ورنہ بقدر طاقت وہ مسرت ضرور دے اور نگردانی نہ کرے۔ یہ سوالات کا جواب تھا اور اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہئے، سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اور آخر میں یہ ہدایت کی جائے کہ رُو رعایت کسی کی نہ پائی جائے، یہ کھلی دریدہ دہنی ہے علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ کسی کی رُو رعایت سے کیا تعلق جو احکام الہیہ ہیں بتاتے ہیں جو کسی کی رُو رعایت سے معاذ اللہ قصداً حکم غلط بہت ہیں وہ علمائے دین کب ہوئے نابینا شیطان ہوئے، عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثَلَاثَةٌ لَا يَتَخَفُ بِحَقِّهِمْ إِلَّا الْمُنَافِقُ  
بَيْنَ الْمُنَافِقِ ذُو الشُّبُهَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْإِمَامِ  
الْمَقْسُطِ وَمَعْلَمِ الْخَيْرِ۔ رواہ ابوالشیخ فی  
التَّوْبِيخِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فِي الْبَيْتِ وَبُيِّنَ حَسَنُ  
عَنِ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکانہ جانے کا گمراہی  
کھانا مافی ازا بھلہ ایک بڑا مسلمان دوسرا  
عالم کو مسلمان کو نیک بات بتائے، تیسرا  
بادشاہ مسلمان عادل۔ اس کو ابوالشیخ نے تو بیخ  
میں حضرت جابر سے اور طبرانی نے جمع کبیر میں  
سنہ حسن کے ساتھ ابوالہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
روایت کیا۔ (ت)

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ و تو بیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر چشم پوشی کی گئی اسب یہ  
دوسری بار ہے لہذا اطلاع دی گئی سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے ہی تو شروع سوال میں کیا  
فرماتے ہیں علمائے دین مطلق نہ لکھا کرے جس سے تو بیخ ملے پسیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے  
الفاکہ چاہے لکھے واللہ الہادی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ  
جل مجدہ اتم واحکم۔

# کتاب الرهن

(رهن کا بیان)

مسئلہ ۲۲ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شتی مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا (توجہ و) (بیان فرمائیے اجر پائے۔ ت)

الجواب

کسی طرح جائز نہیں، حدیث میں ہے،

كل قرض جبر منفعة فهو ربا - أخرجه  
المحارب عن سيدنا علي كرم الله تعالى  
وجهه عن النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم.

یعنی قرض کے ذریعہ سے جو منفعت حاصل  
کی جائے وہ سود ہے (اس کی تحریر عارض  
نے سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے کی اور  
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اس کو نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علامہ محمداوی پھر علامہ دمشقی خود شرح در مختار میں فرماتے ہیں،

المغالب من احوال الناس انهم انما يريدون  
عند الدفع الانتفاع والسوالة  
لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شتی  
دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں

سہ کثر العمال بحوالہ المحارب عن علی اباب الثانی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسة الرسالة بیروت ۲۳۸/۶

لما اعطاه الدين اھم وهذا بمنزلة  
الشروط لان المعروف كالشروط هو  
مما يعين المنع انتهى اقول ولا شك  
ان هذا بعينه حال اهل الزمان  
يعرفه عنہم كل من اختبر ومعلوم  
ان احكام الفقه انما تبني على الكثير  
المشاع ولا تذکر حال شدت و  
فدريت فيه الجواز كما نص عليه المحقق  
حيث اطلق في فتح القدير وغيره من  
العلماء الكلام فالحكم في ضماننا  
هو اطلاق المنع لا يرتاب فيه من  
له الصام بالعلو والكلام ههنا  
وان كان طويلا فجملة القول ما ذكرنا  
والله تعالى اعلم.

اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کیلئے  
درہم ہی نہ دینگے، اور یہ بمنزلہ شرط کے ہو گیا اس  
لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح  
ہوتی ہے اور یہ بات ممانعت کو معین کرتی ہے  
انتمی، میں کہتا ہوں کہ بیشک بعینہ ہی حال  
ہمارے زمانہ والوں کا ہے جس کو ہر باخبر شخص  
جانتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ فقہی احکام  
کی بنیاد کثرت سے واقع ہونے والے مروج  
حالی پر ہوتی ہے اور اس حال کا تذکرہ نہیں  
کیا جاتا جس میں جواز شاذہ نادر ہو۔ جیسا کہ  
اس پر محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں  
اور دیگر علماء کرام نے نص فرمائی ہے۔ چنانچہ  
ہمارے زمانہ میں مرہون سے نفع حاصل کرنے  
کی مطلقا ممانعت کا حکم ہے، اور اس میں علم  
سے کچھ بھی تعلق رکھنے والے شخص کو شک نہیں ہوگا۔ یہاں گفتگو اگرچہ طویل ہے مگر اجمالی بات

فری ہے جو ہم نے ذکر کر دی۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مثلاً سو روپیہ کو ذید نے قرض کے  
پاس رہیں رکھا عمرو نے اس خیال سے کہ کچھ کو مکان میں مہر جو نہ سکونت نا جائز ہے بکر ہندو کے  
ہاتھ بعد میں اسی قدر زر رہیں کے رہیں کر دیا اور اپنا اثنا ہی روپیہ بلا کسی نفع کے بکر سے لے لیا،  
اب اس مکان میں عمرو کو بکر سے کو ایہ پر لے کر سکونت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور معاملہ مذکور  
شرعاً درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

## الجواب

شرح مظهر نے مقدمہ میں صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنے روپیہ کا اطمینان ہو جائے اور وصول نہ ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے اس کی مالیت سے ایک حق مرہن کا متعلق ہو جاتا ہے اور علیٰ شش میں سوا حفظ و حبس کے کوئی استحقاق نہیں ہوتا مرہن کے رہن یا اجارہ کا اسے اختیار نہیں کہ وہ شے اس کی ملک کی نہیں صرف اس کے پاس مجبوس ہے۔

فی الدار المختار لہ حبس دھنہ لا الاستفاح  
بہ مطلقا لا باستخدامہ ولا مسکنی  
ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارة الخ و فی  
رد المحتار عن التتارخانیۃ عن  
شرح الطحاوی لیس للمرہن ان  
یرهن الرهن لہ  
در مختار میں ہے مرہن کو مرہون کے روک رکھنے  
کا اختیار ہے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانے  
کی اجازت نہیں، نہ اس سے خدمت لینے کی  
نہ سکونت کی، نہ پہننے کی، نہ اجرت پر دینے کی  
اور نہ عاریت پر دینے کی الخ، رد المحتار میں ہے  
تانا رخانیہ سے بحوالہ شرح الطحاوی منقول ہے  
کہ مرہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون کو رہن پر

(دے دے۔ ات)

یہاں تک کہ اگر بے اذن رہن ان تصرفات کا ارتکاب کرے گا گنہگار ہو گا اور فاسد بٹھریے گا۔  
کیا کہ غایۃ البیان میں اس پر نص کی گئی۔  
یہی وجہ ہے کہ اگر مرہون ہلاک ہو جائے تو  
وہ قیمت کے بدلے میں ہلاک ہو جائے گا چاہے  
یعنی بلی قیمت ہو جائے نہ کہ قرض کے بدلے میں  
در مختار میں ہے کہ مرہن مرہون کی کل قیمت کا  
خاص ہو گا جبکہ وہ مرہون کو ودیعت رکھے،  
عاریت پر دے، اجارہ پر دے، اس سے  
خدمت لے یا قعدی کرے الخ بہتر میں ہے

كما نص عليه في غايته ولذا لو هلك  
هلك بالقيمة بالغة ما بلغت  
لابالدين في الدار المختار  
ضمن بايديه واعارته  
واجبارته واستخدامه  
وتعديده كل قيمته  
وفي الهندية عين  
الرهن امانة في يد

رد المحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن  
رد المحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن  
طبع مجتبیٰ دہلی ۲۶۶/۲  
دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۹/۵  
طبع مجتبیٰ دہلی ۲۶۶/۲



المرتہین بمنزلة الودیعة ففعل كل  
موضع لو فعل الودع بالودیعة  
لا یغیرہ فکذلک اذا فعل  
المرتہین ذلک بالرہن اہ ملقطا  
برہن میں جب مرتہین کوئی تصرف کرے تو اس پر بھی تاوان لازم نہیں آئے گا اہ (اللقاط)۔ (ت)  
اور اگر باذن راہن واقع ہوئی تو یہ تصرفات اگرچہ جائز و نافذ ہوں گے مگر وہ رہن زائل ہو جائیگا  
اور مرتہین مذکور مرتہین نہ رہے گا،

فی الدر المختار الاجارة والرہن من  
اجنبی اذا باشرها احدہما باذن الآخر  
یخرج عن الرہن ثم لا یعود الا بعقد  
مستند لانہا عقود لان ممة بخلاف  
العاریة اہ ملخصا۔  
در مختار میں ہے اجنبی شخص سے مرہون کا اجارہ  
یا عقد رہن جبکہ راہن اور مرہون میں سے  
کوئی ایک دوسرے کی اجازت سے اس کا  
مباشر ہو تو وہ رہن سے خارج ہو جاتا ہے  
پھر سوائے نئے عقد کے رہن کی طرف عود  
نہیں کرتا اس لئے کہ مذکورہ بالا عقود لازم  
ہیں بخلاف عاریت کے الخ ملخصا (ت)

بہر حال یہ جملہ ٹکڑے کو کچھ مفید نہیں کہ اگر زید کا اذن نہ تھا تو یہ عقود مال غیر میں تصرف بیجا و  
گناہ ہے نہ اس مکان میں رہنا جائز اور اگر باذن زید واقع ہوئے یا بعد وقوع اس نے جائز  
کر دیئے تو اجارہ صحیح اور مکان میں سکونت مطلق بعد اجازت اور اگر یہ ہو اس کا مالک زید مگر مکان  
رہن سے نکل گیا۔

فی شرح الطحاوی ثم التثاریخانیة  
ثم التثامیة انت سرہن باذن الراہن  
صحہ الثانی و بطلان الاول اہ  
وف التہندیة ان اجرا المرتہین  
شرح الطحاوی پھر تآمار خانہ پیر شاہ میر میں ہے  
اگر مرتہین نے راہن کی اجازت سے مرہون شئی  
کو کسی کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن  
صحیح اور پہلا باطل ہو گیا الخ ہندیہ میں ہے کہ

سۃ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الرهن الباب الثامن  
سۃ الدر المختار باب المتصرف فی الرهن  
سۃ رد المحتار بحوالہ التآمار خانہ علی شرح الطحاوی  
نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۵/۵  
مطبع مجتہدانی دہلی ۲۷۴/۲  
دار احیاء التراث العربی ۳۲۹/۵

من اجنبی باصر الی اہن یخرج من  
الرہم وتكون الاجرة للراہن التی

اگر مرتہ سے راہن کے حکم پر مرہون شئی کسی کو  
اجارہ داری پر دی تو وہ رہن سے نکل جائیگی  
اور اجرت راہن کے لئے ہوگی (دست)

شقوق اس مسئلہ میں بکثرت ہیں،  
لان راہن المرہن امان یكون باذن  
الراہن او لا وعلى الشافی امان یجیز  
اویرة اولاولا فہذا السابعة وعلى کل  
منہما مثلہا فی الاجارة فتكون  
ستة عشر وان جعل الاولات من  
التشقیقین واحدا لاتحاد الحکم  
فان الاجارة اللاحقة کالوكالة  
السابقة حکما فی الخیرة فتسبق  
تسعة۔

کیونکہ مرتہ کا مرہون کو رہن رکھنا یا تو راہن  
کی اجازت سے ہو گا یا ایسا نہیں ہو گا،  
بصورت ثانی راہن اجازت دے دے گا  
یا ذکر دے گا یا نہ اجازت دے گا اور نہ ہی  
رد کرے گا تو اس طرح چار صورتیں ہو جائیگی  
پھر ان میں سے ہر ایک میں یوں ہی عبار  
صورتیں اجارہ کی بنیں گی، چنانچہ مجموعی احتمالات  
سولہ ہو جائیں گے۔ اور اگر دونوں تشقیقوں کی  
پہلی صورت کو اتحاد حکم کی وجہ سے ایک بنا دیا جائے  
کیونکہ اجازت ہر حقہ، وکالات سابقہ کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ غیریہ میں ہے، تو باقی تو صورتیں  
بچیں گی۔ (دست)

لیکن حاصل حکم اسی قدر ہے کہ راہن معصوم یا یہ اجارہ دہا اور سکونت ناجائز۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتہ سے سکات مرہون کرایہ پر لینا مالک  
مرہون یا غیر مالک کو مباح ہے یا نہیں؟ بیّنوا و تو جروا۔

### الجواب

مرتہ سے راہن کا شئی مرہون کو کرایہ پر لینا اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ مالک کا اپنی ملک

دوسرے سے کرایہ پر لینا محض بے معنی ہے،

فی الہندیۃ آجرھا من الراہن لا تصح  
الاجارۃ علیہ  
ہندیہ میں ہے مرنے والے کے ہاں کرایہ کی اجرت پر دی  
تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔ (ت)

اور اجنبی کو بھی مرنے والے سے اجارہ پر لینا مباح نہیں کہ وہ غیر مالک ہے اور کرایہ پر دینے کا اصول  
اختیار نہیں رکھتا تو جس طرح مرنے والے سے گناہ گار ہوگا کہ اس نے ملک غیر میں تعریف بجا  
کیا اس لئے کرایہ اسے حلال نہ ہوگا بلکہ شرع حکم دے گی کہ خیرات کر دے یا راہن کو دے دے  
اور یہی اولیٰ ہے کہ حقیقتاً فی تحسیر مستقل (جیسا کہ ہم نے مستقل تحریر میں اسکی  
تحقیق کر دی ہے۔) اسکی طرح یہ مستاجر بھی جبکہ جانتا ہو کہ مکان اسکی ملک نہیں بلکہ  
اس کے پاس بطور رہن ہے اس سے کرایہ پر لے کر جملہ گناہ گار کو یہ غیر کے مکان میں لے سکے  
اجازت کے رہا اور مرنے والے کو گناہ پر معاف ہوگا،

قال اللہ تعالیٰ ولا تعادوا علی الاشیاء  
والعدوان، ومن القواعد السقراطیۃ ان  
ما حرم اخذہ حرم اعطادہ  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر ہام  
مرد نہ کرو اور مسئلہ قواعد میں سے ہے کہ جس  
چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام  
ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر یہ اجارہ باذن راہن واقع ہو یا راہن بعد وقوع اجازت دے دے تو بے شک  
عقد جبارت و نافذ اور دہنا حلال و مباح ہو جائے گا مگر اس تقدیر پر درحقیقت راہن سے  
اجارہ لینا ہوا نہ مرنے والے سے و لہذا بعد اجازت جو کرایہ آئے گا اس کا مالک راہن ہوگا اور اس  
صورت میں مکان مرنے والے سے نکل جائے گا حکماً فی الہندیۃ وغیرہا (جیسا کہ ہندیہ  
وغیرہ میں ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳۱ از جالندھر محلہ راستہ بھگوارہ دروازہ مرسلہ میان شمس الدین شعبان ۱۳۱۰ھ  
گروی زمین و مکانات سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

۱۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الرهن الباب الثامن فرائد کتب غلظت اور ۵/۲۶۲  
۲۔ القرآن الکریم ۵/۲  
۳۔ الاشیاء والنظار الفی الاول القاعدة الرابع عشر ادارة القرآن کراچی ۱/۱۸۹

### الجواب

اس قسم کے مسائل میں قول منفع و محرر و اصل تحقق و مقرر یہ ہے کہ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود و حرام ہے، حدیث میں ہے حضر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کل قرض جرم منفعۃ فهو ربوا - مراد - جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔ المحارث فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے - (دست)

اور اگر اس بنا سے جدا ویسی ہی باہمی سلوک کے طور پر کوئی نفع و انتفاع ہو تو وہ بیون کی مرضی پر ہے اس کے خالص رضا و اذنی سے ہو تو زوا و نہ حرام، اب یہ بات کہ یہ انتفاع بر بنائے قرض ہے یا بطور سلوک اس کے لئے معیار بشرط و قرار داد ہے یعنی اگر قرض اس شرط پر دیا کہ نفع لیں گے تو وہ نفع بر بنائے قرض جرم ہوا، اور اگر قرض میں اس کا کچھ لحاظ نہ تھا پھر آپس کی رضامندی سے کوئی منفعت بطور احسان و مہبت حاصل ہوتی تو وہ بر بنائے حسن سلوک ہے نہ بر بنائے قرض تو بذکر بشرط پر ٹھہرا یعنی نفع مشروط سود اور نفع غیر مشروط سود نہیں بلکہ باذن مالک مباح، پھر شرط کی دو صورتیں ہیں، نصاً یعنی بالتصریح قرار داد انتفاع ہو جائے، اور عرفاً کہ زبان سے کچھ نہ کہیں مگر بحکم رسم و رواج قرار داد معلوم اور داد و ستد خود ہی ماخوذ و مفہوم ہو ان دونوں صورتوں میں وہ نفع حرام و سود ہے،

فان المعهود کالمشروط لفظاً اس لئے کہ بے شک جو عرف کے اعتبار سے معهود ہو کہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے غفلوں میں مشروط ہو - (دست)

در مختار میں ہے،

قالوا اذالم تکت المنفعة مشایخ نے کہا جو منفعت مشروط نہ ہو مشروطۃ ولا متعارفۃ اور نہ ہی متعارف ہو تو اس میں کوئی

فلا باس۔

حرج نہیں۔ (ت)

فتح القدير میں ہے،

فی الفتاویٰ الصغریٰ وغیرہا انت کان  
النفع مشروطا فی القرض فهو  
حرام والقرض بهذا الشرط  
فاسد والاجابة الاتری انه لو  
قضاء احسن مما علیه لایکونه اذا  
لم یکن مشروطا وقالوا وانما  
یحل ذلك عند عدم الشرط اذا  
لم یکن فیہ عرف ظاہر فامن کان  
یعرف ان ذلك یفصل  
لذلك فلا آثم ملخصا۔

فتاویٰ صغریٰ وغیرہ میں ہے کہ اگر قرض میں نفع  
کی شرط لگائی گئی تو نفع حرام، اور قرض اس  
شرط کے ساتھ فاسد ہوگا، اور اگر شرط  
نہیں لگائی گئی تو جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا  
کہ جس پر قرض ہے اگر وہ قرض سے زیادہ  
بہتر واپس کرے تو یہ مکروہ نہ ہوگا بشرطیکہ  
اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ مشائخ نے کہا  
عدم شرط کی صورت میں یہ حلال تب ہوگا جب  
زیادہ واپس کرنے کا عرف ظاہر نہ ہو اور  
اگر یہ معروف ہے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں  
اختصار (ت)

رد المحتار میں جواہر الفتاویٰ سے ہے،

اذا کان مشروطا صارا قرضا فیہ  
منفعة فهو با و الا فلا باس یہ ہے

جب شرط لگادی گئی تو یہ ایسا قرض ہو گیا  
جس میں نفع ہے لہذا وہ سود ہوا اور  
اگر مشروط نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

ما فی الجواہر یصلح للتوفیق وهو  
وجیہ و ذکر وانظیر فیما لو  
اهدع المستقرض للمقرض

جو کچھ جو آہر میں ہے وہ موافقت کی صلاحیت  
رکھتا ہے اور وہ وجیہ ہے۔ اس کی نظیر  
مشائخ نے ذکر کی کہ جب مقروض قرض دہندہ کو

۴۰/۲

مطبع عتیقات دہلی

کتاب الخوال

لہ الدر المختار

۲۵۶/۶

مکتبہ نوید رہبر سکھر

”

فتح القدير

۳۱۰/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

رد المحتار جواہر الفتاویٰ کتاب الرحمن

ان کا انتہائی بشرط کفر و الاصلیہ  
ہر دے تو اگر اس کی شرط لگائی گئی ہے تب

تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (ستہ)

توکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (مت)

جب یہ اصل کی معلوم ہو لی حکم مسئلہ واضح ہو گیا کہ اگر مکان وغیرہ سستی مرہون سے مرہون کا بذریعہ سکونت وغیرہ نفع لینا مشروط ہو چکا ہے جیسا کہ دخلی رہن ناموں میں اس کی صاف تصریح ہوتی ہے جب تو اس کا صریح سود حسد رام ہونا ظاہر اور نہ غالب عرف و عادت رسم و رواج زمانہ صراحتہ حاکم اپنا ہے زمانہ اسی نفع کی غرض سے قرض دیتے ہیں اور لینے دینے والے سب بغیر ذکر اسے قرار یافتہ سمجھتے ہیں اگر مرہون جائے کہ مجھے انتفاع نہ ملے گا ہرگز عقدہ نہ کرے اور رہن وجہ قرض بنا ہوا نہ ہو تبھی مجبوراً اجازت انتفاع نہ دے و لہذا مرہون اس نفع و سود کو اپنا حق واجب جانتے ہیں اور رہن کو اس پر مجبور کرتے ہیں، تو یہ انتفاع اگرچہ لغوی مشروط نہ ہو عرفاً بیشک مشروط و معسود ہے تو حکم مطلق حرمت و معاقبت ہے۔ علامہ احمد غلطوای پھر علامہ محمد شامی قدس سرہما ایسا ہی حواشی در میں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انهم انما  
 يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لا  
 لما اعطاه الله لهم و هذا  
 بمنزلة الشروط لان المعروف كالمشروط  
 وهو ما يعين المنفعة

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ دہن کے وقت  
 وہ مرہون سے نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں،  
 اگر نفع متوقع نہ ہو تو تسریض پر درحکم  
 ہی نہ دیں گے، اور وہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ  
 معروف کا حکم مشروط کے حکم کی مثل ہوتا ہے  
 اور یہ ضمانت کو متعین کرتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر مرتہاں بے لانا انتفاع قرض دے اور صرف بغرض وثوق وصول جو قرض یلج رہن سے مقصود مشاعرہ ہے رہن لے اور عاقدین وقت عقد مراعات شرط کر لیں کہ مرتہاں کسی طسیرہ نفع اٹھانے کا مجاز نہ ہوگا،

وَذَلِكَ لَا مَعْنَى لَهُ مَعْرُوفًا  
لَا يَصِيرُ مَرْفُوعًا بِالسُّكُوتِ

یہ اس لئے ہے کہ چھینہ معروف ہر چکی ہو  
وہ چُپ رہنے سے مرفوع نہیں ہو جاتی

له رد المحتار      كتاب الامم      دار احیاء التراث العربی بیروت      ۳۱۱/۵

$\frac{F_{II}}{\Delta}$     "    "    "    "    "    "    "    "

فلا یکنی عدم الشرط بل شرط العدم کے لئے شرط نہ لگانا کافی نہیں بلکہ عدم نفع کی شرط ضروری  
یعنی الصریح الدلالة۔

ہوگی تاکہ صریح دلالت پر فوقیت پا جائے (ت)  
پھر راہیں اپنی خوشی سے مرتبہ کی اجازت دے اور مرتبہ صرف برائے اجازت  
نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے اور حال یہ ہو کہ اگر راہیں اس وقت روک دے تو فوراً  
رک جائے یعنی بعد اس شرط عدم انتفاع کے مالک نے برضا سے خود مکان رہن میں رہنے کا انفیاض  
یہ اگر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معاً باز رہے اور اصلاً چون و چرا نہ کرے تو ایسا انتفاع  
جب تک رضا سے راہیں رہے حلال ہوگا، مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں  
اللہ عز وجل مسلمانوں کی اصلاح فرماتے، آمین ! واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴ رجب ۱۳۱۲ھ

زید کے عہد سے مبلغ دو ہزار روپیہ با۔۔۔ و قرض لے ایک موضع اپنا بطور رہن کے عہد کے قبضہ  
میں دے دیا تو غیر اس موضع کی تقریباً تین سو روپیہ ہے اس صورت میں بعوض حق الحقت تحصیل و حصول  
و ادائے سامان حاکم وقت و دیگر کاروبار متعلقہ موضع مذکور کے مبلغ دس روپیہ مابور کے حساب سے  
ایک سو بیس روپیہ سالانہ عہد کو دینا چاہتا ہے، پس لینا اجرت مذکور کا عہد کو زید سے بحالت مسطرہ  
مشرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کے کاموں کا انجام دینا اور توفیر و حصول کر کے پہنچانا باخذ اجرت  
و حق الحقت درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

رہن و اجارہ باہم دو عقد متنافی ہیں کہ شرعاً جمع نہیں ہوتے جو ان میں برصفت نفاذ دوسرے  
پر وارد ہوگا اسے باطل کر دے گا کے مافض علیہ الکبار نے نص فرماتی ہے۔ (ت) تو رہن دیہات کا یہ طریقہ کہ زمین مزارعین  
پر کے اجارہ پر رہے اور گاؤں مرتبہ کے پاس رہن جو محض باطل و بے معنی ہے بلکہ یہ رہن  
اجازت مستاجرین زمین پر معروف رہے گا اگر وہ باطل کر دینگے رہن باطل ہو جائے گا اجازت  
وین گے تو ان کا اجارہ باطل ہو کر ان کی طرف سے استعفاء قرار پائے گا پھر بعد استعفاء جب  
رہن صحیح ہوا تو اب زمین اجارہ زراعت پر نہیں اٹھ سکتی اگر راہیں بے اجازت مرتبہ زمین

اٹھائے گا اجازت مرتبی پر موقوف رہے گی، اگر باطل کر دے گا اجازت زمین باطل ہو جائے گا رہیں قائم رہے گا اجازت دے گا تو رہیں باطل اجازت زمین صحیح ہو جائے گا، بہر حال رہیں واجب بارہ دونوں جمع ہوں یہ ہرگز نہ ہو گا کحل ذلك مصدرح به في الكتب الفقهية (اس تمام کی تصریح فقہ کی کتابوں میں کر دی گئی ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اپنا گاؤں عمرو کے پاس رہیں رکھنا ظاہر ہے کہ مراد عین وہ ہے استغناء نہ لیا ہو گا کما هو المعروف والمعہود فی هذا العهد (جیسا کہ اس زمانے میں مشہور و معروف ہے۔ ت) تو شریفاً وہ رہیں صحیح ہی نہ ہو اور اگر بالفرض استغناء سے بھی قراب کہ مراد عین کے پاس اجازت پر ہے ضرور ہے کہ یہ اجازت بعد رہیں یا رہیں نے کیا اور مرتب نے اسے جائز رکھا کہ تحصیل زر اجازت پر نوکر رکھنا چاہتا ہے یا مرتب نے کیا اور رہیں نے اسے جائز کر دیا کہ تحصیل زر اجازت پر اسے نوکر رکھنا چاہتا ہے بہر حال گاؤں رہیں سے نکل گیا اب نہ زید رہیں نہ عمرو مرتب، نوکری کا اختیار جو قرضہ عمرو نے زید جدارہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ حل مجدد اتم و احکم۔

منہ سلمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس بارے میں کہ ایک مکان پختہ زید کا اور بعد فوت زید کے وہ مکان بیع قبض و دخل دونوں لڑکوں زید کے رہا ایک طفل کلاں کا نام عمرو اور طفل غورد کا نام بکر بیعت تنگدستی کے بکر حصہ اپنا غیر شخص کے ہاتھ مبلغ چار صد روپیہ کو فروخت کرتا تھا عمرو نے عظم نقدی کر کے مبلغ تین سو روپیہ کو خرید کر لیا اس میں سے مبلغ ایک سو روپیہ نقد بکر کو دینے اور بالعوض مبلغ صد روپیہ کے مکان سکونت اپنے کا عمرو نے پاس بکر کے رہیں دخل کر دیا بعد وہ مکان بکر ایہ صد روپیہ ماہرواری کو ایہ پر بکر نے دے دیا وہ کو ایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو مروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بر تقدیر محبت بیع اگر بکر نے مکان مرہون با اجازت عسر کو ایہ پر دیا تو رہیں باطل ہو گیا اور زید کو ایہ عمرو کو ملے گا بکر کا اس میں کچھ حق نہیں اور جو عسر و کی اجازت نہ تھی تو زید کو ایہ بکر کا ہے مگر اس کے لئے وہ مال طیب نہیں ذر غیث کو اپنے صرف میں نہ لائے مانع اجابت دعا ہوتا ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) بلکہ تصدیق کر دے یا مالک کر دے دے کہ فی غنم العیون للعموی عن البرازیة و نحوه فی الہندیة عن فتاویٰ قاضی خان (جیسا کہ حموی کی غنم العیون میں بحوالہ برازیہ منقول



ہے اور اسی کی مثل ہندیر میں فتاویٰ قاضی خان سے منقول ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** از ریاست ورام پور

ماقولہم سے حکم اللہ تعالیٰ اندرین مسئلہ کہ ہندہ از زید نابالغ کہ دران زمان ہشت سالہ بود قرضے گرفت و مکان خود بمیعاد دو ماہ نزد او گرو داشت و ہندہ بدستور دران مکان ساکن بود پس ازاں زید آن مکان را بذریعہ مرتہنی بعسرہ پسر ہندہ بحساب یازدہ روپیہ چار آند ماہوار بکرایہ داد در گراہ رفتن لفظ عسرہ ہم چنین بودہ کہ مکان غلامی از زید بحسبندیس اجرت مابانہ بکرایہ گرفتہ و استراد میکنم کہ تا انفکاک رہن اجرت ماہ بہ ماہ دہم و یک اقرارنامہ نوشت کہ میان دو ماہ میعاد مندرجہ رہن نامہ موضع مینی عوض مکان نزد مرتہن رہن خواہم کرد و روپیہ کرایہ یکساں بمرتہن دہم لیکن عسرہ دران مکان بکرو زہم سکونت نور زید بکان مملوک خود کہ بہدران محسد واقع است ساکن ماند نہ آن مکان فسخ بود کہ ہندہ خود در و سکونت میداشت کہ از بس یازدہ ماہ فک رہن و تبدیلیش بموضع مینی رو نمود زید تا چار و نیم سال از مطالبہ اجرت

کیا ارشاد ہے آپ کا اسے علما و کرام، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے آٹھ سالہ نابالغ زید سے قرض لیا اور اپنا مکان دو ماہ کی مدت کے لئے اس کے پاس رہن رکھ دیا، اس کے باوجود ہندہ مرتہن باقی اس مکان میں مقیم رہی، پھر زید نے وہ مکان بحقیقت مرتہن کے ہندہ کے بیٹے عمرو کو گیارہ روپے چار آنے کے مابانہ کرائے پر دے دیا، کرائے پر مکان لیتے ہوئے عمرو نے یہ الفاظ کہے کہ میں نے غلام مکان زید سے اتنے مابانہ کرائے پر لیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ رہن کے چھڑانے تک ہر ماہ کرایہ ادا کرتا رہوں گا، اور ایک اقرارنامہ لکھا کہ رہن نامہ میں مندرجہ دو ماہ کی مدت میں موضع مینی مرتہن (زید) کے پاس مکان کے بدلے رہن رکھ دوں گا، اور کرائے کے روپے باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا، لیکن عمرو نے ایک دن بھی اس مکان میں رہائش اختیار نہیں کی بلکہ اپنے مکان ہی میں رہا جو اسی محلے میں ہے۔ وہ مکان فارغ نہیں تھا کیونکہ خود ہندہ اس مکان میں رہائش پذیر تھی، گیارہ ماہ میں رہن کی واکزاری اور موضع مینی کے ساتھ اس کی تبدیلی رونما ہوئی، زید سارے چار

مہر سکوت بر لب نہاد بعہ ایں قسدر  
مدت مدید برائے اجرت یافتن استغاثہ  
کرد گواہان شش بر قوع رہن و اجارہ شہادت  
دادہ بیان می کنند کہ مدعا علیہ پس از تصدیق  
اجارہ نامہ و سپردنش بمذعی قبضہ بر مکان  
مکرر بہ متعلقان خویش در سکونت و زبید  
بلکہ ہنوز قبضہ مدعا علیہ بر اں مکان آشکارست  
حالا از علمائے دین متین ایہم اللہ توفیقہ مقتضاً  
میرود کہ در صورت مذکورہ حکم شرعی چیست  
و رہن و اجارہ مسطورہ صحیح است یا نہ و زور  
کرایہ کل یا بعض بر ذمہ مسدود واجب الادا  
ست یا حسمہ و گواہی مذکور صالح استناد  
و شایان اعتماد است یا خیر۔ بینوا تو جروا۔  
اور کرایہ لور یا اس کا کچھ حصہ غمرہ کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ گواہی قابل اعتماد  
ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

رہن مذکورہ ہرگز صحیح نیست و اگر نباشد  
در وجبہ تقرر اجل تا ایں قدر ہم افشاء  
را بسند است فی الاشباہ الاجل فی  
الرحمت یفسد اللعیم چنین آں اجارہ  
نیز وجبہ صحت ندارد کہ مقتضی سوال  
سپیہ می گوید کہ مدت در پردہ جہالت  
ماند نقص ایجاب و قبول از ذکر اجسل  
رہن مذکور ہرگز صحیح نہیں ہے، اگر اس میں  
مدت کے معین کرنے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو  
یہ بھی رہن کے فاسد کرنے کے لئے کافی تھا  
الاشباہ میں ہے، رہن میں مدت کا مقرر  
کرنا اسے فاسد کر دیتا ہے، اسی طرح اس  
اجارہ (کرائے پر دینے) کے صحیح ہونے کی بھی  
کوئی صورت نہیں ہے، سوال کی عبارت سے

راسا معزول وآں لفظ کہ تا فکاک  
 رہن کرایہ ماہ بہ ماہ وہم وعدہ الیست  
 جداگانہ از نسخ قبول بیگانہ اور اگر نہ آنچنان  
 گیریم تا فکاک رہن خود امر لیت تا معین  
 حیدرانی امروزے شود یا در وہ سال  
 و معلوم ہست کہ جہالت مدت در اجارہ  
 فساد آرد حق الدر المختار  
 محل ما افسد البیہ  
 یفسدھا کجھالۃ مدقۃ  
 ملخصا پس در صورت مستفسرہ  
 بحساب احبہ مثل حدیث باید کرد  
 یعنی یازدہ روپیہ چار آنہ کٹایا بعضا  
 چیزے لازم نیاید بلکہ اگر ایجاب سخن  
 سے تو ان گفت احبہ مثل حدیث باید کرد  
 یعنی آنچہ امیرت بچو حسانہ در  
 بچو جائے در بچو زمانے باشد بشرطیکہ  
 بر زر منشی نیز اید کما هو  
 حکم الاحیاء الفاسدة اذا  
 فسدت لاجل جہالۃ المستفی  
 لیکن در اجارہ فاسدہ اجر  
 مثل ہم لازم نیاید الا بدو شرط  
 یکے حقیقت انتفاع مستاجر  
 بدان چیز متاحبہ کہ قوت تمکن

واضح ہے کہ مدت اجارہ مجہول رہی، محض ایجاب  
 قبول کادمت کے ذکر سے کوئی نہیں ہے،  
 اور یہ کہ تا فکاک کرایہ دیتا رہوں گا صرف ایک وعدہ  
 ہے جس کا قبول کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں  
 ہے، اور اگر اس پہلو کو نہ لیا جائے تو رہن  
 کی واکرازی تک یہ خود غیر معین (اور مجہول  
 ہے) کیا پتا آج ہوتا ہے یا دس سال میں  
 اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اجارہ میں مدت کا مجہول  
 ہونا اسے فاسد کر دیتا ہے، اور مختار میں ہے  
 جو چیز بیع کو فاسد کر دیتی ہے اجارہ کو بھی  
 فاسد کر دے گی جیسے مدت کی جہالت اور  
 تنقیص۔ لہذا جس صورت کے بارے میں سوال  
 کیا گیا ہے اس میں بیان کردہ کرائے یعنی  
 گیارہ روپے اور چار آنے کے حساب سے تمام  
 کرایہ یا اس کا کچھ حصہ لازم نہیں آتا، ہاں  
 اس جگہ اگر بات کی جاسکتی ہے تو اجر مثل  
 کی بات کرنی چاہئے، یعنی ایسی جگہ اور ایسے  
 وقت میں ایسے گھر کا جو کرایہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ  
 بیان کردہ کرائے سے زیادہ نہ ہو، جیسے کہ  
 اجارہ فاسد کا حکم ہے جبکہ وہ فاسد ہو لیکن  
 بیان کردہ کرائے کی جہالت کی وجہ سے نہ ہو  
 لیکن فاسد اجارے میں اجر مثل بھی تب لازم  
 آتا ہے جب دو شرطیں پائی جائیں: (۱) کرائے

ارتفاع را اینجا برگ و بار نیست فی الاشباہ  
 التمكن من الانتفاع  
 یوجب الاجر الا في  
 مسائل الاول اذا كانت  
 الاجارة فاسدة فلا یجب  
 الا بحقیقة الانتفاع كما في  
 فصول العمادات دوم وقوع  
 تسلیم از جانب مواجر بود اجاره  
 حکما فی غرض العیون والبصائر  
 عن الجزائية انما یجب  
 الاجر في الفاسد بحقیقة  
 الاستيفاء اذا وحید التسليم من  
 جهة الاجارة وفي الهندية  
 بعد ما وجب الاستيفاء حقیقة  
 انما یجب الاجر اذا وحید  
 التسليم الم المستاجر من  
 جهة المواجهت پس در صورتیکه  
 عمر و مستاجر در آن مکان یکروز  
 هم سکونت نورزید نه آن مکان خارج  
 بود که خود همنده مالک در سکونت  
 میداشت و اگر بیج میرس که مواجرین  
 درین عقد تا چند سال تنازع فکر  
 کردند یا فکاک درین و تبدیل

پر لینے والا کرائے کی چیز سے حقیقتہً نفع اٹھانے  
 کیونکہ نفع حاصل کرنے کی قوت کا اس جس جگہ  
 کوئی اعتبار نہیں ہے۔ الاشباہ میں ہے،  
 حقیقتہً نفع حاصل کرنے پر قادر ہونا کرائے کو  
 واجب کرتا ہے مگر چند مسائل میں (۱) جب اجارہ  
 فاسد ہو تو اجر صرف اس وقت واجب ہو گا  
 جب حقیقتہً نفع حاصل کیا جائے گا جیسے حصول عیون  
 میں ہے (۲) اجرت پر دینے والا بطور کرایہ  
 کرایہ دار کے سپرد کر دے، جیسے کہ غرض العیون  
 والبصائر میں بزازیر سے نقل کیا گیا ہے کہ اجارہ  
 فاسدہ میں کرایہ صرف اس وقت واجب  
 ہوتا ہے جب حقیقتہً بھرپور نفع حاصل کیا جائے  
 اور بطور کرایہ، کرایہ دار کو چیز سپرد کی جائے  
 قنادی ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جب  
 حقیقتہً بھرپور نفع حاصل کرنا پایا جائے تو  
 کرایہ صرف اس صورت میں واجب ہو گا جب  
 کرایہ پر دینے والا کرائے کی چیز کو کرایہ دار  
 کے سپرد کر دے گا۔ پس جس صورت میں  
 کرائے دار غرو نے اس مکان میں ایک دن  
 بھی قیام نہیں کیا، نہ ہی وہ مکان خالی تھا، کیونکہ  
 ہندو جو اس مکان کی مالک تھی اس مکان میں  
 رہائش پذیر تھی، یہ مت پوچھے کہ وہیں کو بطور  
 کرایہ دینے والوں نے کتنے سال عقد کو فسخ

سے الاشباہ والنظائر الفن الثاني کتاب الاجارات اداة القرآن کراچی ۵۰/۲

سے غرض عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الاجاره الباب الثاني فورانی کتب خانہ کراچی ۴۴/۴۴

مربوبی در حجب قدرت پدید آمد کا نام  
 ماکان دانگے از انجوت بر ذمہ او لازم  
 نیست زیرا کہ چوں حقیقت انتفاع  
 بر ہو ایست عدم کشاید لزوم اجر نیست  
 عنان معاش در گرتن هسزار باشد  
 و خود از بجا چہ می پرسی کہ جائے تنگی  
 ہم مفقودست زید را گو کہ از گریبان خسرو  
 دست کو تاء دارد از شهادت شهدائے  
 زید ہم اینجبار کارے نکشاید و آبے  
 بر روتے کار نیاید کہ از بیان  
 شان بر تفتیر استجماع شش اقط  
 قبول ہیں قدر بثبوت می چونند کہ  
 مدعا علیہ بر ای مکان قبضہ آورد  
 با و ابستگان خویش در سکونت کرد  
 از کجا کہ مدعی نیست آن مکان را از سامان  
 خود تصرف لیغ نموده بدست مدعا علیہ  
 سپرد و خود یا تو تفتیر ایم کہ مجرد سکونت  
 بے تسلیم مواجب بر حسب اجارہ  
 اینجبار ثمرے ندارد می تواند کہ سکونت  
 خسرو بر سبیل ہماں انبساط معهود  
 کہ در میان اصول و فروع بودہ باشد  
 کہ اولان را چنانکہ دانی اگر چہ مساکیں  
 جدا گانہ باشد گاہے از سکونت  
 نزد والدین هم مانع نیست ترازیں  
 بیان گواہان مدت انتفاع رنگ

کرنے کی فکر کی ہوگی یا رہن کو چھڑانے اور رہن  
 رکھی ہوئی چیز کو تبدیل کرنے پر کتنی مدت  
 صرف ہوئی ہوگی؟ بہر صورت عمر کے ذمہ پر  
 کرایہ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ جب  
 حقیقت انتفاع ہوائے عدم میں پر کھولتی  
 ہے تو کرائے کا لازم ہونا بھی اپنی لگام پھر  
 لے گا (یعنی جب حقیقت نفع حاصل نہیں  
 کیا گیا تو کرایہ بھی لازم نہیں ہے ۱۲ مترجم)  
 اگرچہ نفع حاصل کرنے کی قوت ہزار مرتبہ ہو  
 آپ اس جگہ کیا پوچھتے ہیں کہ یہاں تو نفع  
 حاصل کرنے کی قدرت بھی نہیں ہے، زید  
 کو کہیں کہ خسرو کا گریبان چھوڑ دے، زید  
 کے گواہوں کی گواہی سے بھی اس جگہ کوئی  
 کام نہیں بننا اور پانی کا آمد ثابت نہیں  
 ہوتا، کیونکہ قبولیت کی شرطیں جمع ہونے  
 کی صورت میں بھی ان کے بیان سے صرف  
 یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ  
 نے اس مکان پر قبضہ کر لیا اور اپنے  
 متعلقین سمیت اس میں رہائش اختیار  
 کر لی، یہ بات کہاں سے ثابت ہوتی کہ مدعی  
 نے بھی وہ مکان اپنے سامان سے خالی کر کے  
 مدعا علیہ کے سپرد کر دیا۔ ہم اس سے پہلے  
 بیان کر چکے ہیں کہ محض رہائش کا اس جگہ  
 کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ مالک  
 بطور کرایہ کرائے دار کے سپرد نہ کرے،

ہو سکتا ہے کہ عرو کی رہائش اسی معلوم بے تکلفی پر جتنی ہو جو ماں باپ اور اولاد کے درمیان ہوتی ہے، جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ مسکین اولاد اگرچہ الگ رہتی ہو ان کے لئے گاہے بگاہے والدین کے پاس رہنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، گواہوں کے اس بیان سے نفع حاصل کرنے کی مدت بھی واضح نہیں ہوتی اور ان کا یہ کہنا کہ تا حال مدعا علیہ کا اس مکان پر قبضہ ظاہر و باہر ہے، کس کام آئے گا، کیونکہ قبضہ دونوں صورتوں کو شامل ہے (۱) نفع حاصل کرنے اور (۲) نفع حاصل کرنے کی قوت کو (یعنی بالفعل اور بالقوة نفع حاصل کرنے کو شامل ہے) اور اس جگہ صرف نفع حاصل کرنے کی قوت بے غائدہ ہے، جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

کچھ والی ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ مدعا علیہ نے جو اقرار نامہ تحریر کیا وہ بالکل لغو اور مہمل ہے، اس کے بیان پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، اس سے صرف ایک وعدہ کیا ہے اور وہ بھی ایسی چیز کا جو شرعاً صحیح نہیں ہے، لہذا نہ تو مواخذہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی مدعی کا مطالبہ جائز ہے۔ مختصر یہ کہ غیر کی ملکیت کو شریعت مطہرہ کی اجازت کے بغیر کرانے پر دینے میں اگر منافع کے حاصل کرنے سے پہلے مالک اجازت دے دے

ظہور یافتہ قول ایشان کہ بلکہ ہنوز قبضہ مدعا علیہ بر اں مکان آشکار است با حجبہ کار آید کہ قبضہ انتفاع و تمکن انتفاع را شامل و ایجاب محض تمکن از ثمر حاصل کما قد القینا علیہ سخن گفتنی ماند از استہار نامہ کہ مدعا علیہ بتحریرش پرداخت اگر نیک بنگری بہانا سر اسر لغو و مہمل است و بر بیانش حکمی نمی رسد اینکہ محصور وعدہ و آل عسم بچیزے کہ شرعاً وجہ صحت ندارد از حجبہ رد مواخذہ و مدعی را مطالبہ رد و یا باشد بالجملہ ہر چند در احبارہ ملک فیسر بے رغبت شرع مطہرہ اگر پیش از استیفاء منافع اجازتے از مالک رد نماید استمقاق اجرت مرعاستہ مواجبہ رامی باشد شرع فرمائش دہد کہ بصدقہ یا بہ امان مالک نہ کما فی منیۃ المغنی و الخانیۃ و القمن و المہندیۃ وغیرہ اما در صورت مستغیرہ بر بنائے وجہ مذکورہ گردن عسم و از بار اجرت آن فرد می بینم فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ایں مباحث را

دور فتویٰ متصلہ ہرچہ تا مقرر تک ایضاح واد است  
از انجامی باید گرفت کہ دریں رہ پا لغز رفتار  
نہایت ضرر رساں و سخت و دشوار گزار یا راں  
پیشیں را کار چلا دشوار افتادہ است  
مکمل حوزہ بہالدیہم فرحونہ و العلوم  
بالحق عند و اہب العلوم عالم کل سر  
مکتوم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا  
محمد البیدر و آلہ و صحبہ الاقمار  
و النجوم۔

کرائے کا مستحق وہ ہے جو کرائے کا عقد کرنے والا  
ہے، شریعت مبارکہ کا حکم ہے کہ یا تو صدقہ  
کردے یا پھر مالک کو واپس کر دے جیسے کہ  
فیہ المفقہ، خانید، غزالیون، عالمگیری  
وغیرہ میں ہے، جس صورت کے بارے میں  
سوال کیا گیا ہے اس میں وجہ مذکورہ بالا کی  
بنیاد مجھے غم کی گردن کرائے کے بوجھ سے  
آزاد نظر آتی ہے۔ فقیر، اللہ تعالیٰ اس کی  
معفرت فرمائے، نے ان مباحث کو ایک  
تفصیلی فتوے میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اس راستے  
میں لغزش کمانے والا پاؤں بہت نقصان دہ ہے اور یہ راستہ بہت مشکل اور دشوار ہے پہلے  
حضرات کو اس معاملے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے، ہر گز وہ اپنی رائے پر خوش ہے، حق کا  
علم اس کے پاس ہے جو علوم کا دینے والا اور ہر راز کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا  
و مولا چودھویں کے چاند محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل اور صحابہ کرام ہدایت کے چاندوں اور ستاروں  
پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! (ت)

**مسئلہ** از قصبہ پانچم ضلع میں پوری پرگنہ مصطفیٰ آباد مستر محمد صادق علی خان صاحب

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و عامیان شرع متین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے پانچ بسوہ زینتاری ایک موضع کی بھرتہ اراد  
مبلغ سالہ مالیانہ حق مالکانہ کے مستحق خالد سے واسطے معاش اپنے کے تادمت گیارہ سال  
رہن دخل کی اور مرتین یعنی خالد مذکور قابض شعی مرحوم ہوا بعد چند سال مسماۃ زینب راہنہ فوت  
ہوئی تو بعد ازیں بحث مقدمہ اثبات وراثت مسماۃ مریم مدعیرہ وارثہ راہنہ حبس میں موت راہنہ  
اور دوسرا مرتین حسبہ ادمر ہونہ مدعا علیہا عجیب نئے از رفتے شرع محمد علیہ الصلوٰت و التسلیم

شے مرہون جز ۱۶ یعنی ۱۶ سو انسہ ۳ کچھ انسہ اور ایک ثلث کچھ انسہ ملکیت حقیقت راہنہ کی اور مدعیہ وارثہ کی بٹھری اور جز ۱۷ شے مرہون یعنی ۳ سو انسہ ۶ کچھ انسہ اور ۱۸ ثلث کچھ انسہ شے مرہون مال غصب اور حقیقت ملکیت شخص ثالث جو فریق مقدمہ مذکور نہ تھا قرار پائی، چنانچہ ۱۶ سو انسہ ۳ کچھ انسہ اور ایک ثلث کچھ انسہ مدعیہ وارثہ راہنہ کو ملے اور بعد ازیں ملک الرہین بھی ہو گئی اور ۳ سو انسہ ۶ کچھ انسہ اور دو ثلث کچھ انسہ یعنی بمقدار مال غصب معلق رہے چنانچہ آج ملک وہ مال غصب بہ قبضہ رہن قائم مقام مرہن ہے اور اب وارثہ راہنہ بھی مرہن ہے مگر اس کی اولاد باقی ہے یعنی وارثہ راہنہ کی تو مسئلہ فرماؤ بقید نام و باب کتاب کے جس سے مسئلہ اخذ کرو کہ حق انفکاک رہن مذکورہ بالا کا وارثان وارثہ راہنہ کو ہے یا نہیں؟ اجرو دے تم کو اللہ صاحب نیک اجر۔

### الجواب

بلاشبہ ہے۔ تقریر سوال و بیان ساکلی سے واضح کہ یہاں شخص ثالث نہ فریق مقدمہ تھا نہ راہنہ یا اس کے وارث اپنے غصب کے مقر، تو بالائی طور پر غاصب کہ لینا ان کے حق ملک کو کیا زائل کر سکے جبکہ علما تصریح فرماتے ہوں کہ راہنہ اگر اقرار بھی کر دے کہ سستی مرہون دوسرے کی ملک ہے تاہم اسے یہی حکم دیں گے کہ ملک رہن کو اگر مالک کو واپس دے، درختار باب التصرف فی الرہین میں ہے،

لو دهن شيئا فم اقر بالرهنت لغيره لا يصدق في حق الرهنت ولو صدق بقاء الدين ورد له المثل المقر له به  
اگر کوئی سستی رہن رکھی پھر راہنہ نے اقرار کیا کہ مرہون سستی کسی اور کی ملک ہے تو مرہن کے حق میں راہنہ کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور راہنہ کو حکم دیا جائے گا قرض کی ادائیگی کا اور مرہون سستی مقر لہ کی طرف لوٹانے کا۔ (ت) معہذا جب ملک غیریہ اذن غیر کوئی شخص راہنہ کو دے تو راہنہ غاصب اور مرہن مثل غاصب الغاصب ہوتا ہے۔ چاہے باب الرهن الذي يوضع على يد العدل میں ہے،

ان مات العبد الممهور في ميد الرهن ثم استحقه رجل  
اگر مرہون غلام مرہن کے قبضہ میں مر گیا پھر کوئی اور شخص اس کا مستحق نکل آیا تو اس کو



فله الخيار ان شاء ضمن الراهن و  
ان شاء ضمن المرتهن لان كل واحد  
منهما متعدي في حقه بالتسليم او  
بالقبض له  
اختیار ہوگا چاہے تو راہن کو ضامن ٹھہرائے  
اور چاہے تو مرہن کو۔ کیونکہ دونوں میں سے  
ہر ایک مستحق کے حق میں تعدی کرنے والا ہے  
بسبب رہن کی سپردگی کے یا بسبب اس  
پر قبضہ کرنے کے۔ (ت)

غایۃ البیان علامہ القانی باب مذکور میں ہے :  
ای متعدی فی حق المستحق اما الراهن  
فبتسليم الراهن الى المرتهن و اما  
المرتهن فبالقبض فصار الراهن  
كالغاصب والمرتهن كغاصب  
الغاصب۔  
یعنی مستحق کے حق میں تعدی کرنے والا ہے  
راہن اس لئے کہ اس نے مرہن لئے  
مرہن کے سپردگی اور مرہن اس لئے کہ اس  
نے مرہن پر قبضہ کیا لہذا راہن غاصب  
کی مثل اور مرہن غاصب سے غصب کرنے  
والے کی مثل ہو گیا۔ (ت)

راہن جب کہ مالک سے غاصب اور مرہن کا دیون ہوا تو آخر اسے یہی حکم ہوگا کہ مرہن کا  
دین دے اور مالک کو اس کی شئی واپس کرے اور جب مرہن اپنا دین پالیتا ہے تو اسے کوئی  
حق جیس نہیں رہتا اور جس سے وہ چیز لی تھی یعنی راہن اگرچہ وہ حقیقتہً غاصب ہی ہو اسے سپرد  
کردینے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ عالمگیری کتاب الغصب باب ثانی عشر میں ہے :  
غاصب الغاصب یرد الى الغاصب الاول  
لیخرج عن العہدۃ۔  
غاصب سے غصب کرنے والا غاصب اول  
کی طرف مفعوب کو لوٹا دے تاکہ ذمہ داری  
سے نکل جائے۔ (ت)

بالجملہ صورتیں مستفسرہ میں بعد ازاں دین دار ثانی راہنہ کو شئی مرہون واپس دینے  
میں مرہن یا اس کے قائم مقام کوئی عذر نہیں ہو سکتا اب اگر حقیقتاً اس میں شخص ثالث کا

سہ الہدایۃ کتاب الرهن الباب الذی یوضح علیہ العدل مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۳۶/م  
سہ غایۃ البیان  
سہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الغصب الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۳۸

حصہ ہے تو در شرابہ پر فرض ہو گا کہ مستحق کو اس کا حق پہنچائیں۔ یہ دوسری بحث ہے جس سے مرہن کو تعلق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳ مستولہ حاجی غلام حضرت ۵ وجب الرجب ۱۲۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کچھ زیور سونے کا عمرو کے پاس لے گیا کہ مجھے روپے کی ضرورت ہے زیور رکھ لو اور روپیہ دے دو میں روپیہ دے کر زیور اپنا لے لوں گا عمرو نے کہا اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں زید نے کہا تم کسی اور سے یہ کام کرا دو عمرو وہ زیور بکر کے پاس لے گیا اور زید کا مقولہ بکر سے کہا بکر نے جواب دیا بیس روپے تولہ کے حساب سے اس زیور کے دام دیتا ہوں اور ایک ماہ تک وعدہ پر دالسی کرتا ہوں ایک ماہ تک اگر روپیہ نہ دیا تو میں دالسی نہ کروں گا عمرو نے یہ شرط منظور کر کے روپیہ لے لیا۔ زید کا روپیہ عمرو کے پاس قبل وعدہ کے جمع تھا زید نے اپنے زیور کا تقاضا عمرو سے کیا اور کرتا رہا عمرو اپنے کاروبار میں مصروف تھا بکر سے تقاضا مانگنا عذر نہ کر سکا یہاں تک کہ وعدہ سے عرصہ زیادہ ہو گیا اب عمرو نے بکر سے زید کا وعدہ زیور طلب کیا اور روپیہ دینا چاہا تو بکر نے زیور دالسی کرنے سے انکار کیا اور کہا میں نے بعد گزرنے وعدہ سے بکر کے زیور فروخت کر دیا لیکن بدون اطلاع اور بلا اجازت زید و عمرو کے فروخت کیا اور وہ زیور اس قدر روپیہ سے جو زید کو دیا گیا تھا سو اتنی قیمت سے بھی زائد کا تھا پس صورت مستولہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آیا وہ بکر کو وہ زیور دالسی کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور اس کے خلع کا مالک اور نقصان کا تحمل زید یا عمرو یا بکر؟ یقیناً تو جسرو (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

یہ صورت بیع الوفا کی ہے اور بیع الوفا مذہب معتدین میں رہن ہے اور مرہن جب بلا اذن راہن شتی مرہون کو بیع کر دے تو وہ بیع اجازت راہن پر موقوف رہتی ہے بشرطیکہ شتی بیع ہنوز موجود ہو اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو راہن کو اختیار ہوتا ہے کہ مرہن یا مشتری جس سے چاہے اپنی حمینہ کا تاوان لے لے۔ فتاویٰ خیر میں ہے: ۱  
مسئلہ ۵۴ حیل باع صاحبلا  
ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے  
دوسرے شخص کے ہاتھ میں مہینوں کے عوض  
مدت معلومہ تک کے لئے گھر بیچا ایسی بیع کے  
ان خود اس اہم معلومہ الح  
احیل معلوم بیعاً معاداً

على انه في شهر كذا يحضر الثمن  
وليس ترجم الدار ثم مضمون الرهن  
المعين بينهما ولم يقدر البائع  
على الثمن الا بعد مدة والثمن دون  
قيمة الدار فهل للبائع دفع الثمن  
واسترجاع الدار اجاب يجبر المشتري  
على قبول الثمن من البائع وسرد  
الدار عليه والسدح عليه الاكثر  
انه من لا يغترق  
عن الرهن في حكم من الاحكام  
ملخصا.

ساتھ جو لوٹا جاسے گی اس شرط پر کہ  
فایں مہینے بائع ثمن حاضر کر دے گا اور گھر  
والپس لے لے گا۔ پھر ان دونوں کے درمیان  
طے شدہ مدت گزر گئی درآنحالیکہ بائع  
ثمن حاضر کرنے پر قادر نہ ہوا مگر اس کے کچھ  
عرصہ بعد وہ دینے پر قادر ہوا جبکہ ثمن قیمت  
سے کم ہیں۔ تو کیا بائع کو یہ حق حاصل ہے  
کہ وہ ثمن دے کر گھر واپس لے۔ اس کا یہ  
جواب دیا گیا کہ مشتری کو بائع سے ثمن وصول کرنے  
اور گھر واپس لوٹانے پر مجبور کیا جائے گا۔  
اکثر مشائخ اس موقع پر ہیں کہ یہ بیع رہن ہے

کیونکہ اس میں اور رہن میں کسی بھی حکم میں فرق نہیں (ت)  
جواہر الفتاویٰ پھر حاشیہ جامع الفصولین پھر رد المحتار میں ہے،  
حکمہ الرهن وهو الصحيح۔ اس کا حکم وہی ہے جو رہن کا حکم ہے اور  
وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح جواہر الاصل میں ہے کہ اس آیتہ فیہا (جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے)  
شرح الفتاویٰ پھر جامع الرموز پھر حاشیہ شامی میں ہے،

توقف على اجازة الراهن بيم الرهن  
فان اجازة جاز والافلا وله ان يطله  
ويبيده مهتا ولو هلك في يد المشتري  
قبل الاجازة لم تجز الاجازة بعدا و

مترقی اگر مرہون کو بیچ دے تو یہ بیع راہن کی  
اجازت پر موقوف ہوگی۔ اگر راہن نے اجازت  
دے دی تو جائز ورنہ نہیں۔ راہن کو اختیار ہے  
کہ بیع کو باطل کر کے اسے رہن کی طرف لوٹا دے۔

لہ الفتاویٰ الخیرۃ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۲۵

رد المحتار بحوالہ جواہر الفتاویٰ باب الصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۶



مکمل قرض جو منفعت فہوس یا ہے جو قرض منفعت کو کھینچ لائے وہ سود ہے (تہا)  
 ہر اجازت پر اس نفع اٹھانے کے یہ معنی تھے کہ قرض کے دباؤ سے نہ ہو اور اس کی اجازت ہی کا پابند  
 رہے جب وہ خوشی سے کہہ دے انتفاع کرے اور جس وقت منع کر دے فوراً باز رہے مثلاً  
 اُس نے اپنی خوشی سے کہہ دیا کہ مکان میں رہو یہاں کر رہا اُسی وقت اُس نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں  
 تو فوراً نکل جائے کچھ عذر حیلہ درمیان میں نہ لائے ایسا یہاں ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قطعاً دباؤ پر رہتے  
 ہیں اور راہن دباؤ ہی کے باعث اجازت دیتا ہے اور وہ وجہ شری کے کاغذوں میں لکھی جاتی ہے  
 کہ اس کے سبب انتفاع بالجبر کر سکیں اور اگر لاکھ لاکھ کے مکمل دباؤ ہرگز نہ نکلیں گے اور یہی جواب  
 دیں گے کہ پہلے ہمارا قرض دے دو تو جائیں تو یہ صورت اجازت سے اصلاً متعلق نہیں بالاجماع  
 حرام و رہا ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

مسئلہ ۵۵ از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب  
 ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرہون شئی سے قائمہ اٹھانا مثلاً زمین رہن  
 رکھا اس کو جو مٹتا ہے اور اس میں زراعت ہوتا ہے اور اس کے جینڈہ وغیرہ بندھواتا ہے  
 اس کے نیچے اس کا منافع کھاتا ہے اور اس کو قیاس کرتا ہے بکری اور گھوڑے کے اوپر جائز ہے  
 اس کے منافی کھانا یا نہیں؟ فقط۔

### الجواب

مرہن کو مرہون سے نفع اٹھانا حرام اور بڑا سود ہے،  
 حکما افادہ العلامة الطحطاوی و  
 العلامة الشامی فی حاشیۃ السدر و  
 حقیقۃ فی فتاویٰنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 جیسا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے  
 در مختار کے حاشیوں میں افادہ فرمایا ہے  
 ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کی ہے  
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶ از ریاست رامپور متصل کوتوالی مکان مرحوم مجددی مرسلہ مولوی احمد حسین صاحب

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

چند شخص نے ایک ملک مشترک اپنے چند شخصوں کے پاس بلا اشتراک رہن کی زر رہن  
 لکھ کر افعال بجا لے الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

لے لیا اور ملک پر مرتہنان کو قبضہ دے دیا رہن نامہ میں یہ حکم دیا کہ ہم نے منافع ملک مرہون مرتہنان کو ہبہ معاف کر دیا اور بخشش دیا۔ اکثر راہنہان مر گئے اور بعض زندہ ہیں۔ مرتہنان نے بعد موت راہنہان متوفی منافع ملک مرہون زندہ از مقدار زر رہن حاصل کریں یہ ارشاد فرمایا جائے کہ منافع مذکورہ حق جائیداد و شرعی مرتہنان کا ہے یا نہیں اور باوجود اس کے کہ مرتہنان نے منافع ملک مرہون بقدر مقدار زر رہن یا زائد از زر رہن خود کا وصول کر لیا پھر بھی وہ مستحق پانے زر رہن کے ہیں یا داران راہن زر رہن یا فقیہ مرتہن کو منافع وصول شدہ میں مجرا و محسوب کر سکتے ہیں اور بلا اداسی زر دیگر ملک کو چھڑا سکتے ہیں، ہبہ و بخشش زر منافع مذکورہ رہن نامہ موقوفہ اور بعد موت راہنہان خصوصاً کیا اثر رکھتے ہیں۔ جینوا لاجروا

### الجواب

صورت مستفسرہ میں زر منافع مرہون مرتہنوں کے حق میں ضرور حرام اور سود ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

حکث قرض جر منفعة فهو ربا، اخبرني  
الحارث في مسندة عن امير المؤمنين  
علي كرم الله تعالى وجهه -  
عقود الدرر میں محیط ہے،

ليس للرهن ولا للرهن ان يسرع  
الارهن ولا يؤاجر هالانه ليس لهما  
الانتفاع بالرهن به  
اشباه میں ہے،

يكره للمرتهن الانتفاع بالرهن باذن  
الراهن به  
راہن کی اجازت سے مرتہن کو رہن سے  
انتفاع مکروہ ہے۔ (ت)

- ۱۔ کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶  
۲۔ العقود الدرر کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۸/۲  
۳۔ الاشباہ والنظائر الفہم الثالث کتاب الرهن ادارة القرآن کراچی ۱۱۳/۲

تہذیب و جامع المفصلات میں ہے،

يَكُونُ لِلْمَرْتَبَةِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِالسَّهْلِ هَت

وَأَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ لَهُ

وَرِجَالُهَا فِي سَهْلٍ

قَالَ الْمُصَنِّفُ وَعَلَيْهِ يَحْمِلُ مَا عَنِ

مُحَمَّدِ بْنِ إِسْلَمَ أَنْهُ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْتَبَةِ

ذَلِكَ وَلَوْ بِالْأَذْنِ لِأَنَّهُ رِبَاً

نَزَّ الْعَبْرِيُّ فِي سَهْلٍ

فِي الْجَامِعِ لِجَدِّ الْأُتَمَّةِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْلَمَ أَنْهُ لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ

يَنْتَفِعَ بِشَيْءٍ مِنْهُ وَأَنْ أَذِنَ لَهُ

الرَّاهِنُ لِأَنَّهُ أَذِنَ فِي الرِّبَا لِأَنَّهُ

يَسْتَوْفِي دَيْنَهُ فَتَكُونُ الْمَنْفَعَةُ سَهْلًا

مرتبہ کو دین سے انتفاع مکروہ ہے اگرچہ راہن  
اجازت دے دے۔ (ت)

مصنف نے کہا اور اسی پر محمول ہے وہ جو  
محمد بن اسلم سے مروی ہے کہ مرتبہ کو مرہون سے کچھ بھی  
نفع اٹھانا جائز نہیں اگرچہ راہن نے  
کے اذن سے جو کہ مکروہ سود ہے۔ (ت)

محمد الاندلسی جامع میں عبد اللہ بن محمد بن اسلم  
سے منقول ہے کہ مرتبہ کو مرہون سے کچھ بھی  
نفع اٹھانا جائز نہیں اگرچہ راہن نے  
اس کی اجازت دی ہو کیونکہ یہ سود کی اجازت  
ہے اس لئے کہ مرتبہ اپنا قرض پورا وصول  
کرتا ہے تو منفعت سود ہوگی۔ (ت)

تحقیق یہ ہے کہ انتفاع مرتبہ جب مشروط ہو جائے تو باہم ائس کی قرار داد مل پر آئے  
تو بلاجماع حرام ہے اور جو امر عرف ظاہر سے معلوم و محمود ہو وہ بلا ذکر بھی مثل مشروط ہے اور شک  
نہیں کہ اب انتفاع مرتبہ کی بلا ضرورت و سائر عوامل گیر ہے تو دین میں اگر اس کا ذکر بھی  
نہ آتا عرف مشروط قرار پاتا اور جس قدر ہوتا کہ اجازت قطعاً اسی عرف پر مبنی اور اسی  
قرض کے دباؤ سے ناشی ہے یہ نہ ہو تو ہرگز وہ اجازت نہیں کہ جاری حسابہ ادا کا منافع  
زید و عسر و لیس اور ہم نہ پاسکین مرتبہ کی قرض دینا بھی اسی منافع پر ہے اور وہ ضرور

سہ الدر المختار بحوالہ التہذیب کتاب الرهن فصل فی مسائل متفرقة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۷

سہ غزویون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفی الثالث کتاب الرهن ادارة القرآن کراچی ۲/۱۱۳

راہنوں کو اس پر مجبور کرتے و لہذا دستاویز میں لکھا جاتے ہیں اور اگر بعد تحریر راہن انھیں انتفاع سے منع کریں کہیں باز نہ رہیں گے بلکہ نادانانہ زبردستی اپنا حق جانیں گے کیونکہ ہرگز راہنوں کی طرف سے بطور خود محض احساناً ہی دیا و اپنے ملک کی منفعت جب تک اپنا حق چاہے مباح کرنا ہے نہ مرتہنوں کی طرف سے نہ اجنبی طور پر بے کسی دعویٰ کسی داب کے صرف اجازت و ہندہ کی خوشی پر جب تک وہ چاہے اس کی ملک سے نفع پاتا ہے بلکہ قطعاً کسی شرط و قرار واد لزومی اور دبا لا بطلح حرام و ربا ہے، طحاوی علی الدر المختار و رد المحتار میں ہے،

الغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولولا لما اعطاه الله لهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنفعة والله تعالى اعلم۔

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرتہن کی شے دیتے وقت نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ورنہ قرض پر درہم ندیں گے اور یہ شرط کی طرح ہو گیا کیونکہ معروف مشروط کی مثل ہوتا ہے اور وہ مانعت کو متعین کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

راہنوں کا منافع مرتہنوں کو ہبہ کر دینا محض لغو ہے معنی ہے منافع کہ ہبہ کئے گئے اس وقت موجود نہ تھے اور معدوم کا ہبہ باطل ہے اور باطل کے لئے کوئی اثر نہیں۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے،

وبهذا علم على مرصحة هبة ما سیتحصل من محصول القیتین بالاولی لان الواهب نفسه لم یقبضه بعد فکیف یمکنه وهذا ظاہر لیه

اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ دونوں قریوں سے اب جو آمدنی حاصل ہوگی اس کا ہبہ بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں کیونکہ ہبہ کرنا اولیٰ نے ابھی خود اس پر قبضہ نہیں کیا تو کسی کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے۔ (ت)



**مسئلہ** از شہر متصل کچی سرائے مرسلہ ابوتراب برسات محمد عبد الرشید صاحب  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا کہ  
 ایک دکان زید نے ماہ <sup>۱۲۵</sup> روپیہ پر رہیں دھلی بمبیا دپانچ سال حسب فتویٰ ایک مولوی صاحب  
 کے لیا تھا (یعنی اس عرصہ میں جو کچھ اس کی مرمت میں صرف ہوا وہ میرا اور کچھ آمدنی اس مدت میں  
 ہوگی وہ میری ہوگی جب روپیہ واپس کر دے گا دکان چھوڑ دوں گا) اور تین سال تک اسی طرح کرتا رہا  
 یعنی اس کی مرمت وغیرہ اپنے پاس سے کر کے منافع کو لیتا رہا اب وہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ  
 یہ حرام ہے اب آپ حضرات سے التجا ہے کہ مولوی صاحب کے ان قولوں میں کون صحیح ہے اگر وہ واقعی  
 حرام ہے تو اس مدت تین سال میں جو کچھ روپیہ مولوی صاحب نے کھلایا اس کا گناہ کن پر ہوگا اور وہ  
 روپیہ کس طرح پاک ہو سکتا ہے؟

### الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ مولوی صاحب ماخوذ گنہگار ہیں کہ انہوں نے حرام فہم کو حلال بتایا  
 اور ایک مسلمان کو حرام کھاتے میں مبتلا کیا اور یہ مسئلہ کوئی ایسا سختی نہ تھا کہ عالم پر مخفی رہتا رہا زید  
 اس کی دو حالتیں ہیں، وہ مولوی صاحب جس کے فتویٰ پر اس نے عمل کیا کوئی ایسا ہی نام کا مولوی  
 تھا جب تو زید بھی ماخوذ گنہگار ہے، عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتدین مفتیان مستندین کے فتویٰ  
 پر عمل کریں زید کہ ہر کس و نامکس سے فوہ کرے اور اگر وہ عالم معتد تھا تو جب تک اس فعل کے حرام  
 ہونے پر زید کو اطلاع نہ ہوئی اس کے لئے امید آسانی ہے کہ اس نے ایک عالم معتد کے  
 فتویٰ پر عمل کیا وہ اسی قدر کر سکتا تھا۔

لا یكلف الله نفسا الا وسعها  
 والله سبحانه وتعالى اعلم۔  
 اللہ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسکی  
 طاقت بھر۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ** از شہر ربلی محلہ گندہ نادر مرسلہ جناب سید حاجی ابوالحسن صاحب پارچہ فروش  
 ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

زید و عمرو نے ایک جائداد باہمی خریدی اور نفع نقصان اس کا برابر بٹھرایا اسی جائداد  
 کا ایک حصہ ایک اور شخص کے پاس رہیں تھا مبلغ <sup>۱۲۵</sup> روپے پر، تو اس کو کہا گیا کہ تو ہماری

جائداد و اگر داشت کر دے اُس نے جواب دیا کہ میں مع سود و سود پیدل لگا زید نے ایک دستاویز اسی شخص کے نام ایک دوسرے شخص سے جس کا وہ مفروض تھا خریدی پھر چند مدت تک وہ دستاویز زید کے پاس رہی بعد کو اس سے کہا گیا کہ تو ہماری جائداد کا فروچھوڑ دے اُس نے بوقت دستاویز خرید کردہ کے عار و پے پر چھوڑ دیا اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ تجھے ماحضہ ۳۵ روپے میرے لئے دے اب عمرو پر از روئے شریعت ماحضہ ۳۵ سے دینا لازم ہے یا لا للعلائکہ کہ نصف ہے یہ بیوقوف و جروا۔

### الجواب

بیان مسائل سے معلوم ہوا کہ زید نے سود و پے دے کر فک رہیں کرایا اور کاغذ میں قرین سے ڈھائی سود و پے پانا لکھ لیا اس صورت میں اُس کا سود و پے مانگنا محض ناجائز ہے صرف بحال روپے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۵۹ از ریاست رامپور محلہ گنج مرسلہ شیخ محمد نور ۳ صفر مظفر ۱۳۲۶ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیع اس مسئلہ کے کہ زید نے ۲۴ رگست ۱۸۹۸ء کو ایک دستاویز بمضمون بیع نامہ بموض مصلح یا نصہ روپیہ بابت یک منزل دکان ملوکہ خود بنام عمرو و تحریر کی ہے جس میں شرط مندرجہ ذیل تحریر ہے:

### مضمون شرط

اگر میں بائع اندر مدت دس سال کے کل زرغن یکمشت مشتری کو ادا کروں تو جمیع مذکورہ واپس لے لوں ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور کے اسی زرغن میں یہی بیع قطعی تصور ہوگی لہذا بیع نامہ بالوفا لکھ دیا گیا کہ مسند ہو۔

عمرو فوت ہو گیا زید نے دکان خہ کو رہ اپنا قبضہ کر کے دکاندار سے کرایہ دکان کا خود وصول کیا ورنہ شائے عمرو نے اول زید پر عدالت میں دعویٰ دلا پانے وحصل کا باستحقاق رہیں کیا عدالت سے ڈگری باستحقاق رہیں دلا پانے وحصل کی ہو گئی مگر تاہم زور شائے عمرو نے وحصل حاصل نہیں کیا ہے اب ورنہ شائے عمرو بنام زید دعویٰ کرتے ہیں کہ حبس قدر کرایہ زید نے ایام قبضہ رہنے میں کرایہ دار سے وصول کیا ہے وہ ہم کو زید سے دلایا جائے، زید یہ عذر کرتا ہے کہ ورنہ شائے عمرو شرعاً مجھ سے رقم زر کرایہ جو میں نے اپنی ملوکہ دکان سے وصول کیا ہے مجھ سے دلا پانے کے مستحق نہیں میں شرعاً کیا ہونا چاہیے، جواب بکا الہ کتب فقہ تحریر فرماتے۔

بیوا تو جو واقف سائل نرید۔

## الجواب

بیع بالوفاء خالص رہیں ہے رہیں سے زیادہ کچھ اثر نہیں رکھتی۔

فی رد المحتار عن حاشیۃ جامع الفصولین سے  
 الفصولین عن جواهر الفتاویٰ  
 هذا البیع باطل وهو من حکمہ  
 حکم الرهن وهو الصحيح به  
 خیر یہ میں ہے،

والذی علیہ الاکثر انہ رہیں  
 لا یفرق عن الرهن فی حکم من الاحکام  
 قال السید الامام قلت للامام  
 الحسن الماتریدی قد قضا هذا  
 البیع بین الناس وفیه مقصدۃ  
 عظیمة وفتوالہ انہ رہن وانا  
 ایضا علی ذلک فالصواب ان  
 نجعل الائمة ونتفق علی هذا  
 ونظیرہ بین الناس فقال المعتبر  
 الیوم فتوانا وقد ظہر ذلک  
 بین الناس فمن خالفنا فیہ  
 فلیبرئ نفسه ویقیم دلیلہ به

اور اکثر مشائخ اس موقف پر ہیں کہ بے شک  
 وہ رہن ہے اور کسی حکم میں رہن سے مختلف  
 نہیں ہے۔ سید امام نے کہا کہ میں نے امام  
 الحسن ماتریدی سے کہا یہ بیع لوگوں میں پھیل  
 چکی ہے اور اس میں فساد عظیم ہے۔ آپ کا  
 فتویٰ یہ ہے جس کے ساتھ میں بھی متفق ہوں کہ  
 یہ رہن ہے، درست بات یہ ہے کہ ہم ائمہ  
 کرام اجماع کر لیں اور اس پر متفق ہو جائیں،  
 اس فتویٰ کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انہوں نے  
 فرمایا کہ آج کل ہمارا فتویٰ معتبر ہے اور وہ لوگوں  
 میں ظاہر ہے۔ لہذا جو ہماری مخالفت کرے  
 اس کو پاپ ہے کہ وہ خود کو ظاہر کرے اور اپنی  
 دلیل قائم کرے۔ (ت)

اور شرع مطہر میں رہن واجارہ دو عقد غنائی ہیں کہ کسی حال میں جمع نہیں ہو سکتے جو چیز

کسی کے اجارہ میں ہے اگر مالک اُسے رہیں کہے گا یہ دین اجازت مستاجر پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کر دے اور اپنا قبضہ چھوڑ کر مرہن کا قبضہ کر دے تو اجارہ جاتا رہے گا دین پورا ہو جائے ورنہ دین تمام نہ ہو گا اور اجارہ باقی رہے گا اور جو چیز کسی کے دین ہے اگر مالک اسے اجارہ پر دے یہ اجارہ اجازت مرہن پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کر دے اور اپنا قبضہ مرہن چھوڑ کر قبضہ مستاجر کر دے تو دین جاتا رہے گا اجارہ نافذ ہو جائے گا اور رد کر دے تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور دین بدستور رہے گا، یہ جو عوام زمانہ میں رائج ہے کہ مکان یا دکان کرایہ پر ہے وہ اجارہ قائم رکھ کر مالک اُسے دین رکھ دیتا ہے اور روز دین سے اس کرایہ کا مستحق مرہن سمجھا جاتا ہے محض یہود وہ بے معنی و حرام ہے اور اصلاً کوئی عقد شرعی نہیں کہ اجارہ میں بھی قبضہ کی حاجت ہے، اذلا يمكن الانتفاع الا به (اس لئے کہ اس کے بغیر نفع اٹھایا ممکن نہیں۔ ت) اور دین تو بے قبضہ تمام ہی نہیں ہوتا۔ فقال الله تعالى فويلن مقبوضۃ (تو دین ہو قبضہ میں لیا ہوا۔ ت) اور شئی واحد وقت واحد میں دو مختلف جہت سے دو قبضوں میں نہیں ہو سکتی۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے،

انما كانت البیعت مقبوضاً فی الرهن دون الاجارة اعتباراً بوجوب ان المثلت احق بملیته من المستاجر وان كانت مقبوضاً فی الاجارة دون الرهن كان المستاجر احق به من المرمهن، وان اتصل بكل منهما قبض فالحیة للاسبق تامر یخا منهما ما لمر یجز صاحب القبض السابق العقد المتأخر لا لنفسه السابق بالاجارة منه للعقد اللاحق یه

اگر مکان پر بطور دین قبضہ ہو نہ کہ بطور اجارہ تو دین معتبر ہو گا اور مرہن اس کی مالیت کا بنسبت مستاجر کے زیادہ حقدار ہو گا اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے نہ کہ بطور دین تو مستاجر اس کا زیادہ حقدار ہو گا بنسبت مرہن کے، اور اگر اس کے ساتھ دونوں کا قبضہ متصل ہو گیا تو دونوں میں سے اس کا اعتبار ہو گا جو تاریخ میں مقدم ہے جب تک سابق قبضے والا بعد والے عقد کی اجازت نہ دے کیونکہ اس کی طرف سے بعد والے عقد کی اجازت سے پہلے والا عقد فسخ ہو جائے گا۔ (ت)

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دکان پہلے سے بیٹے کے پاس کرایہ پر تھی، اور اب تک کرایہ پر ہے کرایہ دار نے کسی وقت مرتبہ کے لئے خالی نہ کی نہ اپنا قبضہ چھوڑ کر عمرو کا قبضہ کرایا اس صورت میں یہ رہن محض ناتمام و بے اثر و بے معنی ہے وارثان عمرو کو کوئی دعویٰ و غلبہ یا کا نہ پہنچا تھا حاکم کو ایسا ہے اصل دعویٰ سسٹنا بھی نہ تھا نہ کہ ڈگری دیا کہ قبضہ جو رہن میں شرط ہے کہ باذن راہن ہو نہ یہ کہ قاضی جبراً قبضہ دلا دے عقد کہ ناتمام رہا قاضی کو اس کے تمام کرنے پر جبر کیا اختیار، عالمگیر یہی ہے،

لا يجوز الرهن الا مقبوضا و بشرط  
صحة القبض ان يأذن الراهن فان  
قبض بغير اذن الراهن لم يجز  
قبضه الا مختصرا۔  
رہن جائز نہیں جب تک اس پر قبضہ نہ کیا جائے  
اور اس کے قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط  
یہ ہے کہ راہن اجازت دے۔ اگر راہن کی  
اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہوا  
اختصاراً۔ (ت)

عقود الدیر میں ہے،

ان ادعى المرتها الرهن مع القبض  
يقبل بوجه انه عليه ما ادعى  
الرهن فقط لا يقبل لامر مجبر  
العقد ليس بلان مرية  
اگر مرتبہ نے رہن کا قبضہ سمیت دعویٰ کیا تو  
اس کے گواہ رہن اور قبضہ پر قبول کرنے  
جائیں گے۔ اور اگر فقط رہن کا دعویٰ کیا تو  
قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ محض رہن

لازم نہیں ہوتا۔ (ت)

اور جب خود عمرو کا کوئی حق اس دکان میں ثابت نہیں تو وارثان عمرو کا کیا حق ثابت ہو سکتا ہے سائل کا کہنا کہ زمین  
دکان مذکور پر اپنا قبضہ کر کے دکاندار سے کرایہ خود وصول کیا اسی غلط فہمی پر مبنی ہے جو عوام میں  
پھیلی ہوئی ہے کہ کسی ماجر کے رہن کو بھی باوصف بقاء اپنے زعم میں رہن صحیح و نام  
سمجھتے ہیں ورنہ حقیقتہً قبضہ مستاجر کا ہے اور ملک زید کی ہے اور عمرو کی ہنوز نہ مرتبہ پوری  
ہوتی نہ اس کا کوئی قبضہ، بالکل شک نہیں کہ زید کرایہ کا مالک خاص زید ہے عمرو یا وارثان عمرو

کا اس میں کچھ حق نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی رہن صحیح و تمام ہو اور مرتبہ بلا اجازت راہن اسے کرایہ پر دے یا بے اجازت دے اور راہن جائز کر دے تو اس صورت میں بھی کرایہ کا مالک خاص راہن ہونا ہے اور کرایہ پر اٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔ عقود الدیہ میں ہے،

امراة باعت دارها صحت رجیل بیع کسی عورت نے اپنا گھر کسی مرد کے ہاتھ بیع وفاقاً  
وفاء منزل لا منزلة الرهن قسمات کے طور پر فروخت کیا درانحالیکہ اس کو  
الرجل أجراها باذنها من يعلها باجرة بمنزل رہن کے کیا، پھر مشتری مرد نے وہی  
معلومة قبضها الرجل ويترعم امت مکان اس عورت کے شوہر کو ایک معین  
الاجرة له تكون الاجرة للراهن اجرت کے عوض اجارہ پر دے دیا اور اجرت  
ويطل الرهن یہ پر یہ گمان کرتے ہوئے قبضہ کیا کہ یہ اجرت

اس کے لئے ہے تو یہ اجرت راہنہ کے لئے ہوگی اور رہن باطل ہو جائے گا۔ (ت)  
عالمگیری میں ہے،

واجرة احدهما بغير اذنه ثم اجازت راہن اور مرہون میں سے کسی ایک نے  
صاحبه صحت الاجارة وبطل الرهن دوسرے کی اجازت کے بغیر مرہون شعی  
وتكون الاجرة للراهن یہ اجارہ پر دے دی پھر دوسرے نے اسکو  
جائز قرار دے دیا تو اجارہ صحیح ہو گیا جبکہ رہن باطل ہو گیا اور اجرت راہن کے لئے ہوگی (ت)  
یہاں کہ رہن سرے سے خود ہی بے قبضہ و ناقص ہے اور کرایہ دینے والا خود زید مالک  
دکان ہے تو غصب دیا و ارشاد عمر و کا ذکر کرایہ میں کوئی حق ہونا محض بے معنی ہے۔ واللہ  
سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کانپور محلہ پشکا پور مطبع نظامی مرسلہ مولوی ابوسعید صاحب

سوم صفر ۱۳۲۶ھ

زید نے اپنی جائیداد رہن کر کے کچھ روپیہ قرض سے قرض لیا، شرائط رہن یہ تھے،  
میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ ہے اگر بعد میعاد فوراً تک نہ کرالوں تو یہی دستاویز

لہ العقود الدیہ کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۴/۲  
لہ الفتاوی الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۵/۵

دہن نامہ بجائے بیعنامہ اور یہی زر دہن بجائے زر شمن مقروض ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ بھی جائے گی اور اُسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرہون کا مالکانہ ہو جائے گا اور مرہون مثل میرے اُن تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہو جائیں گے جو مجھ کو جائداد مرہونہ میں اُس وقت حاصل ہیں لہذا یہ چند کلمہ بطور دستاویز بیع بالوفاء کے لکھ دیجئے۔ اس دہن کے پہلے سے ایک مکان میں خود راہن رہتا تھا باقی مکانات و دکانات میں کرایہ دار راہن کی طرف سے تھے بعد اس دہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمر و مرہون کو دیا کریں اور جس مکان میں خود راہن رہتا تھا اس کا کرایہ بھی ایک مدت تک راہن ادا کرتا رہا۔ اب حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی سے کمال ادب یہ سوال ہے :

(۱) صورت مذکورہ میں شرعاً جائداد مرہونہ بعد گزرنے ایک ماہ کے دہن رہی یا بیع ہو گئی ؟

(۲) جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ داروں اور نیز زید راہن سے عمر و مرہون کو وصول ہوتا رہا وہ ملک راہن تھا یا ملک مرہون شرعاً اصل زر دہن میں محسوب ہوتا گیا یا نہیں ؟

(۳) عمر و مرہون کو اب اسی قدر اصل روپیہ دہن کا لینا حلال ہے جو بعد ہجرات کے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زر دہن بدوی وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے ۔

(۴) جس وقت زید راہن اس قدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمر و مرہون کا اصل زر دہن باقی ہوا دکرے تو عمر و مرہون پر جائداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں ؟

### الجواب

وہ بیع بھی باطل محض اور وہ دہن بھی محض بے معنی، احد مرہون کے لئے وہ زر کرایہ کہ خود راہی یا اور کرایہ داروں سے لیتا رہا حرام محض، اور جبکہ دین بھی روپے تھے اور کرایہ کہ لیا گیا وہ بھی روپے ہیں بسبب اتحاد جس مقاصد ہو گیا یعنی جس قدر زر کرایہ عمر و کو وصول ہوا دین میں ہجرت ہوگا اصل زر دہن میں اس ہجرات کے بعد جو باقی ہے اُسی قدر کا مطالبہ عمر و کو حلال ہے زیادہ حرام ہے اور جائداد ہنوز کامل مرہون ہوئی ہی نہیں چھوڑنا نہ چھوڑنا کچھ معنی نہیں رکھتا، زید کو اختیار ہے کہ بے ادائے بقیہ زر دین اپنا قبضہ جائداد پر رکھے عمر و صرف اپنے بقیہ دین کا مطالبہ کر سکے گا جائداد کے قبضہ پر جبر کا اُسے کوئی اختیار نہیں، بیع تو یوں باطل محض ہے کہ ایک شرط پر معلق کی گئی اور بیع قابل تعلیق نہیں۔ استنباط میں ہے :

تعلیق التعلیقات بالشرط باطل کالبیع  
والشرایع  
تعلیق دالے معاملات کو شرط کے ساتھ معلق کرنا  
باطل ہے جیسے بیع اور شرائع۔ (ت)

اور رہن یوں ہے معنی ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔  
قال الله تعالى فوهن مقبوضة لہ  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو رہن ہو قبضہ میں  
لیا ہوا۔ (ت)

قدوری میں ہے،  
الراهن يتهم بالقبض۔  
رہن کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ (ت)  
اور جب رہن ہنوز تام نہیں ہوا تو مرہن کو تحصیل قبضہ پر جبر نہیں پہنچتا نہ بے اذن راہن  
قبضہ کر سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے،

قال محمد وحمد الله تعالى في  
كتاب الرهن لا يجوز الرهن الا  
مقبوضا كذا في المحيط و  
شرط صحة القبض ان يباذن  
الراهن فانه قبض بغير اذنت  
الراهن لم يجز قبضة (مختصراً)  
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الرهن میں فرمایا  
قبضہ کے بغیر راہن جائز نہیں، محیط میں یوں ہے،  
اور قبضہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ راہن اجازت  
دے اگر راہن کی اجازت سے کے بغیر قبضہ  
کیا تو اس کا قبضہ جائز نہ ہوا  
مختصراً۔ (ت)

راہن کو اختیار ہے کہ بجاوائے دین اپنا قبضہ رکھے۔ عنائیہ میں ہے،  
ان قبضه الراهن على هذا الوجه  
ثم العقد ولزم وان لم يقبضه  
فان الراهن بالخيار بين التسليم  
اگر مرہن نے مرہون پر رہن کی بنا پر قبضہ  
کر لیا تو عتقد تمام اور لازم ہو گا ورنہ  
راہن کو سوچنے اور نہ سوچنے کا اختیار

۱۔ الاشياء والنظار الفن الثالث القول في الشرط ادارة القرآن کراچی ۲۲۵/۲  
۲۔ العتد آن الکريم ۲۸۲/۲

۳۔ العتدوری کتاب الرهن مطبع مجیدی کانپور ص ۱۰۰  
۴۔ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الرهن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۳/۵



یہاں کہ تمام اشیائے مرہونہ یا قبضہ مستاجران میں تھیں یا قبضہ خود مالک مکان میں اور بعد  
دین بھی مالک و مستاجران ہی کا قبضہ رہا تو مرہن کا قبضہ متحقق نہ ہوا اور دین بے اثر و بے معنی  
رہا جو کچھ زر کرایہ عمر و نے وصول کیا محض ناحی تھا اور اصل دین میں مجرا ہو کر صرف باقی زر اصل کا  
اس کو مطالبہ جائز رہا۔ عقود الدریہ میں ہے،

مرہن خرید دایمہ عند عمر و بدیت  
ثم أجبر عمر و الدار من ذیہ  
مدۃ معلومة یا جرة معلومة قبضہا من ذیہ  
فلا جرة باطلۃ فلیرجع خرید بما دفع  
ان لم یکن من جنس الدین وان  
کان من جنسہ تقع المقاصۃ

ذید نے اپنا گھر قرض کے عوض عمر و کے پاس  
رہن کھا پھر عمر و نے وہی گھر معینہ مدت کے لئے  
معین اجرت کے بدلے میں ذید کو بطور اجارہ  
دے دیا اور ذید سے اجرت وصول کر ل تو وہ  
اجرت باطل ہے۔ ذید کو چاہئے کہ جو کچھ اس نے  
دیا وہ اس سے واپس لے اگر وہ دین کی جنس  
سے نہیں ہے۔ اور اگر وہ دین کی جنس سے  
ہے تو وہ قرض میں مجرا ہو گا۔ (ت)

اور بالغرض اگر یہ خیال قابل تقسیم ہو سکے کہ ذید کا کرایہ داروں اور عمر و کا سامنا کر دیتا  
اور ان سب کی اس پر تراضی ہو گیا اس کی مفید ہوتی کہ آج سے عقد اجارہ کہ ذید و مستاجران  
میں تھا بتراضی فریقین ملتی ہو کر عمر و مستاجران میں باذن ذید عقد اجارہ منعقد ہوا اور اسی قدر کہ  
قبضہ مرہن فرض کر لیا جائے تو اب بھی یہاں آتش درکاسہ (وہ سب کچھ کاسہ میں رہا۔ ت) کا  
مضمون ہو گا مرہن جب باذن راہن شئی مرہون کسی شخص ثالث کو بطور اجارہ لے رہن فوراً باطل  
ہو جاتا ہے اور اجرت کا مالک خاص راہن قرار پاتا ہے تو مرہن نے جو کچھ لیا غصب تھا دین  
سے مجرا ہو کر صرف باقی زر اصل کا اسے مطالبہ پہنچے گا اور جائداد اس کی رہن سے نکل گئی باقی  
لے کر چھوڑنا کیا معنی۔ ہندیہ میں ہے،

لو أجبر واحد منهما (اع) من  
الراہن والمرتہن) یا ذمت  
لہ العنایۃ علی الہدایۃ علی ما شئ ففتح القدر  
لک العنود الدریۃ کتاب الرهن  
اگر ان دونوں (راہن و مرتہن) میں سے کسی  
ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شئی  
کتاب الرهن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۰  
ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۲

صاحبه او بغیر از نہ ثم اجاز صاحبہ  
صحت الاجارة وبطل الرهن فتكون  
الاجارة للرهن وكذا لو استاجره  
الرهن صحت الاجارة وبطل الرهن  
اذا جدد القبض للاجارة هكذا  
شرح الطحاوی رحمہ اللہ سبحانہ و  
تعالی اعلمہ۔

اجرت پر دے دی یا دوسرے کی اجازت کے  
بغیر دی پھر دوسرے نے اس کی اجازت  
دے دی تو اجارہ صحیح ہو گیا جبکہ رہن باطل  
ہو گیا اور اجرت رہن کے لئے ہو گی۔ اور  
یونہی اگر مرہن نے مرہون کو اجارہ پر لے لیا  
اجارہ صحیح اور رہن باطل ہو گیا جبکہ احبارہ  
کیلئے نیا قبضہ پایا گیا یونہی شرح الطحاوی  
میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ غنی عننا ہے۔

**مسئلہ** از مقام قصبہ بلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سید محمد مجمل حسین صاحب ڈاکٹر  
مخدوم و مکرم بندہ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بعدہ سلام علیک کے التماس ہے  
کہ میں نے ایک مکان رہن یا قبضہ لیا میں سو روپے پر اور یہ مکان اور دکان ایک ہندو کا ہے  
اور اسی شخص نے پھر مجھ سے یہ مکان دکان تین روپے میں پر کر اسے پر لے لیا ہے ميعاد  
دو سال کی ہے مگر شرط یہ بھی استاذین مذکورین یہ کہ اگر اندر دو سال کے مکان دکان نہ پھر اسکے  
تو رہن نامہ بچائے بیعنامہ کے سمجھا جائے مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ فعل ناجائز ہے براہ بندہ نرازی اس  
مسئلہ سے مطلع فرمایا ہے کہ جو کرایہ نامہ میں نے لکھا ہے وہ روپے لوں یا نہ لوں؛ جائز ہے لینا  
یا نہیں؛ اور وہ روپہ کسی غریب یا کسی حاجتمند کو دیا جاسکتا ہے کسی کام میں یہ روپہ کرایہ کا صرف ہو سکتا ہے  
یا نہیں؛ اگر یہ روپہ کسی کام میں آسکتا ہے تو خیر، اور اگر کسی کام میں نہیں آسکتا تو اتنے روپہ کو  
لیا کیا جائے یا بس کے یہ روپہ لے اسی کو واپس کیا جائے؛ جواب صاف مرحمت ہو۔ ایک  
شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اگر یہ روپہ نہ جائز ہے اور آپ اپنے صرف میں نہیں لاسکتے ہیں تو میں  
قرضدار ہوں جس کی ادائیگرے امکان سے باہر ہے مجھ کو دے دیجئے کہ میں قرضہ ادا کروں۔

### الجواب

سید صاحب سلمہ فی الواقع رہن دغلی بھی سود ہے اور شئی مرہون کا رہن کو کرایہ پر  
دینا اور اس سے کرایہ لینا بھی سود ہے اور سود لینا حرام مگر جب کہ وہ شخص ہندو ہے اگر اس  
نے کسی مسلمان سے سود لیا ہو تو اس سے یہ رقم نہ بنیت سود بلکہ اس نیت سے کہ اس نے

جو ناجائز رقم لی تھی وہ اس مسلمان کی اُس پر شرع کے رُو سے آتی ہوتی وصول کر کے مستحق کو پہنچاتا ہوں  
 لینا جائز ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تاکہ لوگوں میں سود خواری سے نام مشہور ہوگا اور جس طرح  
 بُنا کام بُرا ہے بُرا نام بھی پسندیدہ نہیں تو یہ جواز خالص بلا کراہت ہوتا۔ یونہی یہ بھی کہ سود کی  
 نیت نہ کی جاتی بلکہ ایک نامسلم غیر ذمی کا مال طریق جائز قانونی سے ملے کہ اس محتاج دیون مسلمان  
 کی مدد کرتے جو آپ سے استمداد کر رہا ہے اور مساکین مسکین کے صرف میں لائے کوئی حصر  
 نہ رکھتا غرض ان نیتوں کے ساتھ حرام نہیں ہوئے نام کے سبب پہنچا چاہئے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ از دھار و پور مرسلہ جناب فوجدار خاں صاحب ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

علمائے دین و اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں کہ،

(۱) کسی اہل ہندو کی حقیقت اگرچہ رہن دخل رکھی جائے اور اس کی مانگزاری سرکاری سال سال  
 بموجب بند و بست سرکاری سرکار کو ادا کی جائے تو اس کا منافع جو کچھ اراضی میں ہوگا  
 وہ سود میں شمار کیا جائے گا یا نہیں یا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی اسامی دخل کار کی اراضی موروثی چند سال معین کے لئے رہن رکھی جائے اور  
 اس اراضی مربوطہ کالگان زمین دار کو رہن وار سال بسال ادا کرے تو اس اراضی کے  
 کاشت کرنے سے جو کچھ منافع ہوگا اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ جینا تو جروا

### الجواب

(۱) ہندو کی حقیقت رہن دخل لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا کوئی حرج نہیں مگر شرط  
 یہ ہے کہ اپنے قرض پر نفع لینے یا سود کی نیت نہ کرے بلکہ یہ کہ ہندو کی رضامندی سے اس کے مال  
 پر قبضہ جائز ہے اور اس مباح سے نفع حاصل کیا جاتا ہے،

فانما الاعمال بالنیات و انما الحکل  
 امر و مانوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 بے شک علموں کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے  
 اور شرف نفس کے لئے وہی ہے جس کی اس نے  
 نیت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

(۲) دخل کار زمین موروثی کا شرعاً مالک نہیں ہوتا اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی  
 زمین دار سے اس کے کاشت کی اجازت ملے کہ کالگان زمین دار کو تادمت رہن ادا کرتا رہے

اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ دخیل کار کو ہم نے قرض دیا ہے اور اس کی ملک دین رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصہ گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمین دار کی ہے دخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے اس میں حکم یکساں ہے خواہ وہ دخیل کار مسلمان ہو یا ہندو

لَا تَرَهُنَ مَلِكًا غَيْرًا فَإِلَّا مَالُكَ اَنْتَ  
لَسْمَ يَقَعُ مِنْهُ اِحْبَانُ الرِّهْنِ  
وَ اذْنُ لِهَذَا فِي الرِّبْحِ بِالْاَجْرِ  
الْمَعْهُودِ فَهَذِهِ اِحْبَارُةٌ نَافِذَةٌ  
وَقَدْ كَانَتْ الرِّهْنُ مَوْقُوفًا عَلَى  
اِحْبَانِ تَهْ وَ حَكْلَ مَوْقُوفٍ طَرَأَ عَلَيْهِ  
بَاتٌ بَطُلٌ وَاَنْتَ فَرَضْتَ اَنْتَ  
اِحْبَانُ الرِّهْنِ وَلَوْ دَلَالَةً فَإِلَّا الرِّهْنُ  
الْحَبْلُ اِحْبِلْ فَنَاسِدٌ وَالْفَنَاسِدُ  
وَاجِبُ الْفُسْخِ وَ لِيَسْتَبْدَّ بِهِ حَكْلُ  
مِنْهُمَا فَلَمَّا اَجْرُ مِنْ هَذَا  
بَطُلَ الرِّهْنُ لِانْ الرِّهْنُ  
وَالْاِحْبَارُةُ مَتَشَافِيَةٌ  
لَا يَجْتَمِعَانِ كَمَا صَرَّحُوا  
بِهِ، وَاللَّهُ تَعَالَى اَعْلَمُ۔

اس لئے کہ یہ ملک غیر کا رہن ہے، چنانچہ مالک نے اگر رہن کی اجازت نہ دی اور رہن زمین میں معین اجرت کے بدلے کاشت کی اجازت دے دی تو یہ اجارہ نافذ ہوگا۔ اور تحقیق رہن اس کی اجازت پر موقوف تھا اور ہر موقوف جب اس پر قطعیت طاری ہو تو وہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس نے رہن کی اجازت دی اگرچہ بطور دلالت ہو تو یہ ایک مدت تک رہن ہوا جو کہ فاسد ہے اور فاسد کا فسخ واجب ہوتا ہے۔ عاقدین میں سے ہر ایک اس کو فسخ کرنے میں مستقل ہوتا ہے کہ جب مالک نے اس کو اجارہ پر دے دیا تو رہن باطل ہو گیا کیونکہ رہن اور اجارہ آپس میں متنافی ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے جیسا کہ مشائخ نے اس کی تصریح فرمائی۔

اور اللہ تعالیٰ نے خوب جانتا ہے۔ (ت)  
رد المحتار میں اس شخص کے بارے میں کہا جس نے کوئی شے بطور عاریت دی تاکہ آ رہن رکھے۔ حامیہ میں فتویٰ دیا ہے کہ اگر عاریت کو معین مدت کے ساتھ مقید کیا ہے

قَالَ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ فِي مَسْئَلَةِ  
مَنْ اَعَارَ لِرِهْنٍ اَفْتَى فِي  
الْحَامِدِيَةِ فِيمَا لَوْ قَسِدَ  
الْعَامِرِيَةِ بِمُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ

ومضت المدّة بان همعير اخذها  
من المستعير قال وبه ائتي في الخيرية  
والاستحيلة ومثله في فتوى ابن نجيم  
قائلاً ، وليس له مطالبة بالرهن  
قبل مضى المدّة فاذا مضت وامتنع  
من خلاصه من المرتين اجبر عليه اه  
اقول ولا يخالفه ما في الذخيرة  
استعماله ليرهنه بدینه فلهنه  
بمائه الى سنة فللمعير طلبه منه  
وان اعلمه انه يرهنه الى سنة اه  
لان الرهن هنا فاسد لتأجيله كيما  
مر وكلامنا في تأجيل العارية تأمل اه  
والله تعالى اعلم۔

اور وہ مدت گزر چکی ہے تو معیر اس کو مستعیر  
سے لے لیتا ہے۔ فرمایا اسی کے ساتھ  
خیریر اور اسمعیلیہ میں فتویٰ دیا ہے اور اسی کی  
مشکل فتاویٰ ابن نجیم میں ہے کہ معیر کو مدت گزرت  
سے پہلے رہن کے مطالبہ کا اختیار نہیں اور  
جب مدت گزر جائے اور وہ مرتہ سے عاریت  
والی شئی چھڑانے سے انکاری ہو تو اس پر  
جبر کیا جائے اور میں کہتا ہوں یہ اس کے مخالف  
نہیں جو کچھ ذخیرہ میں ہے۔ مستعیر نے اس لئے  
عاریت پر لیا کہ وہ اس شئی کو اپنے قرض کے  
بدلے رہن رکھے گا چنانچہ اس نے اس شئی  
کو سو روپے کے بدلے میں ایک سال تک  
کے لئے رہن رکھا تو معیر اس کا مطالبہ کر سکتا

ہے اگرچہ معیر نے اسے بتا دیا ہو کہ وہ سال تک رہن رکھے گا کیونکہ رہن یہاں مدت مقرر کرنے  
کی وجہ سے فاسد ہے جیسا کہ گزر گیا۔ اور ہمارا کلام عاریت کی مدت مقرر کرنے میں ہے غور کر اور  
اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مت)

مسئلہ ۶۴ از ملک کاٹھیاواڑ مستولہ حاجی عیسیٰ خان محمد مجاہدی الاوقاف ۱۳۳۰ھ  
(نوٹ) ادھار خرید اور اطمینان کے لئے پاس زیور رہن رکھا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

جائز ہے۔ پھر اگر زیور مرتہ کے پاس تلت ہو جائے تو اگر جنس کے بدلے رہن تھا مثلاً  
نوٹ روپوں کو خرید اور چاندی کا زیور رہن رکھایا یا شرفیوں کو مول لیا اور سونے کا زیور گرو دی کیا  
جیب تو اس کا وزن معتبر ہوگا اور اگر خلافت جنس کے بدلے رہن تھا مگر نوٹ روپوں کو خرید  
اور سونے کا زیور رہن رکھایا یا شرفیوں کو مول لیا اور چاندی کا زیور گرو کیا تو زیور کی قیمت معتبر ہوگی

مثلاً نوٹ سُر روپے کو مول لیا اور چاندی کا زیور کہ وزن میں سُر روپے بھر اور قیمت میں دوسرے روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ جاتا رہا تو برابر ہو گئے کہ وزن یکساں تھا اور اگر پچاس روپے بھر کا زیور رہن کیا جو قیمت میں سُر روپے کا تھا اور تلف ہو گیا تو دین میں سے صرف پچاس ساقط ہوئے کہ یہاں قیمت میں سُر روپے کا تھا رہن رکھا اور وہ ہلاک ہو گیا تو برابر ہو گئے دین ساقط ہو گیا کہ یہاں قیمت کا اعتبار ہے، در مختار میں ہے،

صح رہن الحجریں والکیل والموزون  
فات رہن بخلاف جنسہ هلك  
بقیمته وهو ظاهر وان یجنسہ  
هلك هلك بمثله وزنا وکیلا لاقصة  
ولا عیقا بالمجودة عند المقابلة  
بالجنس ثم ان تساویا فظا هو  
وان الدین انزید فالن اشد فی  
ذمة الراهن وان الرهن انزید  
فالن اشد امانة دمر وصد والشیعة  
والله سببہ وتعالی اعلم۔

اور صحیح ہے رہن رکھنا سونے، چاندی اور  
کیل و وزنی چیزوں کا۔ اگر اس نے مذکورہ  
چیزوں کو ان کی جنس کے خلاف کے عوض رہن  
رکھا اور مرحون ہلاک ہو گیا وہ قیمت کے ساتھ  
ہلاک ہوا اور یہ ظاہر ہے۔ اور اگر مذکورہ چیزیں  
ان کی جنس کے مقابل رہن رکھیں اور مرحون  
ہلاک ہو گیا تو وہ اپنی مثل قرض کے مقابل  
ہلاک ہو گا یا اعتبار وزن یا کیل کے نہ کہ باعتبار  
قیمت کے۔ اور جنس کے ساتھ مقابلہ کے وقت  
مرحون کے کھرے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر اگر قرض اور مرحون برابر ہیں تو ظاہر ہے، اور اگر قرض زائد ہے تو وہ زائد راہن کے ذمے ہو گا۔ اور  
اگر مرحون زائد ہے تو وہ زائد امانت ہو گا، درر و صدرا الشریعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
**مسئلہ** حیدرآباد، دکن محلہ قاضی پورہ دفتر قادری تفسیر مسئلہ جناب مولوی سید عبد الجبار صاحب  
۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر سے زید نے مکان  
رہن لیا اور اب زید اس مکان کے کرایہ سے یا خود رہ کر خفیج ہونا چاہتا ہے کیا درست و  
جائز ہے یا نہیں؟ زید کا بیان ہے کہ کچھ خفیج تریم یا آہک پاشی میں اپنی ذات سے  
کر لیتا ہوں اس صورت میں کیا انتفاع جائز ہو سکتا ہے؟ جیسا تو جودا۔



ایک پاشی وغیرہ کا حیلہ مفید نہیں کہ اگر اسے اجرت ٹھہرائیں تو اول تو رہیں واجب بارہ دو  
عقد متنافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے اور رہن چھوڑ کر اجارہ مانیں تو اجرت مجہول ہے اور ایسا اجارہ  
حرام اور عاقدین گنہگار اور دونوں پر اس کا فسخ واجب، اور وہ نہ کریں تو حاکم پر لازم کہ جبراً  
فسخ کر دے دفعاً للمعصیۃ حکماً فی الدر المختار وغیرہ (معصیت سے بچتے ہوئے  
جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶ از بھڑوچ مسئلہ محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عروٹے  
باغ و زمین گروہ کا چند عرصہ میں تکر و مع آل اولاد مرگیا اب اس کے باغ و زمین کا واپس  
لینے والا کوئی نہ رہا وہ باغ و زمین زید ہی کے پاس ہے اب اگر زید اس باغ و زمین کی آمدنی  
کے روپے سے خیرات و حج کرے تو از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر وہ باغ و زمین اس کے روپے سے جو اس نے راہن کو دیا تھا زیادہ قیمت کی ہوں  
جیسا کہ اکثر اشیاء مرہون میں یہی ہوتا ہے تو یہ اس سب کا مالک نہیں ہو سکتا بقدر اپنے بٹے  
کے لے سکتا ہے باقی فقرائے مسلمین کا حصہ ہے جبکہ فی الواقع مالک کا کوئی وارث نہ رہا ہو  
جس قدر اس کا حصہ ہے اس سے حج کر سکتا ہے اور تصدق سب کا ملکی ہے اپنے حصہ کا  
باختیار خود اور حصہ فقراء اس طرح کہ وہ انھیں کا مال ہے اور اگر اس کی مالیت اس کے روپے  
سے کم یا برابر ہو تو اس سب کو اپنے دین میں سے لے سکتا ہے،

علی ما نقل الفتویٰ علیہ فی رد المحتار جیسا کہ اس پر فتویٰ منقول ہے۔ رد المحتار  
ان فہ ما نشاءخذ حقہ من میں ہے کہ ہمارے زمانے میں اس کو  
خلاف جنسہ ہے خلاف جنس سے اپنا حق وصول کرنے کا اختیار

ہے۔ (ت)

اُس وقت اُس سے حج و تصدق کا جواز خود ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و ملکہ جل مجدہ اتم و  
احکم۔



مسئلہ از قصبہ دوکانہ خاص پارٹنر ضلع میں پوری مرسلہ حکیم ظہور الدین صاحب  
۱۷ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

جناب فضیلت کاتب فیض القصاب دام اقبالکم، بعد سلام علیکم آنکہ مشرودہ معتمدی مزاج کا  
دام دعاگو اور جواب باصواب کا آپ کے اسلامی معاملات شہرہ دیکھائے آفاق ہے غنظر مثل  
ماہی بے آب ہوں۔

یہ مسئلہ بذریعہ سوال مندرجہ صدد کے بکواب مندرجہ تحت کہ جس کے نقل غسبک ہذا ہے  
آنجناب نے عرصہ گزرا کہ حل فرمایا تھا تو ہم بسوہ ۳ سو انسہ ۶ کچو انسہ اور دو ٹلٹ کچو انسہ مال غصب  
اس وقت معلق تھا کہ بعدہ جس کا دعویٰ ورثائے شخص ثالث نے باستحقاق مستحقہ مجوزہ عدالت  
بابت دخیابی بالفکاک الرہن وزیر عدالت کہ جو ۱۳ مئی ۱۸۹۱ء کو بعارضہ تماردی قانون انگریزی  
ڈسمس ہوا تو اب جو ورثاء راہنہ کو جو ۱۶ سو انسہ ۱۳ کچو انسہ اور ایک ٹلٹ کچو انسہ اور منجملہ باخ بسوہ  
دہی کردہ مذکورہ کی پانچے ہیں اس ۳ بسوہ ۶ کچو انسہ اور دو ٹلٹ کچو انسہ ملکیت مال معلق کو ملک الرہن  
کرا دیں تو اب بھی ہو سکتا ہے یا کہ بوجہ اس کے ورثائے شخص ثالث مستحقہ کا دعویٰ ڈسمس ہونے سے  
قائم مقام مرتہیں شرعاً مالک اصل ہو گیا اور ورثہ راہنہ فاعبہ کو انفکاک الرہن کا کوئی حق باقی نہ رہا  
اور اگر شرعاً استحقاق ہے تو اب بصورت استحقاق ورثہ راہنہ ملک الرہن کرا دیں تو اصل مالک  
یہ بھی رہے گی یا کہ ورثائے شخص ثالث کو استحقاق پھر بھی ورثہ راہنہ پر پہنچانے کا رہے گا یا  
کہ کوئی حق ورثائے ثالث کباب بوجہ اس کے اس کا دعویٰ ڈسمس ہو چکا ہے نہیں رہا امید  
کہ جیسی صورت شرعاً ہو بکواب مفصل صاف صاف بحوالہ کتب بواسطہ خدا و رسول جواباً ارقام  
فرما کر معزز ہمتا ز فرمائیں، والسلام

### الجواب

اٹھارہواں سال ہے کہ ذی القعدہ ۱۳۱۳ھ میں یہ مسئلہ یہاں سے لکھا گیا وہی جواب  
اس کا اب بھی ہے جو جب تھا حق انفکاک وارثان راہنہ کو ہے ادا سے دین مرتہیں راہنہ ہی کے  
ترکہ سے ہو گا جو معلق کی نسبت اگر ثابت یا وارثان راہنہ کو معلوم ہے کہ وہ شخص ثالث کا ہے  
تو ان پر فرض ہے کہ بعد انفکاک وارثان ثالث کو پہنچا دیں شرع مطہر میں تماردی سے حق نہیں  
جاتا، جو ہرہ نیرہ کتاب الطلاق باب العنان، پھر اشہاد والنظار فقہ ثانی کتاب القضاء  
والشہادت والدعاوی میں ہے،

الحق لا يسقط بتقادم الزمان  
قد فاد قضا صا او لعا صا او  
حقا لعد ليه  
حق زیادہ زمانہ گزر جانے کے سبب سے ساقط  
تھیں ہوتا چاہئے قذت ہو یا قصاص ہو یا  
لعان ہو یا حتی عید ہو۔ (ت)

اور اگر نہ ان کو معلوم نہ کوئی ثبوت تو وہ جُز بھی حکم داہنہ کچھا جائے گا جو اس پر قابض تھی  
اور جس نے بدعتی مالکانہ اس کو رہن کیا لان القبض دلیل الملک (کیونکہ قبضہ ملکیت کی  
دلیل ہے۔ ت) اس صورت میں وہ خود وارثان داہنہ کا ہے بہر حال وارثان مرتہن کا کسی طرح  
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از تکتونی سزا کہ جو تا بازار نمی رسد مرسلہ حاجی قدرت اللہ خاں تاجر جنت پاپوش  
۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

استفتاء مزید (یعنی نسبت مسئلہ آمدہ از کا پور ۲ صفر ۱۳۲۹ھ)  
واقعات مندرجہ استفتاء سابق میں لکھا ہے (بعد اس زمین کے راہن نے کرایہ داروں  
سے کہہ دیا کہ کرایہ عسمر و مرتہن کو دیا کریں) اس کی نسبت عسمر و مرتہن نے ظاہر کیا ہے کہ صحیح  
واقعا اس طرح ہے کہ جو بنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد راہن نے کرایہ داروں سے  
کہا کہ کرایہ عسمر و مرتہن کو دیا کریں، اگر یہ صحیح واقعہ استفتاء میں تحریر ہوتا تو فتویٰ یہ ہوتا کہ  
شرعا بیع صحیح ہو گئی اور کرایہ وصول شدہ حکم مرتہن ہے۔ لہذا حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی  
کی خدمت والا میں بکمال ادب گزارش ہے کہ عبارت استفتاء منسلک (بعد اس رہن کے  
راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں) عبارت صحیح یہ ہے کہ (جو بنائے  
شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد کرایہ داروں سے راہن نے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں)  
پس اس تصحیح واقعہ و تبدیل عبارت کے بعد احکام مندرجہ فتویٰ میں کیا تبدیلی ہوگی، اور کیا  
اس صورت میں جائداد بیع ہو جائے گی اور کرایہ وصول شدہ بلکہ مرتہن ہوگا، بلکہ خطہ حالات  
مندرجہ استفتاء سابق و تصحیح واقعہ مندرجہ استفتاء مزید نیز اذ فتویٰ منسلک جواب  
بحوالہ کتب عطا ہو۔

## الجواب

اس تبدیلی سے ایک تغیر ضرور ہوا سوال سابق میں اگر عبادت میں صاف مصرح ہوتی تو جواب میں بہت تخفیف رہتی، عبادتِ اولیٰ سے ظاہر یہ تھا کہ رہن کے بعد ہی راہیں نے کرایہ داروں سے ایسا کہہ دیا اور جب کہ یہ شرط رہن نامزد تھا کہ اس میں حصولِ بیع و ملک مرتہن القضا ریمعا د ایک مادہ و عدمِ ملک رہن پر مشروط تھا پیش از میعاد رہن کے اس کہہ دینے سے ناواقف کو وہم ہو سکتا تھا کہ راہیں نے کرایہ داروں سے اپنا اجارہ قبیح کر کے مرتہن سے اجارہ کر دیا اور گویا اس طرح رہن پر مرتہن کا قبضہ ہو گیا جس کے دفع کو فتوائے سابقہ میں وہ تقدیر لکھی گئی نیز یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب کہ اجازت قبل میعاد بر بنائے شرط نہیں تو یہ راہیں کا مرتہن کو محض احساناً بلا شرط اپنی طرف سے منافع مرہون کی اجازت دینا ہوا تو وہ کرایہ حق مرتہن میں حلال ہونا چاہئے۔ تنویر الابصار میں ہے :

لہ جس منہ لا الانتفاع به مطلقاً  
الاباذن بلہ  
مرتہن کو مرہون کے دوک رکھنے کا اختیار  
ہے نہ کہ اس سے کسی قسم کا فنیع حاصل  
کرنے کا سوائے اس کے کہ راہیں اس کو  
اجازت دے دے۔ (ت)

جواب الفتاویٰ پھر منقح الفقار پھر رد المحتار میں ہے :  
اذا كان مشروطاً بصدار قرضاً فیہ  
منفعة وھو ما والا لا ہاس یث  
اگر مرہون سے فنیع اٹھانے کی شرط لگا دی گئی  
تو یہ ایسا قرض ہو گیا جس میں منفعت ہے  
اور وہ سود ہے۔ اور اگر شرط نہیں لگائی گئی  
تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور اُس جواب کی حاجت ہوتی جیسے ہم نے اپنے فتاویٰ میں منقح کیا جس کا خلاصہ یہ کہ محض  
بروجہ تبرع و احسان اجازت انتفاع یہاں لفظ بے معنی و اسم بے معنی ہے یقیناً قرض ہی  
کے دباؤ سے اجازت ہوتی ہے مرتہن اسے اپنا حق سمجھتے ہیں اور معروف مثل مشروط ہے تو وہ

خالص رہا ہی ہے۔ طحاوی علی الدر المختار پھر رد المحتار میں ہے :

والغالب من احوال الناس انهم يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لا ذلك اعطاه الله ما هم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع به

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ دین رکھتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں، اگر نہ قرض پر دین ہی نہ دیں گے، اور یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہوتا ہے اور وہ ممانعت کو متعین کرتا ہے۔ (ت)

نیز یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شرعاً وجہ تعلیق وعدم قبضہ نہ یہاں بیع ہوتی نہ دین تمام اور یہ اجازت پیش از میعاد اس قرار داد پر مبنی نہیں کہ کہا جائے جب وہ عقد باطل ہو یا یہ اجازت بھی باطل ہوگی اذا بطل التضمن بطل التضمن (جب متضمن باطل ہو گیا تو متضمن بھی باطل ہو گیا) بلکہ یہ ایک اجازت مستقلہ ہے تو اپنا عمل کرے گی لیسہ و رہا عن اہلہا فی محلہا (اس لئے کہ یہ اپنے اہل سے اپنے محل میں صادر ہوتی۔ ت) اور جواب کی حاجت ہوتی ہے کہ دین نہ سہی قرض تو ہے اور اسی کی وجہ سے یہ اجازت ہے ورنہ راہ چلنے کے لئے کہہ دیتا کہ میری تمام مکانات و کمات کا کرایہ آج سے فکوں کو دیا کرو اور خود اپنے مکان سکونت کا کرایہ دینا اس پر دلیل قاطع ہے تو اجازت اگرچہ مستقلہ ہے اجازت حصرام و رہا ہے اور رہا ہندہ کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے :

حکل قرض جو منفعة فہو سہا، رواہ الحارث بن ابی اسامۃ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جو قرض نفع کو کھینچ لائے سود ہے۔ اس کو حارث بن ابی اسامہ نے بروایت لیسہ المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکرم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام عبد اللہ ابن محمد ابن اسلم سمرقندی نے فرمایا :

اذن لا فی الربا لانہ یستوفی راسہ کامرہن کو مرہن سے نفع اٹھانے کی

لہ رد المحتار کتاب الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۱/۵

لہ کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

دینہ کا ملافتیٰ لہ المتفعۃ فی سکون  
 مریا و هذا امر عظیم ہے

اجازت دینا سود کی اجازت ہے کیونکہ وہ اپنا  
 قرض مکمل وصول کرتا ہے تو اس کے لئے نفع  
 باقی رہا جو کہ سود ہو گیا اور یہ امر عظیم ہے۔ (ت)  
 اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ فضل رہا نہیں بلکہ فضل مستحق بال عقد اور یہ جبکہ پیش از میعاد و وقت  
 قرارداد ہے مستحق بال عقد نہیں اور پھر اسی تنبیہ کی ضرورت ہوتی کہ

المعہود عرفنا حکا المشروط لفظاً  
 جو عرف میں معہود ہو وہ لفظوں میں مشروط کی  
 مثل ہے۔ (ت)

غرض اس عبارت سابقہ میں متعہ داد ہام اور اس کے دفع کی توثیق اب کہ سوال میں  
 آپ کی تصریح ہو گئی کہ حسب قرارداد و بعد مرد میعاد اسی شرط کی بنا پر راہن نے یہ اجازت دی  
 سب توثیقیں اٹھ گئیں اور خود ہی ظاہر ہو گیا کہ یہ اجازت اسی شرط باطل پر مبنی تھی اور باطل پر جو کچھ  
 جہنمی ہو باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما بالی من حال یشرطون شرہ فلا یست  
 فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی  
 کتاب اللہ فہو باطل ان کان مائتہ  
 شرطاً فقصا اللہ الحق و شرط اللہ  
 اوثق۔ رواہ الشیخان عن ام المومنین  
 رضی اللہ عنہا۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں  
 جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ  
 میں نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں پس  
 اللہ کا فیصلہ زیادہ حق والایہ اور اللہ کی شرط  
 زیادہ مضبوط ہے۔ اس کو شیخین نے ام المومنین  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (ت)  
 تو اس تبدیل سے احکام فتوائے سابقہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی بلکہ اور ان کی تائید و توثیق ہو گئی۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہ رد المحتار بحوالہ عبد اللہ ابن محمد بن اسمعقندی کتاب الزین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۰/۵  
 لہ الاشباہ والنظائر الفص الاول العامة السادسة ادارة القرآن کراچی ۱۳۱/۱  
 لہ صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الوار قیدی کتب خانہ کراچی ۲۴۴/۱  
 صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان الوار لمن عتق ~ ~ ~ ۴۹۲/۱

مسئلہ ۶۹ از مقام مذکور ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بعد تعظیم گزارش ہے کہ قبل اس کے دو عریضے خدمت اقدس میں روانہ کئے ہیں مولوی عبد اللہ صاحب فونکی افسر مدرس مدرسہ ندوہ کی رائے یہ معلوم ہوتی کہ وہ منافع جائداد مرہون ملک مرتضیٰ بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالمگیری میں ایک جود تہ موجود ہے (الآن یا ذن الراہن) (مگر یہ کہ راہن اجازت دے دے۔ ت) براہ دستیگری عاجزان اس کے متعلق جو تحقیق صحیح حضور والا کی رائے میں ہو اس سے آگاہ فرما کے سرفرازی بخشی جائے بعید بندہ فوازی سے نہ چوگا، زیادہ جواب۔ عرضہ قدرت اللہ خاں از مکتونہ نئی سرک جوتا بازار۔

### الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کج چوتھا روز ہے جواب فتویٰ حاضر کر چکا ہوں، غالباً اس کے وصول سے پہلے آپ نے یہ کار ڈکھا۔ اس فتویٰ میں اس وجہ کے تین رد موجود ہیں:

(۱) یہاں رہن ہی نہیں محض قرض ہے اور قرض پر نفع سود اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانے تو اجازت راہن جسے شرع اجازت مانتی ہے یہاں محتاج ہے ہرگز محض اس کی اجازت بروچہ احسان و تبرع کے طور پر نفع نہیں دیتے بلکہ دین کے دباؤ سے جس پر اس مرتضیٰ کار راہن کو دوبارہ گراہ نوٹس دینا شاید ہے احسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا ملاحزم اُسے اپنا حق سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا پھر اجازت سے ہونا کیسا۔

(۳) اس سب سے قطع نظر جو قویب سائل نے تصریح کر دی کہ یہ اجازت بعد ائقضا سے میعاد بر بنائے قرار داد تھی تو قطعاً نفع کی مشہد ہو گئی اور دین پر جو نفع شرط کر لیا جائے بالاجماع ربا و حرام قطعی ہے اسے یہ اجازت راہن لینا نہیں کہہ سکتے بلکہ معاہدہ فاسدہ محرم۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی  
بلندی و عظمت والے رب کی توفیق کے بغیر  
توفیق کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی  
قوت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا

## مسئلہ از ریاست دامپور محلہ زینہ عنایت خاں مرسلہ حامد علی خاں صاحب

۸ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اذہوئے شرع میں اندری مسئلہ کہ زید بکر کا مقروض ہے بکر نے زید پر عدالت میں دعویٰ دائر کر کے عدالت سے اپنے وصول کر لینے قرضہ کی ڈگری حاصل کی ہے زید کو ایک جائداد متروکہ عمر و اپنے مورث اعلیٰ سے منجملہ ۱۶ سهام کے ۶ سهام شرعاً پہنچی جائداد متروکہ عمر و کی حیات سے منجانب عمر و ایک شخص کے پاس رہیں دغلی ہے اور کوئی جائداد زید کی سوائے سهام مذکورہ نہیں ہے جس سے وصول ڈگری ہونے اندری صورت بکر حق و حصہ مرہونہ زید بہ تحفظ حق مرہونی بکر عدالت سے نیلام کر اگر زور ڈگری اپنا وصول کرنے کا مختار ہے یا نہیں اگر شے مرہونہ مذکورہ شرعاً بغیر انفکاک نیلام نہیں ہو سکتی اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ بکر اپنا زور ڈگری زید سے وصول کر سکے بکر مجبوراً اکل زور رہیں یا فتنی مرتبہ بعض عدالت میں داخل کر کے اور انفکاک کر کے حق و حصہ زید جائداد مذکورہ سے نیلام کرادے اور بصورت مذکورہ بکر زور رہیں ادا کر دے خود کو دے کر بکر حصہ داران شہکار زید سے شرعاً وصول کرنے کا مختار ہو گیا یا نہیں؟ فقط۔

### الجواب

بیانی سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد گاؤں ہے اور اس کی زمین زمانہ عمر و سے مراد عوں کو اٹھی ہوتی ہے وہ اس پر بدستور قابض رہے اُن سے زمین نکال نہ گئی اور اسی حالت پر وہ گاؤں ایک شخص کے پاس دغلی رکھ دیا اور واقعی یہاں پر یہی معمول ہے یوں ہی کرتے ہیں اجارہ مقدم ہوتا ہے رہیں مؤخر بلا تحلیک مراد عین ہرگز نہ زمین سے دست بردار ہوتے ہیں نہ اپنا عقد فسخ کرتے ہیں بلکہ اسی مقبوض فی اجارہ کو محض زبانی دکاغذی باتوں سے معام مقبوض فی الرہن تصور کر لیا جاتا ہے حالانکہ شئی واحد پر وقت واحد میں دو قبضہ مختلف وارد نہیں ہو سکے تو حقیقتہً رہن بے قبضہ و بے اثر رہتا ہے اگرچہ براہ نادانی اسے زمین پر قبضہ ہونا سمجھیں اور رہن و حشر کیسے اعتبار حقائق کا ہے نہ مزعومات عوام کا، لہذا اس صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہے رہن سرے سے جائز ہی نہیں، نہ مرتبہ کو جائداد میں کوئی حق کہ اور قرض خواہ پر مقدم ہو حاکم زید کو حکم دے کہ اپنے سهام بیچ کر ڈگری ادا کرے اگر وہ مانے حاکم نیلام کرے اور حق مرتبہ کوئی نہیں جس کا تحفظ کیا جائے۔ فتاویٰ خیر میں ہے،

الواجب فی ذلک شرعاً النظر فی اس میں شرعی طور پر واجب یہ ہے کہ دونوں

حکلا العقدين (الرهن والاحیاسۃ)  
فان كانت البیت مقبوضاً  
فی الرهن دون الاحیاسۃ  
اعتبر وكان المرفق احق  
بمالیته من المتاجر ومن  
سائر غرماء المیت وان كانت  
مقبوضاً فی الاحیاسۃ دون  
الرهن كانت المتاجر (ای الذی  
یحمل الاجرة) احق من المرفق  
ومن سائر الغرماء (حتى یتوفی الاجرة  
المعجلة) وان خلا العقد ان  
عن القبض كان جمیع الغرماء اسوة  
فیه یتقاسمونہ بقدر حقوقهم وان  
اتصل بكل منهما قبض فالعسجرة  
للاسبق تاریخاً منهما مال المریض صاحب  
القبض العقد المتأخر لانفساخ  
السابق بالاجازة منه للعقد اللاحق  
وحمل هذه الاحکام صرح بها  
علمائنا الاعلام (مختصراً  
موضحاً بزیادة ما بین  
الاهلة۔

عقدوں یعنی رهن و اجارہ میں نظر کی جائے۔  
اگر اس گھر پر قبضہ بطور رهن ہے ذکر بطور اجارہ  
تو وہ معتبر ہوگا اور مرتبن مرہون کی مالیت کا  
مستاجر اور میت کے دیگر قرض خواہوں سے  
بڑھ کر حقدار ہوگا، اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے  
ذکر بطور رهن تو کرایہ دار (جس نے پیشگی کرایہ  
ادا کر دیا ہے) مرتبن اور دیگر قرض خواہوں سے  
بڑھ کر مرہون کی مالیت کا حقدار ہوگا (یہاں  
تک کہ وہ پیشگی ادا کیا ہوا کرایہ پورا وصول  
کر لے اور اگر دونوں عقد قبضہ سے  
خالی ہوں تو تمام قرض خواہ اس میں برابر ہونگے  
جو اپنے اپنے حقوق کے مطابق اس کو تقسیم  
کریں گے۔ اور اگر دونوں عقدوں میں سے  
ہر ایک کے ساتھ قبضہ متصل ہے تو جو قبضہ  
تاریخ میں مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا  
جب تک سابق قبضہ والا بعد والے عقد  
کی اجازت نہ دے دے کیونکہ اس کی طرف  
بعد والے عقد کی اجازت کے باعث پہلا  
عقد فسخ ہو جائے گا۔ ان تمام احکام کی ہمارے  
علامہ کبار نے ایسی تصریح فرمائی جو مختصر مگر چاند  
سے بڑھ کر واضح ہے۔ (ت)

اور اس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رهن تو شرع میں نہیں ہوتا مگر حنفی  
قال تعالیٰ فرھت مقبوضۃ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو رهن قبضہ میں کیا ہوا۔ ت)

لہ الفتاویٰ الخیرۃ کتاب الرهن دار المعرفۃ بیروت ۱۹۲/۲ و ۱۹۳

لہ القرآن الکریم ۲۸۳/۲



مگر حرام جسے دین دہلی کہتے ہیں جس میں مرہون سے مرہن کا انتفاع شرط ہوتا ہے جیسے مکان  
 دین میں اس کا رہنا یا دین دین کی توقیر لینا یہ قطعاً سود اور محض حرام اور مردود ہے کماحقہ فقہاء  
 فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کر دی۔ ت) حدیث میں ہے،  
 كل قرض جزئ منفعته فهو جزئ من فسخه کو کھینچ لائے وہ  
 سود ہے (ت)

جواہر الفتاویٰ میں ہے،

اذا كانت مشروطاً صائر قرضاً فیہ  
 منفعۃ فہو ربائیہ  
 جب شرط لگا دی گئی تو یہ ایسا قرض ہو گیا  
 جس میں منفعت ہے اور وہ سود ہے (ت)  
 اور از آنجا کہ مزارعوں سے عقد کرنے والا راہن ہی ہوا،

لأنه العاقد والعناقم انما تتقوم  
 بالعقد.  
 کیونکہ عقد کرنے والا راہن ہے اور منافع  
 عقد کے ساتھ قائم ہوتے ہیں (ت)

تنبیہ میں ہے،

ما هو بديل عن المنفعة كالکسب و  
 الاجرة یکون للراہن بکے  
 جو منفعت کا بدل ہے جیسے کسب و اجرت  
 وہ راہن کا ہے۔ (ت)

تو راہن نے مرہن نے اتنی توقیر پائی کہ اُنہیں کے تمام و کمال دین کے برابر یا زائد تھی  
 اور دین و توقیر ایک جنس ہوں مثلاً روپے قرض دے تھے اور مزارعوں پر بھی مکان میں روپیہ ہی  
 دیا ہے نہ بنائی تو مرہن نے اپنا دین وصول پالیا اور چاہے یا نہ چاہے مقاصد ہو گیا یعنی یہ  
 توقیر کہ اس نے لی غصبائی تو اس قدر راہن کا دین مرہن پر لازم ہوا اور جبکہ یہ اس مقدار  
 کو پہنچ گیا تھا جتنا اس کا دین راہن پر تھا دونوں کا معاوضہ ہوا اتنی توقیر کا تاوان مرہن پر سے  
 جاتا رہا اور مرہن کا دین راہن پر سے اتر گیا اور جائیداد رہن سے نکل گئی اب اسے اس پر کوئی  
 حق و مطالبہ باقی نہیں ہے ڈگری دار بلا مزاحمت اپنا حصہ زید سے وصول کرے، اشیاء والنظار

سے کنز العمال بحوالہ الحدیث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۹

سے رد المحتار بحوالہ الجواہر الفتاویٰ کتاب المرہن و اراجیاء التراث العربی بیروت ۳۱۰/۵

سے الدر المختار شرح تنویر الابصار فصل فی مسائل متفرقة مطبع مجتبائی دہلی ۲۷۷/۲



خود مرتبی ہے تو بعد کی توفیر کا یہ خود ہی مالک ہوگا،

لما قد منان المنافع في الاجارة وتقوم  
الابا لعقد فلا يملكها الا العاقد  
كما من كان۔  
ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ منافع کا قیام عقد کے  
ساتھ ہی ہوتا ہے لہذا سوائے عاقد کے  
چاہے وہ کوئی ہو مکان کا مالک نہیں  
ہوتا۔ (ت)

اگرچہ بوجہ ربا ملک خبیث و حرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ یہ توفیر مکان جائداد کو دے اور  
یہی بہتر ہے یا تصدق کر دے کماحقہ فتناء فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں  
اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر از انجا کہ ملک حرام ہے اور اولیٰ یہی ہے کہ مالکوں کو دے  
تو مرتبی کے لئے خیر یہی ہے کہ بعد موت راہن بھی اگر توفیر بعد روین وصول ہو گئی جائداد سے  
دست بردار ہو۔ یہ نہی توفیر اگر روپیہ نہ تھی بلکہ بٹائی ہے تو اس کا غلہ بھی اگر موت راہن تک  
یا اس کے بعد آج تک اتنا وصول ہو گیا کہ بازار کے بھاؤ سے اس کی قیمت دین کے برابر ہو جب بھی  
اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنا دین وصول کجے اور جائداد چھوڑ دے بلکہ جتنا روپیہ یا غلہ دین سے  
رائہ آیا ہو مالکان جائداد کو واپس دے۔ عقود الدریہ میں ہے،

یرد ما قبض علی المالك وهو الاولی  
ثم سئل آیا یلزم المستفی للمالك  
ام للعاقد فقال للعاقد ولا یطیب  
له بل یردہ علی المالك  
مرتبی نے جو کچھ قبضہ میں لیا ہے وہ مالک کو  
لوٹا دے وہی اولیٰ ہے۔ پھر پوچھا گئی کہ  
مقرر شدہ بدل مالک کے لئے لازم ہو گا یا  
عاقد کیلئے فرمایا عاقد کیلئے گروہ اس کیلئے اچھا نہیں بلکہ  
وہ مالک کو لوٹا دے۔ (ت)

وجیز کردری وغیر الیون میں ہے،

أجر المص تهن الرهن من اجنبی بلا اجارة  
الرهن فالحقة للمعتمون ویصدق  
بها كالمغاصب او یردھا علی المالك  
مرتبی نے راہن کی اجازت کے بغیر مرہون کو  
اجارہ پر دے دیا تو آمدن مرتبی کے لئے ہوگی  
تو وہ قاصب کی طرح اس کو صدقہ کرے یا  
مالک کو لوٹا دے۔ (ت)

سہ العقود الدریہ کتاب الاجارة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۱۰/۲  
لکھ غز عیون البصائر مع الاشیاء والنظار کتاب الرهن ادارة القرآن کراچی ۱۱۲/۱-۱۱۳

خیر یہی ہے۔

والثانی افضل لخروجه من الخلاف

اختلاف سے نکلنے کے لئے دوسری صورت

افضل ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہاں رہن تسلیم کر لیں ورنہ ہم ثابت کر چکے کہ سرے سے رہن جائز ہی نہیں بہر حال ان صورتوں میں مرنے کو کوئی فراغت پہنچتی ہی نہیں اور اگر ابنائے زمانہ اسے نہ مانیں نہ جو زین سے اس کی توجیز کی امید ہو کہ مدت سے ذہن کفار بلکہ دنیا بھر کے عامہ حکام نے اسے تراشیدہ قوانین باطلہ کے آگے شرع مطہر کے احکام حقہ عادلہ کو غسوخ سمجھ رکھا ہے تو بجز فقط اتنا دین کہ حصہ زید پر ہے ادا کر کے اتنا استغفار کر لے اور اگر یہ ناممکن ہو جب تک کل دین ادا نہ کیا جائے تو مرنے کا سارا مطالبہ ادا کر کے قبیح جائیداد رہن سے چھڑا کر اپنا دین حصہ زید سے وصول کرے اور جو کچھ اس میں سے مرنے کو دینا پڑے وہ تمام و کمال وراثہ عرو سے وصول کرے کہ جو شخص دوسرے کا دین بے اس کے بطور خود ادا کرے وہ اس وقت مہترع ٹھہرتا ہے کہ اس کی ادا میں مضطر نہ ہو اور جسے بے اس کے چارہ کار نہ ہو وہ مہترع نہیں اور اسے اصل دیون سے وصول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور اپنے حق تک بے اس کے نہ پہنچ سکنے کی بھی صورت اضطراب ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ درمختار میں ہے،

اشتری اثنان شیئاً وغاب واحد منهما  
فللمحاضر دفع الكل ثمنه و یجب له  
البائع علی قبول الكل ودفع الكل للمحاضر  
وله قبضه و جسه عن شریکة  
اذا حضر حتی ینقد شریکة الثمن

حاضر مشتری کو حق حاصل ہے کہ وہ بیع کو اپنے قبضہ میں لے کر دوسرے شریک سے روک  
رکھے یہاں تک کہ وہ شریک سے اس کے ثمن وصول کر لے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

قوله غایب واحد منهم ما قید بہ لانه  
لو كان حاضرًا یكون متبرعا بالاجتماع  
لانه لا یكون مضطرا فی ایفاء الكل اذ یمكنه  
ان یخاصمه الی القاضی فی ان ینقذ  
حصله ولیقبض نصیب فتح یله

ما تن کا قول کہ دونوں میں سے ایک غائب ہو جائے  
یہ قید اس لئے لگائی کہ اگر وہ حاضر ہو تو کل ضمن  
ادا کرنے والا با اتفاق متبرع ہو گا کیونکہ وہ  
کل ضمن کی ادائیگی پر مجبور نہیں۔ اس لئے کہ  
قاضی کے پاس مختصر کر کے وہ اپنے حصے کے  
ضمن دے کر اپنے حصے کا جمیع حاصل کر سکتا  
ہے، فتح۔ (ت)

در مختار میں ہے :

مرهن الاب من مال طفله شیئاً بدین  
علی نفسه جاز ولو ادرك الابن و  
مات الاب لیس للابن اخذہ قبل  
قضاء الدین ویرجع الابن فی مال  
الاب ان كان مرهنا لنفسه لانه  
مضطر كمعیر الرهن

باپ نے اپنے ذاتی قرض کے عوض اپنے بیٹے  
کی کوئی چیز مرہن رکھ دی تو جائز ہے اگر  
بیٹا بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا ہے تو قرض کی  
ادائیگی سے پہلے بیٹا مرہن کو لینے کا حقدار  
نہیں۔ وہ بیٹا باپ کے مال میں رجوع کرے گا  
اگر باپ نے وہ چیز اپنی ذات کے لئے رکھ لی  
ہو کیونکہ بیٹا اس میں مجبور ہے جیسے رہن کو  
عادیت پر دینے والا۔ (ت)

رد المحتار سلم معیر میں ہے :

لانه یرید بذالك تخلیص ملكه فهو  
مضطر الیه

کیونکہ اس عمل سے اس کا مقصد اپنی  
ملکیت کی خلاصی کرنا ہے چنانچہ وہ اس  
میں مجبور ہے۔ (ت)

اور شرعا اگرچہ یہ ترہن ترہن نہ ہو یا اس کا دین تمامہ تو غیر سے ادا ہو گیا جس کے سبب

۱۔ رد المحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱۷  
۲۔ الدر المختار کتاب الرهن مطبع نجف دہلی ۲/۲۷۴  
۳۔ رد المحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۳۱

اُس کا مطالبہ شرعاً باطل ہو مگر قانونِ زمانہ کے اعتبار سے اسے بے اس کے دینے کا حق تک وصول ناممکن ہے۔ تو ادا میں مضطرب ہو اور رجوع کا اختیار ملا۔ غرض ہزار کار اضطرار پر ہے نہ اس مطالبہ کے حق ہونے پر، درمختار میں ہے،

وَكُنَّا نَوَاسِبَ دَلِيلٍ بِغَيْرِ حَقٍّ كَجَبَايَا مَتْرَمانًا فَاَنْهَاهَا فِي الْمَطَالِبَةِ كَالْمَدِيُونِ بِلِغْوَقِهَا حَتَّى لَوْ اخَذَتْ مِنْ الْاَكْسَارِ فَلَهُ الرُّجُوعُ عَلَى مَالِكِ الْاَرْضِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى۔  
یونہی شاہی ٹیکسوں کی کفالت صحیح ہے اگرچہ وہ ناحق ہوں جیسے ہمارے زمانے میں مظالم سلطانہ کیونکہ وہ مطالبہ میں قرضوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی برتر ہیں یہاں تک کہ اگر مزادع سے وہ مظالم وصول کئے گئے تو وہ زمین کے مالک کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے،

فِي اخراج اجارات القنية برمز ظهير الدين السرخيني في وغيره المستأجرا اذا اخذ منه الجبسية الراتبية على السدود والمحوانيت يرجع على الأجير وكذا لا كاسر في الارض وعليه الفتوى۔ والله تعالى اعلم۔  
فقہ کی کتاب الاجارات کے اسناد میں ہے ظہیر الدین مرغینانی وغیرہ نے ظاہر کیا ہے کہ اگر کرایہ دار سے مروج ٹیکس جو کہ گھر اور دکانوں پر عائد ہے وصول کیا گیا تو وہ آجر کی طرف رجوع کرے گا۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

میساجیک سیکلہ مسؤلہ ظہور الدین صاحب ۲۶ صفحہ ۱۳۳۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) اگر ایک مسلمان کچھ زیور دوسرے مسلمان کے پاس لے کر گیا اور اس سے کچھ روپیہ قرض لیا اور زیور اپنا اس کے پاس روپیہ کی ضمانت میں رکھ دیا جس مسلمان کے پاس زیور رکھا تھا ہے وہ زیور کا حق حفاظت یا کرایہ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

زیور جس کے پاس رکھا گیا وہ بندہ خدا سود سے بچنا چاہتا ہے اور اس طرح سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس کچھ روپیہ لینے گیا اور اس روپیہ کی ضمانت میں ایک دستاویز لکھا جس میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اس روپیہ کی ضمانت میں تحریر کی اب جس مسلمان نے کہ روپیہ دوسرے مسلمان کو دیا اور اس جائداد کی حفاظت کرنے کا روپیہ مانگتا ہے لہذا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیڑا تو عروا۔

مکڑیہ ہے کہ یہ سنا ہے کہ حضور نے دھن دخل کی کوئی ایسی صورت نکال ہے جو جائز ہے امید کہ اس سے بھی مطلع فرمایا جاؤں گا۔

(۳) مکڑیہ کہ شرعی طور پر ایسی کون کون سی نسبتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ جن سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے یا غیر قوم سے روپیہ کا لین دین کر سکیں اور جائداد بھی اٹھا سکیں، امید کہ ایک یا دو صورتیں تحریر فرمادی جائیں جو حسب تصریح فقہائے کرام ثابت یا حدیث نبوی میں واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا، فقط۔

### الجواب

(۱) زیور کہ روپیہ کی ضمانت میں دیا گیا اس کے معنی بعینہ دھن رکھنے کے ہیں اور دھن کی ضمانت قدر میں ہے کہ وہ اسی کے حق میں مجبوس ہے اس پر اجرت لینے کے کوئی معنی نہیں اگر لے گا قائل سود ہوگا، یہ نفع جائز نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائداد ضمانت میں دینا یہاں دو طریقے پر رائج ہے، ایک یہ کہ جائداد مالک ہی کے پاس رہتی ہے اور وہ دائن کو نگہ دیتا ہے کہ یہ میں نے تیرے دین میں منقول کی اسے کفالت یا استغراق کہتے ہیں یہ شرعاً محض باطل و مہمل ہے، نہ اس میں کسی حق حفاظت کا وہم ہو سکتا ہے کہ جائداد مرہن کے قبضے میں دی نہیں جاتی۔ دوسری صورت مرہن دخلی کی ہے وہ خود ہی حرام و سود ہے۔ تیسری صورت جو شرعی ہے اور یہاں جاری نہیں وہ یہ کہ جائداد مرہن کے قبضے میں دی جائے اور مرہن صرف اُس پر قبضہ رکھے کسی طرح کا نفع اس سے حاصل نہ کرے، یہ صورت جائز اور یہی مرہن شرعی ہے اور اس کی حفاظت کا وہی حکم ہے جو جواب اول میں گزرا کہ اُس پر کچھ لینا محض سود اور حرام قطعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مرہن دخل کے جواز کی یہاں کوئی شکل نہیں، نہ میں نے نکالی ہے نہ کوئی نکال سکتا ہے اُس کے

جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ زید نے قرض کے پاس اپنا مکان رہیں رکھا اور کوئی شرط اُس کی سکونت کی قرار نہ پائی، پھر زید نے محض اپنی خوشی سے صرف بطور احسان اُسے سکونت کی اجازت دی اور وہ اُس کی اجازت ہی کی بنا پر اسی میں رہنا چاہتا ہے، نہ اُس پر اصرار کرے گا نہ قرض کا بار ڈالے گا یہاں تک کہ اگر اُس نے اجازت دی اور یہ مکان میں رہنے کو یا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر ہے کہ اس نے کہا اب میں اجازت نہیں دیتا تو فوراً پاؤں باہر نکال لے لیا رہتا ہو تو ممکن ہے مگر کیا یہاں ایسی صورت کا احتمال ہے، عا شاہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ سبمان از موضع پوراکوٹھی ڈاکخانہ شمشیر نگر ضلع گیا  
۱۶ صفر المظفر ۱۲۴۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں مسلمانوں کی راستے ہے کہ شاہراہ بیچ بستی کے جو عام لوگ کو فائدہ پہنچ سکے ایک کنواں بچتہ تیار کریں اور قیمت چسپم قربانی کا اُس میں خرچ کریں کیونکہ اس بستی میں ایک شخص کو کسی کو یاقت نہیں جو ایک آدمی کنواں بندھوا سکے پانی پینے کی از حد تکلیف ہے ایسی حالت میں قیمت چسپم قربانی کنویں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب سے سرفراز فرمایا جاسے۔

(۲) ہم نے ایک بلکہ کھیت گروں مبلغ پچاس روپے اس شرط پر دے کر لیا کہ تا ادا اسے روپیہ ہم نے اُس کھیت کو آباد کیا اور اُس کی مانگڑاری لگان وغیرہ ہر سال ادا کرتے گئے اور پیداوار اُس کی اپنے مصرف میں لائے اس طور کا کھیت لینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) قربانی کی کمال ہر نیک ثواب کے کام میں صرف ہو سکتی ہے حدیث میں ہے،  
کلوا وادخروا واتقوا حیروا  
کھاؤ، ذخیرہ کرو اور کار ثواب میں حیر چ  
کرو۔ (د ت)

ہاں جس نے دام حاصل کرنے کے لئے بیچ دیا اس پر لازم ہے کہ وہ دام فقیروں ہی کو دے۔ حدیث میں ہے،

من باع حبلہ اضحیۃ جس نے اپنی قربانی کی کمال فروخت کی



لا اضحیۃ لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کی قربانی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
 (۲) کاشت کار کھیت کا مالک نہیں ہوتا، نہ اسے بے اجازت زمین دار پر حق کرنے کا اختیار،  
 اور یہاں اگر زمیندار بھی اجازت دے گا تو نہ اس طرح کہ کھیت معطل ہے اور اس کی  
 لگان نہ ملے بلکہ یہ وہی کھیت تم جو تو اور لگان ادا کرو، یہ اجارہ ہو گا نہ کہ رہن، اس صورت  
 میں اس نے جو روپیہ اس کاشتکار کو دیا وہ اس کے ذمہ رہا اور کھیت کا مستاجر اس کی جگہ یہ  
 ہو گیا اسے کھیت سے کوئی تعلق نہ رہا، زمیندار کو اختیار ہے اس کے پاس رکھے خواہ اسے  
 واپس دے، یہ جو کچھ جوتے ہوئے اس کا ہے لگان زمین دار کا ہے اور اس کا قرض کاشتکار  
 پر ہے، صورت شرعی تو اس میں یہ ہے، اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کھیت اسی کاشتکار سابی کے  
 اجارہ میں ہے ہمارے پاس رہن ہے اور زمیندار نے بھی اسے مستاجر نہ بنایا بلکہ اس کو  
 رکھا اور اس نے اس کا قائم مقام ٹھہر کر لگان دیا تو یہ صورت باطل ہے مگر رہن سے نفع  
 لینا جائز نہیں تو امر ناجائز کا قصد کیا اور ناجائز کا قصد بھی گناہ ہے اگرچہ واقع کے خلاف ہو کہ یہ نہ  
 رہن شرعی ہے نہ رہن واجارہ جمع ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سائنگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ  
 ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ایک کاشتکار کی زمین ملکیت سرکاری اس کا کھاتہ بند ہے اور وہ لگان اس فانی بیگ  
 و دو روپیہ ماہوار بابت کاشتکار دیتا رہتا ہے یہی زمین اس نے رفع ہونے کی حسد من سے  
 مبلغ ایک صد روپے یا اس سے زیادہ کم میں کسی مسلمان کے رہن بالقض کر دی اب مہتمم نے  
 اس کو کاشت کیا اور وہی سرکاری زمین کا جو سابق کاشتکار دیا کرتا تھا سرکار نے اس سے  
 وصول کر لیا یا اس نے کسی قدر منافع پر دے کر شخص کو کاشت کرادی تو جو منافع زمین سرکاری  
 سے مہتمم نے بحالت ادائیگی کھاتہ معہ سرکاری حاصل کیا وہ نہ رہن میں مجبوس کر گیا یا کیا؟

### الجواب

رہن واجارہ جمع نہیں ہو سکتے یہ زمین کہ اجارہ میں ہے رہن نہ ہوتی اور ظاہرًا  
 یہاں یہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس کی جگہ اس کو مستاجر زمین سمجھے بلکہ مستاجر وہی رہتا ہے

اور یہ شکل ذیلی اور اُس کا اُس زمین سے انتفاع نہیں مگر یہ بوائے قرض اور قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل کیا جائے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے،

حکلی قرض جب منفعۃ فہو جو قرض نفع لائے وہ سود  
ہو یا نہ ہو ہے۔ (ت)

لگان جو زمین نے گورنمنٹ کو ادا کی خود کاشت کی اور اس کے بدلے دی ذکر راہن کی طرف سے، تو اس کا جس طرح راہن سے مطالبہ کوئی وجہ نہیں رکھتا ہاں اگر راہن کے کو میرے ذمہ جو لگان ہے وہ ادا کیا کر اب وہ اس بنا پر ادا کرتا ہے تو اس کا مطالبہ راہن سے کر سکتا تھا اسی طرح جب کہ اس نے زمین میں کاشت کی تو جو پیداوار ہے اس کا یہی مالک ہے اگرچہ یہ انتفاع اس کو ناجائز تھا اس کے سبب زر راہن سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مشیملہ از موہن پور مسئلہ سالہ بخش خیاط  
۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فلتے ہیں علاتے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) کھیت رہن ۶ بیگہ مبلغ ایک سو روپیہ میں رکھا گیا اور لگان اس کا ۶ روپیہ ہے اور کاشت خود کرتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زمین داری ۱۲ البسانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لگان سرکاری ۳۵ روپیہ ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) صورت مسئلہ میں اگر موردی کھیت و خیل کار آسامی سے بالعوض ایک سو روپیہ کے رہن رکھا ہے تو اس میں خود کاشت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں کہ اصل مالک یعنی زمین دار سے اجازت حاصل کریں و خیل کار آسامی موردی ہونے سے شرفاً مالک نہیں ہوتا، صورتہ چار یہ ہے کہ اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت ملے کہ لگان زمین دار کو تادمت رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے دخل کار کو قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے

لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصداً سے گناہگار ہو گا بجز یہی نیت کرے کہ زمین زرخیز  
 کی ہے و خیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت  
 کی ہے لہذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 (۲) مواضعات کا دخل رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں  
 ارشاد فرمایا،

کل قرض جرم منفعة فهو ربا۔ جو قرض کہ نفع دے وہ سود ہے۔  
 مال مرہون سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ اودے پور میواڑ مرسلہ احمد خاں وکیل دربار مارواڑ متعینہ  
 مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب عالی! عرض ہے کہ زمین داری ۱۲ فیو افسی رہن دخل ۱۲ سو روپیہ میں اور  
 لگان سرکاری ۳۵ روپیہ میں، وہ جائز ہے یا نہیں؟

مواضعات کا دخل رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں  
 ارشاد فرمایا،

کل قرض جرم منفعة فهو ربا۔ جو قرض کہ نفع دے وہ سود ہے۔  
 مال مرہون سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور مسئلہ مناجاتی ۲۰ صفر ۱۳۶۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مبلغ ایک ہزار روپیہ پر چند قطعہ دکانات و مکانات اپنے قبضہ کرایہ داران زید کی طرف سے تھیں بذریعہ رہن نامہ مصدقہ بکر کے پاس رہن کیں بعد ازاں اُس زید رہن پر مبلغ پانچ سو روپے اور اضافہ کر کے دوسری دستاویز بحوالہ دستاویز سابقہ تصدیق کرا دی دستاویز مذکور میں اقرار تسلیم قبضہ بکر نے تحریر کیا اور یہ بھی دستاویز میں تحریر کیا کہ جو منافع بذریعہ سکونت وغیرہ کرایہ داروں سے مرتب وصول کرے وہ حق مرتب ہے چنانچہ مبلغ چار ہزار نو سو پینتالیس روپے بکر نے بذریعہ زید کرایہ داران سے وصول پائے اور حسب مضمون دستاویز و دکانات کو کرایہ پر قائم رکھ کر اس کرایہ کی منفعت بکر نے حاصل کی اس کے بعد پھر بکر نے عدالت میں مالش زید رہن بغرض نیلام جائداد مرہونہ دائر کی۔

زید مدعا علیہ کو یہ غدرات ہیں،

(۱) قبضہ مرتب مرہونہ پر نہیں ہوا اس وجہ سے کہ مرہونہ پہلے سے قبضہ کرایہ داران تھی جس کا مرتب کو خود اقرار ہے اور رہن میں قبضہ واقعہ تسلیم خاص کی ضرورت ہے تصریحات فقہیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسلیم و قبضہ کی تحریر کافی نہیں ہے۔ در مختار میں فاذا سلمہ و قبضہ المس تھن علیہ (جب راہن امرہون سونپ دے اور مرتب اس پر قبضہ کر لے۔ ت) یوں نہیں ہے کہ فاذا اکتب تسلیمہ و قبضہ المس تھن (جب اس کی سپردگی کی تحریر ہو گئی اور مرتب نے قبضہ کر لیا۔ ت)

(۲) دستاویز میں یہ الفاظ ہیں کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرایہ مرتب حاصل کرے وہ حق مرتب ہے یہ اذن راہن برائے اجارہ ہے چنانچہ منافع کرایہ مرتب نے بذریعہ اجازت راہن کے حاصل کئے اور یہ صورت ہے اجارہ دینے کی مرتب کا باذن راہن کے اور یہ امر

لے کنز العمال بحوالہ المحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

لے الدر المختار کتاب الرهن مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۵/۲

مبطل رہیں وہ ہے یہ مانا کرتے دکانداروں کو بکرنے دکان زدہ کیس پرانے دکانداروں کو فائدہ کم رکھ کر  
منفعت با اجازت راہیں حاصل کی۔

(۳) رہیں میں زیادتی فی الدین حضرت امام الاکبر سیدی ابو حنیفہ کوفی و حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ  
کے نزدیک جائز نہیں حالانکہ پہلے ایک ہزار روپے میں رہیں ہونا اس کے بعد پانسو روپے اور لے کر  
ایک ہزار پانسو میں رہیں ہونا خود بکرو کو تسلیم ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس زیادتی  
فی الدین کو جائز کہا حجت نہیں ہے کہ قوی اختلاف کی صورت میں امام صاحب کے قول پر ہوتا ہے  
چونکہ ان کے ساتھ امام محمد بھی ہیں۔ در مختار میں ہے،

والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ اصح یہ ہے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے کہ قوی مطلقاً  
یفتی بقول الامام علی الاطلاق یہ امام اعظم کے قول پر ہے۔ (ت)

(۴) بکرم ترہن نے جو زر کرایہ قعدہ دی چار ہزار نو سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کرایہ داروں سے  
بذریعہ زیرو وصول کیا ہے وہ حق راہیں یعنی زیادہ ہے چنانچہ

وان باذنه فلما للک کما فی در مختار  
وتکون الاجبرۃ للراهن کما فی  
قاضی خاں یہ

راہیں کے لئے ہوگی جیسا کہ قادی قاضی خاں  
میں ہے۔ (ت)

اس پر تین دلیلیں ہیں (بکرم دہی یہ کہتا ہے)

(۱) اقرار قبضہ جبکہ دستاویز میں تحریر ہے تو ضرورت کسی دیگر ثبوت کی نہیں کیونکہ مکانات مرچ  
کو راہیں نے جب اپنے حقوق سے خالی کر کے مرہن کے حوالے کر دیا جس پر دستاویز شاہد ہے تو  
مرہن کا قبضہ پورا ہو گیا۔

(۲) دستاویز کے یہ الفاظ کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرا مرہن حاصل کرے وہ حق مرہن  
ہے اور اس پر بذریعہ راہیں مرہن کا عملہ آمد بہرہ و اجارہ باذن ہیں اور اجارہ باذن ہی مبطل ہی نہیں ہوتا بلکہ

۱۴/۱	مطبع مجتبائی دہلی	رسم المقتی	لے الدر المختار
۲۷۸/۲	" " "	فصل فی مسائل متفرقة	لے الدر المختار کتاب الرهن
۸۹۵/۲	توکشور لکھنؤ	فصل فیما یجوز بہ ذوالکجوز الخ	لے قادی قاضی خاں

دینا مگر اس کا باذن رائی منسطل ہوتا ہے یہاں اجارہ دینا مگر اس کا ثابت نہیں کیونکہ اس نے دکانات پر نئے دکانات کو نہیں بٹھایا۔

(۳) زیادتی فی الدین امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور معاملات میں اکثر فتویٰ انھیں کے قول پر ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عذرات مندرجہ بالا بکر کے صحیح ہیں یا اقوال زید کے صحیح ہیں ہر سوال کا جواب بالتفصیل نمبر وار کچھ الہ کتب فتنہ عنایت ہر، بیتوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان کرو اور روز حساب اجر پاؤ۔ ت)

### الجواب

عذرات زید صحیح و مسموح اور شبہات بکر باطل و مدفوع ہیں۔

(۱) رہن اور یہ اجارہ قود و عقد میں جن کا حکم قبضہ کا دست نگاہ رہن ہے قبضہ باطل اور اجارہ ہے قبضہ نفاذ سے عاقل۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

القبض شرط جواز الرهن لقوله سبحانه  
و تعالیٰ فلهن مقبوضه و صفت سبب  
و تعالیٰ الرهن بكونه مقبوضا فیفتی ان  
یکون القبض فیہ شرط لولاه عقد تبرع  
للحال فلا یفید المحکم بنفسه کما شر  
التبرعات یلہ

عقد تبرع ہے تو باقی تبرعات کی طرح باعتبار اپنی ذات کے حکم کا فائدہ نہیں دیتا۔ (ت)

اسی میں شرائط نفاذ اجارہ میں ہے،

الحکم فی الاجارة المطلقة لا یشیت  
بنفس العقد عند تالان العقد  
فی حق المحکم ینعقد علی  
حسب حدود المنفعة فکانت  
العقد فی حق المحکم مضافا

اجارہ مطلقہ میں ہمارے نزدیک نفس عقد سے  
حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حکم کے حق میں عقد  
اجارہ منفعت کے پیدا ہونے کے مطابق منعقد  
ہوتا ہے۔ چنانچہ حکم کے حق میں عقد منفعت  
کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے

الی حین حدوث النفعۃ فیثبت حکمہ عند ذلک حتی لو انقضت السمدۃ من غیر تسلیم المستأجر لا یتحق شیئاً من الاجر ولو مضی بعد العقد مدۃ ثم سلم فلا اجر له فیما مضی لعدم التسلیم فیہ

لہذا منفعۃ کے پیدا ہونے کے وقت حکم ثابت ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مدت اجارہ گزر گئی اور آجرنے شئی مستاجر کے حوالے نہ کی تو اجرت میں سے کسی شئی کا حقدار نہ ہوگا۔ اور اگر عقد کے بعد کچھ مدت گزر گئی پھر آجرنے وہ شئی مستاجر کے حوالے کی گزری ہوئی مدت کی اجرت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس میں سپردگی نہیں پائی گئی۔ (ت)

رہن قبضہ مرہن چاہتا ہے کہ اس کا مقضی جیس ہے اور جیس بے قبض ناممکن اور اجارہ قبضہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس سے مقصود انتفاع ہے اور انتفاع بے قبض ناممکن اور شئی واحد کا وقت واحد میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال، لہذا اگر راہن بے اجازت مرہن یا مرہن باجازت راہن شے مرہن شخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرہن کو اجارہ دے، یہ دونوں صورتوں میں رہن باطل ہو جاتا ہے۔ بدائع میں ہے:

لیس لہ امت یؤاجرہ من اجنبی بغیر اذن المرہن لامت قیام ملک الحبس لہ یمنع الاجارۃ

وامت الاجارۃ بعقد الانتفاع وهو لا یمتک الانتفاع بہ بنفسہ فکیف یمتکہ غیرہ ولو فعل وقف علی اجارۃ تہ فامت ودہ بطل وامت اجارۃ جازت الاجارۃ وبطل عقد الرهن لامت الاجارۃ اذا حیانت وانہا عقد لانہ لا یتقی الرهن

راہن کے لئے جائز نہیں کہ مرہن کی اجازت کے بغیر مرہن شئی کسی اجنبی کو اجارہ پر دے لے کیونکہ مرہن کا ملک حبس اجارہ سے مانع ہے اور اس لئے بھی کہ اجارہ کی بنیاد انتفاع پر ہے جبکہ راہن خود مرہن سے انتفاع کا مالک نہیں تو کسی غیر کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور اگر راہن نے ایسا کر دیا تو یہ مرہن کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مرہن نے اسے رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اجازت دے دی تو اجارہ جائز جبکہ عقد رہن باطل ہو جائے گا کیونکہ اجارہ جب جائز ہو گیا اور وہ عقد لازم ہے





بأذن الراعي أو استأجره المثلث<sup>۱</sup>۔ سے کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی یا مقرر ہو  
اس کو اس اجرت پر لے لے۔ (ت)

یہاں کہ فریقین کو اقرار ہے کہ وہ مکان رہن سے چلے سے منجانب زید کرائے پر ہیں اور جب سے اب تک برابر قبضہ کرایہ داران میں ہیں کبھی ان سے خالی نہ کرائی گئیں، تو تخلیکہ کہ شرط رہن تھا کبھی نہ ہوا اور رہن سرے سے ناجائز و نامتام رہا۔ عوام عموماً اور آج کل کے قانون دان خصوصاً روسے زبانی یا کاغذ کے تلفظ کو قبضہ کہتے اور سمجھتے ہیں نہ وہ تخلیکہ کے معنی سے آگاہ ہیں نہ اس کی

عن مشی فی الهدایة والملق و  
التنویر وغیرہا علی ان القبض  
شرط لزوم فلا یتسم الرهن الا  
به قال فی العنایة وهو اختیار  
شیخ الاسلام وهو مخالف  
لروایة العامة قال محمد  
لا یجوز الرهن الا مقبوضاً ومثله  
فی کاف الحاکم الشہیدی  
ومختصر الطحاوی والکرخانی  
قال الکرخانی انه قول ابی حنیفة  
وابی یوسف ومحمد والحسن بن  
زیاد وصححه فی الذخیرة  
قہستانی، والمجتبیٰ ومختار  
والمحیط ہندیة و بہ جزم

ہدایہ، فتیۃ اور تنویر وغیرہ میں یہ روش اختیار  
کی ہے کہ رہن میں مرہون پر قبضہ کرنا عقد کے  
لوزم ہونے کے لئے شرط ہے۔ چنانچہ اسکے  
بغیر عقد تام نہیں ہوتا۔ غنایہ میں کہا اور وہی  
شیخ الاسلام کا مختار ہے اور وہ عام مشائخ  
کی روایت کے مخالف ہے۔ امام محمد نے فرمایا  
کہ مرہون پر قبضہ ہونے بغیر رہن جائز نہیں  
ہوتا اور اسی کی مثل حاکم شہیدی کی کافی اور  
امام طحاوی کی غنۃ اور امام کرخی کی مختصر میں  
ہے الخ کرخی نے کہا کہ یہ امام ابو حنیفہ  
امام ابو یوسف، امام محمد اور حسن بن زیاد  
کا قول ہے، اس کو ذخیرہ میں صحیح قرار دیا  
(قہستانی) اور مجتبے میں اس کو صحیح قرار دیا (در مختار)  
اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا (ہندیہ)  
(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ برائے الصنائع کتاب الرحمن فصل آداب ما یخرج بہ المرہون الخ ایچ ایم سعید پبلی کیشنز  
کتاب الہدیہ مطبع یوسفی لکھنؤ  
کتاب الرحمن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر  
۵۱۳/۴  
۶۶/۹



وعلى هذا يخرج ما ذاهب دارا فيها  
متاع الواهب وسلم الدار اليه  
او سلم الدار مع ما فيها من  
المتاع فانه لا يجوز لاث الفواخ  
شرط صحة التسليم والقبض  
ولم يوجد

اور اسی سے اس صورت کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے  
کہ جب کسی نے ایسا گھر بہ کیا جس میں واہب  
کا کچھ سامان موجود ہے اور اس نے وہ گھر  
موجب لڑکے کے حوالے کر دیا یا اس نے وہ گھر  
اس میں پڑے ہوئے اپنے سامان سمیت  
موجب لڑکے کے حوالے کر دیا تو یہ بہہ جائز نہیں ہوگا  
کیونکہ موجب کو خالی کرنا سپردگی اور قبضہ کے  
صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور وہ یہاں  
نہیں پائی گئی۔ (ت)

دستاویز میں کہ تجر کو قابض کر دینا مسطور، یقیناً اس سے یہی محاورہ بجا مل نظر، تجر کا اس سے  
استدلال بہار نشور، اور اگر فرض کیجئے کہ اسے شرط قبضہ ہی پر محمول رکھیں تو اب دا وجہ سے  
مردود ہے :

اؤ کاجب یقیناً معلوم کہ کرایہ داروں سے تخلیہ کر کے قبضہ کسی وقت نہ دلایا پہلے سے اب تک  
کرایہ داروں کا قبضہ مستمر ہے اور اؤ پر بیای ہو چکا کہ شے واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضہ  
محال تو یہ اقرار بالمال ہوا اور اقرار بالمال باطل و ناممکن ہے مثلاً بھائی اقرار کرے اور دوسری  
کرا دے کہ متروکہ پوری اس میں اور اس کی بہن میں بذریعہ میراث پھر نصف نصف ہے  
یہ اقرار مردود ہے بہن اس سے استدلال نہیں کر سکتی کہ وہ شرفاً محال ہے لہذا ثالث سے  
زیادہ نہ پائے گی۔ یوں ہی یہاں باوصف استمرار قبضہ مستاجر ان قبضہ مرتین مستحرفاً  
محال ہے لہذا اقرار واجب الابطال ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

الاقراء بشئ محال باطل کس  
لواقر له بالمشیدہ التی قطعها  
خمسائة درهم ویداه صحیححتی  
لم یلزمه شئ کسما ف  
محال شئی کا اقرار باطل ہے جیسے کسی کے لئے  
پانچ سو روپے ویت کا اقرار کیا اس کے ہاتھ  
کے بدلے میں جو بقرے کا ٹاٹا ہے حالانکہ اسکے  
دونوں ہاتھ سلامت ہیں تو بقرے پر کچھ بھی لازم

التأثر خاتمة وعلى هذا اقتصرت  
ببطلان اقرار النساء بقصد  
من السهام لوارث وهو انريد  
من الفريضة الشرعية لكونه  
محالا شرعا مثلا لومات  
عن ابن و بنت فاقرا الابن  
أن التركة بينهما نصفان  
بالسوية فالأقرب باطل  
لما ذكرناه وقيد السيد  
السلامة نيرك مراده ف  
حاشيته على الاشباه كما  
رأيت فيها ونقله السيد العلامة  
الحموي في الغرر بلفظه  
قيل واقره بان يزيد في اقراءه  
بالامرات قال اذ يتصور ان  
يكون التركة بينهما نصفين  
الوصية مع الاجبارة  
او غيرها من وجوه  
التبليغ كما هو ظاهر  
اقول يمكن التخصيص  
بينهما بالامرات ايضا كما  
اذا ماتت عن زوج و

نہیں جیسا کہ تارخانیہ میں ہے۔ اسی بنیاد پر میں  
نے فتویٰ دیا ہے کہ کسی انسان کا کسی وارث  
کے لئے اس قدر سهام کا اقرار کرنا باطل ہے جو  
اس کے شرعی مقرر حصے سے زیادہ ہو کیونکہ یہ شرع  
کی رو سے محال ہے مثلاً کوئی شخص ایک بیٹا  
اور ایک بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا بیٹے نے اقرار کیا  
کہ ترکہ ان دونوں کے درمیان برابری کے طور  
پر نصف نصف ہے تو یہ اقرار اس دلیل کی  
وجہ سے باطل ہوگا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں الخ  
سید علامہ زیرک زادہ نے اشباہ پر اپنے  
حاشیہ میں اس کو مقید کیا جیسا کہ میں نے اس  
حاشیہ میں دیکھا اور سید علامہ حموی نے غرر میں  
لفظ قبیل کے ساتھ نقل کر کے اس کو برقرار  
رکھا مقید بایں صورت کیا کہ مقرر اپنے اقراء میں  
میراث کا ذکر بڑھائے کیونکہ یہ بات متصور ہے  
کہ ترکہ ان دونوں بہن بھائیوں کے درمیان  
وصیت کے سبب سے نصف نصف ہو جائیگا  
وصیت کی اجازت کے ساتھ یا اس کے  
علاوہ دیگر وجوہ تملیک کے ساتھ جیسا کہ ظاہر  
ہے الخ میں کہتا ہوں ان دونوں کے درمیان  
میراث کے اعتبار سے بھی ترکہ نصف نصف  
ہونا ممکن ہے جیسے کوئی خاتون فوت ہوگئی

بنت منه وابنت من زوجها الاول ثم مات هذا الزوج ولم يرثه الابنته فلا بد ان يزيد في الاقرار باسميهما عن هذا المورث۔  
 جس کے وراثت میں اس کا خاوند اور اسی خاوند سے ایک بیٹی اور اپنے پہلے خاوند سے ایک بیٹا ہے پھر یہ خاوند فوت ہو گیا جس کا وارث سوائے اس کی بیٹی کے اور کوئی نہیں لہذا مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اقرار میں اسی مورث سے ان دونوں کے وارث بننے کی قید کا اضافہ کرے۔ (د ت)

ثانیاً بالفرض زید قبضہ بجز کا مقرر ہے مگر بجز خود اپنے قبضہ سے منکر ہے کہ تسلیم کرتا ہے کہ اب تک قبضہ مستاجر ان ستر ہے اور مقرر جب اقرار کی تکذیب کرے اقرار باطل ہو جاتا ہے۔ اسباب میں ہے،

المقرر له اذا كذب المقبر بطل اقراره الخ واستثنى سبعة اشياء ليس هذا منها۔  
 مقرر جب مقرر کو جھٹلا دے تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا الخ صاحب اسباب نے سات چیزوں کا استثناء کیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (د ت)

اور ہمیں نے ظاہر ہوا کہ بجز کا کہنا کہ حقوق سے خالی کر کے مرہن کے حوالے کر دیا صریح غلط ہے۔ (۲) بلاشبہ جب باتفاق فریقین یقیناً ثابت کہ دکان و مکان پہلے سے کرایہ پر ہیں اور یہ کہ راہن و مرہن دونوں اس اجارے اور اس کی بقا پر راضی مرہن اب تک اس کرایہ سے متمتع ہوتا رہا تو بعد میں اگر یہ اجارہ از جانب راہن ہے تو مرہن کا اذن ہے اور از جانب مرہن فرض کیجئے تو راہن کا اذن ہے، اور ہم بدائع حکم العلماء سے لکھ آئے کہ دونوں صورتوں میں رہن باطل ہے، نیز فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے،

ان آجرا لمرہن من اجنبی بامو الراهن یخرج من الرهن وتكون الاجرة للراهن وان اجز الراهن من اجنبی  
 مرہن نے راہن کے حکم پر مرہن شی کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی وہ رہن سے نکل جائے گی اور اجرت راہن کے لئے ہوگی اور اگر راہن مرہن کے حکم سے اجنبی کو اجرت

یا المرأی تهن یخروج من الرهن  
والاجر للرأهن ینہ  
پر دے دے تو وہ رہن سے نکل جائیگی اور  
اجرت راہن کے لئے ہوگی۔ (د ت)

بجرا کا کہنا ہے کہ اجارہ باذن راہن مبطل رہن نہیں ہوتا۔ اگر یہ مقصود کہ کسی شخص ثالث  
فضولی کا باذن راہن اجارہ میں دینا مبطل رہن نہیں جب تک مرہن بھی اس پر راضی نہ ہو تو  
صحیح ہے مگر معاملہ دائرہ سے بے علاقہ، یہاں کسی فضولی نے اجارہ نہ دیا اور بالفرض ہو بھی  
تو راہن و مرہن دونوں کی رضا موجود، بہر حال رہن باطل ہو گیا۔ خانیہ و ہندیہ میں ہے،

ان آجبرھا اجنبی بغیر اذن الرأهن  
والمرأی تهن ثم اجابنا اجبمہا  
كان الاجر للرأهن ویخروج من  
الرهن ینہ  
اگر اجنبی شخص نے راہن و مرہن کی اجازت  
کے بغیر مرہن کو کسی اجارہ پر دے دی پھر  
دونوں نے انہی اجازت دے دی تو اجرت  
راہن کے لئے ہوگی اور وہ شے رہن سے  
نکل جائے گی۔ (د ت)

اور اگر یہ مقصود کہ مرہن کا باذن راہن اجارہ دینا مبطل رہن نہیں تو صریح کذب اور تمام  
کتب کے خلاف ہے اور یہ عذر کہ یہاں اجارہ نیا مرہن کا ثابت نہیں کہ اس نے نئے دکاندار  
کو نہ بٹھایا محض باطل و بے اثر ہے،

اذا کلا مرہن کا اجارہ دینا ثابت نہ ہو رہن کا اجارہ دینا اور اس پر مرہن کی رضا  
تو ثابت ہے یہ کیا بطلان رہن کو بس نہیں۔

ثانیاً عقد اجارہ وقتاً فوقتاً نیا ہوتا ہے کہ منفعت بتدریج پیدا ہوتی ہے اسی تدریج  
سے اجارہ تجدید پاتا ہے۔ بدائع میں ہے،

الطارئ فی باب الاجارۃ مقارن  
لائت المعقود علیہ المنفعة  
وانہا تحدت شیئاً فشیئاً  
فکانت کل جزء یحدت  
اجارہ کے باب میں مقارنت طاری ہوتی ہے  
کیونکہ اس میں معقود علیہ منفعت ہوتی ہے  
اور وہ وقتاً فوقتاً بتدریج پیدا ہوتی رہتی ہے  
چنانچہ منفعت کی ہر جزو پیدا ہوتی ہے وہ

معقودا علیہ مستنداً علیہ

پرایہ میں ہے :

الاجارة تنعقد ساعة ف ساعة حسب  
حدوث المنفعة

تبيين الحقائق میں ہے :

رجوانا العقد ليس باعتبار أن

المعقد م وجعل موجودا

حكما وكيف يقال ذلك والموجود

من المنفعة لا يقبل العقد لانه

عرض لا يثبت ضمان فلا يتصور

فيه التسليم بحكم العقد و

القدرة على التسليم شرط

لجوانا العقد وما لا يتصور

فيه التسليم لا يكون محلا

للعقد بل باعتبار أن العین

التي هي سبب وجود المنفعة

اقيمت مقام المنفعة في حق

صحة الايجاب والقبول وفي

حق وجوب التسليم اذا العین

هي التي يمكن تسليمها

دون العرض فانه قد في حقها

في الحال فوجب عليه تسليمها

نئے سرے سے معقودا علیہ بنتی ہے (ت)

اجارہ وقتاً فوقتاً منفعت کے پیدا ہونے کے  
مطابق منعقد ہوتا ہے۔ (ت)

اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے نہیں کہ  
معدوم کو حکمی طور پر موجود بنا دیا گیا ہے اور  
یہ کیسے کہا جاسکتا ہے حالانکہ جو منفعت  
موجود ہو وہ عقد کو قبول نہیں کرتی اس لئے  
کہ وہ عرض ہے جو دو زمانوں میں باقی نہیں  
رہتی، لہذا اس میں عقد کے حکم سے سپردگی  
متصور نہیں جبکہ سپردگی پر قادر ہونا عقد  
کے لئے شرط جواز ہے، اور جس میں سپردگی  
متصور نہیں وہ عقد کا محل نہیں ہو سکتا بلکہ  
اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے ہے  
کہ عین بستی جو کہ وجود منفعت کا سبب ہے  
اس کو ایجاب و قبول کی صحت اور سپردگی کے  
وجوب کے حق میں منفعت کے قائم مقام  
کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس میں ہی کی  
سپردگی ممکن ہے نہ کہ عرض کی، لہذا اس  
عین کے حق میں فی الحال عقد منعقد ہو جائیگا  
اور آج پر اس کی سپردگی واجب ہوگی اور

لہ پائع الصنائع کتاب الاجارة واما شرائط الركن ايچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۴  
لہ الاسدایہ مطبع دیوسنی لاہور ۲۹۱/۳

وہا را العقد مضافا غیر منعقد  
للحال فی حق المنفعة لأن أقصى  
ما يتصور العقد على المنفعة  
أن يكون العقد مضافا إلى  
وقت حد وثيها فينعقد العقد في  
كل جزء من المنفعة على  
حسب وجودها شيئا فشيئا  
وهو معنى قولنا أن عقد الإجارة  
في حكم عقود متفرقة يتجدد  
العقودها على حسب حدوث  
المنافع وانما قامت العين مقام  
المنفعة لصحيتها للعقد في حق  
الانعقاد والتسليم ضرورة عدم  
تصورها في المنفعة ولا ضرورة  
في حق الملك في المبدل إذا ما ثبت  
للضرورة يثبت بقاءها فلا  
يظهر في حق ملك المبدل كما لا يظهر  
في حق ملك المنفعة فيكون العقد  
مضافا إلى وقت حد وثيها غير منعقد  
للحال في حقها آن وانما سقنا لما فيه من  
الفوائد ولا يكفي بنا بعضه  
كما لا يخفى۔

منفعت کے حق میں کہ عقد مضاف ہو گا فی الحال  
منعقد نہیں ہو گا کیونکہ منفعت پر عقد میں  
انہائی تصور یہ ہے کہ عقد منفعت کے پیدا  
ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہو۔ چنانچہ  
عقد منفعت کی ہر چیز میں اس کے تدریجاً  
موجود ہونے کے مطابق منعقد ہو گا۔ اور یہی  
معنی ہے ہمارے اس قول کا کہ "اجارہ کا  
عقد متفرق عقود کے حکم میں ہے جن کا انعقاد  
منافع کے پیدا ہونے کے مطابق مقبوض  
ہوتا رہتا ہے۔ انعقاد اور سپردگی کے حق  
میں ان دونوں کا تصور معدوم ہے اور بدل  
کے اندر ملک کے حق میں کوئی مجبوری نہیں  
اس لئے کہ جس شے کا ثبوت ضرورت کی  
وجہ سے ہو اس کا ثبوت بقدر ضرورت ہوتا  
ہے، چنانچہ وہ ملک بدل کے حق میں ظاہر  
نہیں ہو گا جیسا کہ ملک منفعت کے حق میں  
ظاہر نہیں ہوتا، وہ عقد منفعت کے پیدا  
ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہو گا اور ان  
دونوں کے حق میں فی الحال منعقد نہیں ہو گا۔  
بے شک ہم نے اس عبارت کو ان فوائد  
کی وجہ سے ذکر کیا ہے جو اس میں موجود ہے  
ورنہ ہمیں اس میں سے بعض عبارت کافی  
ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)



تو بعد میں جو ساعت آئی اس میں نیا عقد اجارہ ہوا یہ اگر مرہون کی طرف سے باذن راہن ہے تو بلاشبہ مرہون نے جدید اجارہ کیا اور اس کے لئے دکانداروں کو جدید ہونا کیا ضرور عقد نیا ہونا چاہئے وہ بے شک حاصل کیا اگر مرہون باذن راہن اسی مستاجر کو دے جسے پہلے راہن نے چکا تھا تو رہن باقی رہے گا دوسرے کو دے تو جاتا رہے گا اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل، مرہون کے عقد اجارہ باذن راہن کو تمام کتابوں نے بطل رہن رکھا ہے نہ کہ صرف بحال تبدیل مستاجر۔ رہن پر اجارہ نافذہ کا درود ہی اسے باطل کرتا ہے کہ دوام حق جس جو شرط رہن ہے ذائل ہوتا ہے تعین مستاجر کو اس میں کیا دخل۔ بدائع میں ہے،

الاجبار ما تبطل الرهن

اجارہ رہن کو باطل کر دیتا ہے (ت)

اسی میں ہے،

اخبر الله سبحانه وتعالى ان المرهون مقبوض فيقتضى كونه مقبوضا مادام مرهونا

اسی میں ہے،

الرهن في اللغة عبارة عن الحبس قال الله تعالى عز وجل فصل امرئ بما كسب رهين اي حبس فيقتضى ان يكون المرهون محبوسا مادام مرهونا ولو لم يثبت ملك الحبس على الدوام لم يكن محبوسا على الدوام فلم يكن مرهونا

اسی سے گزرا،

۱۴۶/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الرهن	۱
۱۴۲/۶	فصل ما لا يشترط الا	"	۲
۱۴۵/۶	واما حكم الرهن	"	۳

الاجسام اذا اجازت لا یبقی الیہن اجازہ جب جائز ہو جائے تو ضروری ہے کہ ضرورتاً

وہ رہن باقی نہ رہے۔ (ت)

(۳) بے شک زیادت فی الدین ناجائز ہے، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور اسی پر متون و شروح، اور یہی من حیث النیل اقویٰ، کما ینظر بس اجعة البدائع والتبیین وغیرہما (جیسا کہ بدائع اور تبیین وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔) اور بیشک فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے مگر بضرورت اس بارے میں ہمارا مبسوط رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام طبع ہو چکا ہے جو کما قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے یہ صرف مسائل متعلقہ وقف و قضا میں کہا جاتا ہے اور وہ بھی کوئی ضابطہ نہیں کہ بے تصحیح صریح اُس سے خلاف قول امام و خلاف متون و شروح تصحیح کر لیں مگر یہ بحث یہاں کوئی نتیجہ خیز نہیں، نہ اُس کی اصل حاجت، جبکہ ہم دلائل قاطعہ سے ثابت کر آئے کہ یہ رہن خود ہی باطل محض ہے، پھر بحث زیادت کی کیا گنجائش!

(۴) چار ہزار سو سہ سو تالیس روپے آٹھ آنے کو بکرے کو ایہ داروں سے وصول کئے وہ ضرور حق زید ہیں جو کما ان میں کوئی جبر نہیں کہ یہ اجازہ راہن باذن مرتہن ہے یا علی التزلی اجازہ مرتہن باذن راہن مگر ہم کتب معتدہ جامع امام حکم العلماء و فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ علیگیر سے ثابت کر آئے کہ دونوں صورتوں میں اجر ملک راہن ہے فقط فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں کو ایہ داروں سے کو ایہ وصول کرنے کا حق بھی راہن ہی کو ہے، اور دوسری صورت میں مرتہن کو کہ وہ ہی عاقد ہے وہی وصول کرے اور راہن کو دے دے خود اُس میں سے کچھ نہیں لے سکتا لہذا بکر پر لازم ہے کہ اپنا قرض پسند رہ سو بجا کر کے تین ہزار چار سو سہ سو تالیس روپے آٹھ آنے زید کو ادا کرے، دستاویز میں زید کا لکھنا کہ جو منافع مرتہن وصول کرے حق مرتہن ہے باطل و بے اثر ہے کہ تغیر حکم شرع ہے، اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ اگر حیسہ واقع میں عند الشرع وہ حق زید ہے مگر زید کا یہ لکھنا اپنی طرف سے بکر کو اُن منافع کا بہرہ ہے جب بھی باطل ہے کہ منافع بوقت تحریر معدوم تھے اور معدوم کا بہرہ باطل۔ بدائع میں ہے:

لا تجوز هبة ما ليس بموجود وقت  
العقد بان وهب ما يشتر منخله العام  
وما تبدل اغنامه السنة ونحو ذلك  
بخلاف الوصية والفرق ان الهبة  
تمليك للحال وتمليك المعلوم محال  
والوصية تمليك مضاف الى ما بعد  
الموت والاضافة لا تمنع جواز هب  
لا سبيل لتصحيحه بالاضافة الى ما بعد  
خرجات الحدود لان التمليك  
بالهبة متالا يحتمل الاضافة الى  
الوقت فبطل الله، والله تعالى اعلم۔

جو شئی عقد کے وقت موجود نہ ہو اس کا ہبہ  
جائز نہیں اس کی صورت یہ کہ کوئی شخص ان پھلوں  
کا ہبہ کرے جو اس سال اس کے درختوں پر  
ٹھیں گے یا اپنی بکریوں کے ان بچوں کا ہبہ کرے  
جو اس سال وہ جنیں گی۔ اور اسی کی مثل دوسری  
اشیاء بخلاف وصیت کے دونوں میں فرق یہ ہے  
کہ ہبہ کے لئے تمليك ہے اور معدوم کی تمليك  
محال ہے اور وصیت ایسی تمليك ہے جو  
موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے اور  
منسوب ہونا وصیت کے جواز کو منع نہیں کرتا  
زمانہ حدوث کے مابعد کی طرف نسبت کر کے  
ہبہ کو صحیح قرار دینے کا راستہ نہیں کہ ہبہ  
میں تمليك وقت کی طرف نسبت کا احتمال نہیں  
دیکھتی لہذا وہ باطل ہے اور والله تعالى اعلم۔

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ جناب مفتی عبدالقادر صاحب مفتی کچہری دیوانی ریاست  
۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

مرہونہ پر بعد عقد رہن مرہن کا قبضہ شرعی ہو گیا، اس کے بعد بطور عاریت یا اجارہ یا  
غصب مرہونہ راہن کے قبضہ میں پہنچ گیا تو ملائے محققین سے سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں  
میں عقد رہن باطل ہو جائے گا یا وہ علیٰ حالہ باقی رہے گا اور کیا مرہن کو رہن بنائے رہن مذکور  
استرداد مرہونہ کا استحقاق شرعاً حاصل ہے۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

فی الواقع صورت مذکورہ میں عقد رہن باطل نہ ہو گا اور مرہن کو استرداد مرہون کا حق رہے گا  
عاریت وغصب میں تو ظاہر کہ منافی رہن نہیں عقد اجارہ البتہ منافی رہن رہے و لہذا اگر

مرتہن باذن راہن یا راہن باذن مرتہن شخص ثالث کو یا راہن مرتہن کو اجارہ دے تو رہن باطل ہو جائے گا مگر یہاں کہ مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا خود اجارہ ہی باطل ہو گا کہ مالک کو اس کی ملک اجارہ دینا کیا معنی، اور جب اجارہ باطل ہو اس میں رہن نہ پایا گیا اور عقد بجا باقی رہا و المسائل مصوصہ بہا فی البدائع وغیرہا (اور ان مسائل کی بدائع وغیرہ میں تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ہر ذرہ محلہ کو کر بھوکا مکان مدار بخش گیر مرسلہ جان محمد صاحب ۲۸ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کھیت کہ زمین دار کی ملک ہو وہ ہے اس کی اجازت کے رہن نہیں ہو سکتا اور اگر اس کی اجازت سے ہو یا یہ رہن رکھنے والا خود اس زمین کا مالک ہے تو رہن صحیح ہو جائے گا مگر اس میں کھیتی کرنی ناجائز ہوگی۔ حدیث میں ہے،  
کل قرض جبر منفعة فهو ربا یلغ جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از قصبہ نگرام ضلع ننگر مرسلہ خضر محمد ۱۱ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں عملداری غیر مسلم کی ہو اور ہر طرح سے انھیں استیلا ہو اور مسلمان باشندے مغلوب ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم جائیداد کسی مسلمان کے یہاں رکھے اور بخوشی خاطر جائیداد کے منافع کو اس مسلمان کے لئے حلال کر دے تو بقول حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ منافع مسلمان کے لئے سود تو نہ ہوں گے، بیشوا تو جردا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں سود نہیں، ہاں یہ سود کی نیت سے لے تو اپنی نیت پر گنہ گار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر ربلی مدرہ منظر اسلام مسئلہ مولوی خیم بخش صاحب بنگالی  
۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زمین کو عمر کے پاس زمین رکھا مدت  
پانچ سال کی عمر اس زمین کو فراخ دے کہ تصرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟  
الجواب

کاشتکار بے اجازت زمیندار زمین کو زمین نہیں رکھ سکتا اور با اجازت زمیندار  
ہو تو وہ اجارے پر نہ رہے گی اجارہ رکھیں گے کہ فراخ دے اور کاشت کرے تو زمین نہ رہے گا  
نہ زید کو زمین سے تعلق رہے گا عمر کاشتکار مستقل ہو جائے گا زید پر قرض رہا وہ  
ادا کرے اور اس کے بعد زمین واپس لینے کا اسے اختیار نہ ہو گا یا اگر عمر خود چھوڑ دے  
چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

مسئلہ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز زمین  
رکھے اور وہ مرتہ میں اس چیز پر برابر سود لیتا رہے، اور فرض کر دے کہ اس نے دو سو روپیہ کا سود  
لیا اب وہ شخص جس کی وہ چیز ہے زمین چھٹانا چاہتا ہے تو وہ مرتہ یہ کہتا ہے کہ دو سو روپیہ میں سے  
میں تم کو پانچ روپیہ واپس دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم شریعت کی رو سے جو سود کہ تم نے دیا ہے  
معاف کرو لیکن مانگ چیز اس خوف سے کہ یہ پانچ روپیہ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں معاف کرنے پر  
راضی ہو جائے تو یہ معافی جاتا ہوگی یا نا جاتا؟ اگر نا جاتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ اور  
ایسی صورت میں مرتہ کو اپنے سود کا کتنا حصہ دینا چاہئے؟

الجواب

مرتہ پر فرض ہے کہ جتنا سود لیا ہے سب واپس دے اور یہ اولیٰ ہے یا  
فقراء مسکین پر تصدق کرے اس میں سے اپنے صرف میں ایک جہ لانا اسے حرام ہے اور اگر  
صرف کہ چکا ہے اس کا معاوضہ واپس یا فقیروں کو دینا فرض ہے ذرا ہن کے معاف کئے سے معاف  
نہ ہو گا کہ یہ اس کا آتا ہوا نہیں جو اس کے چھوڑے سے چھوٹ جائے،

الاتری انہ لا یجب علیہ الاخذ  
سأدۃ الیہ انما حکموا علیہ  
کیا تو نہیں دیکھتا کہ لینے والے پر واجب نہیں  
کہ وہ واپس کرے۔ مشائخ نے

بالاولیہ - اس کے ادا نہ ہونے کا فیصلہ دیا ہے (ت)

بلکہ وہ اللہ واحد قہار کے غضب کا خبیث مال ہے کسی حال میں مرتہن کے لئے حلال نہیں ہو سکتا اگر تو یہ بھی کہے گا تو مقبول نہیں جیت تک وہ سارا لیا ہوا راہن یا فخر اکونہ دے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

۸۹ مکملہ مسئلہ نیاز الدین احمد ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۲۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان صورتوں میں کہ:

- (۱) سستی مرہون میں تصرف جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) ہمارے اطراف میں ایک قطعہ زمین اسس طور پر لیتے ہیں کہ مثلاً صاحب زمین کو سو روپے اس عہد و پیمان و قول پر دیتے ہیں کہ صاحب زمین روپیہ ادا کرے تو زمین مرتہن کے قبضہ سے چھوٹ کر راہن کے قبضہ میں آجاتی ہے اس میں بات اتنی ہے کہ مرتہن زمین کا خراج ادا کرتے ہیں اور سپید ادا پر زمین کو خود لیتے ہیں اور جس وقت وہ دیئے ہوئے روپے لے گا وہ سو روپے پورا پورا لے گا۔

(۳) یہ صورت بعینہ دوسری ہے مگر ذرا بیش و کم یہ ہے کہ دلیل اسی طور پر دیکھتے ہیں کہ اگر راہن مدت معہودہ میں روپیہ ادا نہ کرے تو زمین فردخت ہو کر کے مرتہن کے قبضہ میں ہمیشہ کے لئے آجاتی ہے۔

### الجواب

مرتہن کو مرہون سے انتفاع حرام ہے۔ حدیث میں ہے: کل قرض جرم منفعۃ فہو سبأ۔ جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سبأ ہے (ت)  
زمین رہن رکھنے والا اگر خود مالک زمین ہے جیسے زمین دار معافیہ دار اگرچہ خراج کو قرض بطور مالگزار یا ابواب اس پر ہو جب تو یہ وہی صورت مرہون سے انتفاع کی ہے اور حرام ہے، اور اگر مرتہن رکھنے والا کاشتکار ہے اور خراج وہ لگان ہے کہ زمین دار کو دیا جاتا ہے تو اسے بے اجازت زمیندار نہ رہن رکھنے کا اختیار نہ اُسے رہن لینے کا۔ اب کہ رہن رکھ دی اور مرتہن نے زمیندار کو لگان دیا اور اُس نے قبول کیا یہ عقد اجارہ زمیندار و

مترہوں میں ہوا رہن باطل ہو گیا اور پہلا کاشتکار زمین سے بے تعلقی ہو گیا یہ مترہیں ہی کاشتکار ہو گیا زراعت اسے جائز ہے اور اس کار و پیہ پہلے کاشتکار پر فرض ہے جب وہ روپیہ دے اس پر زمین چھوڑنا لازم نہیں جب تک سال تمام پر زمین دار اس سے نہ چھڑائے اور دوسری صورت جس میں میعاد گزر جائے پر زمین کا فروخت ہو جانا ہے اگر مالک زمین نے زمین رکھی تو رہی ہے اور یہ شرط مردود اور اگر کاشتکار نے رہیں رکھی تو زمین فروخت ہو جائے گا بطلان اور بھی ظاہر اسے برائی زمین بیع کو دینے کا کیا اختیار؟ عرض یہ سب جاہلانہ طریقے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲

۱۶ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین علی و جہ الرہین خریدنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

علی و جہ الرہین خریدنا بعینہ رہن لینا ہے اس پر تمام احکام رہن کے ہوں گے، خریدار کو اس سے نفع اٹھانا حرام، زمین اگر چہ بعد میعاد ملے زمین واپس نہ دینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ از شہر محلہ روہیلی ٹولہ متصل مسجد جہان خاں مسئلہ طالب علم بنگال

۱۳ شوال ۱۳۳۸ھ

فرید نے بکر سے ایک بیگہ زمین مبلغ ایک صدر روپیہ دے کر لے لی اس شرط پر کہ جب تک روپیہ ادا نہیں کریں گے زمین ان کے قبضہ میں رہے گی اور نفع بھی اٹھائیں گے اور اصل روپے میں سے مبلغ علی ہر سالی میں کم ہوتا جائے یہ شرط جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت رہن و اجارہ جمع کرنے کی ہے اور وہ جمع نہیں ہو سکتے رہن یوں باطل ہوا کہ دو روپے سال اجرت منافع زمین رہن ٹھہرے، اجارہ یوں فاسد ہوا کہ مدت مجہول رہی کہ جب تک روپیہ ادا ہو، لہذا یہ شرط جائز نہیں گناہ ہے، اس کا فوراً فسخ کرنا و ذل پر واجب ہے زمین فوراً واپس کرے یا اس اجارہ فاسد کو فسخ کر کے از سر نو صحیح اجارہ متعین مدت کر لے جس میں یہ شرط نہ ہو کہ تا ادا کے قرض زمین پر قبضہ رہے گا، رہا اس کا قرض ہے اسے اختیار ہے کہ اب وصول کرے یا جب چاہے، قرض کے لئے

کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ ۹۴** اٹھارہ لکھ ساکن چندویں محلہ کا قذی مکان شیخ عبدالحی صاحب  
 ۱۰ محرم ۱۳۲۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ زید ایک مکان کا  
 مرتن ہے اگر وہ اس مکان کو راہن سے عاریتہ لے کر اس میں سکونت اختیار کرے یا اسکو  
 کرائے پر اٹھائے تو یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیے۔

### الجواب

بہ اجازت راہن عاریتہ رہے کہ جس وقت راہن منع کرے فوراً سکونت چھوڑ دے مفضل  
 کو کہ صرف قبضہ رہن رکھے جائز ہے اور کرایہ پر چلانا بہ اجازت راہن ہو تو حرام ہے اور با اجازت  
 ہو تو رہن جاتا رہا کرایہ کا مالک راہن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۹۵** از میران پور کٹرہ ضلع شاہ جہان پور مسئلہ محمد صدیقی بیگ صاحب  
 ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہندو سے زمین دخلی رکھ کر پانچ برس  
 کے واسطے اس میں زراعت خود کرے یا ان کو بونے پر کسی دوسرے کو دے دے کیا ہے؟  
 جینوا تو جروا۔

### الجواب

ہندو سے اس عقد کے کرنے میں کوئی حرج نہیں لہذا العقود الفاسدہ معہ من لیس  
 ذقیا ولا مستامنا (کیونکہ قاسد عقود ایسے کافروں کے ساتھ جائز ہیں جو ذقی اور مستامن  
 نہ ہوں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۹۶** از آلہ آباد مسئلہ سید سبحان الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۹ء

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین گاڑی  
 مبلغ ۲۰۰ روپیہ میں دخلی رہن رکھی راہن نے ہر قسم کی مالکانہ اجازت بخش دی راہن نے  
 اس کو کرایہ مبلغ ۷ روپیہ یا ہوا یہ دے دیا یہ کرایہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری یہ کہ زید نے ایک گھوڑا اپنا اس میں لے کر ڈالا اور کرایہ پر اس شخص کو جس سے  
 دخل رہن رکھی ہے مبلغ سو روپیہ یا ہوا یہ دے دی۔ جینوا تو جروا



## الجواب

- (۱) یہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے،  
 کلی قرض جرم منفعۃ فہو ربائیہ جو قرض نفع کو کھینچ لاسے وہ سود ہے (ت)  
 (۲) یہ بھی حرام ہے مالک کو اس کی شے کرایہ پر دینا اور بھی بے معنی ہے، ہاں اگر رہن سے  
 جائز آئے اور اس کی گاڑی اسے واپس دے اور اپنا گھوڑا اسات روپے میں کرایہ پر لے  
 تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از خلیع رنگپور ڈاک خانہ ممی پور موضع کلقتہ مدرسہ ملک بنگال  
 مسئلہ فضل علی صاحب

۳۹ رمضان ۱۲۳۹ھ

چرمی فرما یند علمائے شریعت متین و مفتیان دین  
 میں اندریں مسئلہ کہ شخصی چند بیکہ اراضی  
 خود نزد کسے رہن واسشتہ بیوضش یک حد  
 روپیہ قرض گرفت و مرتہن بایں شرط کہ  
 تا مدت ایفلے زر مقروض از زمین مرہونہ  
 با دوائے حسد راج زمینداران بکاشتکاری  
 خود خواہ داشت قرض داد پس ایں چنین  
 قرض داد وں جائز ست یا نہ؟ بیکنوا  
 توجہ روا۔

کیا ذماتے میں علمائے شرع متین و مفتیان  
 دین میں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے  
 اپنی چند بیکہ زمین کسی شخص کے پاس رہن  
 رکھی اور اس کے بدلے ایک سو روپیہ قرض  
 لیا مرتہن نے اس شرط پر قرض دیا کہ مقروض  
 سے قرض کی وصولی تک مرہون زمین کا خراج  
 زمینداروں کو دینے کے عوض اس زمین میں  
 کاشتکاری کرے گا تو کیا ایسا قرض دینا  
 جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)

## الجواب

قرض دادی رواست و آی شرط فاسد و  
 بیجا ست و آی رہن باطل و بے معنی  
 ست و در مختار ست کل ماکان  
 مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط  
 الفاسد کالبسیم و مالا فلا  
 قرض دینا جائز ہے اور وہ شرط فاسد و  
 بے جا ہے اور رہن باطل و بے معنی ہے  
 در مختار میں ہے، جس عقد میں مال کا مبادلہ  
 مال سے ہو وہ شرط فاسد کے ساتھ فاسد  
 ہو جاتا ہے جیسا کہ بیع اور جو عقد ایسا نہ ہو

کالقرضتے راہن مالک زمین نبود و نہ از مالک برائے رہن استعارہ نمود کا شکی کا برائے او گزاشت و خراج زمیندار ہم بسرش داشت چون زمیندار این معنی رضا داد و خراج ازین مقرض گرفت این عقد اجارہ میان زمین دار و مقرض شد و راہن برکراں ماند و ذلک ان الراہن والاحباسۃ عقدان متماثلان لایجتمعان واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہ فاسد نہیں ہوتا جیسا کہ قرض۔ راہن زمین کا مالک نہیں تھا اور نہ اس نے مالک سے رہن کے لئے زمین عاریت پر لی اس نے مرتہن کے لئے کاشتکاری چھوڑی اور زمیندار کا خراج بھی مرتہن کے سر پر رکھ دیا جب زمیندار نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی اور زمین کا خراج قرض دہندہ سے لے لیا تو یہ عقد اجارہ زمیندار اور قرض دہندہ کے درمیان ہوا اور راہن ایک طرف رہ گیا۔ اور یہ اس لئے کہ رہن اجارہ دو مقامی عقد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۹ از رنگون سکی فزولی سرپرست مکان ۲۱ کہ ۱۳ مسئلہ محمد ابراہیم خطیب  
۲۰ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی جائیداد عمرو کے پاس رہن رکھی عمرو نے زید کی موجودگی میں مدت رہن ختم ہونے سے پیشتر ہی کوٹ سے اجازت لے کر بے اطلاع اس کی جائیداد مراد کو بیع کر دیا اب زید اس بیع کو فسخ کر سکا یا نہیں؟ اور من مبیع ادا کر کے اپنی حب بداد واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینا قوجردا۔

### الجواب

زید بے شک اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے اور زید من ادا کرنا اس کے زیر نہیں و زید من کا مطالبہ مشتری اس مرتہن سے کر سکتا ہے کہ زید من ہے۔ رد المحتار میں ہے،  
توقف علی اجابۃ الراہن  
ہیم السرتہن فان اجابۃ  
حبانہ والا فلا ولہ امن  
مرتہن کی بیع راہن کی اجازت پر موقوف ہوگی  
اگر اس نے اجازت دی تو جائیداد ورنہ جائز نہیں ہوگی راہن کو اختیار ہے کہ وہ بیع کو

یہ بطلہ و یعیہ مہنتاے واللہ تعالیٰ باطل کر دے اور اسے دین کی طرف لوٹا دے  
اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

**مسئلہ** از اول خلع و ہتک مستور محمد جمال مہتمم مدرسہ دینی الاسلام ۴ شوال ۱۳۴۰  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع دین جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا  
ہے کہ جائز ہے اور اس کے لئے کتاب الرحمن در مختار مطبع غشی نو لکھنؤ ص ۵۵ کی عبارت  
پیش کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مومن غشی کا نفع باجائزت دین جائز ہے۔ کیا زید کی  
دلیل صحیح ہے؟ مگر قول ثانی در مختار کہ غشی کے لئے جائز نہیں یہ بھی سود ہے۔ زید کہتا ہے  
کہ اتفاقاً نہایت مشکل ہے اور یہ متقی کے لئے ہے مگر غمرو کا جواب ہے کہ ہر مسلمان متقی ہے  
تو کیا غمرو کا جواب صحیح ہے اور کیا ہر مسلمان متقی ہے؟ اور تقویٰ اور فتویٰ میں کچھ فرق ہے یا  
نہیں؟ بیٹو! تو جہدو۔

### الجواب

تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مرتب کو دین سے انتفاع جس طرح رائج ہے قلع  
مطلقاً اجماعاً حرام ہے اول تو وہ شرط سے ہوتا ہے دین نامہ میں لکھا جاتا ہے اور پھر اذن  
بھی حقیقتاً اذن نہیں ہے۔

**مسئلہ** مدرسہ منظر اسلام مدرسہ محمد احمد طالب علم بنگالی مورخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ہزار روپے  
لیا اور اپنا مکان بکر کے پاس داخل دین چھوڑا یعنی جب تک زید وہ روپیہ نہ دے سکے اتنے روز  
بکر کو اختیار خاص ہے چاہے وہ خود اس مکان میں رہے جسے یا دوسرے شخص کے پاس  
کرایہ پر دے کر روپیہ لے آیا اس صورت میں بکر کے لئے ملکیت ثابت ہے اور بکر کا مکان  
سے کرایہ وصول کرنا مطابق شرع شریف سود ہے یا نہیں؟

### الجواب

خود رہنا بھی حرام اور کرایہ لینا بھی سود۔ اگر کرایہ پر دیا تو ازانجا کہ اجازت زید سے تھا  
کرایہ کا مالک زید ہو اور اب مکان دین سے نکل گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عہدہ یہ فتویٰ ناتمام ہے۔ عبد الباقی نعمانی

لے رد المحتار کتاب الرحمن باب التصرف فی الرحمن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۲۴

# باب القسم

(قسم کا بیان)

مسئلہ از محلہ بہاری پور بریلی مرسلہ ریاض الدین احمد ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ  
کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھانا گناہ ہے یا نہیں ؟  
آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے  
تو قرآن شریف کو اٹھا لے۔ اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں سچائی میں ہوں لیکن میں قرآن شریف  
نہیں اٹھا سکتا کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے ، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا  
قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے مہربانی فرما کر مطلع  
فرمائیے کہ ان دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے ؟

الجواب

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر  
قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم بہت  
سخت کرنا ہے بلا ضرورت خاصہ نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

# کتاب الوصایا

## (وصیتوں کا بیان)

مسئلہ ۱۳۳ از ماہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سیدنا سید ابوالحسن احمد فوری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگوار دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العزیزہ سے ایک بزرگ نے اپنے ابا کریم کے سجادہ نشین اور جائیداد و قصیرہ درگاہ و خانقاہ وقف کردہ امراء اسلام کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور اپنے نبیرہ احمد بن محمد کے لئے وصیت فرمائی یہ دونوں بعد میرے متولی تمام جائیداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی و خانقاہی میں شریک مساوی رہیں اور میری جائیداد و مملوکہ سے احمد بن محمد نبیرہ میراث لٹ حصہ بوجوب وصیت شریعہ پائے اور اس وصیت کو ایک کاغذ پر تحریر فرمایا اور جناب ممدوح نے اپنی صاحبزادی کو اس قدر حصہ کہ بعد وفات انھیں پہنچا قصور کیا جاتا خواہ اس سے کم اپنی حیات میں اس شرط پر دے کہ قبض و حشر کر دیا کہ اب ان کے لئے میراث میں حق نہ ہو اور یہ تمنا رہے کہ برفضامندی ان کی واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کی طرف سے حکام کے یہاں تصدیق اس مضمون کی گزر گئی کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اب مجھے بعد انتقال حشر مورث کچھ دلوئی ترکہ میں نہ رہا جناب ممدوح نے یہ مضمون بھی اُسی وصیت نامہ میں ذکر فرمایا آیا اس صورت میں وہ وصیت کہ حضرت موصوف نے دربارہ تولیت فرمائی اور وصیت مملکت مال ملک نسبت احمد بن محمد شرعا جائز اور نافذ ہے یا نہیں اور یہ تمنا رہے کہ حضرت ممدوح اور صاحبزادی صاحبہ میں واقع ہوا شرعا معتبر ہے یا نہیں

اگر نامعتبر ہو تو وصیت نامہ مذکورہ میں اس کا ذکر آجائے گا۔ وصیت نامہ کو باطل کر دے گا یا صرف اسی قدر نامعتبر اور باقی وصایائے مذکورہ صحیح اور مقبول رہیں گے اسی طرح اُس کاخذ میں یہ بھی ذکر فرمایا تھا کہ بعد میں اگر اہل خانہ میری زندہ رہیں تو خبر گیری اُن کی جائے اور احمد بن محمد بعد وصیت بہ کوستے رہیں یہ امر اُن دونوں کے ذمہ ہے مگر بی بی صاحبہ عورت کے سامنے ہی گزر گئیں آیا یہ کلمات بھی کچھ منافی صحت وصایائے مذکورہ ہیں یا نہیں اور بی بی صاحبہ اگر بعد کو زندہ رہیں تو عام اس سے کہ یہ فقرہ اُن کی رضا سے تحریر ہے یا بے رضا بہر تقدیر وہ اس تحریر کی بنا پر ترکہ سے محروم رہیں یا نہیں اگر نہ رہیں تو دعویٰ اُن کا حامی ہوتا کہ بعد اقرار ثلث وصیت کل جائیداد متروکہ پر وہی قابض ہو آیا احمد موصیٰ لڑ پر بھی کہ ثلث حکم وصیت اس نے پایا یا بعد مصالح حضرت محمد روح کے حامی اور احمد دونوں نے اس وصیت نامہ کو معتبر اور مقبول رکھا اور باہم بطریق مصالحت یہ امر قرار پایا کہ جس طرح جائیداد متروکہ میں احمد بن محمد کے لئے ثلث ہے یونہی تولیت اوقات بھی اٹلا رہا ہے کہ دو ثلث میں حامی اور ایک میں احمد متولی اور متصرف ہوں آیا یہ تقدیر و فرض بطلان کی وصیت نامہ مذکورہ یہ مصالح کو باہم حامی اور احمد میں واقع ہوا معتبر ہے یا نہیں اور در صورت صحت وصیت نامہ اس صلح نامہ کا کیا حکم ہے اور اگر متولی دربارہ اوقات دو امر کی وصیت کرے کہ ایک اُن میں سے مطابق تعامل قدیم ہے اور دوسرا مخالفت تو اس مخالفت کے بطلان سے کل وصیت باطل قرار پائے گی یا صرف یہی امر مخالفت اور اگر متولی وقت کسی شخص کے نام تولیت کرے تو یہ وصیت اس کی مطلقاً معتبر رہے گی یا متولیان سابق کا تعامل یہاں بھی دیکھا جائے گا اور اگر اُن میں آج تک وصیت تولیت کا رواج نہ تھا تو متولی حال کی وصیت بسبب مخالفت تعامل باطل ہو جائے گی۔ بیتوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

در بارہ تولیت اوقات مذکورہ حامی اور احمد کے نام بزرگ مدد روح کی وصیت کہ دونوں شریک مساوی ہوں صحیح و نافذ ہے اور تولیت محل جریان ارث نہیں جس میں حق وارث کا لحاظ ہو کہ ثلث سے دائرہ میں وصیت بے اذن و رضاء نافذ نہ پائے۔

فی الوجیز امت مات التقسیم و  
قد اوصی الی احد فوصی النقیم بمنزلة  
النقیم و فی وقف العلمیة عن المحادی  
و حیز میں ہے اگر متولی مر جائے اور وہ کسی کے لئے  
وصیت کرے تو اس متولی کا وصی متولی کے حکم میں  
ہوتا ہے۔ عالمگیریہ کے باب الوقف میں حادی

ان مات احدا الوصیین وادھب الی  
جماعة لم یقف دو احد بالتصرف  
ویجعل نصف الغلة فی ید الجماعة  
الذین قاموا مقام الوصی  
الھائلک یلہ

سے منتقل ہے اگر دو وصیوں میں سے ایک مر گیا  
اور وہ ایک جماعت کے ہارسے میں وصیت کر گیا  
تو اکیلے تصرف میں مستقل نہ ہوگا، اور وقت غلہ  
میں سے نصف اس جماعت کے ہاتھ میں دیا جائیگا  
جو مرنے والے کے قائم مقام ہوئی۔ (ت)

پس دونوں صاحب شرعاً متولی اوقات مذکورہ ہونے اور ایسے ہونے کو ایک بے دوسرے کے  
تصرفات قرامت میں مستقل نہیں ہو سکتا۔

فقد صرحوا فی الوقت والوصایا ان القوامۃ  
والوصایۃ اذا كانت الی اثین لم یجز  
ان ینصف واحدھا عن الآخر۔

تحقیق مشائخ نے وقت دو وصایا کے ہارسے میں تصریح  
کی کہ قرابت اور وصیت جب دو شخصوں کے لئے ہو  
تو ان میں سے کسی ایک کا دوسرے سے منفرد ہونا  
جائز نہیں۔ (ت)

اور احمد بن محمد کے نام جائداد ملک میں ثلث کی وصیت تو یہی نصت والنفاذ ہے۔

فلقد قال النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ان اللہ تعالیٰ تصدق علیکم  
ثلث اموالکم ف اخر اعمارکم او کما قال  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری عمروں کے آخر  
میں تمہارے تہائی مال کے ساتھ تم پر صدقہ فرمایا  
یا جیسا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

نہ اسلمہ بن محمد باوجود عارض وارث نہ وصیت قدر ثلث سے متجاوز نہ کر کل یا مقدار زائد میں جائز  
در شمار کی احتیاج ہوتی۔

فی تنویر الابصار ویجوز بالثلث للاجنبی  
وان لم یجز الوارث ذلک الخ۔

تنویر ابصار میں ہے کہ اجنبی کے لئے ایک تہائی کی  
وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کو جائز نہ رکھیں (البتہ)

سہ الفتاویٰ النبیۃ کتاب الوقت باب النی مس نورانی کتب خانہ پشاور ۴۱۰/۲  
سہ مجمع الزوائد باب الوصیۃ بالثلث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۱۲/۴  
سہ الدر المنار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتہبی دہلی ۳۱۴/۴

رہا مسئلہ تجارت بحالت مودت کہ بزرگی موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہو گئیں کہ میں نے اپنا حصہ پا لیا اور بعد انتقال مودت کے ترکہ میں میراثی نہیں، اس شباء میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابو العباس ناظمی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اس شباء پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیر ابو جعفر محمد بن یحییٰ نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیر محدث ابو عمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا۔

کما قال العلامة بن مین قال الشيخ  
عبد القادر في الطبقات في باب الرخصة  
في احمد، قال العباس جرجاني في الخزانة،  
قال ابو العباس الناطقي، رأيت بخط  
بعض مشايخنا رحمهم الله في رجل  
جعل لاهل بنيه دارا بنصيبه على  
ان لا يكون له بعد موت الاب ميراث  
جان واقف به الفقيه ابو جعفر محمد  
بن اليماني احمد اصحاب محمد  
بن شجاع البلخي وحكي ذلك اصحاب  
احمد بن ابی الحارث و ابو عمرو الطبري  
انتهى في قال الفقير المجيب حفظه الله تعالى  
له مستند ذلك الى خط بعض المشايخ  
وهذا وان لم يرد عليه انت الخط  
لا يعمل به الا في بعض صور مستثناة كما في عامة  
الكتب وذلك لان خط المفتي من الصور  
المستثناة فقد قال العلامة الحموي في شرح احكام

جیسا کہ علامہ زین نے کہا شیخ عبدالقادر نے طبقات  
کے باب المیزہ میں احمد کے ذکر میں کہا، جرجانی  
نے خزانہ میں کہا، ابو العباس ناظمی نے کہا کہ  
میں نے بعض مشایخ رحمۃ اللہ علیہم کے خط سے  
اس شخص کے بارے میں دیکھا جس نے اپنا کوئی  
مکان اپنے ایک بیٹے کو حصہ کے طور پر دے دیا  
اس شرط پر کہ وہ باپ کی موت کے بعد وارث نہیں  
بنے گا تو یہ جائز ہے، اسی کے ساتھ فتویٰ دیا  
فقیر ابو جعفر محمد بن یحییٰ نے جو محمد بن شجاع بلخی کے  
اصحاب میں سے ہیں۔ اور اسی کی حکایت کی احمد  
بن ابو الحارث اور ابو عمرو طبری کے اصحاب  
نے، انتہی۔ فقیر مجیب حفظہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے  
کہ اس کو بعض مشایخ کے خط کی طرف غصب  
کرنے پر اگر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ خط  
بعض استثنائی صورتوں کے سوا قابل عمل نہیں ہوتا  
جیسا کہ عام کتابوں میں ہے کیونکہ مفتی کا خط انہی  
استثنائی صورتوں میں سے ہے۔ تحقیق علامہ حموی



الكتابة من غير العيون والبصائر يجوز الاعتماد  
على خط المفق اخذ امن قولهم  
يجوز الاعتماد على اشارته فالكتابة  
اولى انتهى ، لكن فيه جهالة  
الا ان يقال ان المشائخ كلهم ممن  
يستند بقوله فلا تفرجهما لته كما  
يقال في كثير من المسائل  
قال بعضهم يجوز وبعضهم لا وان  
سلم فمعتمدنا فقير تلك  
الفعول التحارير اما قول  
العلامة المجموع في شرح  
ما نحن فيه بقوله على ان لا يكون  
لنه بعد موت الاب ميراث حيان  
اعب صم اقول يتأمل في وجبه  
صحة ذلك فانه خفي انتهى فاقول  
هذا كما ترعب صريح في القبول اذا  
ذعن رحمه الله امن له  
وجهها صحيحا ولكنه خفي  
حيث بالتامل ولولا ذلك لقال  
هذا اما لوجه له فلا يعول  
عليه وهذا مما  
لا يخفى على العارفين بالاساليب

لے شرح احکام الکتابہ میں بحوالہ غزالیون والبصائر  
کہا مفتی کے خط پر اعتماد جائز ہے مشائخ کے اس قول  
کا اعتبار کرتے ہوئے کہ مفتی کے اشارہ پر اعتماد جائز  
ہے کیونکہ کتابت اشارہ سے اولی ہوتی ہے انتہی،  
لیکن اس میں جہالت ہے گریہ کیوں کہا جائے  
کہ تمام مشائخ وہ ہیں جن کے قول سے استناد  
کیا جاتا ہے تو اسبہ جہالت مفرد ہوگی جیسا کہ بہت  
سے مسائل میں کہا جاتا ہے ان میں سے بعض نے  
کہا کہ جائز ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں جائز ہے  
اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہمارا معتمد ان  
جید فہم علماء کی تقریر ہے۔ رہا ہمارے زیر بحث  
مسئلہ کی شرح میں علامہ محوی کا فرمان کہ مرید لے  
کا یہ کہنا کہ یہ اس شرط پر ہے کہ باپ کی موت کے  
بعد اس بیٹے کے لئے کوئی میراث نہ ہوگی یہ جائز  
اور صحیح ہے، تو میں کہتا ہوں اس کی وجہ صحت  
میں تامل کرنا چاہئے کیونکہ یہ خفی ہے انتہی میں  
کہتا ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے یہ قبول میں صریح  
ہے کیونکہ علامہ محوی رحمۃ اللہ علیہ نے اذعان فرمایا  
کہ اس کے لئے وجہ صحیح ہے لیکن وہ خفی ہے  
جو تامل کے لائق ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علامہ  
یوں فرماتے کہ اس کے لئے کوئی وجہ نہیں لہذا اس پر  
اعتماد نہ کیا جائے اور یہ بات کلام کے اسلوبوں کو

جلنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس اس روایت اور ائمہ کی تقریر و افتاء و حکایت کی بنا پر یہ تہارج بھی صحیح اور جائز واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کو بعد انتقال مورث کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر یہ روایت بوجہ قلت شہرت یا عدم ظہور پائے اعتبار سے ساقط مافی جلتے قوض و رد یہ تہارج باطل قرار پائے گا مگر اس کے کاغذ وصیت میں مذکور ہونے سے وصایائے مذکور کو باطل ہونے لگیں ہذا باطل صریح (یہ واضح طور پر باطل ہے۔ ت) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک ششی کی وارث اور اجنبی کے لئے بالناصفہ وصیت کی وہ وصیت وارث کے حق میں باطل اور اجنبی کے نصف میں صحیح اور نافذ رہے گی۔

فقہی تنویر الابصار ولا جنبی و وارثہ او قاتلہ لہ نصف الوصیۃ و بطل وصیتہ للوارث والقاتل انتہی و مشلہ فی عامۃ الکتب۔

تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی اور وارث یا اجنبی اور قاتل کے لئے وصیت کی قرابہ کی وصیت کا نصف ملے گا جبکہ وارث اور قاتل کے پاس اس کی وصیت باطل ہوگی انتہی، اور اسی کی مثل عام کتابوں میں ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! جب عقد واحد و لفظ واحد میں ششی واحد کے دو شخصوں کے نام وصیت کی اور ایک کے لئے شرع نے اجازت نہ دی صرف اسی کے حق میں باطل ہوئی اور اس بطلان نے نصف باقی تک سرایت نہ کی تو جہاں عقد متعدد و لفظ متعدد معقول علیہ متعدد اور ایک عقد اُن میں سے باطل ہو اُن دونوں کے ایک کاغذ میں ذکر کر دینے سے کیونکہ اس کا بطلان اُس تک ساری کاغذ ہو جائے گا ایسی بے اصل وجہ سے وصایائے مذکور کا ابطال کوئی حائل تجویز نہیں کر سکتا اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا سوال اخیر کا جواب کہ اوقات مجھو شریعہ میں جب بوجہ جہالت شرط واقف معمول قدیم پر مستقر اعتبار رہے تو جو وصیت اس کے مطابق ہوگی جائز اور جو مخالفت ہوگی باطل اور باطل کا بطلان جائز تک سرایت نہ کرے گا کما واضحا مع دانہ کان واضحا (جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت کر دی باوجودیکہ یہ واضح تھا۔ ت) اور انہیں وجہ سے وہ فقرہ کہ وصیت نامہ میں جناب بی بی صاحبہ کی نسبت تحریر ہوا وصیت وصایائے سابقہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کی تحریر بی بی صاحبہ کو بر تقدیر حیات بعد مورث ترک سے واجب نہ تھی گو یہ تحریر اُن کی رضا سے واقع ہوئی،

قلت الامرث بسبب ضروری للملك حق ان  
الوارث يرث ويملك سهمه ولو قبل  
العت مرة انى تركت حقى والمصلحة فى  
الاشباه وغيرها۔

اس لئے کہ وارث ہونا ملک کے لئے سبب ضروری  
ہے یہاں تک کہ وارث اپنے حق کے وارث و  
مالک بن جاتا ہے اگرچہ ہزار بار کہے کہ میں نے اپنا  
حق چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ استیفاء وغیرہ میں  
مذکور ہے۔ (ت)

ہاں اگر وہ زندہ رہیں تو ان کا دعویٰ عامہ پر تھا جس نے بعد اخراج وصیت کل متروکہ پر قبضہ کیا کہ  
حق ورثہ صرف انہیں دو ٹلٹ میں تھا ٹلٹ وصیت ان کے حق سے جدا ہے تو احمد بن محمد جس نے حکم وصیت  
ٹلٹ پایا بر تقدیر حیات بی بی صاحبہ اور بر تقدیر بطلان تہذیب صاحبہ دو ذوں کے دعویٰ سے  
بایں معنی بری ہے کہ ان کے ظہر حصص سے اس کے ٹلٹ میں کی نہیں آسکتی بلکہ حکم وصیت کل جائداد  
سے ٹلٹ کامل اُسے دینگے اور دو ٹلٹ باقی ماندہ ورثہ بکھس شریعہ تقسیم کر دیں گے۔

وذلك لان الوصية مقدمة على الامرث  
ومعلوم انه لا يزاحم شئ شيئا الا  
اذا كانا فى مرتبة واحدة ولو سلمت  
مزا حصة المتأخر للمقدم لم يسبق  
المتقدم مقدم ما والمتأخر متأخر ا هـ  
خلعت فثبت ان الموصى له ملك الثلث  
من دون المزا حصة الا ترى ان  
الوصية لا تزاحم الديون لتقدم الديون  
عليها فكذلك الميراث لا يزاحم الوصية  
بعين ذلك الوجه وهذا ظاهر جدا۔

اور یہ اس لئے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے اور  
یہ بات معلوم ہے کہ کوئی شئی دوسری شئی کی مزاحمت  
نہیں کر سکتی جب تک وہ دو ذوں ایک ہی مرتبہ  
میں نہ ہوں۔ اگر متأخر کی مقدم کے لئے مزاحمت  
تسلیم کر لی جائے تو مقدم مقدم نہ رہے گا اور متأخر  
متأخر نہ رہے گا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔ لہذا  
ثابت ہو گیا کہ جس کے حق میں وصیت کی گئی وہ  
بغیر کسی مزاحم کے تہائی مال کا مالک ہو گیا۔ کیا تم  
نہیں دیکھتے کہ وصیت قرضوں کی مزاحمت نہیں کرتی  
کیونکہ قرضے اس پر مقدم ہیں۔ یوں ہی بعینہ اسی

وجہ سے میراث وصیت کی مزاحمت نہیں کرتی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ (ت)

اب باقی رہا مسئلہ صلنامہ پر حکام جب وصیت بزرگ ہو صورت دربارہ تولیت بھی صحیح مسترار پائی  
اور حامد اور احمد دونوں نصف نصف جائداد کے قسیم ٹھہرے تو نظر فقہی اسے مقتضی ہے اگر احمد کے لئے  
تقویض عام اور نقل تولیت کا مطلق اختیار شرط واقع خواہ تعامل قدیم سے ثابت نہ ہو تو یہ صلنامہ  
وجہ صحت نہیں رکھتا اور احمد اگرچہ لاکھ بار ٹلٹ خواہ ربيع خواہ سدس پر مصالحہ کرے شریعتاً ہرگز قبولی

نہ فرمائے گی، اور اسے نصعت کامل کا متولی رکھے گی کہ احمد کی طرف سے یہ صلح اور نصعت چھوڑ کر ٹکٹ پر راضی ہونا  
 درحقیقت قولیت سدس سے اپنے نفس کو عزل کرنا ہے اور متولی کو بے علم و اطلاع قاضی عزل نفس کا اختیار  
 نہیں اور اگر ہزار بار عزل کرے گا معزول نہ ہو سکے گا و این القاضی و این العلم (اور کہاں ہے قاضی  
 اور کہاں ہے علم۔ ت) بحر الرائق میں ہے :

اذا عزل نفسه عند القاضی فانه ینصب جب متولی قاضی کے پاس خود کو معزول کرنے تو  
 غیرہ ولا ینعزل بعزل نفسه مالم یرسل غیرہ قاضی اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دے گا۔ اور  
 القاضی وبشکله فی اسفار آخر۔ جب تک متولی قاضی تک اطلاع نہ پہنچائے وہ  
 خود کو معزول کر لینے سے معزول نہیں ہوگا، اور اسی کی مثل دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)

اگر بغرض باطل و تعذیر غلط وصیت نامہ کو عمل و کان لم یکن ٹھہرایا جائے تاہم یہ اجازت شرع  
 حادہ اور احمد بن محمد سے جو متولی قرار پائے گا اسے ترک قولیت بعض برصالحہ صرف بشرط انکہ مذکورہ حبانہ  
 ٹھہرے گا و الا لا یأجلہ وصیت نامہ صحیح ہو گا حوالہ حق یا باطل کا فرض بہر طور وصیت صلیحہ و ترک قولیت  
 بعض اسی تفویض عام اور اختیار عام کے ثبوت پر متوقف،

لما تقر من ان النظار اذا لم یکنوا بسبب اس کے ثبوت ہو چکا ہے کہ متولی جب  
 مرضی بمرض الموت میں مبتلا نہ ہوں وہ وکیلوں کی طرح حکم مرض الموت میں جتلا نہ ہوں وہ وکیلوں کی طرح  
 لیس لہم ان یعزلوا انفسہم الا بخیرۃ ہیں انھیں یہ اختیار نہیں کہ وہ خود کو معزول کر لیں  
 من الواقع او القاضی او ثبوت جب تک واقع یا قاضی کی طرف سے انھیں ایسا  
 التفویض العام الیہم کما صرح بہ کرنے کا اختیار نہ ہو یا جب تک انھیں تولیت  
 فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما کی تفویض عام نہ ہو۔ جیسا کہ رد المحتار اور رد المحتار  
 من الاسفار و هذا حکله واضح عند وغیرہ ضخیم کتب میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔  
 من له اجالة نظرف حکلمات اور یہ تمام ہر اس شخص پر روشن و واضح ہے جس کی  
 القوم۔ نظر قوم کے کلام کے نتائج پر ہے۔ (ت)

اور متولی وقت کو وصیت تولیت کا مطلق اختیار ہے تو لہذا ظاہر پیش میں ایسی وصیت کا رد واجب ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ  
یکے بعد دیگر سے ہزار متولی گزرے اور ان میں کسی نے تولیت کی وصیت نہ کی تاہم متولی حال کو اختیار وصیت  
حاصل ہے۔ فتح القدیر و برازیہ و والوالحیہ و مجتبے و مراجعہ و خانہ و آثار خانہ و ذخیرہ برہانیہ و استنباہ  
النظار و شروع توی ویری و در مختار و حواشی طحاوی و شامی و عقود دیریہ و فتاویٰ خیرہ و ہندسہ  
و غیر ذلک عامہ کتب میں اس مسئلہ کی تصریح اور اس سے بحث کرتے ہیں کوئی تحقیق تعامل کی قید نہیں لگاتا۔  
و الفتاویٰ الخیرۃ اقصیٰ بیاناً و اوضح تبیاناً  
لذلك اُحیث قال بعد نقل المسئلة  
عن التتارخانیة والبرزازیة وعسوة  
الی کثیر من الکتب حتی قال فی الخانیة  
والظہیریة وغیرہما والعبارة للخانیة  
ولوان الواقف جعل رجلاً متولیا و  
شروط انه انت مات هذا العتوی  
لیس له ان یوصی الی غیرہ حیث ان هذا  
الشرط انتہی، والفقہ ینفہم من  
هذه العبارة الابلیغیة فی اثبات  
الولاية لوصی الناظر السمن کسور اذا  
التصمیم علی جواز الشرط لدفع  
توہم یطرا علیہ بعدم الجواز کما  
یدریہ من اکثر من معاشرۃ نقاش ابکار  
عباس اتہم اذ مثل ذلک یقال فی مثل  
هذه المسائل التي کثر نقلها ودرسها  
بینہم حتی کانہا مقررة فی علم کل فقیہ  
فیستغنی عن ذکر ہا بذکر  
ما یتفرع علیہا ویتشعب منہا و  
هذه المسئلة كذلك

فتاویٰ خیرہ اس مسئلہ میں زیادہ فصیح بیان اور  
واضح تفصیل والا ہے، جہاں اس سے آثار خانہ  
اور برازیہ سے مسئلہ نقل کرنے کے بعد کہا اور  
اس کو علما نے بہت سی کتابوں کی طرف منسوب  
کیا ہے یہاں تک کہ خانہ اور ظہیریہ وغیرہ میں جبکہ  
جہارت خانہ کی ہے کہ اگر واقف نے کسی شخص کو  
متولی بناتے ہوئے شرط لگائی کہ یہ متولی مرتے وقت  
غیر کے لئے ولایت کی وصیت نہیں کر سکتا تو یہ  
شرط جائز ہے، انتہی۔ اور فقیہ اس جہارت سے  
متولی مذکور کے وصی کے لئے اثبات ولایت میں  
مبالغہ کرتا ہے اس لئے کہ جواز شرط پر نص کرنا  
اس وجہ کے ازالہ کے لئے ہے جو اسکے عدم جواز  
پر طاری ہوتا ہے جیسا کہ عمدہ و نفیس عبارات علما  
سے زیادہ عمارت رکھنے والا شخص اس کو جانتا ہے  
اور یونہی کہا جاتا ہے اس قسم کے مسائل میں جو علما  
کے درمیان بکثرت منقول اور دائر ہیں، یہاں تک  
کہ ہر فقیہ کے علم میں وہ اس طرح پختہ ہو گئے ہیں  
ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی جبکہ ان  
اصول کو ذکر کر دیا جائے جن سے یہ مسائل متفرع  
و مستنبط ہوتے ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے

فان كتب المذهب طائفة بهذا المعنى. کیونکہ ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں الخ۔ (دست)  
تقریر علماء سے واضح کہ اگر شرط واقف اس کے ذکر سے عاری ہوں تاہم یہ اختیار قیم کو حاصل پھر  
عدم تعامل کیا مضر ہو سکتا ہے۔

لان التعامل لا يعتمد عليه الا لكونه مطلقا  
مشرط الواقف كما صرح به في الذخيرة  
والخيرية وسرد المحتار وغيرهما من  
الاسفار۔

بلکہ کئی علماء موضع کر یہ اختیار دلائل مشروط ہے گو صراحت مذکور نہ ہو پھر تعامل و عدم تعامل کی کیا حاجت ہے  
قال العلامة السيد الطحطاوي في  
حاشية على السدر المختار وجه الاستحسان  
ان الاول لما وصى اليه فقد علم ان  
الوصى لا يعيد ابداء لم يجب ان تكون  
امورة ضائعة فصار كانه اذن له  
بان يوصى الى خيرة بطريق الدلالة  
وان لم ياذن له بالافصاح ولو كان  
اذن له بالافصاح جاز له ان  
يوصى الى غيره فكذلك اذا اذن له  
بالدلالة لم قلت ومعلوم ان المتولى  
كالوصى كما في جامع الفصولين  
والاشباه وكذا بالعكس كما في  
العقود الدرية والوقف والوصية  
اخوان يستقيان من مورد واحد  
وينزع مسائل احدهما

اس لئے کہ تعامل پر اعتماد نہیں کیا جاتا مگر اس لئے  
کہ وہاں شرط واقف پائے جانے کا گمان ہوتا ہے  
جیسا کہ ذخیرہ، تحریر اور رد المحتار وغیرہ کتابوں میں  
اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (دست)

علامہ سیّد الطحاوی نے در مختار کے حاشیہ میں فرمایا  
استحسان کی وجہ یہ ہے کہ جب پطوطی نے دوسرے  
کو وصیت کی تو اسے یقین ہو گیا کہ وصی ہمیشہ زندہ نہیں  
رہے گا اور اس نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ  
وقف کے معاملات ضائع ہو جائیں تو گریبا اس کی طرف  
سے بطور دلالت غیر کو وصی بنانے کی اجازت ہو گئی  
اگرچہ اس نے صراحت اس کی اجازت نہیں دی۔  
اگر وہ صراحت اجازت دیتا تو اس کے لئے غیر کو وصی  
بنانا جائز ہوتا، پس یہی حکم بطور دلالت اجازت کی  
صورت میں بھی ہو گا الخ میں کہتا ہوں یہ بات معلوم  
ہے کہ متولی وصی کی مثل ہے جیسا کہ جامع الفصولین  
اور اشباہ میں ہے۔ اسی طرح اس کا عکس ہے  
جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔ اور اسی طرح وقف  
اور وصیت ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ایک ہی  
محلّات سے سیراب ہوتے ہیں اور ایک کے مسائل

من الآخر كما في عدة مواضع من الخيرية  
والعقود الدرية في تنقيح الفتاوى  
الحسامية۔  
دوسرے سے اخذ کئے جاتے ہیں جیسا کہ تحریر اور  
عقود الدرية فی تنقیح الفتاوی الحسامیہ کے متعدد  
مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

اور نظر دقتی حاکم کہ اس نفس وصیت کو مخالفت تعامل کجنامہ ہی محض باطل کہ منافات فعل اور کف  
میں ہے نہ فعل و ترک بمعنی عدم وقوع فعل میں، کما هو المقرر فی اصولنا مع مشراہل السنة و  
الجماعة (جیسا کہ ہمارے معنی اہل سنت و جماعت کے اصول میں مقرر ہے۔ ت) یہاں تک کہ ہمارے ائمہ  
کالعلامة المحقق علی الاطلاق کمال الملک والذین معہد بن الہمام والفاضل الشیخ خرمین  
بن نجیم المصری وغیرہما (جیسا کہ علامہ محقق علی الاطلاق کمال الملک والذین محمد بن ہام اور عظیم فاضل  
شیخ زین بن کیم مصری اور ابن دونوں کے علاوہ دیگر علماء۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ ترک بمعنی مذکور  
نہی قدرت جبر و اخل نہیں۔

وهذا نص الاشياء في البحث الاول في حد  
النية من القاعدة الثانية بعد ذكر  
معناها لغويًا وفي الشرع كما في  
التلويح قصد الطاعة والتقرب الى  
الله تعالى في ايجاد الفعل انتهى ولا يرد  
عليه النية في التروك لانه كما قد مر لا يتقرب  
بها الا اذا صار التروك كفا وهو فعل وهو  
المكلف به في النهي لا التروك بمعنى العدم  
لانه ليس داخلًا تحت القدرة للعبد  
كما في التحريم انتهى۔

اور نہی میں بندہ کو اسی کے ساتھ مکلف بنایا جاتا ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم اس لئے کہ وہ بندہ کے  
قدرت میں داخل نہیں جیسا کہ تحریر میں ہے انتہی۔ (ت)

اور جب ایسا ہو تو اس میں اتباع غیر مقدور اور جہاں اتباع ناممکن مخالفت کا کیا محل۔

قلت وبهذا الم يحرم علينا فعل كل عالم يفعل  
النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا الاصل  
ولا التبعوت اذ ليس كل ترك كفا و  
انما التامس في الكف فالعيار هو الغرض  
على قواعد الشرع فما حتنه فهو حسن  
وما قبحه فهو قبيح هكذا يستنبخ  
التحقيق والله ولي التوفيق.

میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ ہم پر ہر وہ فعل  
حرام نہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے  
صحابہ اور تابعین نے نہ کیا جو کیونکہ ہر ترک کف نہیں  
اور بیشک ائمہ اور کف یعنی منع کرنے میں ہے۔  
چنانچہ معیار قواعد شرع پر انحصار ہے جس چیز کو شرع  
نے حسن قرار دیا وہ حسن اور جس کو قبیح قرار دیا  
وہ قبیح ہے۔ ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق  
کاملاً ہے (ت)

ہاں اگر شرط واقع میں تصریح منع ہے کہ متولین کو اختیار وصیت نہیں تو بیشک اب وصیت دوانہ سے  
اس نے کہ تصریح دلالت سے برتر ہے جیسا کہ غائبہ  
تفسیر وغیرہ سے گزر چکا۔ میں کہتا ہوں مراد اس سے  
یہ ہے کہ جب وقف شرعی طور پر صحیح ہو اس کی شرطوں  
کی نہایت کرنے کے اعتبار سے، اللہ پاک اور بلند و  
برتر خوب جانتا ہے اس کا علم اتم اور اس کا حکم  
مستقیم ہے۔ اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے ہمارے  
مردار اور آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ  
کے آل اور اصحاب پر اور برکت و سلام نازل فرمائے (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج ایک سال کے بعد مرض الموت رہتا ہے یا نہیں  
اور بعض کتب میں جو عدم خوف موت کی قید ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ بیتوا توجروا۔

### الجواب

مجموع ائمہ کے نزدیک فالج و وق و سبل وغیرہ امراض مزمعہ جب ایک سال تک تھکے نہ کریں مرض الموت  
نہیں رہتے اور ایسے مریض کے تمام تصرفات شرعاً مثل صحیح کے ہیں مختصر امام مجتہد علامہ ابو جعفر طحاوی اور قاضی  
امام قاضی خاں اور فتویٰ امام ابو العباس شمس اور امام عبد اللہ جرجانی اور امام شمس اللہ حلوانی اور



فتاویٰ التمریاتی اور جامع الفتاویٰ اور فصول عمادیہ اور درر علامہ خسرو اور مفتاح اور غرر العیون علامہ حموی اور مجتبے زامی اور فتاویٰ خیرہ اور در مختار اور حاشیہ علامہ علی اور رد المحتار علامہ شامی اور فتاویٰ عابدیہ اور عقود العبدیہ اور فتاویٰ ہندسیہ وغیرہ متون و شروح و فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تصریح ہے یہاں تک کہ علامہ محمد بن عابدین افندی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متون و شروح کے اطلاق و عموم پر نظر فرما کر حاشیہ در مختار میں تصریح کر دی کہ اگر فالج وغیرہ امراض مذکورہ ایک سال کے بعد صاحب فرائض بھی کر دیں اور بعض چلنے پھرنے سے معذور مطلق ہو جائے جب بھی اسے مرض موت نہ کہا جائے گا کیونکہ ایک سال تک تطاول ہو گیا ہے

حيث قال قال في المعراج و سئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا في ذلك على ان يقتدر ان يذهب في حوائج نفسه فخرج الداس اقول والظاهر انه مقيد بغير الامراض المزمنة التي طالوت ولم يخف منه الموت كالغالب ونحوه وانت صيرته ذافرا شدة منعتة عن الذهاب في حوائجه فلا يخالف ما جری عليه اصحاب التتوين والمشرح هنا تامل انتهى ملخصا۔

بجاں فرمایا کہ معراج میں کہا ہے صاحب منظوم سے مرض الموت کی حد کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا چار احوال اس مسئلہ میں اس بات پر ہے کہ بعض اپنی حاجات کئے گھر سے باہر نہ جاسکے

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم دیر تک رہنے والی بیماریوں کے غیر کے ساتھ مقید ہے جو لمبی ہو جاتی ہیں اور ان میں موت کا خوف نہیں ہوتا جیسے فالج وغیرہ، اگرچہ وہ بعض کو صاحب فرائض بنا دیں اور اسے حاجات کئے گئے سے روک دیں، یہ بات اس کے مخالف نہیں جس پر اصحاب متون اور شارحین چلے۔ غور کرو انتہی، تجنیس (ت)

اور وہ جو بعض کتب میں صدم خوف موت کی قید ہے بہت علامہ مثل صاحب مفتاح و علامہ احمد حموی شارح اشباہ و علامہ ابراہیم طبری و علامہ امین الملک والہ دین شامی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کوئی قید احترازی نہیں بلکہ لہجہ تطاول ان امراض کے حال کی شرح ہے یعنی جب سال گزر جاتا ہے تو ان امراض سے وہ خوف نہیں رہتا جیسے شرع مرض الموت میں اعتبار کرتی ہے۔

قال في الفتاوى انت تطاول ذلك فلم يخف منه الموت فلهذا الجبلة

مفتاح میں کہا کہ اگر وہ بیماری لمبی ہو جائے تو اس سے موت کا خوف نہیں رہتا۔ یہ آخری جملہ شرط کیلئے





به الموت

اور اس خوف کی دو تمثیلیں در مختار میں یہ لکھیں کہ جہاز پر سوار تھا جہاز ٹوٹ گیا ایک تختہ پر ہتارہ گیا یا شیر نے حملہ کیا اور اُسے اپنے منہ میں لے لیا تو جب تک اس کے منہ میں ہے وہ وقت اس خوف کا ہے۔  
 حیث قال اوبقی علی لوح صفت السفینۃ جہاں فرمایا کہ وہ کشتی کے ایک تختہ پر پرارہ گیا یا  
 اواقترسہ سبعم وبقی فی فیہ کسی درندہ نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا

اور ابھی تک اسی حال میں باقی ہے۔ (۱) است  
 بالجلد مجرد خوف بالا جماع کافی نہیں بلکہ اس قسم کا خوف ہونا چاہئے جیسے گھڑی ساعت کا نقشہ  
 کہتے ہیں وہ مرض مرض الموت گنا جائے گا اور یہ بات اُسی وقت ہے جب صاحب فرائض ہو جائے یا گھر  
 سے باہر نکلنے کی طاقت نہ رہی مثلاً عالم ہو تو مسجد تک نہ جاسکے، اسی طرح ردالمحتار میں اس سنجیدگی سے نقل  
 کرتے ہیں۔

من به بعض مرض یشتکی منه وفی کثیر  
 من الاوقات یخرج الی السوق و  
 یقضى مصالحه لایکون به مریضا مرض  
 الموت وتعتبر تبرعاته من حکل مالہ  
 واذا باع لواثرہ او وہبہ لایتوقف علی  
 اجازۃ یا قی الوثرۃ  
 جس شخص کو کچھ بیماری ہے جس کی شکایت وہ کرتا ہے  
 اور بسا اوقات وہ بازار کی طرف نکلتا ہے اور اپنے  
 اہل و عیال کو دیتا ہے، اس سے وہ مرض الموت  
 کا مرض نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے تمام مال میں  
 اس کے تبرعات معتبر ہوں گے۔ جب وہ کسی  
 وراثت سے بیع کرے یا اس کو کچھ ہبہ کرے تو یہ  
 باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا (۲) است

اور فتاویٰ خیرہ میں ہے،

حیث کانت بالوصف المذكور وهو انه  
 اعی المرضی لایمنع الخروج لقضاء  
 حوائجه فہبتہ لاحد اولادہ و بیعہ  
 لبقیتہم بالغین مطلقا صحیحہ نافذ باجماع علیٰ ضا  
 جب وہ وہ وصف مذکور سے متصف ہے اور اس کا  
 مرض اسے اپنی ضرورت کی ادائیگی سے نہیں روکتا  
 تو اس کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک لئے ہبہ  
 کرنا اور باقیوں کیلئے بیع کرنا مطلقاً بالا جماع صحیح اور

صرحوا به في كل مرض يطول كالسدف  
والسل والفاالج - والله تعالى اعلم -  
نافذ ہے۔ علامہ نے ہر طویل مرض کے بارے میں اس  
حکم کی تصریح فرمائی جیسے دق، سل اور فالج  
وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### مسئلہ ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو عارضہ فالج ہوا اور وہ عروض عارضہ کے  
ساتھ تین برس بعد بیچ یا ہبہ یا کوئی تصرف وارث یا غیر وارث کسی کے نام کرے تو وہ تصرف ششروعا  
جائز رہے گا یا نہیں اور مرض ششروعا مرض الموت قرار پائے گا یا غیر؟ جینوا تو جروا۔

### الجواب

ہمارے اندکرام نے فالج و دق و سسل وغیرہ امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر  
کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے  
تجاوز ہو جائے تو اس مرض کا حکم شرعاً بعینہ شکل صحیح و تندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیع خواہ ہبہ  
خواہ کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفات صحیح کے صحیح و نافذ قرار پاتا ہے۔

فی الفتاویٰ للامام قاضی خاں اذا  
تصرف بعد سنة فهو كالصحيح يجوز  
تصرفاته انتهى ، وفي الفتاویٰ العالمیة  
عن فتاویٰ التبرتاشی فتراجمها بان  
التداول بالسنة فاذا بقى على  
هذه العلة سنة فتصرفه  
بعد سنة كتصرفه حال  
صحته وفي الطحاوی  
في مختصره وفي العقود  
الدیة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة للعلامة  
امام قاضی خاں کے فتاویٰ میں ہے جب مریض نے  
ایک سال بعد تصرف کیا تو وہ صحیح کی مثل ہے اور  
اس کے تصرفات جائز ہیں انتہی۔ فتاویٰ عالمگیریہ  
میں بحوالہ فتاویٰ تبرتاشی مذکور ہے ہمارے علماء  
نے طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ  
کی ہے، اگر وہ اس بیماری پر ایک سال قائم رہا  
تو سال کے بعد اس کے تصرفات ایسے ہی ہونگے  
جیسے تصرفات وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔ طحاوی  
اس کی مختصر اور علامہ رشامی علیہ الرحمۃ کی تصنیف  
العقود الدیة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے کہ

سنة الفتاویٰ الخیریہ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۸/۱  
سنة فتاویٰ قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفۃ برجل الوفا نوکشتور کنگنو ۸۳۰/۴  
سنة الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الطلاق الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۲/۱

اشیاء راحہ اللہ تعالیٰ فسر التلطاول  
 بستہ فلو تصرف بعد سنة من  
 مرضه فهو كصرفاته حال الصحة هكذا  
 كان شيخنا ابو عبد الله المحبر جاني  
 يقول هذا لفظ الواقعات وبهذا اللفظ  
 اورده في جامع الفتاوى عمادية الآخرة  
 وفي الفتاوى الخيرية لفتح السيرية  
 المصرح به فبغير ما كتائب من  
 كتب ابی حنیفة ان المقعد والمفلوج  
 والمسلول اذا اصف كل داء منهم  
 بالطول فحكم تصرف كل واحد منهم  
 حكم تصرف الصحيح كما صرح به في  
 الجوامع الصغير فكان هو الصحيح فاذا  
 علمت ذلك علمت ان الدعة المذكورة  
 فوق ما قد سواه اضعا فانت اعصابنا  
 قدس والمرض يطول بعامة والعدة  
 مبيعة اعوام والاشهر الزوائد وقع  
 نواشدها اليها مضافا لاسيما مع  
 كونه يخرج ويخرج في حوائج  
 ويقضى من ذلك بعض مصالحه  
 فاذا ثبت ذلك لدى الحاکم  
 الشرعي صح جميع ما صدر منته مع  
 تواجته واذا تعارضت بتيقن

طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی گئی ہے  
 اگر اس نے سال کے بعد حالت مرض میں تصرف کیا  
 تو وہ اس کے حالت صحت میں کئے ہوئے تصرفات  
 کی مثل ہے۔ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ جرجانی یونہی  
 فرماتے تھے یہ لفظ واقعات کے ہیں اور انہی لفظوں  
 کے ساتھ جامع الفتاویٰ عمادیہ میں وارد ہے الخ  
 فتاویٰ خیرہ میں ہے کہ مخلوق کے نفع کے لئے امام  
 ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی متعدد کتب میں اس کی تصریح  
 کی گئی ہے کہ پانچ، مفلوج اور سبل کا مریض  
 جب لمبی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے  
 ہر ایک کا تصرف ممتنع شخص کے تصرف کی مثل ہوتا ہے  
 جیسا کہ اس کی تصریح جامع صغیر میں ہے گویا کہ  
 وہ صحت مند ہے۔ جب تو نے یہ جان لیا تو سمجھنا  
 ہوگا کہ مدت مذکورہ ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ  
 مدت سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ ہمارے علمائے  
 طوالت مرض کی مدت ایک سال مقرر کی ہے  
 جبکہ مدت مذکورہ سات سال اور کچھ ماہ مزید  
 ہے۔ یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے خصوصاً  
 جبکہ بعض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کے لئے  
 آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے،  
 جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہو گیا تو کچھ  
 معاملہ اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا  
 وہ صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں

الصحة والمرض فالبينة الصادقة من  
الزوجة بانه كانت في صحته مرجحة  
لانها المدعية والورثة يشكرون و  
البينة للمدعي لا للمكسوم به غير ما وجد  
من علمائنا حديث طال عابه واتصف  
بما فنها به نفذ جميع تصرفه مع  
الزوجة باتفاق اهل المذهب وائمه  
والنظر الى العمل بعسرة المكلف  
اولى من اهدارها والحاجة بالحيوانات  
وكلامه بجوارها والله اعلم . وفي  
المدار للعلامة خسرو هذه امراض  
مزممة فمن عرض له واحد منها  
وتصرف بشئ من التبرعات  
ثم مات قبل تمام سنة مشتملة  
على الفصول الاربعة كان المرض  
مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث  
وان مات بعد تمامها  
لم يكن مرض الموت  
لانه اذا سلك في الفصول  
التي كل منها مظنة الهلاك  
صار المرض بمنزلة طبع  
من طبائعه وخبر صاحب  
من احكام المرض حقيق

تعارض ہر قویوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے  
گو اہوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ قوی مدعیہ اور ورثہ شاکر  
ہیں جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ مشکوک بہار  
مستعد و علمائے اس کی تصریح کی ہے۔ جب اس کی  
بیماری طوالت اختیار کر گئی اور وہ سال سے بڑھ گئی  
تو قوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات نافذ  
ہو گئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور ائمہ مذہب  
کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت قابل عمل بنانا  
اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو حیوانات اور اس کے  
کلام کو جانوروں کی آواز کے ساتھ ملحق کر کے  
اولی ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ علامہ  
خسرو کی درمیں ہے یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں  
اگر کسی کو کوئی لاش ہو جائے اور وہ حالت مرض  
میں تبرعات میں کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو  
چار مہینوں پر مشتمل سال پورا ہونے سے پہلے  
وہ مرتلے تو اس کی بیماری مرض الموت مسترار  
پائے گی اور ایک تہائی مال میں اس کے تصرفات  
معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری کو سال پورا ہونے  
کے بعد مرا تو اس کی یہ بیماری مرض الموت نہ ہوگی  
اس لئے کہ جب وہ چاروں مہینوں میں سلامت  
رہا حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں ہلاکت کا گمان تھا  
تو گویا یہ بیماری اس کے طبائع میں سے ہو گئی  
چنانچہ اس بیماری والا مرض کے احکام سے

لا یشغل بالستادوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
خامع ہو گیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا بھی  
چھوڑ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### مسئلہ ۱۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کو فالج ہو کر ہاتھ پاؤں بالکل رہ جائیں  
اور زبان تکلم پر قادر نہ ہو پھر علاج سے دست و پا مطلقاً صحیح ہو جائیں اور زبان بھی بغیر مطلب سے عاجز  
نہ ہو اپنی حوائج کے لئے اندر باہر آئے جاتے چلے پھر بے سفر کو صرف زبان پر بغیر مرض کے سبب  
مگر نہ نقل تکلم باقی ہو اور حدوث مرض کو ساڑھے تین برس گزر چکے ہوں ایسی حالت میں وہ کوئی تصرف بیع  
یا ہبہ یا کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً صحیح و نافذ قرار پائے گا یا نہیں اور  
ایک سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت رہتا ہے یا نہیں ؟ اور بعض نے جو قید عدم طوف موت کی  
لگائی ہے اس کے کیا معنی ہیں ؟ بینوا تو جردا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص بالاجماع شرعاً صحیح و تندرست ہے اور اس کے تمام تصرفات کیجے  
ہی ہوں اور کسی کے ساتھ ہوں مثل تصرفات بیع مطلق صحیح نافذ و اول عامہ کتب میں سال گزرنے کے بعد  
فالج و بقی و بقی وغیرہ کو مرض موت قرار ہی نہ دیا اور مسائل کہتا ہے کہ یہاں ساڑھے تین برس گزر چکے تھے  
فی الفتاویٰ الامام قاضی خان اذا تصرف  
بعد سنة فهو كالصحيح يجب سونہ  
تصرفاته انتہی، وفي الفتاویٰ العالمگیریہ  
عن فتاویٰ التمر تاشی فسو  
اصحابنا التطاول بالسنة فاذا  
بقی علی هذه العلة سنة  
فتصرفه بعد سنة  
کتصرفه حال

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے کہ مرلیض جب  
سال بعد تصرف کرے تو وہ صحت منہ کی طرح ہے  
اور اس کے تصرفات جائز ہیں، انتہی۔ فتاویٰ  
عالمگیر میں بحوالہ فتاویٰ ترمناشی ہے ہمارے  
علمائے طائفت مرض کی تفسیر ایک سال کے  
ساتھ کی ہے۔ جب مرلیض ایک سال تک  
بیاری پر قائم رہے تو سال کے بعد اسکے تصرفات  
اس کی حالت صحت میں کئے ہوئے تصرفات





المدة المذكورة فوق ما قد روي اضعافا  
فان اصحابنا قد روي المرض الذي يطول  
بعام والمدة سبعة اعوام والاشهر النودائد  
وقم نرائد هاليها مضافا لاسيما مع كونه  
يخرج ويخفى في حوائجه ويقضى من  
ذلك بعض مصالحه فاذا ثبت ذلك  
لدى الحاكم الشرعي مع جسيم ما صدر  
منه مع نزوجته واذا تعارضت بينة  
الصحة والمرض فالبينة الصادقة من  
النزوجة بانه كانت في صحة مرجحة لانها  
المدعية والورثة ينكرون والبينة للمدعي  
لا للمنكر صرح به غير ما واحد من علمائنا  
وحديث طالع مابه واتصف بها فتنابيه  
فقد جسيم تصرفه مع نزوجته باتفاق  
اهل المذهب وانتمه والنظر الى  
العمل بعبارة المكلف اول من  
اهداهما والحاكمة  
بالحيوانات وكلامه بحوارها  
والله اعلم - وفي الدرر للعلامة  
خسر هذه امراض  
مزممة فمن عرفت له  
واحد منها وتصرف بشئ  
من التبرعات ثم

ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ مدت سے کئی گنا زیادہ ہے  
کیونکہ ہمارے علمائے طوائف مرض کی مدت ایک  
سال مقرر کی ہے جبکہ مدت مذکورہ سات سال اور  
کچھ زیادہ مزید ہے، یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے  
خصوصاً جبکہ بعض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کیلئے  
آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے۔  
جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہوگی تو کچھ معاط  
اس مرض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا وہ  
صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں تعارض  
ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے گواہوں  
کو ترجیح ہوگی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثاء منکر ہیں  
جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ منکر کے۔ ہمارے  
مستند علماء نے اس کی تصریح کی ہے، جب اسکی  
بیماری طوالت اختیار کر گئی اور وہ سال سے زیادہ  
تخمی تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات  
ناقذ ہو گئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور  
ان مذہب کا اتفاق ہے۔ مکلف کی جہارت  
قابل عمل بنانا اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو  
حیوانات اور اس کے کلام کو یا فوروں کی آواز کے  
ساتھ ملنے کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ  
عوب جانتا ہے۔ اور علامہ خسرو کی درر میں ہے  
یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں سے اگر کوئی کسی کو  
لاحق ہو جائے اور وہ حالت مرض میں تبرعات میں

کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو چار مہینوں پر مشتمل سال  
پورا ہونے سے پہلے وہ مریض پائے تو اس کی بیماری  
مرض الموت قرار پائے گی اور ایک تہائی سال میں  
اس کے تصرفات معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری  
کو سال پورا ہونے کے بعد مریض تو اس کی یہ بیماری  
مرض الموت نہ ہوگی، اس لئے کہ جب وہ چاروں  
مہینوں میں سلامت رہا حالانکہ ان میں سے ہر ایک  
میں ہلاکت کا گمان تھا تو گویا یہ بیماری اس کے  
میں ہلاکت سے خارج ہو گیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرنا

مات قبل تمام سنة مشتملة على الفصول  
الاربعة كان المرض مرض الموت  
فمعتبر تصرفاته من الثلث واثبات مات  
بعد تمامها لم يكن مرض الموت لانه  
اذا سلم في الفصول وفي كل منها مظنة  
الهلاك صام المريض بمنزلة طبع من  
طبا نفعه وخارج صاحبه من احكام  
المرض حتى لا يشتغل بالتداوى.

بھی چھوڑ دیا۔ (ت)

یہاں تک کہ ملا رب شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاق متون و شروع پر نظر کر کے تصریح فرمادی کہ فالج وغیرہ  
کو بعد تطاول و اذعان مرض موت نہ کہنا چاہئے اگرچہ صاحب فراموش ہو اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیں،  
جہاں معراج میں کہا کہ صاحب منظومہ سے سوال  
کیا گیا کہ مرض الموت کی حد کیا ہے، تو انہوں نے  
فرمایا اس مسئلہ میں ہمارا اعتماد اس پر ہے کہ  
مریض اپنے حوائج کے لئے گھر سے باہر جانے  
پر قادر نہ ہو، ان میں کتا ہوں ظاہر ہے کہ  
یہ حکم امراض طویلہ کے غیر کے ساتھ مقید ہے  
جن کی طوالت اس حد تک ہو جاتی ہے کہ  
موت کا خوف جاتا رہتا ہے جیسے فالج وغیرہ  
اگرچہ یہ مریض کو صاحب فراموش بنا دیں اور اس کو  
اپنے حوائج کے لئے گھر سے باہر جانے سے روک

حيث قال في المعراج وسئل صاحب  
المنظومة عن حد مرض الموت فقال  
اعتقادي في ذلك على ان لا يقدر احد  
يذهب في حوائج نفسه خارج الدار اراه  
اقول وانظروا انه مقيد بغير الامراض  
المنمنة التي طالت ولم يخف  
منها كالفالج ونحوه وان صيرته  
ذا فراس ومنتعته عن الذهاب في  
حوائجه فلا يخالف ما جرى عليه اصحاب  
المتون والشروح ههنا تأمل انتهى منظوماً.

دی، لہذا یہ اس کے خلاف نہ ہوا جس پر اصحاب متون و شروع قائم ہیں، یہاں غور کرو، انتہی (تفصیل)۔ (ت)

لے الدرر النکاح شرح غرر الحکام کتاب الوصایا میر محمد کتب خانہ کراچی ۴۳۲/۴

لے رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۳/۵



وہ مریض مثل صحیح کے گنا جاتا ہے۔

حيث قال والمقعد والمفلوج والمسلول  
اذا تطاول ذلك فصار بحال لا يخاف منه  
فهو كالصحيح حتى تصح هيبته من جميع  
الامال واما في اول ما اصابه اذا مات عن  
ذلك في تلك الايام وقد صار صاحب الغراش  
فهو مريض يخاف به الهلاك انتهى ملخصا.  
سابع فرائض تھا تو وہ ایسا مریض ہوتا ہے جس کو موت کا خوف عارض ہوتا ہے انتہی تلغیص (ت)  
ثانیاً، اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسا کہ فاضل قسستانی کا گمان ہے تاہم مجرد خوف اندیشے  
مرض الموت نہ ہو جائے گا کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج و مفلوج غالی کبھی نہیں ہوتے اگرچہ  
کس برس گزر جائیں بلکہ خوف غالب و اندیشہ شدید درکار ہے۔

في مراد المختار عن الكفاية عشم المراد من  
الظنون الغالب منه لا نفس الخوف به  
اور اس خوف کو فاضل قسستانی نے یوں تفسیر کیا کہ اگر روز بروز حال اس کا بدتر اور مرض ترقی پذیر  
ہوتا جائے تو اسے مرض کہیں گے۔

حيث قال وان لم يكن واحدا منها يات  
لم يعطل مدته بان مات قبل سنة او  
خيفت موته بان يزداد يوماً فيوماً انتهى.  
جہاں فرمایا اگر ان مریضوں میں سے کوئی اس حالی  
میں نہ ہو کہ اس کی موت مؤخر ہو گئی ہو بایں طور  
کہ وہ سال گزرنے سے پہلے مر گیا ہو یا اس کو  
موت کا خوف لاحق ہو بایں طور دن بدن بیماری  
بڑھ رہی ہو۔ انتہی (ت)

بالجملہ اگر اطلاق و توجیہ جاہلہ علماء کی طرف لحاظ کریں جب تو سادھے تین برس گزرنا ہی صحت و  
نفاذ تصرفات کے لئے نہیں ہے اور اگر رائے فاضل قسستانی پر عمل کیا جائے تو صورت مستفسرہ

میں جو معنی خوف موت کے عطا کرنے قرار دے ہیں ہرگز موجود نہ تھے کہ مرض پہلے سے بہت کم تھا اور اپنے علاج کیلئے آنا جانا چلنا پھرنا سفر کرنا علاوہ۔

فی مراد المحتار عن الاستيعالية من به بعض  
مرض يشتكى منه وفي كثير من الاوقات  
يخرج الى السوق ويقضى مصالحه لا يكون  
به مريضاً مرض الموت وتعتبر تبرعاته من  
ماله واذا باع لوارثه او هبه لا يتوقف على  
اجازة باقى الورثة وفي العقود الدرية مسئل  
في مفلوج تطاول به فلهجه قدر ثلث سنين  
فذهب في هذه الحالة جميع ماله موت  
ثريد وارثه وسلمه ذلك ثم مات بعد  
عدة اشهر عنه لا غير فهل الجهة صحيحة  
الجواب نعم والمفلوج الذى لا يسجد  
مرضه كل يوم فهو كالصحيح كما في  
الغانية وفي الفتاوى الخيرية حيث كان  
بالوصف المذكور وهو انه اى المريض  
لا يمينه المخرج لقضاء حوائجه فلهبسته  
لاحد اولاده وبيعه ببقية ثمنه بالغيب  
مطلقاً صحيح نافذ صرحوا به في كل مرض  
يطول كالندق والصل والغالب الخ۔

رد المحتار میں الاستيعالية سے منقول ہے جو شخص کسی بیماری  
میں مبتلا ہو اور بازار کی طرف جاتا ہے اور اپنی حوائج  
کو پورا کرتا ہے تو وہ مرض الموت کا مریض نہیں ہے۔  
اس کے مال میں تبرعات معتبر ہیں۔ جب وہ اپنے  
کسی وارث سے بیع کرے یا ہبہ کرے وہ باقی  
وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا۔ خود درجہ  
میں ہے ایسے مفلوج کے بارے میں سوال کیا گیا  
جس کا مرض فنا کی تین سال تک لمبا ہو گیا۔ اس نے  
اسی حالت میں اپنا تمام مال اپنے ایک وارث  
نزدیک کو ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر اس کے  
چند ماہ بعد وہ مر گیا تو کیا اس کا یہ ہبہ صحیح ہو گیا۔

جواب یہ ہے کہ ہاں اور وہ مفلوج جس کا مرض  
پر روز بروز نہ رہتا ہو وہ صحت کی مثل ہے جیسا کہ  
خانیہ میں ہے۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے جب وہ  
وصف مذکور پر ہے اور اس کا مرض ضروریات  
پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلنے سے مانع نہیں  
تو اس کا اپنی اولاد میں سے ایک کے لئے ہبہ  
کرنا اور باقیوں کے لئے بیع کے ساتھ بیع

کرنا مطلقاً صحیح اور نافذ ہے۔ علماء نے ہر طویل مرض کے بارے میں اس حکم کی تصریح کی ہے جیسے تپائی  
سہل اور فنا کی الخ۔ (د ت)

۲۶۱/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاقرار	باب اقرار المرءین	رد المحتار
۳۰۶/۴	ادگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الوصایا		کے العقود الدریۃ
۲۲۸/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب المیوع		کے الفتاویٰ الخیریۃ

پس باتفاق روایات و باجماع ائمہ صورت مسئلہ میں وہ مرض مرض موت نہ تھا اور وہ قصرقات بیع پر  
خواہ ہر خواہ کچھ اور وارث کے ساتھ ہوں خواہ غیر وارث کے ساتھ ہوں قطعاً مطلقاً صحیح و نافذ ہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷

۴۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دکان  
کو قریب سو سو روپیہ کی قیمت کی تھی پھر سو روپیہ کو اپنے شوہر و دختر کے ہاتھ بیع کی بعد ہندہ روز کے  
مرگئی، اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ جینا تو جردا۔

الجواب

صورت مستفہ میں بیع صحیح نہیں کہ مرض موت میں تم قیمت کو باتفاق امام اعظم و صاحبین رحمہ اللہ ناماً  
ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی ہے اجازت دیگر ورثہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک  
جائز نہیں۔

فی التلویح لوباع من احد الورثة مینا مع  
احیان التركة بمثل القیمة فلا یجوز  
عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی  
ملخصاً۔  
تلویح میں ہے اگر کسی وارث کے ہاتھ ترکہ کی کوئی  
معیین شئی اس کی برابر قیمت کے ساتھ بیچی  
تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں  
انتہی، تخلص۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں کل مہر اپنا شوہر کو بخش دیا  
صرف اس میں سے پانسو روپیہ پانچ دینار کی نسبت کہا کہ اس قدر میں معاف نہیں کرتی اس کے مائیک  
بعد میرے میرے والدین ہیں پس ازاں ہندہ نے زوج و والدین و چار خواہر چھوڑ کر انتقال کیا اب مادر  
پر ہندہ معافی مہر اور شوہر ان پانسو روپیہ پانچ دینار کے والدین کو دینے میں کلام کرتا ہے اس صورت  
میں ترکہ ہندہ کس حساب سے تقسیم ہو گا اور اس قدر مہر معاف اور مابقی کی وصیت کہ والدین کو کی تھی  
صحیح ہوئی یا نہیں؟ جینا تو جردا۔

## الجواب

صورت مسئلہ میں جیسے مہر شوہر کو کہ ہندہ سے اس کی مرض موت میں واقع ہوا تھا اور ورثہ باقیین اس کی اجازت نہیں دیتے باطل ہو گیا اسی طرح ان پانچ سو روپے پر پانچ دینار کی وصیت کہ والدین کے لئے کی تھی اسکی وجہ سے صحیح نہ رہی کہا ہو موصوحہ فی کتب الفقہ (جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) پس کل مہر ہندہ ذمہ شوہر لازم اور اس کے ترک میں سب وارث مشترک بر تقدیر صدق مستثنیٰ و عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم مقدم کالدین والوصیۃ الصبیحۃ (جیسے قرض اور صحیح وصیت) کل مہر ہندہ اور جو کچھ اس کا ترک ہو چھ سو سہام پر منقسم ہو کر تین سہم زندہ اور ایک مادر اور دو پدر کو ملیں گے اور غامبروں کو کچھ نہ سینچے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مستقلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قریب موت کے ایک وارث کو منجھ اور ورثہ کے زبانی وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو مال میرا ملے اور فلاں وارث کو نہ ملے، یہ وصیت درست ہے یا نہیں؟ جینوا تو جروا۔

## الجواب

اگر وصیت مذکورہ کو ورثہ میت سے کوئی عاقل بالغ روا نہیں رکھتا تو وہ وصیت اس وارث موصیٰ لہ کے حصہ میں باطل محض ہوگی اور ان وارثوں میں کوئی مجنون یا نابالغ اجازت کو رد کر رکھتا ہے تو نامعتبر ہے اور جو سب وارث جائز رکھتے ہیں اور وہ سب عاقل بالغ ہیں تو وصیت مذکورہ حتیٰ موصیٰ لہ میں تمام و کمال و جائز و نافذ ہو جائے گی پس بعد ازاں سے دیون مقدمہ علی الوصایا اگر ذمہ میت ہوں کل یا بعض جس قدر کی نسبت وصیت کی ہے اس وارث موصیٰ لہ کو دیا جائے گا اور جو ان میں بعض جائز رکھتے اور بعض ناجائز تو جو جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں بقدر ان کے حصص کے وصیت نافذ ہو جائے گی اور بقدر حصص اجازت نہ دینے والوں اور اطفال و مجانین کے اگرچہ وہ حسب نزہی رکھیں باطل و کائن لہ یکن (گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔ مت) تصور کی جائے گی اور میت کا یہ کہنا کہ فلاں وارث کو میرا مال نہ ملے محض لغو و عبث ہے تو ریثہ و ورثہ یکم شرح ہے کہ کسی کے ابطال سے اس کا ابطال ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ خود وارث کو اختیار نہیں کہ قی وارث سے دستبردار ہو گیا موصوحہ بہ العلماء قاطبۃ، واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم (جیسا کہ تمام علماء اس کی تہیہ فرما چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ ت)



## مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی قدر روپیہ اپنے برادر حقیقی عمرو کے پاس کسی مقام سے حالت صحت خود مرض الموت میں بطور امانت بھجوا دیا اور بذریعہ خطوط واسطے نگہداشت امانت کے اکثر تاکید کو دم واپس تک کام فرمایا اور دو ایک خط میں عمود اور بکر برادر زادہ سے اپنے کو یہ بھی لکھا کہ تم دونوں اس روپیہ کو آپس میں تقسیم کر لینا اور اسی طرح حفظ امانت کی تاکید کی۔ اب زید نے انتقال کیا اور سوا عمرو کے کوئی وارث اس کا نہیں پس عند الشرح ذرا امانت کس طرح تقسیم کیا جائے۔  
بتینوا تو جہدا۔

## الجواب

صورت مستفسرہ میں یہ وصیت بکر و عمرو دونوں موصی لہما کے حق میں صحیح ہو گئی۔  
فی الدعا عن ابن النکال والولوالجلیۃ  
لو اوصی لنزوجتہ اوہی لہ ولعلیکن ثمة  
واما ث اخر تصح الوصیۃ الخ۔  
در میں کنال اور ولوالجلیہ کے حوالہ سے منقول ہے  
اگر کسی نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی یا بیوی نے  
اپنے شوہر کیلئے اور کوئی ذر وارث موجود نہیں تو  
وصیت صحیح ہے (الذات)

پس اگر نصف اس ذرا امانت کا کل متروکہ زید کے بعد ادا باقی رہا ہو ثلث سے زائد نہیں یا زائد ہے مگر عمرو اس زیادت کو حق بکر میں جائز رکھتا ہے تو وہ ذرا امانت عمرو بکر میں بالمانعہ تقسیم ہو جائے گا ورنہ اس روپیہ سے بعد ثلث متروکہ مذکورہ کے بکر کو دیا جائے باقی ماندہ سب عمرو کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مسئلہ

۲۵ ربیع الاول شریعت ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جائداد اور چند اولاد نابالغ اور ایک پسرخانہ لائق نیک اطوار چھوڑا جس نے بعد پدر اپنے چھوٹے چھوٹے بیوی بچوں کو مثل اپنے بچوں کے پرورش کیا اور ان کے مال کی نگہداشت اور ان کی خورد و پرداخت میں بجان و دل مصروف رہا مگر زید نے اپنے بچوں یا ان کے مال کی نسبت کسی کو وصیت نہ کی تھی اس صورت میں ہمارے بلاد میں ابن کبیران نابالغوں کے اموال میں دیانت و امانت کے ساتھ تصرفات جائزہ و شرعیہ کا اختیار

رکھے گا اور مثل وحی ماذون و مختار سمجھا جائے گا یا نہیں، اگر نہیں تو ان اولاد و جائیداد کا اختیار کسے دیا جائیگا؟  
 بیتوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

اقول متوکلا علی العلیم الخبیر الکرم  
 الا حکرم مستجیرا بذیل کرمہ عن  
 من یغ البصر و من لة القد م۔  
 میں علیم و خبیر اور سب سے بڑھ کر رحم فرمایا اے  
 پر توکل کرتے ہوئے اور آنکھ کی کچی اور قدم کی  
 لغزش سے اس کے دامن کرم کی پناہ مانگتے  
 ہوئے کہتا ہوں۔ (ت)

ہمارے بلاد میں جبکہ یتیموں پر نہ باپ کا وحی ہو نہ حقیقی دادا نہ دادا کا وحی تو ان کا حقیقی جہان بھائی  
 اگر لائق و امین ہو مثل وحی سمجھا جائے گا اور امانت و دیانت اور بچوں پر رحمت و شفقت کے ساتھ  
 جن تصرفات کا شرعاً وحی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہو گا اگرچہ صاحب باپ نے اس کو وحی نہ بتایا ہو  
 کہ یہاں عرفاد و دلالت و صایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاسقہ جاری ہے کہ باپ کے  
 بعد جوان بیٹے احوال و جائیداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خبر گیری میں مصروف  
 رہتے ہیں لوگ اگر نابالغ بچوں کے ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہوں تو بے غم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد  
 ان کا خبر گیریاں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان ہوتے ہیں کہ سرپرستی کون کریگا  
 یہ عادت دائرہ سائرہ دلالت اذن قہد و تصرف ہے و الثابت عرفا کالت بت شوطا (جو عرف  
 کے اعتبار سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے شرع کے اعتبار سے ثابت ہو۔ ت) فتاویٰ  
 امام قاضیوں میں ہے،

لو ان رجلا من اهل المسکة تصرف  
 ف مال البیت من البسیم و  
 الشراء ولم یکن له وارث ولا وصی الا  
 ان هذا الرجل یعلم انه لو رفع الامر الی  
 القاضی فان القاضی ینصبه وصیا فاخت  
 هذا الرجل المال ولم یرفع الامر  
 الی القاضی و افسده حکم عن  
 ابی نصر الدبوسی رحمہ اللہ تعالیٰ  
 علی والوں میں سے کوئی شخص میت کے مال میں  
 تصرف کرتا ہے جبکہ اس میت کا کوئی وارث  
 اور وحی نہیں، مگر یہ شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ  
 قاضی کے پاس لیجایا جائے تو قاضی اس شخص  
 کو میت کا وحی مقرر کر دے گا، چنانچہ اس  
 شخص نے میت کا مال لے لیا اور معاملہ  
 قاضی کے پاس نہ لے گیا اور مال کو خراب کر دیا  
 ابو نصر دہلوی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اس

انہکان يجوز تصوف هذا الرجل  
اقول جواتر تصوفه من دون وصايته بقاء  
على علمه ان لو رفع الى القاضي لنصيبه  
ليس الاعتماد على صلاحية الاذن عند  
القاضي مع عدم تحقق الاذن اصلا فلا صلاح  
على اذن نفس المورث الواقع التحقيق  
دلالة بحكم العادة الفاشية المطردة و  
مقاصد الناس المعروفة المعهودة اولی  
واجبار۔

شخص کا تصرف جائز ہے اس میں کتا ہوں وصی کے  
کے بغیر اس کے تصرف کا جواز اس بنیاد پر  
ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس  
لیجایا جائے تو وہ اسکو موتی مقرر کر دینا محض قاضی کے  
پاس صلاحیت اذن پر بھروسہ کرتے ہوئے ہے  
باوجودیکہ وہاں بالکل متحقق نہیں، تو پھر خود مورث  
کے اذن پر بھروسہ کرنا جو کہ دلالت واقع و متحقق ہے  
اس عادت کے حکم سے جو لوگوں میں جاری و ساری  
ہے اور ان مقاصد کے حکم سے جو لوگوں میں مشہور و  
معروف میں اولی اور زیادہ لائق ہے (تہا)

اور بلاشبہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال و اولاد صغار و کبار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ  
یوں ہی ہمارے بعد بھی ولد کبیر تمہارا جانشین اور اولاد میں جہاد قائم مقام ہوگا بلکہ اس امر کی آرزو کرتا  
رکھتے ہیں اور یقیناً اس پر راضی ہوتے ہیں اگر ان سے کہا جائے تمہارے بعد تمہاری جائیداد اور چھوٹے بچے  
بچے ان کے شقیق و شقیق یعنی تمہارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی کو سپرد کر دے جائیں جسے نہ مالی کا  
در نہ ہونہ کوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً دلالت اذن و تفویض متحقق اور  
بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیتے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر نہ رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر  
کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد و قلب مقصود۔

وذلك لان عامة الناس في بلادنا  
يسوتون من دون تصريح بالوصاء  
ويخلفون اموالاً وعقاراً و اولاداً  
صغاراً لا يجد لهم وراثتاً تكون  
فيهم بنات قاصرات فلوله تعتبر الوصايا  
المعهودة التي يعلم كل احد  
اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے شہروں میں لوگ  
مراستہ وصیت کئے بغیر فوت ہو جاتے ہیں جو  
اپنے بچے مال، جائیداد اور چھوٹی تاکہ اولاد  
چھوڑ جاتے ہیں انکا اولاد نہ ہوتی ہیں بسا اوقات انکا  
بچیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر یہ معروف وصیت معتبر  
نہ ہو جس کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے جب

اذا رجع الى وجدائه الصحيح ان المورث  
كان راضيا عليها وان لو شئ عنها لا فصح  
بها لئلا ترتفع الاموال والضياع وضياع  
الاولاد اذ لم يبق من يقوم بامرهم  
بحكم الشرع فاما ان يترك المال سائبة  
والاولاد هملا فهذا الضياع السردود  
واما ان يترفع الامر من يد الشقيق الشقيق  
ويفوض الى اجنبى سحيق فهذا هو  
قلب المراد وعكس المقصود فوجب  
التصوير الى ما قلنا والتحويل على دلالة  
الاذن كما عولنا والله الموفق.

وہ اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے کہ مرتے والا  
اس پر راضی تھا اور اگر اس سے سوال کیا جاتا تو  
وہ اس کی تصریح کر دیتا تو اموال و اسباب کا برباد  
ہونا اور اولاد کا ضائع ہونا لازم آئے گا کیونکہ  
کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو حکم شرع ان کے  
معاملات کا نگران ہو۔ اب یا تو اموال اولاد کو  
بغیر نگران و متولی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ اس کا  
ضائع کرنا ہے جو کہ مردود ہے پھر شفیق بھائی سے  
نگرانی واپس لے کر شکستہ دل اجنبی کو سونپ  
دی جائے تو مقصود و مراد کے برعکس ہو گیا، لہذا  
ہمارے قول کی طرف رجوع کرنا اور دلائل اذن

پر اعتماد کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے والا

ہے۔ (ت)

بکفر العیون والبصائر میں ہے :

مر وی ان جماعة من اصحاب محمد بن  
الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجوا فمات  
واحد فاخذوا ما كان معه فباعوه  
فلما وصلوا الى محمد سألهم فذکروا  
له ذلك فقال لولم تفعلوا  
ذلك لم تكونوا فقهاء وقسوا  
والله يعلم البفسد من  
المصلحة اء اقول فاذا سألنا  
تصرف احد من الوفقة

مروی ہے کہ امام محمد بن حسن علیہ الرحمہ کے اصحاب  
نے حج کیا اور ان میں سے ایک ساتھی مر گیا  
تو انہوں نے اس کا مال و متاع جو اس کے  
پاس تھا فروخت کر دیا۔ جب وہ امام محمد علیہ الرحمہ  
کے پاس پہنچے تو امام صاحب نے ان سے پوچھا  
انہوں نے یہ واقعہ آپ کو بتایا جس پر امام محمد نے  
فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم فقہاء نہ ہوتے اور  
امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ آیت کو یہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ  
فساد کرنے والے کو سنوارنے والے سے "اھ۔

لعدم تيسر الرجوع الى القاضى في  
الطريق فالانح الماذون له دلالة مع  
انعدم امر القاضى الشرعى اصلا اولى به  
اور قاضى شرع بھی بالکل معدوم ہے تو اس کو بطریق اولی تصرف کی اجازت ہوگی۔ دست

فتاویٰ کبریٰ پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے،  
اذا تصرف واحد من اهل السكة في  
مال يستقيم من البيع والشراء  
ولا وصى للميت وهو يعلم ان الامر  
لورقم القاضى حتى ينصب  
وصيا وانما ياخذ المال

عنه لكن في وصايا الاقربى من ۱۸  
ما نصه وعن محمد فيمن مات  
عن ابنين صغير وكبير وترك  
انفا فانفق الكبير على الصغير  
خمسائة وهو ليس بوصى قال هو  
متطوع في ذلك وان كان ترك طعاما وثوبا  
فاطعمه واللبس الكبير لا يضمن الكبير  
استحسانا من وصايا البزانية قبيل  
نوح في تصرف المريض ثم قلت الجواب  
ان هذا هو حكم الاصل وكلامنا في  
الضرورة كما ترى فافهم ۱۲ منہ۔

کہ بحث و صایا، الجواب، میں کہتا ہوں کہ یہ اصل حکم ہے جبکہ ہمارا کلام ضرورت میں جیسا کہ دیکھ سکتے ہو، سمجھو ۱۲ منہ

وینفسد وافتی القاضی الدبوسی بان تصرفه  
بجائز للتصویرة قال قاضی خان وھذا  
استحسان وہ یفتی<sup>۱</sup>  
کے۔ قاضی دہلوی نے فتویٰ دیا ہے کہ بوجہ ضرورت  
اس کا تصرف جائز ہے۔ قاضی خاں نے کہا یہ  
استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

فصول عمادی پھر جامع الرموز پھر درمختار میں ہے،

لغیر الوصی التصرف لحوت متغلب وعلیہ  
الفتویٰ<sup>۲</sup>  
غلبہ خوف کے وقت غیر وصی کے لئے تصرف جائز  
ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

درفتی پھر ردالمحتار میں ہے،

اتہالم یحصر التصرف فی الوصی اشارۃ الی  
جواز تصرف غیرہ کما اذا خاف من  
القاضی علی مالہ اعی مال الصغیر  
فانہ یجوز لواحد من اهل السکات  
یتصرف فیہ ضرورۃ استحسانا وعلیہ  
الفتویٰ<sup>۳</sup> اقول فاذا جازن التصرف لواحد  
من الجیران لکانت الضرورۃ مع وجود  
القاضی من دون اذن مورث و  
لا قاضی اصلا فلا یجوز للشفیق الشفیق  
عند عدم القاضی الشرعی مع تحقق اذن المورث  
دلالة لکانت احرى واجد وواجدی واولی۔  
غرض فقیر کوئی القدر جرم کرتا ہے کہ ایسی صورت میں ابن کبیر کی صحت تصرف و ثبوت وصیانت بحکم  
ولایت میں کوئی عمل شبہ نہیں۔

واللہ یعلم المنفسد من المصلح  
اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سزا دینے

۱۵۵/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب التاسع	کتاب الوصایا	سنة الفتاوی النہیۃ
۳۳۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الوصی	"	سنة درمختار
۶۵۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	سنة ردالمحتار

ومن لم يعرف اهل نوحاته ولم يرع فب  
الفتيا حال مكانه فهو جاهل مبطل ف  
قوله وبیانہ وار جوات لو عرف ف  
هذا على الفقهاء الفحول نظر واليه  
بعين الرضا وتلقوا طرا بالتحصين و  
المقبول والله سبحانه وتعالى اعلم۔

والجواب۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے اور نفرتی ہیں  
اس کے مکان کو ٹھکانہ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس  
کا قول و بیان باطل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر  
میرا یہ کلام فقہاء کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اس کو  
پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور تحسین و قبول کے  
ساتھ اس کا استقبال کریں گے۔ واللہ سبحانہ و  
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۲ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ  
اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بھوکے پرورش میں رہیں جب وہ بالغ  
ہوئیں تو بھائی نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بھوکے تھی اس کی شادی زید نے خود اپنی  
زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بھوکے پاس نہ ہوں صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش و  
شادی اپنے مال مزدور و مشترکہ سے کیا، اس صورت میں یہ خرچ بھوکے ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا  
ہے یا نہیں؟ جینا تو جروا۔

## الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں :

- (۱) خرچ پرورش
- (۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے ہرات کا کھانا خدقیوں  
کا انعام، سمدھیانہ کے جوڑے، دولہا کی سلامی، سواروں کا کرایہ، ہرات کے پان پھالیر  
وغیرہ ذلک۔
- (۳) دولہن کا جہیز۔

بتوفیق اللہ ہر ایک کا حکم علیہ منسے۔

خرچ پرورش : بیشک بکرم دیانت بکالت عدم وصی و ارثان کیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور  
ان کے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف  
تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں اگرچہ یہ ان پر وصایت و ولایت الیہ

نہ رکھیں۔ تنزیہ البصار و در مختار و رد المحتار وغیرہ اسفار میں ہے،

جائز شواء مالا ید للصغیر منه (کا النفقة  
والکسوة واستئجار الظئر منه) و بیعہ  
ای بیع مالا ید للصغیر منه لا یم و عمر و  
امر و ملتقطہو فی حجرہم اے ف  
کنفہم والا لا۔

نابالغ کے لئے نفقہ اور لباس و ضروری اشیا  
خریدنا، دودھ پلانے والی کو اجیر پر محال کرنا (منع)  
اسی طرح نابالغ کی خاطر ضروری اشیا فروخت  
کرنا بھائی، چچا، ماما اور اس کو اٹھانے والے  
کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ نابالغ ان کی زیر پرورش  
اور زیر نگرانی ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ شامی قول در مختار،

لا یجوز التصرف فی مالی غیرہ بلا اذنہ  
ولا ولایتہ الا فی مسائل یتلے

کی شرح میں بعض مسائل استثناء ارشاد فرماتے ہیں،

کذا لو اتفق بعض اهل البعثة علی  
مسجد لا متولی له من غلته لحصیو  
و نحوه او اتفق الورثة الکبار علی الصغار  
ولا وصی لهم فلا ضمان فی کل دیانة آھ  
ملخصاً۔ اقول ولا یخالفہ سبل سہما  
یؤیدہ ما فی شہادة الاوصیاء  
عن الطحاوی عن الفصول  
حیث قال ورثة صغار و کبار و فی  
التربة دیم و عقار فہلک بعض المال  
وانفق الکبار البعض علی  
انفسہم و علی الصغار فما ہلک فہو

جیسا کہ بعض اہل محلہ کا ایسی مسجد کے محاصل میں سے  
اسس کی چٹائیوں وغیرہ پر خرچ کرنا جس مسجد کا  
کوئی متولی نہیں یا بڑے وارثوں کا ایسے چھوٹے  
وارثوں پر خرچ کرنا جس کا کوئی وصی نہیں۔ ان سب  
پر از روئے دیانت کوئی ضمان نہیں اہ تلخیص۔  
میں کہتا ہوں یہ بات امام کے اس قول کے مخالفت  
نہیں بلکہ توفید ہے جو انھوں نے فصول کے حوالے  
سے شہادت اوصیاء میں فرمایا کہ کسی کے ورثاء  
چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی جبکہ ترکہ میں دین اور  
جائداد ہے۔ پھر کچھ مالی ہلاک ہو گیا اور کچھ بڑوں نے  
چھوٹوں پر خرچ کیا۔ جو ہلاک ہوا وہ تو سب پر ہے

لے الدر المختار کتاب الخط والاباحہ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۶/۲

رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۰/۵

لے الدر المختار کتاب القصب مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۴/۲

لے رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۷/۵



علیٰ کلہم وما انفقہ البکار ضمنوا حصۃ  
الصغار ان كانوا انفقوا بغير امر القاضی  
او الوصی وما انفقوه بامر احدہما حسب  
لہم الی نفقۃ مثلہم ام فان هذا عند  
وجود الوصی وما مرفعتہ عدہ لا سیما  
فی بلادنا فافہم۔

اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا ہے اگر وہ قاضی یا  
وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو چھوٹوں کے  
حصے کے ضامن ہوں گے اور اگر ان میں سے کسی کی  
اجازت سے خرچ کیا تو ان کے لئے مثل نفقہ میں  
شمار کر لیا جائے گا اور بیشک یہ اس صورت میں  
ہے کہ وصی موجود ہو اور جو پہلے گزرا وہ وصی کی  
عدم موجودگی کی صورت میں ہے خصوصاً ہمارے  
ملک میں۔ پس سمجھو (ت)

پس جو کچھ بچہ نے ان لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثل کا دعویٰ کرے تو بیشک دیانتہ  
بجرا پائے گا۔

قَالَ كَانَ مَا ذُوْنَالِه فِي ذَلِكَ مِنْ جَرْمَةِ  
الْمَشْرِع فَلَا يَكُونُ ضَمِيْنًا بَلْ أَمِيْنًا مَقْبُولِ  
الْقَوْلِ مَا لَمْ يَدْعُ مَا يَكْذِبُهُ الظَّاهِرُ  
بِالْاِتِّوَاعِ الْمَقْدَمِ عَلَى الْفُصُولِ  
حَيْثُ حَكَّمَ بِالْاِحْتِسَابِ الْمِثْلَ نَفَقَةِ  
الْمِثْلِ عِنْدَ وَجُودِ الْاِذْنِ مِنْ  
لِهُ الْاِذْنُ كَالْوَصِيِّ وَالْقَاضِي وَالْمَشْرِعُ  
الْمُطَهَّرُ احَقُّ مِنْ لِهُ الْاِذْنُ وَقَدْ وَجِدَ  
مِنْهُ الْاِذْنُ فَبِمسئلتنا وانت  
لَمْ يَوْجِدْ مِنْ وَصِيٍّ او قَاضِيٍّ  
لَفَقْدِ اَنْهَاهُمَا هُنَا اَسَاسًا وَاَنْتَ تَعْلَمُ  
اَنْ الْمُبْتَغَى اِنْ شَاءَ يَفْقَى بِالْبِدْيَانَةِ بَلْ  
قَدْ اِشْتَبَهَ عَرِشُ التَّحْقِيقِ بِتَوْفِيقِ

کیونکہ وہ اس مسئلہ میں شریعت کی طرف سے اذون  
تھا۔ لہذا وہ ضامن نہیں بلکہ امین ہوگا۔ اس کا  
قول قبول ہوگا جب تک وہ ایسا دعویٰ نہ کرے  
جس کو ظاہر جھٹلاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے جو ہم نے  
بجوالہ فصول ذکر کیا ہے۔ اس میں مثلی نفقہ کی  
حد تک شمار کرنے کا فیصلہ دیا گیا جبکہ مالک اذن  
یعنی وصی یا قاضی کی طرف سے اذن موجود ہو حالانکہ  
شرع مطہر مالک اذن ہونے کا زیادہ معتد ہے  
تو ہمارے اس زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف  
سے اذن پایا گیا ہے اگرچہ وصی یا قاضی کی طرف سے  
نہیں پایا گیا کیونکہ وہ دونوں یہاں بالکل مفقود  
ہیں۔ اور گویا جانتا ہے کہ مفتی دیانت کے ساتھ  
قوی دیتا ہے بلکہ ہم نے مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کی توفیق

المولى سبحانه وتعالى في كتاب الوصايا من  
 العطايا التسمية في الفتاوى الوضعية  
 أن الابن الكبير في امصارنا هذه في  
 اعصارنا هذه يقوم مقام وصي ابیه علی  
 الاولاد الصغار من دون حاجة الى تصریح  
 بالوصاية لوجود الاذن والتفويض دلالة  
 بحکم العرف الفاشی المطروح مع تحقیق  
 الضرورة الملجئة الى اعتبار تلك  
 الدلالة والله يعلم المفسد من المصلح  
 ومن لم يعرف اهل زمانه ولم يراع  
 في الفتيا حال مكانه فهو جاهل  
 مبطل في قوله وبیانہ کو قد بینا المسئلة  
 بحول القدير جل مجدہ بما يتعين  
 المراجعة اليه وحینئذ فالمرأظہر  
 کہ اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کی طرف رجوع کرنا متعین ہو گیا۔ اب سماع زیادہ  
 ظاہر ہے۔ (ت)

سے فتاویٰ رضویہ کی کتاب الوصایا میں طبعاً  
 تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہر دل میں  
 ہمارے اس زمانے میں بڑا بیٹا نابالغ اولاد ہر  
 باپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے باوجودیکہ  
 اس کے وصی ہونے کی تصریح نہیں ہوتی کیونکہ اس  
 کے لئے اذن و تفویض بطور دلالت موجد ہوتی ہے  
 اس عرف کے حکم سے ہر جاری و ساری ہے۔  
 علاوہ ازیں وہ ضرورت بھی محقق ہے جو دلالت  
 مذکورہ کا اعتبار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اور اللہ  
 تعالیٰ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سوار نے والے  
 سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہیں پہچانتا اور فتویٰ  
 میں اس کے مکان کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ جاہل ہے  
 اور اس کا قول و بیان باطل ہے، ہم نے  
 اللہ تعالیٰ قدرت والے کی عطا کردہ قوت سے مسئلہ  
 کو اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کی طرف رجوع کرنا متعین ہو گیا۔ اب سماع زیادہ

اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تکل و  
 اسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا بھرا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے،  
 نفقة العثل ما یكون بهت الاسراف و  
 التفتیر کذا فی المحيط بہ  
 رد المحتار میں ہے،  
 ما ینفق علی مثلہم فی تلك السمدۃ  
 جو خرچ کیا جاتا ہے ان کی مثل پاس مدت میں (انت)

**مصارف شادی :** عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی و جہیز عروس سب کچھ نے محض اپنی رائے سے مکے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور ہمیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں، نہ ان سے دوبارہ صرف کوئی استفسار ہوا تھا نہ ان کا کوئی اذن تھا نہ ان قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا یہ جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے ہلالہ میں مصارف شادی کنواریوں سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ ان سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دہن کے حصہ میں مجرا نہیں ہو سکتے۔

لانا وان قلنا بوصایہ بکود لاله کما اشوننا  
الیہ فقد انقطعت الولایۃ بالبلوغ۔  
اس لئے اگرچہ ہم بطور ولایت جبر کے وصی ہونے کا قول کر چکے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے مگر وہ ولایت بالغوں کے بلوغ سے منقطع ہو گئی۔ (ت)

ردالمحتار میں منایہ ہے :

انهم (یعنی الورثۃ الکبار) اذا حکمنا  
حضوراً لیس للوصی التصرف فی التركة  
اصلاً الا اذا کان علی المیت دین الخ۔  
توان مصارف میں جو کچھ بچہ بچہ نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع و احسان ہوا جیسے کسی سے حجاز پائیگا سب صرف اسی کے حصے پر پڑے گا خواہ ضامناً خواہ قصاصاً دوسرے ورثہ جنہوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحتاً اذن دیا یہ بری رہیں گے اگرچہ انہوں نے صرف ہوتے دیکھا وہ خاموش رہے ہوں الا ینب الی ساکت قول (چپ رہنے والے کی طرف قول کو منسوب نہیں کیا جاتا۔ ت)۔ استہاجہ میں ہے :

لو سأل غیرہ یتلف مالہ  
فہو لا یسکون اذنا  
اگر کسی نے غیب کو اپنا مال تلف کرتے  
دیکھا اور چپ رہا تو یہ تلف کرنے کا

باتلافہ

اذن نہ ہوگا۔ (ت)

خصوصاً اگر اُن میں کوئی اس وقت تا بالغ ہو کہ تابان کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانه ليس من اهل التبصر ولا لاحد ان يتبرع من ماله۔  
اس لئے کہ وہ اہل تبرع میں سے نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)

بازیر و حجر الرائی و رد المحتار و تنویر الابصار و سراج و باج و غیرہ میں ہے،

الهبّة والعرض وما كان اتلا فالتمال  
او تصليكا من غير عوض فانه لا يجوز  
عالم يصرح به نصاً أم أقول هذا  
افادون في شريكي العنان والمفاوضة  
مع امثلا منهما وكيل عن صاحبه و  
ما دون التصرف في المال من جانب  
فكيف بالشريك شركة العين فانه اجنبى  
صرف عن حصه اخيه ليس  
له التصرف فيه كما نصوا عليه۔  
ہبہ اور عرض اور جس صورت میں مال کو تلف کرنا یا بغیر عوض کے مالک بنانا پایا جائے یہ جائز نہیں جب تک صراحتاً اس کی اجازت نہ دی گئی ہو اور، میں کہتا ہوں یہ ممانعت شرکت عنان و معاوضہ میں ہے باوجودیکہ ان میں ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے تصرف کی اجازت ہوتی ہے تو پھر کیسا حکم ہوگا شرکت عین کے شریک کا کیونکہ وہ تو دوسرے بھائی کے حق میں محض اجنبی ہوتا ہے اور اسکو دوسرے کے حصہ میں تصرف کی اجازت نہیں ہوتی جیسا کہ علامہ نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحاوی میں ہے،

التجهيز لا يدخل فيه الجمع والموائد  
فالفاعل لذلك ان كان من الورثة  
يحسب عليه من نصيبه ويكون متبرعا  
وكذا ان كان اجنبيا ملخصا۔  
لوگوں کا اجتماع اور ان کے کھانے کا اہتمام تجہیز میں داخل نہیں، ایسا کرنا والا اگر وارثوں میں سے ہو تو یہ خرچ کرنا خود اس کے اپنے حصے میں جیسا کہ یہ تھا اور وہ اس خرچ میں جتنے ہوگا، اور ایسا ہی ہوگا اگر وہ اجنبی ہو (ملخصاً) (ت)

الحاشیہ والنتظار الفن الاول القاعدة الثانية عشر ادارة القرآن کراچی ۱۸۵/۱  
رد المحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۵/۳  
حاشیہ الطحاوی علی رد المحتار کتاب الفرائض المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۳۶۰/۲

دولہن کا جہیز : وہ اگر بچہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو ہبہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی قسمت گذائی کر یہ اشیا تیرے غلام حصہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی غلام قسم میں تیرا حصہ نہ ہو گا نہ بالیقین یہ ہو اگر اموال منقولہ کی ہر جنس جدا جدا جوڑ کر دولہن کا حصہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اس کے حصہ میں آیا ہے کی بیشی ایک ذرہ کے اس کے لئے جدا کر لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

فصلاً عن الاقتصار على المشيات والتحو  
عن الاستبدال في القيميات۔  
چھ جائیکہ مثلی اشیا پر اقتصار ہونا اور قیمتی چیزوں میں تبدیلی کو ترجیح دینے سے بچنا (ت)  
نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں  
صکما نصوصاً علیہ فی الکتب جمیعاً (جیسا کہ اس پر تمام کتابوں میں علماء نے نص کی ہے۔ ت)  
تو غایت درجہ اس قدر ہا کہ کرنے دیتے وقت اپنے دل میں کچھ لیا کر یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ  
جہیز کی لاگت ہے دولہن کے حصے میں ہر ایسے گے صرف اتنا بچہ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت  
نہ ہونا تو ظاہر لیا مصلح و مخارج یوں نہیں کر کہ ترکہ یا اس کی قسم سے حصہ دولہن کا سا قسط نہ کیا گیا نہ دولہن  
کے خیال میں ہو گا کہ اب غلام قسم ترکہ میں میرا کوئی دعویٰ نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نہ لایا  
امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے فان العقد ربط ولا بد فی الربط  
من شیمین معہذا (اس لئے کہ عقد تو ربط کا نام ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے)  
عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ منقولہ قطع نزاع جس کے لئے صلح و تحساج کی  
وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وما من شیء خلا عن مقصوده الا بطل و  
جہالة المصلح عنه انما لا تمنع حیوان  
المصلح اذا لم تقض الی مناسعة والاصح۔  
نہیں ہے کوئی جو مقصود سے خالی ہو مگر یہ کہ وہ  
باطل ہے اور جس شیء پر صلح ہو رہی ہو اس کی  
بہالت صرف اس وقت جواز صلح سے مانع نہیں  
ہوتی جب اس سے کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو ورنہ مانع  
ہوتی ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

المصلح شوعاً عقد يرفع النزاع و  
يقطع الخصومة۔  
صلح شریع میں ایسے عقد کو کہتے ہیں جو جھگڑے  
کو رفع کرے اور خصومت کو ختم کرے۔ (ت)

نہایت میں ہے :

جهالة تقضي الى المتابعة تمنع جواز  
الصلح له ملخصين -  
ایسی جہالت جو جھگڑے کا باعث ہو وہ جواز صلح  
سے رکاوٹ ہے اور ملخص (ت)

رہی بیع وہ اگر تصریح ایجاب و قبول بھی ہوتی مثلاً بکر کتا میں نے یہ چیز بعوض ان اشیائے متروکہ  
کے جو بمقدار مالیت چیز تیرے حصہ میں آئیں بیع کیا اور دھن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ چیز کی لاگت  
بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کتنی تھیں اور کیا کیا اشیاء حصہ عروس میں آئیں گی یہاں تک  
کہ اس قدر بھی نہ ہو بلکہ کوئی نہ کر دیا نہ آیا صرف بکرنے ایک امر سمجھ کر چیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ  
اس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں۔

ومعلوم انه ليس من عقد يتم بالنسيئة  
بل لابد من شئ يظهر القصد القلبي  
ويكون دليلا على الرضا، النفس -  
اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی عقد محض نیت سے  
تام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کسی ایسی چیز کا  
ہونا ناگزیر ہے جس سے دلی ارادہ ظاہر ہو اور  
وہ دلی طور پر رضا مندی کی دلیل ہو۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

ولكنه الفعل الدال على الرضا بتبادل  
المتكبر من قول اد فعل آه نعم  
المظهر قد يكون نصا وهو اللفظ المقولا  
للايجاب والقبول وقد يكون  
دلالة كالمادة و اخذ  
الثلث بعد ثبات الثمن في بيع  
المتعاطى وحيث لا حاجة الى  
البيانات للعرف العام كالخبر  
مثلا حيث يكون له  
اس کا ردکن ایسا فعل ہے جو دونوں ملکوں کے  
باہمی تبادلہ پر رضا مندی کی دلیل ہو چاہے قول  
سے یا فعل سے اور اس کو ظاہر کرنے والی  
چیز کبھی نص ہوتی ہے جیسے وہ لفظ جو ایجاب و  
قبول کے لئے مقرر ہیں اور کبھی دلالت ہوتی ہے  
جیسے بجاؤ تاؤ طے کرنا اور دستی لین دین کی بیع  
میں ثمن بیان کرنے کے بعد اس کو لے لینا،  
اور جہاں عرف عام کی وجہ سے بیان کی حاجت  
نہ ہو مثلاً ردائی کی قیمت جب معلوم ہو اس میں

لہ الفتاویٰ الہندیہ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول فوری کتب خانہ پشاور ۲۳۱/۲

۲۵۵/۵ کتب البیوع مکتبہ فوریہ رضویہ سکس

قيمة معلومة لا تختلف ففتح البائع  
الدكان وجلسه للبيع واعداده  
الخبر لذلك دليل على البيع واخذ  
المشتري على الشراء اما ههنا فانت  
فرضت دلالة من بكر فلا دلالة  
اصلا من قبل العروص ولئن سلمت  
الرضا فالتعاطي ههنا من احد الجانبين  
وهو وانت جازر عند البعض وبه يفتي  
وهو ارجح التصحيحين فلا بد فيه  
عند مجيزة من بيان البديل والبدل  
ههنا كما علمت مجرمول فلم ينقد  
البيع اجماعا۔

فما دى عالمگیری میں ہے :

الشرط في بيع التعاطي الاعطاء من  
الجانبين عند شمس الانسة المحلواني  
كذا في الكفاية وعليه اكثر المشائخ  
وفي البزاية هو المختار كذا في البحر الرائق  
والصحيح ان قبض احد هما كان لنص  
محمد بن محمد الله تعالى عنه على ان  
بيع التعاطي يثبت بقبض احد البديلين  
وهذا ينظم الثمن والمبيع كذا  
في النهر الفائق وهذا القائل يشترط  
بيان الثمن لان عقاد هذا البيع  
بتسليم المبيع هكذا حكى فتوى

کوئی اختلاف نہ ہو تو بائع کا دکان کھول کر بیع کیلئے  
بیٹھا اور روٹی تیار کرنا بیع کی دلیل ہے اور مشتری  
کا اس کو لئے لینا خریداری کی دلیل ہے۔ مگر  
یہاں زیر بحث مسئلہ میں اگر بکر کی طرف سے  
دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دکان کی طرف سے  
یا نکل دلالت موجود نہیں۔ اگر اسکی رضامندی کو  
تسلیم کر لیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک طرف  
سے ہے۔ وہ اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے،  
اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے اور دونوں نصوں  
میں سے یہ زیادہ رائج ہے۔ لیکن اسی کو جائز  
قرار دینے والے کے نزدیک بدل کا بیان ضروری  
ہے اور یہاں جیسے کہ ٹو جانتا ہے بدلی مجہول ہے  
لہذا بالاجماع بیع منعقد نہ ہوئی۔ (ت)

شمس الانسة الحلواني کے نزدیک بیع تعاطی میں  
شرط دونوں طرفوں سے دینا ہے، کنایہ میں یہی  
ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے  
کہ یہی مختار ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے۔  
اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایک قبضہ کرے تو کافی  
ہے کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے نص فرمائی کہ بیع  
تعاطی دو میں سے ایک بدل پر قبضہ کر لینے سے  
ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ ثمن اور بیع دونوں کو  
شامل ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور  
یہ قائل شرط قرار دیتا ہے اس بیع کے منعقد ہونے  
کے لئے ثمن کے بیان کرنے اور بیع کے پونپنے کو

الشیخ الامام ابی الفضل الکنعانی کذا اور یونہی منقول ہے شیخ امام ابراہیم الفضل کرمانی کا  
فی المحيط۔ فتویٰ جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

پس واضح ہوا کہ چیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی  
اثر تبدیل ملک پیدا نہ کرے گا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک و کار  
ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور برتن، کپڑے وغیرہ کہ موردوں نے چھوڑے بعد چیزیں دے گئے وہ جیسے  
سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اسٹیاں بکرنے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً  
ملک بکر کی تھیں اور اب یہی خاص اُسی کے ملک پر ہو گئی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں،

لساعطو من ان الشراء اذا وجد نفاذا على کیونکہ معلوم ہے کہ بیع سبب نفاذ پائے تو مشتری  
الشاری نفاذ۔ پر نفاذ ہو جاتی ہے (ت)

خایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من  
فتاویٰ عن رد المحتار (جیسا کہ ہم رد المحتار کے حوالے سے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر نقل  
کر چکے ہیں۔ ت) پھر اس قسم یعنی ملکات بکر پر دھن کا قبضہ امانت ہو گا لمصوبہ بتسلیط المالك  
(کیونکہ یہ مالک کے مسلط کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ت) پس جس چیز کو دھن نے استملاک  
نہ کیا بغیر اس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہو گئی اس کا تاوان دھن پر نہ آئے گا اور جو اس کے فعل  
تعدی سے تلف ہوئی اس کی قیمت بکر کے لئے دھن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی  
(کیونکہ امین جب زیادتی کرے تو وہ ضامن ہوتا ہے۔ ت) اور جو باقی ہو وہ بیعہ بکر کو واپس دے  
اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ چیزیں دیا گیا اس پر دھن کا ہاتھ دست ضمان ہو گا یعنی کسی طرح اسکے  
پاس ہلاک ہو جائے مطلقاً تاوان آئے گا،

وذلك لان بکرا قد تعدی على حصص الشركاء  
بتجهيز الاخت من حال مشترك وتسلیمه  
اليها جهات المتلبس وتستعمل و بالتصرف  
تستقل وكل يد مرتبة على يد ضمان يد ضمان۔  
کیونکہ بکر نے شرکاء کے حصص میں تعدی کی اس لئے  
کہ اس نے مال مشترک سے بھی کچھ چیزیں بنا کر اسکے  
حوالے کر دیا کہ وہ اس کو پہنے، استعمال کرے اور  
تصرف میں مستقل ہو جائے۔ ہر قبضہ جو دست ضمان  
پر مرتب ہو وہ دست ضمان ہوتا ہے۔ (ت)



پس باقی ورثا جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکرے  
 لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب ہے - ت) چاہیں دلہن سے لانہا کا غاصبہ الغاصب  
 (کیونکہ وہ غاصب سے غضب کرنے والی ہے - ت) فتاویٰ خیر میں ہے،

الید المتقبضة علی ید الضمان ید الضمان  
 ید ضمان قلب البهیمة انت یضمن  
 من شاء الخ۔  
 جو قبضہ دست ضمان پر مرتب ہو وہ دست ضمان  
 ہوتا ہے لہذا چار پٹے کے مالک کو اختیار ہے  
 کہ جس کو چاہے ضمان ٹھہرا سکے۔ (ت)

اور وہ بکریا دلہن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعویٰ نہیں پہنچتا،  
 اما بکریا لانہ الغاصب واما قبض العروس  
 بتسلیطه واما العروس فلانها قبضت  
 لنفسها لا لیکر۔  
 بکریا تو اس نے گروہ غاصب ہے اور دلہن نے  
 اس کے مسلط کرنے سے اس پر قبضہ کیا ہے۔ یہی  
 دلہن تو وہ اس نے کہ اس نے اپنے لئے قبضہ  
 کیا ہے بکر کے لئے نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے،

وهب الغاصب المغموب او تصدق او  
 اعان و هلك في ايديهم و ضمنتوا المالك  
 لاي يرجعون بما ضمنتوا المالك على الغاصب  
 لانهم كانوا عاملين في القبض لانفسهم  
 في ذات السرقة و المتاجر و المودع  
 فانهم يرجعون بما ضمنتوا على الغاصب  
 لانهم عملوا له الخ۔  
 غاصب نے مغضوب چیز کسی کو سہہ کر دی یا صدقہ  
 کر دی یا عاریت پر دے دی، وہ چھیننے ان  
 لوگوں کے ہاتھ میں ہلاک ہو گئی اور وہ اصل مالک کے  
 ضامن ہو گئے تو اب یہ لوگ غاصب پر رجوع نہیں  
 کر سکتے اس تاوان کے بارے میں جو انہوں نے  
 مالک کو دیا کیونکہ وہ مغضوب پر قبضہ میں اپنے  
 لئے عمل کرنے والے ہیں بکلاف مرتہن، متاجر  
 اور اس شخص کے جس کے پاس غاصب نے مغضوب چیز ودیعت رکھی۔ یہ لوگ اگر بصورت ہلاکت مالک  
 کو تاوان ادا کریں تو اس کے لئے غاصب پر رجوع کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے غاصب کے لئے عمل کیا (ت)  
 اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فراغ فی البیہ پر تقسیم ہو جائیں یہ سب احکام اُس صورت

میں تھے کہ بکر نے چیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بیشک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

کیونکہ وہ دینے والا ہے لہذا وہ دینے کی ہمت کو زیادہ بہتر جانتا ہے جیسا کہ الاشباہ و الفصولین اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور علمائے اس پر متعدد مسائل میں نص فرمائی ہے۔ میں کتابوں بھائی جب بہنوں کے لئے چیز بنائیں جبکہ وہ بہنیں مالدار ہوں اور بھائیوں کے زیر قبضہ ترکہ میں شریک ہوں تو ایسا کوئی عرف ہمارے شہروں میں جاری و ساری نہیں جو اس کو ہبہ قرار دے بخلاف مال باپ کے کہ تو واجب کے باقی رہتے ہوئے اس کا قصہ تبرع ہونا کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر یہاں یہ ہے کہ بھائی اس کو بہنوں کے حصوں میں سے شمار کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ (ت)

اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دُلس نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصہ کا معاوضہ یا حقے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہونگے کہ اس صورت میں دُلس کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گی،

اس لئے کہ قبول فرع ہے علم کی۔ جب اس خاتون نے اس کو ہبہ سمجھا ہی نہیں تو اس کا ہبہ کو قبول کرنا کیسے مقصور ہوگا (ت)

یونہی اس کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھل کے بارے میں تمام لوگوں کو اجازت دے دی ہے تو لوگوں کو خبر پہنچ گئی جس پر کچھ لے لیا وہ ایک کچھ ایسا ہی

لأنه أذا فم فهو أدنى بجهة السخف كما في الأشباه وجامع الفصولین و الفتاوی الخیرية و غیر ما کتاب وقد نصوا علیه فی مسائل كثيرة أقول و ليس فی تجهیز الاخوة الاخوات اذا كنت ذوات مال شریکات فی ما بایدی الاخوة من التركة عرف فاشب يقضى بالهبة بخلاف الأباء والامهات فی بلادنا و كيف یكون الظاهر قصد التبوع مع بقاء الواجب بل الظاهر ح انهم یریدون الاحتساب علیهم من انصبائهم

فان القبول فرع العلم و هو اذا لم تحسبه هبة كيف يتصور انها قبلت الهبة.

بجرائی میں ہے،

وكنذا بقوله اذنت الناس جميعا في ثمر نخلي من اخذ شيئا فهو له فبلم الناس من اخذ شيئا

یہ کہ کذا فی المنقذ وظاہرہ انت من  
اخذہ ولم یبلغہ مقالة الواہب  
لا یكون له کمالاً یخفی <sup>اح</sup> ، اقول  
ومثله ما فی الہندیۃ عن الخلاصۃ رجل  
سیتب دایتہ فاصلحہا الناس ثم  
جاء صاحبہا و اراد أخذہا و اقر و قال  
قلت حین غلیت سبیلہا من اخذ فہی  
لہ او انکرنا قیمت علیہ البینۃ او  
استعلفت فتکل فہی للأخذ  
سواء کانت حاضراً سمع ہذہ  
المقالة او غاب قبلہ الخیر <sup>اح</sup>  
ووجہہ ظاہر فانیہ اذا  
علم بمقالة الواہب  
فیكون الأخذ علی جہۃ  
الاتہاب و یقوم القبض مقام  
القبول بخلاف ما  
اذا لم یعلم فانیہ لم  
یتحقق القبول قطعاً و  
هو مبداء ثبوت الملک  
للموہوب لہ قطعاً  
سواء جعل سکناً کما نص  
علیہ فی التحفۃ والولوالجیۃ

فتعہ تمیں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس شخص تک  
واہب کی یہ بات نہیں پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ  
اس کا مالک نہ ہوگا الخ، میں کہتا ہوں اور اسکی  
مثل خلاصہ کے حوالے سے ہندیہ میں ہے کہ ایک  
شخص نے اپنے چار پائے کو چھوڑ دیا اور کسی انسان  
نے اس کو پکڑ کر سنبھال لیا پھر اس چار پائے کا  
مالک آیا جو اس کو لینا چاہتا تھا۔ اس نے اقرار  
کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت کہا تھا کہ  
جو اس کو پکڑے یہ اُسی کا ہے یا اُس نے انکار کیا  
مگر گواہوں سے یہ ثابت ثابت ہو گئی یا اس کو  
قسم کھانے کا کہا گیا اور اس نے انکار کر دیا۔ ان  
تمام صورتوں میں وہ چار پائے پکڑنے والے کا ہر گنا  
چاہے وہ خود حاضر تھا اور اس نے مالک کی یہ پتہ  
سننی تھی یا غائب تھا اور اس تک اس کی خبر  
پہنچی <sup>اح</sup>۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ جب اسکو  
واہب کے اس قول کا علم ہو گیا تو اس کا لینا  
ہبہ کو لینے کے طور پر ہوا اور قبضہ کرنا قبول کے  
قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے کہ جب اُسے  
واہب کے اس قول کا علم نہ ہوا ہو، کیونکہ اس  
صورت میں قبول کرنا بالکل مستحق نہیں حالانکہ  
موجوب لہ کے لئے ملک کے ثبوت کا دار و مدار  
قطعی طور پر قبول کرنے پر ہے۔ چاہے قبول کر کن

بنایا جائے جیسا کہ تحفہ، دلو الجیہ، کافی، کفایہ، تبیین، بحر، مجمع الامتھر، در مختار اور ابوالسعود وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ہاں اور طبعی الابحر وغیرہ عظیم کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ چاہے اس کو شرط بنایا جائے جیسا کہ مبسوط، محیط اور ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ بدائع میں افادہ کیا ہے کہ یہ استحسان ہے۔ اور پہلا قول امام زفر کا ہے۔ بہر صورت دونوں قول اس پر متفق ہیں کہ بہر میں قبول کے بغیر ملک ثابت نہیں ہوتا اور اسی پر خانیہ وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔ ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے جس پر اضافہ کی گئی نش نہیں (ت)

۴ اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر آئیں گے خواہ بکر ہو یا سبب شعکار اور احکام سابقہ عموماً کرینگے، ہاں اگر بکر کا ارادہ بہ قول یا فعل یا دلالت کسی طرح ظاہر ہو جس کے سبب دُہن نے اسے بہر ہی بجز قبضہ کیا تو البتہ ایجاب و قبول دونوں متحقق ہو گئے۔

کیونکہ بطور بہر قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہے جب کہ قابل تقسیم چیز کو بلا تقسیم بہر کرنے کی صورت میں ہوتا ہے کیونکہ بطور دلالت رضامندی میں وہ سب برابر ہیں، جب کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

دلو الجیہ میں ہے،

بہر کے باب میں قبضہ کرنا رکن کے قاتل مقام ہے  
لہذا یہ قبول کی مثل ہو گیا۔ (ت)

پس جو اشیاء بکر نے خرید کر چیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دُہن ان کی مالک

القبض فی باب الہبۃ جہار مجری المکس  
فصار کالقبول

پس جو اشیاء بکر نے خرید کر چیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دُہن ان کی مالک

والکافی والکفایۃ والتبیین و  
البحر ومجمع الانہر والدر المختار  
وابی السعود وغیرہا من کتب البکار وهو ظاہر  
الہدایۃ وملتی الابحر وغیرہا من  
الامسار الغر او شرطاً کما نص علیہ فی  
المبسوط والمحیط والہندیۃ وغیرہا و  
افاد فی البدائع انہ الاستحسان وان  
الاول قول زفر علی کل فاقسقت  
القولان علی انہ لا تملک فیہا بدوی  
القبول وهو الذی نص علیہ فی الخانیۃ  
وخیرہا وقد حققنا المسئلۃ بتوفیق اللہ  
تعالی علی ہامش رد المحتار بما لا مزید علیہ۔

مستقل ہو گئی اور بکر پر اس مال شریک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شرار واقع ہوا یہاں تک کہ خود اس دھن کے حصے کا بھی جس نے بھیز پایا۔

فان البدل وان اليها وصل فكن الشراء  
نفذ على بكر فوقه الملك له وتم الضمان  
ثم العطاء للعروس هبة على حدة من  
مال نفسه فلا يرتفع به ضمان قسط  
العروس .  
کیونکہ بدل اگرچہ اس دھن تک پہنچ گیا لیکن شریار کا  
نفاذ بکر پر ہوا چنانچہ اس کے لئے ملک ثابت ہو گئی  
اور ضمان تمام ہو گیا پھر اس کا دھن کو دینا ملک ہے  
ہے جو بکر کے اپنے مال سے ہوا لہذا اس سے دھن  
کے حصے کا تاوان ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہے کہیں تو یہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا۔ اذلا اذن منهم ولا ولاية عليهم  
(اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اجازت ہے اور نہ ہی ان پر ولایت ثابت ہے۔ ت) تو ان کے  
حصے تو ہر حال دھن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انہیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا  
دھن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرانہ پائے گا حکماً قد منعت البزانية (جیسا کہ بزازیر کے  
حوالے سے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ت) رہا بکر کا اپنا حصہ چیز میں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اس کے حصے  
لیجئے تو وہی امتناع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا، جبب تو بکر کے حصے  
میں بھی یہی گنج نہ ہوا لہذا ہبۃ مشاع فیما یقسم (کیونکہ یہ قابل تقسیم چیز میں بلا تقسیم ہے۔ ت)  
اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دھن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا  
اس میں حصہ بکر کا تاوان خاص دھن پر پڑے گا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے،

لا تصح هبة المشاع الذي يحتل القسمة  
ولا تفيده الملك في ظاهر الرواية قال  
الزيلي ولو سلمه شافعا لا يملكه فيكون  
مضمونا عليه ان ملخصا وتماهه فيها  
وفي مراد المحتار۔  
ایسی غیر منقسم چیز کا یہ بھی نہیں جو تقسیم کا احتمال  
رکھتی ہو اور ظاہر الروایہ کے مطابق وہ مفید ملک  
نہ ہوگا۔ امام زہلی نے کہا اگر غیر منقسم حالت میں  
اس کو سونپ دیا تو ملک ثابت نہ ہوگا چنانچہ  
اس پر ضمان آئے گا ان تخلص۔ اس کی مکمل بحث  
فتاویٰ خیرہ اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دھن نہ جسنے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی یہ بھیج نہ ہوگا  
اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دھن پر آئے گا۔ بکر الاتی میں ہے،

ناقابل تقسیم چیز کے غیر منقسم طور پر ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر کوئی غلام میں اپنے حصہ کو ہبہ کر دے حالانکہ اُسے اپنا حصہ معلوم نہیں تو یہ جائز نہیں (ت)

حب ہو ہبہ لہ کو و اھب کے حصہ کا علم ہو تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کو جائز ہو چاہئے۔ ان دونوں کے فتاویٰ ہمسہ یہ میں نقل کیا ہے۔ (ت)

اگر وہ ہلاک ہو جائے تو میں ذی رحم محرم کو ہبہ فاسدہ کرنا اسے کی طرف رجوع کا فتویٰ دوں گا کیونکہ ہبہ فاسدہ کی صورت میں ضمان آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

اور اگر دہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہو گیا اور ان اشیاء میں دہن اپنے اور بجز دونوں کے حصص کی مالک ہو گئی باقی ورثہ کے حصے پر مستور دست عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بار بار گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں ان میں دہن اپنے حصے کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اُس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی۔

فانہ انہما مسلمہ الملک لید من ملک کیونکہ اس نے تو ایسے کے ہاتھ میں دے دیا جو۔

یشترط فی صحۃ ہبۃ المشاع السذع  
لا یحتملہا ان یتکون قدراً معلوماً حق  
لو وہب نصیبہ من عید ولو یعلمہ  
بہ لم یجزئہ  
فی خط امام سرخسی میں ہے،

واذا علم الموهوب لہ نصیب الواھب  
یفنی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ  
تعالیٰ نقلہما فی الفتاویٰ الرمندیۃ۔

جامع الفصلین میں فتاویٰ امام غزالی سے ہے،

اذا هلك اقلیت بالرجوع للواھب ہبۃ  
فاسدة لذی من جسم محرم منہ اذ  
لفاسدة مضمونة علی ما مر بہ

لے الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الحبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۴  
بحر الرائق کتاب الحبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۹/۷  
لے الفتاویٰ الہندیۃ بحر العمید السرخسی کتاب الحبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۴  
لے جامع الفصلین الفصل الثانی فی التصرفات الفاسدة الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۵۷/۲

فما هلك في يدها فاعليها هلك هذ احسنه  
من اوله الى اخره مسا فيض على قلب  
الفقير من فيض القدير واخذته تفقهها  
من كلمات العلماء اعظم الله اجورهم  
يوم الجزاء فما اصبحت فمن الله تعافى و  
له الحمد عليه وما اخطأت فمن قصور  
نفسى وانا اتوب اليه اتقن هذه اتقانا  
كبيرا فان المسائل مما تمس اليه الحاجة  
كثيرا فاغتسم هذا التفصيل الجميل  
والحمد لله على فيضه الجليل ، و الله  
سبحنه وتعالى اعلم .

اس کا نامک ہو گیا۔ اب جو وطن کے ہاتھ میں ہلاک ہوا  
تو اسی کے ضامن ہلاک ہوا۔ یہ سب کچھ رب قدیر  
کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا۔ میں غاس  
کو بطور تفتہ علما و کرام کے اقوال سے اخذ کیا۔  
اللہ تعالیٰ قیامت کے روزان کو عظیم اجر عطا  
فرمائے۔ جو کچھ میں نے درست کہا اس پر اللہ تعالیٰ  
ہی کے لئے حمد ہے اور جو میں نے غلطی کی تو وہ  
میرا اپنا قصور ہے۔ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔  
وہ اس کو بہت مضبوط بنائے۔ اس لئے کہ  
ان مسائل کی ضرورت زیادہ واقع ہوتی ہے اس  
تو بصورت تفصیل کو غنیمت سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ  
کے فیض جلیل پر تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ  
سبحانه وتعالى اعلم (ت)

### مسئلہ ۱۳ شہر کٹہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مجید اللہ خاں ولد کاسہ خاں  
سکن شہر کٹہ نے اپنی جائداد موروثی دین مہر میں زوجہ کو دی یعنی مسماۃ امیر بیگم کو بعدہ مجید اللہ  
خاں مذکور کا انتقال ہو گیا بعد ازاں جائداد مرقوم بالا کا داخل مسماۃ امیر بیگم کے نام بذریعہ گواہاں کے ہوا  
یہ شخص گواہ تھے عنایت اللہ خاں صاحب ولد کاسہ خاں صاحب ، دیگر گواہ شعیب علی خاں صاحب ولد  
کاسہ خاں صاحب ، مجید اللہ خاں مرقوم بالا کی ایک لڑکی تھی امیر بیگم ، والدہ دختر نے اس کی شادی کر دی  
چند عرصہ کے بعد نصف جائداد جو بذریعہ مہر کے شوہر اپنے سے پہنچی تھی دختر مذکورہ کو دے دی اور اس کا  
داخل خارج بھی کر دیا بگو اہی عنایت اللہ خاں صاحب و شعیب علی خاں صاحب اور بی بی بانٹ اس وجہ  
سے نہیں ہو سکا کہ اس زمین میں جگہ جگہ غارتھے ، دوسرے یہ کہ والدہ اور دختر میں اتفاق بھی بہت تھا  
حتیٰ کہ تاحیات دختر سے جدا نہیں ہوئی ، بعدہ مسماۃ امیر بیگم کی حیات میں دختر جس کے نام نصف  
جائداد کی تھی فوت ہو گئی مسماۃ امیر بیگم نے وہ جائداد واپس نہیں لی اس پر قابض اور وکیل داماد رہا  
اور ہے اور جس وقت امیر بیگم کی وفات تھی اس وقت میں داماد مذکور سے وصیت کی کہ پر خور دار میں میری

تیار داری کرو اور بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو اور جو کچھ تیار داری میں خرچ ہو وہ روپیہ نصیب جائداد یا جائیداد جو میرے نام ہے اس سے وصول کیجیو ورنہ میں خسر میں دامگیر ہونگی اور جو جائداد میں نے اپنی دختر کے نام کی تھی وہ تم کو بخوشی بخشی چونکہ تم نے میری خدمت مثل فرزند بن کے کی بنا کر کرتے ہو نصیب کے بعد مسماۃ امیر بیگم کا انتقال ہو گیا داما مذکور نے قرض دام کر کے تجیز و تکفین کی اور خرچ تیار داری کیا اب مسماۃ امیر بیگم کو انتقال کئے ہوئے عرصہ چند ہوا اور مسماۃ امیر بیگم کے وارث یہ ہیں دو بھائی چچ زاد اور دو شوہر کی، ششیریں حیات میں یہ جائداد جس کا ذکر ہے کس طرح پر تقسیم ہوگی اور قرضہ جو داما مذکور نے خرچ تیار داری میں اور تجیز و تکفین میں کیا کس طرح وصول کرے۔ بتیم اور جروا

### اجواب

مورت مسئلہ میں وہ ہے کہ امیر بیگم نے بنام اپنی دختر کے کیا جو جو مشاع و غیر منقسم ہونے زمین کے حص باطل ہوگی۔ تہذا الفتاویٰ پھر مشاع الا حکام پھر فتاویٰ خیرہ میں ہے،

ہبة المشاع باطلہ و هو الاصحیح علیہ غیر منقسم کا ہے باطل ہے اور یہی صحیح ہے (دست) اور داخل خارج کہ ایک عقد باطل پر مبنی ہو اور باطل و سبب اثر اسی طرح اُس کا مرہوب مذکور کی نسبت اپنے داماد سے کہنا میں نے تجہ کو بخوشی بخشی کہ وہ بھی ہے اور جو شیعہ باطل۔

فی الشامی عن الطحطاوی عن المکی عن الامام قاضی خان وغیرہ ہبة المریض ہبة حقیقہ دانت کانت وصیة حکما۔ شامی میں بخوالہ طحاوی، بخوالہ مکی، بخوالہ امام قاضی خان وغیرہ ہے کہ مریض کا ہے در حقیقت ہے کہ اگر چہ حکما وصیت ہے۔ (دست)

پس وہ زمین تمام و کمال ملک و ترکہ امیر بیگم ہے جس میں وارثان دختر یا خواہراں شوہر کا اصل کچھ حق نہیں صرف امیر بیگم کے دونوں چچ زاد بھائی پر تقدیر عدم موافق ارث و القدام وارث دیگر اس کے مستحق ہیں کہ بعد اسے دین و وصیت آپس میں نصف نصف کر لیں داما مورث نے جو کچھ اس پر اس کی بیماری و تیار داری میں اٹھایا وہ امیر بیگم پر اُس کا قرض ہے کہ ترکہ امیر بیگم لے سکتا ہے فاتہ لہذا الفتاویٰ باموہا وقد افصححت بالرجوع لمریکن متبرعا (کیونکہ جب



اس نے مرحوم کے امر سے خرچ کیا اور اس نے رجوع کی تصریح کی تو یہ متبرع نہ ہوا۔ (ت) اسی طرح جو کچھ کفن و دفن بطریق سنت میں صرف کیا ہو وہ بھی اس کا دین ہے بشرطیکہ امیر بزرگ کے حال کے مناسب عرف و عادت کے لحاظ سے جس قیمت کا کفن دینا چاہئے تھا اس سے بیش قیمت نہ دیا ہو ورنہ قیمت کفن اصلاً مجاز نہ پائے گا۔ تو یہ الا بصار و در مختار و رد المحتار میں ہے۔

لو زاد الوصى على كفن مثله في العدد وضمن الزيادة اي الا اذا وصى بها وكانت تخصرج من الثلث وفي القيمة وقعه الشراؤه (لانه متعد في الزيادة وهي غير متميزة فيكون متبرعا بتكفين الميت به رحمتي)۔  
اگر وصی نے میت کے مثل کفن میں زیادتی کی با اعتبار تعداد کے تو زائد کا ضامن ہو گا (مگر جب اس کو اس کی وصیت کی گئی ہو اور وہ مال کے ایک تہائی سے پوری ہو سکتی ہو) اور اگر با اعتبار قیمت کے زیادتی کی تو یہ خریداری وصی کے لئے واقع ہوگی (کہونکہ اس نے قیمت کی زیادتی میں تعدی کی اور وہ زیادتی ممتاز نہیں لہذا وہ میت کے لئے کفن کی خریداری میں متبرع ہو گا۔ رحمتی)۔ (ت)

اسی طرح جو کچھ کفن و دفن کے سوا فاقہ، درود و سوم، چلم، عورتوں کے جمع ہونے، ان کے پان چھالے کھانے پینے وغیرہ معمول باتوں میں صرف ہوا اس کا بھی ایک حصہ مجاز نہ ملے گا لہذا کثیرہ و حسبث (متعدد وجوہات کی وجہ سے اور کچھ اتنا ہی کافی ہے کہ۔ ت) قول امیر بیگم بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو وصیۃ مہملۃ باطلۃ لانفاذہا اصلاً (وصیت مہمل و باطل ہے جس کا بالکل نفاذ نہیں۔ ت)

علامہ سبکی نے مسئلہ تو یہ الا بصار وغیرہ اوصی بانی يتخذ الطعام بعد موته للناس ثلثة ايام فالوصیۃ باطلۃ (کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد تین دن لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کی تعلیل میں لکھتے ہیں:

انها وصیۃ للناس وهم لا يحصون کما لو قال اوصیت للسلین و لیس فی اللفظ ما یبدل علی الحاجة فوقت تمليکاً صحت مجهول  
کیونکہ یہ وصیت لوگوں کے لئے ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا جیسا کہ اگر وہ کہے کہ میں نے مسلمانوں کے لئے وصیت کی ہے در انحالیکہ لغتوں میں ایسی کوئی چیز نہیں جو حاجت پر دلالت کرے تو یہ مجهول

ملہ الدر المختار شرح تو یہ الا بصار کتاب الوصایا باب الوصى مطبع مجتبائی دہلی ۳۴۷/۲  
رد المختار کتاب الوصایا باب الوصى دار امیاء التراث العربی بیروت ۴۵۴/۵  
ملہ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۳۴۲/۲

فلمن تصحہ اہل ش۔  
 کی تمہیک واقع ہوئی ہو لہذا بھی نہیں اہ۔ (ت)  
 پھر جس قدر دین اس کا ذمہ امیر بیگ ثابت ہوا اسی کے لائق زمین کا ٹکڑا بیع کرنا دین وصول کر سکتا  
 ہے یا وراثت امیر بیگ اپنے پاس سے اس کا دین ادا کر کے ترکہ خالص کر لیں۔ رد المحتار کے باب الوصی  
 میں ہے :

اذا كان على الميت دين ادا وصی بوصیة  
 ولم تقض الورثة الديون ولم ينفذوا  
 الوصیة من ماله من فانه يبيع التركة  
 كلها ان كان الدين محيطا وبمقدار  
 الدين ان لم يحط وله بيع ما زاد على  
 الدين ايضا عند ان حنیفة خلا فاللهما  
 قال في ادب الاوصیاء وبقولهما يفتی  
 كذا في المحافضة والقنية وسانا الكتب  
 ملخصا، والله سبحانه وتعالى اعلم

جب میت پر قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو  
 اور وراثت اس نے اس کا قرض اپنے مال سے ادا کیا  
 اور نہ ہی اس کی وصیت کو نافذ کیا تو وصی تمام ترکہ  
 کو بیچ سکتا ہے اگر قرض اس کو محیط ہو اور قرض  
 ترکہ کو محیط نہ ہو تو قرض کے برابر ترکہ میں سے بیچ  
 سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک  
 قرض سے زائد ترکہ کو بھی بیچ سکتا ہے بکلاف  
 صاحبین کے۔ ادب الاوصیاء میں کہا کہ فتویٰ  
 صاحبین کے قول پر دیا جائے گا۔ ایسا ہی عافیہ  
 فقیر اور دیگر کتابوں میں ہے اور اسی کی مثل  
 بزاز میں ہے اور تفسیر (ت) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ  
 چرمی فرمائید علما رحمہم اللہ تعالیٰ در دست مطلقہ  
 موصی ہم مرد و زن باشند تقسیم برایشان مساوی  
 شود یا لکڑ کر ضعف الائی۔  
 کیا فرماتے ہیں علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وصیت  
 مطلقہ کے بارے میں جو مردوں اور عورتوں کیلئے  
 کی گئی، تو کیا ان سب پر برابر تقسیم ہوگی یا نہ کر کیلئے  
 نونہ سے دگنا ہوگا؟

### الجواب

چوں صراحتہ اشارۃ بیچ گو نہ تفصیل و تفصیل  
 جب صراحتہ اور اشارۃ کسی قسم کی تفصیل موجود نہیں

ملہ رد المحتار بحوالہ السانحانی کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۵  
 ملہ رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصی - - - ۲۵۲/۵

اور نہ ہی ایک نوع کی دوسری نوع پر کوئی فضیلت سمجھی جا رہی ہے، لہذا ہر ایک کو برابر برابر حصہ دیں گے کیونکہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہوگی، لہذا امثال کے طور پر اگر زید کی اولاد کے لئے وصیت کرے اس میں بیٹے اور بیٹیاں سب برابر ہونگے، اور اگر زید کے ورثہ کے لئے وصیت کرے اس صورت میں مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصہ کے برابر ہوگا اس لئے کہ لغزہ ورثہ کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے ورثہ کی حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے۔

چنانچہ وہ ورثہ کے حساب سے حصہ پائیں گے۔ پوری تفصیل رد المحتار کے باب الوصیۃ للاقارب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ از میرٹھ** بازار لال کرتی مرسلہ جناب مولوی محمد علی صاحب ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ  
بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدقّی جناب مولانا محمد احمد رضا خان صاحب اداۃ اللہ فیوضہ و برکاتہ و ضاعت اجورہ و حسناتہ، بعد اتحاف دیدہ سلام مرفوع برائے غرض شیعہ انجلا سے باد اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے کہ ایک عورت نے وصیت کی تھی کہ ایک شخص کو کہ یہ سو بیاس روپیہ میرا ہے اس کا یہ بندہ و بست کچھ کہ جب کوئی موسم کا میرہ چلا کر میری فاتحہ اس پر دلا کر تقسیم کر دیا کرو، وصی نے ایسا ہی کیا، لیکن ایسا بھی کیا کہ اُس مال مذکور سے کوئی کتاب دینی غریب طالب علم کو دلا دی اور یہ بھی کیا کہ وہم و چہلم کی تاریخ معینہ میں مساکین کو کھانا کھلایا فاتحہ دلا کر، اور ایک دو خرچ ایسے کئے کہ اس عورت کے مرنے کی خبر سن کر جو دو ایک جگہ سے آدمی آئے تھے اور اس عورت کا کوئی ولی نہ تھا جو ان کی ہمانی تھا ان کی ہمانی میں بھی روپیہ مذکورہ سے کچھ صرف ہوا، اب یہ سب اخراجات بقیاس قاعدہ نذر کا اُس میں تعین زمان و مکان و مال و اتفاق کی قید پر نظر رکھنا واجب نہیں ہے جائز ہوتی یا نہیں۔ وصی نے ان سب کو مصرف خیر کچھ صرف کر دیا کہ مقصود فاتحہ میرہ جات سے ایصال ثواب ہے ایصال ثواب ہو گیا اب

احد النوعین علی الاقر مستغاد نباشد بہر ہر مر علی السوئے بخش کنند بعد ما الفصل بعدم الفصل پس اگر مثلاً برائے اولاد زید وصیت کند پس از وفات آن مرد برابر با ششند و اگر برائے ورثہ زید پس لئذ کو مثل حظ الانثیین زیرا کہ تعبیر لغزہ ورثہ دلیل است بر آنکہ حیثیت وراثت او ملحوظ داشتہ پس ہم بحساب وراثت خواهند یافت و تمامہ فی رد المحتار منب الوصیۃ للاقارب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو دس بیس روپیہ باقی ہے اُس کا ارادہ ہے کہ دس روپیہ دے دوں ، اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیے  
میرا رجحان تو جواز کی طرف ہوتا ہے ۔

### الجواب

رائے سامی قرین صواب ہے اس لفظ میں کہ تقسیم کر دیا کیونکہ کسی قوم مخصوصین کے لئے وصیت ہے  
لفظ منبئی حاجت تو ظاہر بطلان وصیت ،

كما هو مقتضى الضابطة المعروفة في  
الوصايا قال في الدر المختار والاصل  
ان الوصية متى وقعت باسم ينبئ عن  
الحاجة كإيتام بنى فلان تصح وان لم  
يحصوا على ما مر لوقوعها لله تعالى  
وهو معلوم وان كان لا ينبئ عن الحاجة  
فان احصوا وصحت ويجعل تمليك والا  
بطلت وتماهى في الاختيار

واقع ہوجو حاجت کی خبر نہ دیتا ہو تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ منحصر ہیں تو وصیت  
صحیح ہوگی اور اس وصیت کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ منحصر نہیں تو وصیت باطل ہوگی ۔ اسکی  
پوری تفصیل اختیار میں ہے ۔ (ت)

مگر اس کا کہنا میری فائزہ دلا کہ " یہ بتا رہا ہے کہ تقسیم مساکین پر مقصود تو لفظ میں اشعار  
بحاوت و قربت موجود گویا یوں کہا کہ ہر موسم میں اس کا میوہ خرید کر لوجہ اللہ مساکین پر تقسیم کر دیا کرو  
یہ قطعاً وصیت صحیحہ جائزہ ہے ۔

كذا هذا في الهندية عن الخاضية  
مرغيب قال بالقامسية صد درجم  
از من بخشش کنیہ قال الشيخ الامام  
ابوبکر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى اھی

یوں ہی ہند پر میں بجا الہ غانہ منقول ہے کہ ایک  
مرفعی نے فارسی زبان میں کہا " میری طرف سے  
سود درجم بخشش کرو دو " شیخ امام ابو بکر محمد بن  
فضل علیہ الرحمہ نے کہا یہ وصیت باطل ہے



بأن يتصدق من ثلثي حقل ستة مائة  
 درهم فالوصی يتصدق بجميع الثلث  
 في السنة الاولى ولا يوزع على السنة اھ  
 وفيها عت الخلاصة عن النوازل لو  
 اوصی بأن يتصدق في عشرة ايام  
 فتصدق في يوم جائز ۛ

میں نے وصیت کر دی کہ میرے ترک کے ثلث  
 میں سے ہر سال سو درہم صدقہ کئے جائیں تو  
 اس صورت میں وصی پہلے ہی سال پر سے  
 ثلث کو صدقہ کرے اور اس کو سالوں پر تقسیم  
 نہ کرے اھ، ہندیہ میں بکوال خلاصہ نوازل سے  
 منقول ہے اگر وصیت کی کہ دس دنوں میں

صدقہ کیا جائے، اور وصی نے ایک دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے۔ (ت)  
 پس وصی نے جو کتاب اس مال سے خرید کر کے مسکین کو دی یا مساکین کو کھانا کھلایا سب  
 جائز و بجا واقع ہوا، یونہی اب جو روپیہ باقی ہے جائز کہ مدرسہ کے طلبہ مساکین کو نقد یا کپڑا یا کھانا یا  
 کتابیں خرید کر دے دے خواہ ادا طلبہ مساکین کو جو تنخواہ مقرر ہو اس میں صرفہ کر دے غرض جس قدر  
 وجوہ تصدیق ہیں سب کا اختیار رکھتا ہے، ہا وہ کھانا کہ اہل تعزیت کو کھلایا اگر وہ محل تصدیق تھے اور  
 انھیں بطور تصدیق کھلایا جائز ہوا، اور اگر اغنیاء تھے ناجائز، اور اس قدر روپے کا تادان ذروں کا  
 لازم، مگر یہ کہ اُسے دھوکا ہوا اور اپنے نزدیک محل صدقہ جان کر تصدیق کیا ہو،

فیہا عن آثار خانۃ مثل عت وجعل  
 اوصی بثلث ماله للفقراء فاعطى الوصی  
 الاغنیاء وهو لا یعلم قال محمد رحمہ  
 اللہ تعالیٰ لا یجزیہ والوصی للفقراء خصامن  
 فی قولہم جمیعاً ۛ

ہندیہ میں آثار خانہ سے منقول ہے، اس شخص  
 کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے فقیروں کیلئے  
 اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی نے لا علی  
 میں اغنیاء کو دے دیا، امام محمد علیہ الرحمہ نے  
 فرمایا کہ یہ کفایت نہیں کرے گا۔ اور تمام ائمہ  
 کے قول کے مطابق وصی فقیروں کے لئے خصامن  
 ہوگا۔ (ت)

اسی طرح اگر کھانا بطور تمذیک نہ تھا بلکہ جس طرح دعوت میں بر سبیل اباحت کھلایا جاتا ہے کہ

۱۳۵/۶	الباب الثامن من مسائل فقہ نیرانی کتب خانہ پشاور	۱۳۵/۶
۱۳۴/۶	" " " " " "	۱۳۴/۶
۱۳۵/۶	" " " " " "	۱۳۵/۶

کھانے والوں کو طعام کا ایک نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ایک مالک پر اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں اگر کسی ناجائز اور تادیب لازم ہوگا۔

فانہ انما کان عاموراً بالتصدق ولا تصدق الا بالتملیک ولا تملیک فی الاباحۃ وحصل ذلک ظاہر عند من لدہ السامہ بالفقہ۔  
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اس لئے کہ اس کو فقط صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صدقہ تملیک کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور اباحت میں کوئی تملیک نہیں۔ یہ سب کچھ اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس کو فقہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بحالت شدت مرض میں کہ امید حیات قطع ہو چکی تھی اور طاقت جس و حرکت یا نکل نہ تھی مگر پرورش و حواس باقی تھے ایک دستاویز ہندہ نے اپنی دختر کے نام اس طور لکھی کہ اس میں ایک مکان خاص اپنی ملک اور ایک مکان کہ واقع میں ملک خیرت ہی تھا شامل اور اسی حالت میں ایک جوئی اپنی ماں کو بقدر سهام شرعی اس کے لائق ہوگی جسے مکہ دی اور زمرن مصاف کر دیا اور اپنے خرچہ دفن کے لئے تیس روپیہ اپنی بیٹی کے سپرد کر دئے اور وصیت کر دی کہ یہ روپے میری تجیز و تکفین میں خرچ کرنا اگر زیادہ ضرورت ہو تو میرے زیور سے کوئی چیز بیع کر ڈالنا اور ایک مکان جو میرے مالی سے باقی ہے اس میں سے ڈھائی سو روپے جو تجھ پر فرض ہیں ادا کرنا اور کچھ مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور میرے بھائیوں کو دینا اس وقت کسی شخص نے کہا تمہارے بھائی مسکین ہیں اور حاجت نہیں ۱۱۶ کا حق پورا ادا کرنا خرچ مسجد وغیرہ سے اولیٰ ہے تو کہا جو شریعت سے ہو اور بہتر ہو بعد ہندہ نے ایک دختر اور تین برادر حقیقی اور ماں چھڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اشیائے منقولہ وغیرہ منقول کس طرح تقسیم ہونگی اور ہر ایک کو کتنا کتنا پہنچے گا اور وہ دستاویز جائز یا ناجائز اور بھائیوں کا حق پورا یا جائز یا ناجائز اور خرچ تجیز و تکفین میں کیا داخل ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

سائل منظر کہ ہندہ نے اسی حالت میں دو ایک روز بعد وفات پائی تو صورت مستقرہ میں وہ

مرض بلا مشہد مرض الموت تھا،

فی الدار المختار قبل مرض الموت ان  
لا یخرج لحوادث نفسه وعلیہ امتد فی  
التجربہ بزانیة والمختار انہ ما کان الغالب  
منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش  
قہتاف عن ہبة الذخیرۃ۔

در مختار میں ہے کہ کیا ہے کہ مرض الموت یہ ہے کہ  
مریض اپنی حاجتوں کے لئے ٹھہرے نہ نکل سکے،  
اسی پر اعتقاد کیا ہے تجرید میں (بزازیہ)، اور مختار  
یہ ہے کہ اس کے سبب سے غالب موت ہو اگرچہ  
وہ صاحب فراش نہ ہو۔ اور یہ بات قسمانی نے  
ذخیرۃ کے باب الہبہ سے نقل کی۔ (ت)

اگر یہ پوش و حاس بالکل صحیح ہوں کہ اختلال کچھ مرض الموت کے لئے شرط نہیں،

والا لم تکن تبرعاتہ نافذۃ فی الثلث  
موقوفۃ فی الزائد مثلاً بل بطلت عن  
آخرھا کہا لا یخفی۔  
ورنہ یوں نہ ہو گا کہ اس کے تبرعات ایک تہائی  
میں نافذ ہوں اور اس سے زائد میں موقوف  
ہوں، بلکہ یہ وصیت سرے سے ہی باطل ہوگی  
جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس ہندہ نے جو مالی اپنا اپنی دختر کو بیہ بشرطیکہ اپنی زندگی میں دختر کا قبضہ کا مل کر دیا ہو  
اور جو کچھ انہوں کے ماتھے بیچا اور وہ زرقن کے ماں کو معاف کیا اور دکان باقی ماندہ سے بعد اداۃ مرض  
جو بھائیوں کو کچھ دینا کہا چاروں تصرف اجازت باقی ورثہ پر موقوف ہیں بیہ بنام دختر میں مادر و برادران  
کی اجازت درکار ہے اور بیع و ہبہ ثمن بنام مادر میں دختر و برادران اور بھائیوں کو کچھ دینے کے باب  
میں مادر و دختر کی اجازت چاہئے جس تصرف کو باقی سب ورثہ جائز رکھیں گے بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں  
پورا نافذ ہو جائے گا جیسے باقی ورثہ سے کوئی اجازت نہ دے بالکل باطل ہو جائے گا اور جسے بعض  
اجازت دیں بعض نہ دیں تو صرف اجازت دہندہ عاقل بالغ کے حصہ میں نفاذ پائے گا باقی کے حصہ  
میں باطل و بے اثر ہوگا تو جس چیز میں باقی سب ورثہ کی اجازت معتبر شرعیہ ہوگی وہ تمام و کمال اسی کو  
ملے گی جس کے نام ہندہ نے کر دی دوسری کے ورثہ اس میں سے اصل حصہ نہ پائیں گے اور کسی کی  
اجازت نہ ہوئی تو وہ کل ترکہ میں شامل کی جائے گی اور بعض کی ہوئی اور بعض کی نہ ہوئی تو اجازت  
نہ دینے والے اس میں سے حصہ پائیں گے اور دینے والوں کا حصہ اسے جس کے نام وہ چیز کی گئی تھی



اور بھائیوں کے نام وصیت میں کچھ دینا ہے جس کی مقدار ہندہ نے معین نہ کی تو ان کی تعیین مقدار ماورد و  
 دختر کے متعلق ہوگی اگر دونوں اس وصیت کو جائز رکھیں تو دونوں سے کہا جائے گا بنام وصیت جو  
 چاہو بھائیوں کو دے دو ترکہ میں ان کا حصہ شریعہ الگ رہا اور اگر ایک اجازت دے اور دوسری  
 نا جائز رکھے تو اس دوسری کے حصہ پر اس وصیت کا کچھ اثر نہ ہوگا اجازت دینے والی سے کہا جائیگا  
 تو اپنے حصہ سے جو مناسب سمجھے بنام وصیت انھیں دے، اور ان سب صورتوں میں اجازت وہ  
 معتبر ہوگی جو بعد موت ہندہ واقع ہوئی مثلاً حیات ہندہ میں کسی تصرف کو کوئی وارث تسلیم کر چکا تھا  
 اس کی موت کے بعد اب جائز نہیں رکھتا تو وہ اجازت نہ دینا ہی ٹھہرے گا مگر بعد موت اجازت  
 دے کر پھر نہ کسی کو اختیار نہیں مثلاً موت ہندہ پر کسی وارث نے ان میں سے کسی تصرف کی  
 اجازت دے دی تو اس کی طرف سے اجازت ہوگئی اور اس کے حق میں نافذ ہو چکا اب اس سے  
 رجوع نہیں کر سکتا۔ رہی مسجد وغیرہ کے لئے وصیت جبکہ ہندہ نے اسے قائم نہ رکھا بلکہ کہہ دیا جو  
 شریعت میں بہتر ہو تو حکم شرع یہ ہے کہ تنہائی مال سے کم کی وصیت اگر یہ مستحب ہے مگر جب ورثہ  
 محتاج ہوں اور انھیں اس کے نزدیک سے ہر ایک کو اتنا نہ پہنچتا ہو جو اسے غنی کرنے تو وصیت کا  
 ترک ہی اولیٰ ہے اور غنی ہونے کی مقدار یہ ہے کہ ہر وارث محتاج کو کم سے کم چار ہزار درہم کے قدر  
 مال پہنچے جو یہاں کے روپے سے گیارہ سو بیس روپے ہوتے ہیں پس اگر ہندہ کا مال جو طرعا بعد  
 لحاظ مسائل مذکورہ بالا اس کا ترکہ قرار پائے بعد اس کے دین و اخراج وصیت دس ہزار اسی روپے  
 کی مالیت کا ہے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ نافذ کی جائے گی اور اس کے مقدار کا بیان پانچوں وارثوں  
 کے متعلق ہوگا جو ان کا بھی چاہے دے دیں جب اتنی مالیت قابل تقسیم ورثہ رہے تو ہر نصیبائی کو  
 گیارہ سو بیس کا پہنچے گا جو اسے غنی کر دے گا اور ایسی حالت میں وصیت افضل ہے اور اگر اتنی مالیت  
 نہ پکے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ منسوخ ہوگئی کہ اس صورت میں افضل ترکہ وصیت ہے اور جمیع تکفین  
 سے مصارف غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد میں فاتحہ درود کے خرچ اس میں شامل نہیں،

فی الدر المختار اختار اعتاقہ و محلباتہ و ہبتہ و  
 وقفہ و ضمانہ علی ذلک  
 حکمہ کہ حکمہ وصیۃ اللہ  
 و در مختار میں ہے مریض کا آزاد کرنا، بیع میں سہولت  
 برتنا، ہبہ کرنا، وقف کرنا اور اس کا ضمان ہرنا  
 ان میں سے ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی طرح ہے

فی رد المحتار قوله هبته اعب اذا  
اتصل به القبض قبل موته اما  
اذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية  
لان هبة المریض هبة حقيقة  
وان كانت وصية حکما كما صرح  
به قاضیخان وغیرہ عن المکمل ۱۷۰  
وفی الدر لاوارثه الا باحیائہ ودرثه  
وهم کبار عقلاء فلو تجزأ جائزہ  
صغیر ومجنون ولو احیاناً  
البعض ویرد البعض جائز علی  
المجیز یقتدر حصته أم  
وفیه وقصص بیع المریض  
لو ارثه علی احیائہ الباقی  
وفی رد المحتار ولو بمثل  
القيمة وان مات منه و  
لم تجزأ الورثة بطل  
فتی ۱۷۰ وفی الدر  
لا تعتبر اجائزتهم حال حیاته  
اصلاً بل بعد وفاته

رد المحتار میں ہے کہ ماتن کا قول "اس کا ہبہ کرنا"  
اس کا مطلب یہ ہے کہ موت سے پہلے اس پر قبضہ  
ہو جائے، لیکن اگر وہ مر گیا اور قبضہ نہ کیا تو وصیت  
باطل ہو جائے گی کیونکہ مریض کا ہبہ درحقیقت  
ہبہ ہے اگرچہ حکماً وصیت ہے جیسا کہ قاضیخان  
وغیرہ نے علی کے حوالے سے اس کی تصریح کی الہذا  
در مختار میں ہے کسی وارث کے لئے وصیت جائزہ  
نہیں سوائے دوسرے وارثوں کی اجازت کے  
اس حال میں کہ وہ بالغ اور عاقل ہوں، لہذا  
نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض  
وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے رد کر دیا  
اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کے برابر جائزہ  
ہے ۱۷۰ اسی میں ہے کہ مریض کی بیع کسی وارث  
کے لئے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف  
ہوگی، رد المحتار میں ہے اگرچہ مثلی قیمت کے  
ساتھ ہو، اگر وہ مر گیا اور وارثوں نے اجازت  
نہیں دی تو وہ بیع باطل ہوگی، فتح ۱۷۰ در مختار  
میں ہے کہ اس کی زندگی میں وارثوں کی اجازت  
بالکل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد ۱۷۰

۴۳۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۷۰	رد المحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض
۳۱۹/۲	مطبع مجتہبی دہلی	۱۷۰	الدر المختار
۳۲/۲	" " "	۱۷۰	کتاب البیوع فصل فی الفضولی
۱۳۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۷۰	رد المحتار
۳۱۶/۲	مطبع مجتہبی دہلی	۱۷۰	الدر المختار کتاب الوصایا



اربعة آلاف درهم على ماري عن الامام  
ابو يرث عشرة آلاف درهم على ماري  
عن الفضل القمستاني عن الظهيرية و  
اقتصر الاتفاق على الاول اه وفي الدر  
والموطى الرجوع عنها بقول مسريح او  
فعل الخ وفي الطحاوي على الدر  
التجهيز لا يدخل السبع والصدية  
والجمع والسوائل لان ذلك ليس من  
الامور الاخرى اه الخ.

مستغنی ذہونے کی صورت میں وصیت کو ترک کرنا  
مستحب ہے کیونکہ اس صورت میں ترک وصیت  
صلہ رحمی اور صدقہ ہے اح۔ رد المحتار میں ہے  
ان کے غنی ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک مین  
میں سے چار ہزار درہم کا وارث بنے جیسا کہ  
امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے، یا دس ہزار  
درہم کا وارث بنے جیسا کہ امام فضل قسستانی  
سے بحوالہ ظہیر یہ منقول ہے، اتفاقاً نے قول اول  
پر اقتصار کیا اح۔ رد مختار میں ہے کہ موصی کو وصیت

سے رجوع کا اختیار ہے چاہے صریح قول کے ساتھ رجوع کرے یا فعل کے ساتھ الخ۔ رد مختار کے  
حاشیہ طحاوی میں ہے کہ دعا و درود، ختم قل و چلم، لوگوں کا اجتماع اور کھانے کا اہتمام وغیرہ  
تجیز میں داخل نہیں کیونکہ یہ امور لازم میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ان سب مسائل مذکورہ کے بعد جو مترکہ ہندہ ٹھہرے بعد خراج تجیز و کفین و اداسے دینے اجازت وصیت  
پر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی الذہن کو رہن اشارہ سهام پر منقسم ہو کر تین مہم مادر اور نو دختر  
اور دو دہ ہر برادر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مری اس نے  
اپنی حیات میں وصیت کی کہ میرا جو کچھ ہے وہ سب را خدا یعنی تعمیر مسجد وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ اب  
ازدوسے شرع کے جو حکم ہو وہ کیا جائے اور اس کے وارثوں میں ایک زوج اور دو دختر اور ماں باپ  
اور ایک باور اور ایک ہشیق اس نے چھوڑی اور زیور ساختہ زوج کا وہ زوج کے پاس ہے کس کا  
حق قرار پائے گا۔ یتینوا تو جروا۔

## الجواب

سائل مقرر کہ ان وارثوں میں دونوں لڑکیاں نابالغہ ہیں اور زیور کہ زوج نے بنایا صرف پہننے کو

سہ رد المختار	کتاب الوصایا	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۱۸/۵
سہ البد المختار	کتاب الوصایا	مطبع مجتہبی دہلی	۳۱۹/۲
سہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار	کتاب الفرائض	المکتبۃ العربیہ کوئٹہ	۳۶۶/۲

دیا تھا عورت کو بہرہ نہ کیا تھا نہ وہاں تمہیک کا عرف ہے، بلکہ دوسری بیٹی کو بنا دیتے ہیں۔ پس صورت مستفسرہ میں اگر سب بیان واقعی ہیں تو زیور ساختہ زوج ملک زوج ہے اس میں ورثہ زوجہ کا کچھ حق نہیں اور مرد کو عورت سے اگر اس پر کوئی دین ہوا دیا گیا جائے اس کے بعد جو باقی بچے اس کا ایک ثلث تعمیر مسجد وغیرہ میں حسب وصیت صرف کر دیں اگرچہ ورثہ راضی نہ ہوں دو ثلث کو باقی رہے اس کی تقسیم پر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین پندرہ سهام میں سے زوج کے تین ماں باپ کے دو دو، ہر دختر کے چار چار اور برادر و خواہر کا کچھ نہیں پھر ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے بعد وہ ثلث باقی ماندہ سے دونوں بیٹیوں کا حصہ تو ضرور ہے دیا جائے گا کہ بوجہ نابالغی ان کے حق میں وصیت کسی طرح عمل نہیں کر سکتی باقی تینوں وارثوں میں جو شخص وصیت کی اجازت نہ دے اس کا حصہ اسے دیا جائے گا اور جو جائز رکھے اس کا حصہ بھی وصیت کے مطابق صرف کر دیا جائیگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ممتی محبوب علی نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات میں اپنی جائیداد کو موقوفہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام بعبوض اس کے دین مہر کے فسخ کر دی بعد محبوب علی کا انتقال ہوا اب ہندہ نے اسی حالت میں کہ اسے مرض فالج ہو چکا تھا جسے ایک سال سے زائد گزرا اور اب کوئی حالت اس کی ترقی روزانہ اور اس سے غلبہ خوف ہلاک کی نہ تھی بلکہ مزمن ہو چکا تھا وہ جب انداد اپنے شوہر کے بھانجے کو اس کے حسن خدمت کے صلہ میں بیہ کی اور شرعی اور نیز قانونی تکمیل کر دی ہندہ ہنوز زندہ ہے، اب زید کہ محبوب علی کے چھپ کی اولاد میں اور اس کا حصہ ہے اس بہرہ پر فرض ہوتا ہے جائیداد میں اپنا حصہ بتاتا ہے اس صورت میں اس کا یہ دعویٰ مسکوح اور بہرہ مذکورہ باطل و مرفوع ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جردا۔

## الجواب

صورت مستفسرہ میں بہرہ مذکورہ تام و کامل اور دعویٰ زید نامسکوح و باطل، محبوب علی نے جو جائیداد اپنی صحت میں اپنی زوجہ کو بعبوض دین مہر دے دی محبوب علی و ورثہ محبوب علی کو اس سے کچھ تعلق نہ رہا، ہندہ اس کی مالک مستقل ہو گئی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی صحت میں اپنا مال جہے چاہے دے دے کسی کو اس پر اعتراض نہیں پہنچتا، زید اگرچہ بذریعہ وراثت محبوب علی مدعی ہے تو وراثت محبوب علی کو مال ہندہ سے کیا علاقہ، اور اگر وہ ہندہ کا بھی وارث شرعی اور اس بنا پر مدعی ہے تاہم حیاتیہ صورت میں دعویٰ وراثت کیا معنی، ہاں اگر کوئی شخص مرض موت میں اپنا مال کسی کو بہرہ کرے

تو وہ بہرہ منزلہ وصیت ہوتا ہے جس کا اثر یہ کہ بعد موت واپس اس کے ورثہ کی ثلث کو کل مرزوکہ واپس کے لحاظ سے اگر میر میں کچھ زیادت ہوئی ہو تو صرف اس مقدار زائد میں اختیار اعتراض ہے زندگی واپس یہاں یہ اعتراض بھی نہیں پہنچتا کہ ابھی اس مرض کا مرض ہونا ہی معلوم نہیں کیا معلوم کہ شفا ہو جائے تو مرض موت نہ رہے کہ مرض موت تو وہ مرض مسلک ہے جس میں موت واقع ہو جائے معجزہ حیاتِ مودث میں اس کے ثلث مال کی تعیین بھی ناممکن جس سے خیال کر سکیں کہ یہ بہرہ اس حد کے زائد یا اس سے زائد ہے کیا معلوم کہ جو مال اب ہے اس سے زائد سے کسی وجہ سے اور حاصل ہو جائے کہ جسے اس وقت ثلث سے زائد تصور کرتے ہیں ثلث سے کم رہ جائے، پھر چندہ کا مرض مذکور کو مرض موت کی اصل جنس ہی سے خارج کہ جو مرض مرنے ہو جائے وہ مرض موت نہیں رہتا اگرچہ اس میں موت واقع ہو۔ بالکل دعویٰ زید اصلاً کسی طرح کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا۔ درمختار کتاب الاقرار میں ہے:

تصرفات المريض نافذة وانما تنقضي  
بعد الموت یہ  
مرغض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ موت کے بعد وہ ختم ہو جاتے ہیں (ت)

لا معتبر باجازتهم في حال حياتهم لانها  
قبل ثبوت الحق اذا الحق يشبهت  
عند الموت یہ  
موصی کی زندگی میں وارثوں کی اجازت معتبر نہیں کیونکہ یہ ثبوت حق سے قبل ہوئی اس لئے کہ وارثوں کا حق تو موت کے وقت ثابت ہوتا ہے (ت)

يعتبر بكونه وارثا او غير وارث وقت الموت  
لا وقت الوصية یہ  
وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت ہوتا ہے نہ کہ وصیت کے وقت (ت)

هبة مقعد وفاليج وملول من كل  
ماله ان طالت مدته سنة ولعريف  
مقعد، مغلول اور ہبل کے مرغض کا بہرہ کل مال میں نافذ ہوتا ہے جبکہ بیماری سال تک لمبی ہو گئی اور

۱۳۷/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	باب اقرار المرغض	کتاب الاقرار	سہ الدر المختار
۶۵۱/۲	مطبع یوسفی بکھنڈو	کتاب الوصایا		سہ الہدایہ
۹۰/۶	فرانی کتب خانہ پشاور			سہ الفتاویٰ الہندیہ

موتہ عنہ لانہا امراض مزمنہ اور مطلقاً موت کا خوف اس بیماری سے نہ رہا ہو کیونکہ یہ طبی بیماریاں ہیں اور تلخیص (ت)

رد المحتار میں ہے ،

المراۃ من الخوف الغالب عنہ لا نفس الخوف كفاية۔  
خوف سے مراد خوف کا غالب ہونا ہے نہ کہ نفس خوف ، کفایت (ت)

اُسی میں ہے ،

المانع من التصرف مرض الموت وهو ما يكون سبباً للموت غالباً وانما يكون كذلك اذا كان بحيث يزداد حالاً فحالا الى ان يكون آخره الموت۔ واللہ سبحانه وتعالى اعلم۔  
قهرت سے مانع مرض الموت ہے اور وہ غالباً موت کا سبب ہوتی ہے۔ اور بیشک ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ بیماری دن بدن بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی انتہا موت پر ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مرسلہ جلیل احمد صاحب پتلی بحیث محلہ پکریا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد سے بقیہ حیات اپنے عمو کے واسطے اور بعد انتقال عمو کی زوجہ کے واسطے مبلغ دو روپے مشاہرہ مقرر کیا تھا بقضائے الہی زید اور عمو نے انتقال کیا اور زوجہ عمو متوفی ہوئی ہے اس حالت میں زوجہ مذکورہ اس مشاہرہ مقررہ کی جو زید نے یعنی بقیہ حیات مقرر کیا تھا شش ماہ و ثلثہ زید سے مستحق پانے کی ہے یا نہیں؟

### الجواب

سائل منظر کہ بعد انتقال سے مراد بعد انتقال عمو ہے تو یہ وصیت نہ ہوتی فان الوصیت انما تكون مضافة الى ما بعد الموت (کیونکہ وصیت تو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ست) بلکہ صرف اپنی زندگی تک ایک تبرع کا وعدہ تھا ولا جبر علی تبیع ولا علی وفاء وعد (تبرع اور وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں ہوتا۔ ست) اور سائل منظر کہ زید نے اپنی حیات تک وعدہ وفا بھی کیا انتقال عمو

۲۲۰/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الوصایا	لے الدر المختار
۴۲۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لے رد المحتار
۴۲۳/۵	"	"	لے "

ہے پیشتر ہوا، غرض صورت مذکورہ میں خواہ وقتے وعدہ ہمایا نہ ہو اور پھر عمر و اس مشاہدہ کا مطالبہ  
نہ در ثنائے زید سے کر سکتی ہے نہ ترکہ زید سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰ مسئلہ نواب محمد میاں خاں صاحب ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کی نسبت وصیت کی کہ میرے باپ  
کے اور میرے وقت سے جو جو جس کا مقرر ہے وہ اس کی توفیر سے ادا ہوتا رہے حالہ نے موضع مذکور  
کا ٹیکہ لیا اور تین برس تک حقوق مستحقین کو نگاہ رکھا اب اس نے بالکل بند کر لیا شرعاً خالد کا زندہ زید کو  
ایسا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور وصیت مذکورۃ العہد شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیٹشوا  
توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وصیت جبکہ ثلث کل متروکہ موصی بعد ادا اسے دین سے زائد نہ ہو تو واجب النفاذ ہے وارث بھی  
اُسے بند نہیں کر سکتے نہ کارندہ یا ٹیکہ دار تو کل موضع مذکور اگر ثلث متروکہ زید سے زائد نہیں تو یہ وصیت  
بتمامہ ہمیشہ نافذ ہے گی۔

فی التثویر تبیین بالثلث للاجنبی وان لم یجوز الوارث ذلك آثم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
تذری میں ہے اجنبی کے لئے ایک تہائی میں وصیت  
جائز ہے اگرچہ وارث اس کی اجازت نہ دے گا  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از تکتہ محمد دگر اصح المطابع مسئلہ مولوی محمد عبد العلی صاحب ۸ راسی ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپے اور بعض چیزیں اپنی بہن کو دے کر  
یہ کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو یا تو وقتاً فوقتاً ہم لے لیا کریں گے یا اگر ہمارا انتقال ہو گیا تو تم اس کو ہمارے  
نام پر صدقہ کر دینا ہم کو تم سے امید ہے کہ تم ہمارے بعد صدقہ کر دو گی بخلاف باپ کے کہ ان سے امید نہیں  
اس کے بعد وہ شخص کچھ دن پیچھے مر گیا اب وارث اُس کی بی بی اور اُس کا باپ ہے تو آیا یہی حسب وصیت  
جہانی کے ان روپوں اور چیزوں کو بلا اطلاع ورثہ صدقہ کر دے یا ورثہ کے حوالے کر دے خواہ صدقہ کریں یا  
نہ کریں مگر امید صدقہ کی نہیں پائی جاتی۔ بیٹشوا توجروا۔



## الجواب

اگر وہ مال کل متروکہ شخص نہ ہو بعد ادا کے مہر و دیگر دیون کے ٹکٹ سے زائد نہیں تو وصیت بلا اجازت ورثہ نافذ ہے بہن کہ وصیہ ہے بلا اطلاع ورثہ صدقہ کر سکتی ہے اور اگر زائد ہے تو صرف قدر ثلث تصدق کر سکتی ہے زیادہ میں حاجت اجازت ورثہ ہے اگر اجازت نہ دیں قدر زائد انہیں واپس دے اور اگر مہر یا اور کوئی دین تمام ترکہ کو محیط ہے تو وصیت اصلاً نافذ نہیں سب مال دین میں دیا جائے گا مثلاً مورث نے تین سو روپے کا مال وصیہ کے پاس رکھوایا اور سات سو روپے کا اور متروکہ ہے اور اس پر مہر وغیرہ کوئی دین نہیں تو ظاہر ہے کہ تین سو روپے ہزار روپے کے ثلث سے کم ہیں یا اس صورت میں مثلاً سو روپے کا مہر وغیرہ دین ہے تو ہزار میں سے دین کے متروکہ کو سو روپے یہ تین سو روپے ان کے ٹکٹ سے زائد نہیں ان دونوں صورتوں میں پورا تین سو کا مال بہن تصدق کرے اور اگر مہر وغیرہ دیون کی مقدار چار سو روپے ہے تو بعد ادا کے دیون چھ سو بھیجے گئے تین سو میں اس کے ٹکٹ سے سو روپے زائد ہیں لہذا دو سو تصدق کرے اور سو کا تصدق اجازت ورثہ پر موقوف ہے اور اگر ہزار روپے یا اس سے زائد مقدار مہر و دیون ہے تو کچھ تصدق نہ کرے سب ان کی ادا میں صرف کیا جائے۔

والاحکام مصلحتہا واضعہ جلیہ معلومۃ اور احکام تمام کے تمام واضح روشن، معلوم اور متداولہ فی عامۃ الکتب الفقہیۃ فقہ کی عام کتابوں میں موجود ہیں۔ واللہ سبحانہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ماضی روپے بکری کے بیج ہیں اور بکری مر گیا اور اس کی وارث ایک بی بی ہے کہ اس نے اب دوسرا نکاح کر لیا ہے اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چھپ زاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہئے اور سوائے اس کے اناہ بکری کا کچ کا تھا اور حج اس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کی بابت نہیں کی تھی سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اس کی طرف سے حج بھی کر سکتا ہے یا نہیں فقط مکرر یہ کہ مرتے وقت بکری کے حوالے سے بھی درست نہیں تھے۔ بیوا تو جردا

## الجواب

زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا اب اس امانت کے مالک وارثان بکری جوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انہیں واپس دے۔

قلل الله تعالى ان الله يا مكرم ان تؤدوا الامانات الى اهلها  
(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بیشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔

روپے اور جو کچھ ترکہ سحر ہو بر تقدیر عدم موافقات ارث و انحصار و ورثہ فی المذکورین و تقدیم دین و وصیہ و وصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو چھپانے کے چھپا زاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں، نکاح ثانی کر لینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت فوت گواہوں کے دُور ہو کر کہا کہ میرا کچھ قرض میری بہنوں پر آتا ہے وہ میں نے بعوض اُن کے حق کے اپنے ترکہ میں معاف کیا اب وارث میری صرف دو دختر ہیں بعد چاروں وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوا اس صورت میں ترکہ اس کا کس طرح منقسم ہوگا؟ بقیہ تو جردا۔

### الجواب

تخارج وغیرہ کوئی عقد نسبت ترکہ کی حیاتِ موت میں ہو صحیح نہیں تو یہ قول زید کا کائن لہو یکین (نہ ہونے کے برابر ہے۔ ت) اب اگر خواہی اس کی اس بات پر راضی ہو جائیں کہ بدلتہ قرضہ کے ترکہ سے دست بردار ہوں تو سب ترکہ زید بالماضی صنف اس کے دختروں کو پہنچے گا اور خواہوں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر راضی ہوں تو کل ترکہ مع اس قرضہ کے جو خواہوں پر ہے بر تقدیر صدق مستقی عدم موافق ارث و تقدیم امور کا دار الدین و اجراء الوصیہ و انحصار و ورثہ فی المذکورین چھ سہام پر منقسم ہو کر دو دو سہم دختروں اور ایک ایک خواہوں کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر یتامی کے اولیاء و اوصیاء اُن کے مال سے قدرے شیرینی وغیرہ کوئی چیز چرہ کسی کو بھیجیں تو اُسے لینا جائز یا ناجائز؟ اور اگر بغرض تالیف قلب و محاببت یا بخت قرابت رحمی اس شرط پر ملے کہ اتنا ہی یا اس سے زیادہ معاوضہ کر دیں گا تو کیا حکم ہے؟ بقیہ تو جردا۔

## الجواب

وہ ولی جسے مالِ تمیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و باور و عم و خواہر ہوں انھیں راساً تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔

فی الدر المختار ولیہ احد اربعۃ الاب  
ثم وصیہ ثم الجسد ثم وصیہ  
ور مختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہو گا باپ پھر اس کا وصی۔ داد پھر اس کا وصی احد تملیص۔ (ت)

اب رہے ادویہ سے ملنے انھیں بھی یہ مجال نہیں کہ مالی تمیم کسی کو بخش دیں یا ہدیہ دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں نہ ہدی الیہ یا محبوب لہ کو اس کا لینا جائز، اگرچہ ہزار قرابت دہی رکھتا یا تالیف و محابت کا قصد کرتا ہو۔

قال تبارک و تعالیٰ ان الذین یحکمون  
اموال الیتامی ظلمنا انما یحکمون فی  
بطونہم نامرا و سیمولون سعیرا  
(اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا) جو لوگ تمیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یونہی کھپانے پیڑوں میں آگ کھاتے ہیں اور جلد پٹھیں لگے دیکھتی آگ میں (ت)  
اور شرط عرض بھی کچھ نافع نہیں کہ ہر بشرط العوض اگرچہ انجام میں بیع ہو جاتی ہے مگر ابتداء ہبہ ہے اور وہ یہاں محض ناجائز، یہاں تک کہ ہمارے امام کے نزدیک باپ کو بھی اختیار نہیں کر پنے نابالغ بچہ کا مالی بشرط عوض کسی کو دے۔

فی الدر المختار من الہبۃ عن الخانیۃ  
لا یجوز ان یہب شیئاً من مال طفله  
ولو بعوض لانہا تبرع و فیہ ایضا لا یخفی  
ان ما ہو تبرع ابتداء صار فلا یصح باذن  
ولی الصغیر کقرض لہ۔  
ور مختار کے باب الہبہ میں خانیر سے منقول ہے کہ باپ کو یہ جائز نہیں کہ اپنے نابالغ لڑکے کے مال سے کچھ ہبہ کرے اگرچہ اس پر کچھ بھی لے کر لکیر تبرع ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے پوشیدہ نہ رہے کہ جو ابتداء کے اعتبار سے تبرع ہو وہ ضرورتاً کچھ ولی صغیر کی

بجائز ہے صحیح نہیں ہو سکتا جیسے قرض احد (ت)

۱۶۰/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الہبہ	لہ الدر المختار
		۱۰/۴	لہ العتدائ ان الکریم
۱۶۰/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الہبہ	لہ الدر المختار
۲۰۳/۲	"	کتاب الماذون	لہ

البدۃ اگر وہی قیمتی مال یا قیمتی کو ان لفظوں سے ہریرہ کر دے کہ میں نے یہ چیز تجھے بوجہ اسنے مال کے ہریرہ دی اور اس مال کی قیمتیں و قیمتیں کر دے اور ہمدی کہ قبول کرے اور وہ یعنی جسے ہریرہ دیا گیا نہ میت کا وارث ہو نہ اس وصی کا ایسا قریب کہ اس کی گواہی اس کے لئے جائز ہو یعنی اصول و فروع میں باپ دادا و اوی نانا نانی بیٹا بیٹی پوتا پوتی تو اسانہ اسی، تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس میں غبن فاحش نہ ہو کہ ہبہ یا عوض ابتداء و انتہاء ہر طرح بیع ہے اور بیع وصی بشرط انہ نہ کرہ روا۔

فی الدر المختار کتاب الہبۃ بشرط العوض المعین فہی ابتداء و بیع انتہاء و هذا اذا قال و ہبتک علی امت تعوضنی کذا اما لو قال و ہبتک بكذا فهو بیع ابتداء و انتہاء و قید العوض بكونه معینا لانه لو کان مجهول بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداء و انتہاء ملخصا و فی تنویر الابصار مسمی بیعہ و شراء و من اجنبی بما یتغایب عن الناس اھ فی رد المحتار قولہ من اجنبی اعی عن المیت و عن الموصی فلو باع من لا تقبل شہادتہ او من وارث المیت لا یجوز۔

غیبی کے ساتھ صحیح ہے جتنا لوگوں میں چلتا ہے اھ، رد المحتار میں ماتن کے قول "من اجنبی" کے تحت مذکور ہے یعنی وہ میت اور وصی سے اجنبی ہو۔ اگر ایسے کے ہاتھ بیچا جس کی شہادت وصی کے حق میں مقبول نہیں یا میت کے وارث کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں (ت)

۱۶۴/۲	مطبع مجتبائی دہلی	سۃ الدر المختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ
۳۲۴/۲	" " "	کتاب الوصایا باب الوصی
۴۵۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار " " "



ادا سے قرض و مہر و دہر اگر ذمہ محب اللہ ہوں جو مال باقی بچے گا اس کا تہائی جگا کوٹے گا اور دو تہائی باقی چار سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم انجوبہ اور تین چھدا کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائیداد سے ایک حقیقت کی بنام اپنی نواسی سلمیٰ بنت لیلیٰ اور ایک حقیقت اور پانچ روپیہ یا ہوا ملا کرنے کی اپنے پانچ بھتیجیوں کے نام وصیت کی اور ایک بیٹی لیلیٰ اور پھر پانچ بھتیجے حقیقی اور ایک بھتیجی علاقائی اور بھانج اور بھتیجیاں اور ایک بھائی کو پہلے سے مفقودہ الفجر ہے وارث چھوڑ کر انتقال کیا، اس صورت میں ترکہ اُس کا شرعاً کس طرح منقسم ہوگا اور برادر مفقودہ کے لئے اگر کچھ حصہ امانت رکھا جائے گا تو حصہ اس کی بی بی بیٹی کے قبضہ میں رہے ہیں گے یا کیا؟ جینو اتوجروا۔

## الجواب

صورت مستفسرہ میں اول ہندہ پر جو دین ہوا ادا کیا جائے بعدہ جو باقی بچے اس کے تین حصے مساوی کئے جائیں کہ ایک حصہ میں دونوں جائیداد مرضی مساجن کی وصیت بنام سلمیٰ و خیر لیلیٰ و بنام برادر زادگان ہوئی ہے داخل ہوں اور اس حصہ کا نام شلو شلت و شیت رکھیں دو ثلث باقی ماندہ سے بالفعل ایک ثلث لیلیٰ کو دے دیا جائے اس کا نام شلت وراثت فرض کیجئے تیسرا حصہ کہ باقی رہا اسے شلت موقوف ہے نامزد ٹھہرائیے اب ثلث وصیت ہے کہ حسب اٹھارہ زبانی سال اب وصایا کے لئے کافی بلکہ زائد ہے جس جائیداد کی وصیت بنام سلمیٰ بنت لیلیٰ کی ہے بالفعل اس کا نصف سلمیٰ کو دیا جائے باقی کل جائیداد تا ظهور حیات مفقودہ کسی ایسے امین دیاندار کے ہاتھ میں امانت رہے جس سے کسی طرح اس میں تصرف نہ ہو اور ایک پیسہ ناحق لینے کا گمان نہ ہو۔

قتل العلامة البدر العین رحمۃ اللہ علیہ  
فی البستایۃ ویوضع علی ید عدل الی  
ان ینظر المستحق الیہ  
علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بتایہ میں ہے  
کہ مستحق کے ظاہر ہونے تک اُس کو کسی عادل  
کے قبضہ میں رکھ دیا جائے گا۔ (د ت)

اب اس امین کے ہاتھ میں ثلث موقوف قوت تمام و کمال ہے اور ثلث وصیت سے نصف وصیت سلمیٰ کمال کر باقی ماندہ اُس کی امانت میں ہے اس باقی ماندہ کی جائیداد میں فوج پر ہے،

ایک تو وصیت سہمی کا نصف ثانی اسے حصہ نمبر اول کہتے۔

دوسری جائیداد وصیت شدہ بنام برادر زادگان، اسے حصہ نمبر دوم ٹھہرائیے۔

تیسرے پارہ حال تعیین وصیت ہے، اسے حصہ نمبر سوم قرار دیجئے۔

توانات امین میں چار قسم کی جائیداد ہوتی، تینوں حصے یہ اور ایک ٹلٹ موقوف بالاشتراک اب یہ امین فصل تفصیل ان چاروں قسم کی جائیداد کا حساب دخل و خرج بجا بعد تفصیل وار لکھتا رہے اور ہر حصہ کا خرچ و ماگزاری اُسی کی آمدنی سے نکالے جو پس انداز ہوا اسے تفریق سے جمع کرتا رہے یہاں تک کہ موقوفہ کا حال ظاہر ہو یا شرح اُس کے حق میں کچھ حکم فرمائے اور ظہور مال موقوفہ کی نسبت دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کی زندگی بعد موت ہندہ کے ثابت ہو اگرچہ اس کے بعد ایک آن ہی کا انتقال کر گیا یا اب تک زندہ ہو۔

دوسرا یہ کہ ہندہ سے ایک آن پہلے سے اُس کی وفات تحقیق ہو اس قدر زمانہ تک اُس کا کچھ حالی مرنے جینے کا نہ نکلے کہ اس کے شہر وطن میں اس کے ہم عمروں سے کوئی زندہ نہ رہے اس وقت ایک شخص کو پنج قرار دے کہ مقدمہ اس کے حضور پیش کریں اور وہ بوجہ مردت مذکور اُس کی موت کا حکم کر دے (پہلی صورت میں) تو کچھ وقت نہیں ٹلٹ وصیت کا حصہ نمبر اول اور آٹھ بجے جو اس حصہ کے واصلات ہوں سب سہمی کو دے کہ اس کی وصیت پوری کر دی جائے، اور بھتیجی اس صورت میں حکم وصیت کچھ نہ پائیں گے کہ جب موقوفہ کا انتقال ہندہ سے پہلے ٹھہرا تو یہ وارث ہوئے اور وارث کے لئے وصیت بے اہواز دیگر ورثہ باطل، پس بعد اسے دین و اخراج وصیت سہمی جس قدر متروکہ ہندہ باقی رہے مع ٹلٹ وراثت و ٹلٹ موقوفہ و واصلات حصہ دہ و حصہ دہ و واصلات ٹلٹ موقوفہ سب بر تقدیر عدم موافق ارث و انحصار وراثت فی الذکر دین و دس سہم پر منقسم ہو کہ پانچ سہم بیٹی اور ایک ایک سہم برادر زادہ حقیقی کو دیا جائے (اور پہلی صورت پر) یعنی جبکہ بعد ہندہ موقوفہ کا زندہ رہنا ثابت ہو اس تقدیر پر ٹلٹ موقوفہ مع اس کے واصلات کے موقوفہ یا اس کے ورثہ کو دے دیا جائے اور ٹلٹ وراثت تو بیٹی نے پہلے ہی پایا تھا باقی رہا ٹلٹ وصیت اس میں سے حصہ نمبر دوم مع واصلات اور بھتیجیوں کو دے دیا جائے اور حصہ دہ و دس بستور امین کے ہاتھ میں رہیں اور ان کی واصلات جمع شدہ سے روز موت ہندہ سے آج تک حساب پانچ روپیہ یا ہواری کا لگا کر چار روپیہ حساب سے نکلے بھتیجیوں کو دیا جائے اور زر واصلات سے جو باقی بچے دست امین میں رہے اور ہمیشہ ان دونوں حصوں کی توقیر سے پانچ روپیہ یا ہواری بھتیجیوں کو دیا کرے اگر کئی پڑے تو واصلات باقی ماندہ سے پورا کرے اور بچے رہے تو اپنے پاس لمانت رکھے

یہاں تک کہ پانچوں اپنی اپنی اہل کو پہنچ کر انتقال کر جائیں اور ان میں سے جو گزرتا جائے اس کا حصہ ماہوار اس کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ وہ پورا پانچ روپیہ مشاہرہ باقی ماندہ بھتیجیوں میں بٹا رہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہی پانچ روپیہ بالکستیا بٹا رہے جب ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو حصہ راہ وصیت سہمی میں سے دستِ امین میں امانت تھا اور اس کے واصلات سے کچھ بچا ہو تو وہ بھی سہمی کو دے کر اس کی وصیت پوری کر دی جائے اور حصہ راہ مع اس کی واصلات کے اگر کچھ باقی ہو سہمی و مفقود میں نصف نصف منقسم ہو جائے اس وقت امین کا ہاتھ خالی اور ہر ایک اپنے اپنے حق کو پورا پہنچ جائے گا اور بھائیوں بھتیجیوں علاقائی بھتیجیاں ہر صہبت میں محروم رہیں گے نہ وہ حصہ جو مفقود کے لئے امانت رکھا گیا ہے اس کو حوریت یا دختر اپنے قبضہ میں کر سکتی ہے بلکہ جس طرح ہم نے تفصیل کی اسی طرح امین کے ہاتھ میں رہے گا یہ ہے حکم شریعہ کا اور شریعہ ہی کے لئے حکم ہے والوجه فی ذلک ان التركة اذا انتقلت مفقود الا يعطى منها احد من المستحقين ورسالة كانوا او موصی لهم الا اقل نصيبه المتیقن به علی حکل من حائق حیاة المفقود وھما تہ و امر العصبات اعنی بہم ابناء اخیہا دائرین ان یکون المفقود حیا فیحببہم ولیستحقوا منه ما اووصی لهم بہ و امت یکون میتا فیرثوا فلا تنفذ لهم الوصیة من دون احبائہ الورسلة الباقین فوصیتہم و وراثتہم کلاھما مشکوک فیہما بالمرۃ فلا یعطوا بالفعل شیئا ولا تقسم دعوی المثلک الا بتفسیر

اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکہ جو مفقود کا منظر ہو تو اس میں سے وارثوں اور جن کے لئے وصیت کی گئی ہے کچھ نہیں دیا جائے گا مگر وہ جو میت کی دو حالتوں یعنی حالت حیات اور حالت ممات میں سے جس حالت میں کمر ملا ہے کیونکہ یہ یقینی ہے۔ اور عصبات یعنی بھتیجیوں کا معاملہ دو حالتوں کے درمیان دائر ہے۔ ایک یہ کہ مفقود زندہ ہو اور ان کے لئے واجب بنے۔ اس صورت میں ان کو وہ شے ملے گی جس کی ان کے حق میں وصیت کی گئی ہے اور دوسری یہ کہ مفقود مردہ ہو تو اس صورت میں وہ وارث بنیں گے اور دیگر وارثوں کی اجازت کے بغیر ان کے لئے وصیت نافذ نہ ہوگی چنانچہ ان کی وصیت و میراث دونوں یکبارگی مشکوک ہیں لہذا انھیں بالفعل کچھ نہیں دیا جائے گا۔ اور ان کا دعویٰ ملک مسکوح نہ ہوگا جب تک کہ وہ سبب ملک کی



السبب والتفسير غير ممكن فتعين  
التأخير  
مسئله ۱۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو دختر اور ایک ہمیشہ حقیقی چھوڑی، اور نیز بیک صحت و ثبات عقل یہ وصیت کی کہ میری جو دختر کلاں میرے سامنے مرگئی ہے اور اس سے ایک پسر اور ایک دختر باقی ہے میری جائداد سے جو حصہ شرعی کہ میری بڑی بیٹی کو پہنچے اس جائداد کے مالک اس مرحومہ کے بچے ہیں اگر اس وصیت میں فرق ہوگا تو بروز محرم دامن گیر ہوں گا۔ بینوا تو ہوں۔

### الجواب

صورت مستفسر میں اگر الفاظ وصیت یہی تھے تو وہ باطل و بے اثر ہے کہ وصیت اس حصہ شرعی کی نسبت ہے جو ترکہ موصی سے دختر کلاں کو پہنچے اور صورت واقعہ میں دختر کلاں کو شرعاً کچھ نہیں پہنچتا تو وصیت اصلاً کسی عقی سے متعلق نہ ہوئی اور موصی ہذا کا کوئی استحقاق نہ ہوا۔

اوصی بعین ادبوع من ماله كثلث غنمه  
فهلك قبل موته بطلت الوصية ولا يتعلق  
حق الموصي له بشيء كفا في العالمين  
وغير هذا مما يتعلق به فليحذر اذا  
لم يوجد اصلاً - والله تعالى اعلم۔

اپنے مال میں سے کسی عین یا نوع کی وصیت کی جیسے بکریوں کے ایک تھائی کے بارے میں وصیت کی، پھر وہ عین یا نوع موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہوگئی تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اس کے ساتھ وصیت کا حق متعلق نہ ہوگا جیسا کہ عالمگیر وغیرہ میں ہے کیونکہ وہ شئی معدوم ہوگئی جس کے ساتھ وصیت متعلق ہوتی پھر کیسے باطل نہ ہوگی اس صورت میں جبکہ سرے سے وہ شئی پائی ہی نہیں گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئله ۱۲۹ (سوال دستیاب نہ ہوا)

### الجواب

وصیت زوہر کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں البتہ اگر دین مہر واجب الادا ہے تو وہ تقسیم ترکہ سے مقدم ہوگا پس بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر چالیس سہام پر منقسم ہوگا

پانچ سہم وکالت بیگم اور چودہ چودہ کریم الدین و نصیر الدین اور سات فضیلت بیگم کو ملیں گے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سسٹونے اپنی جائداد اپنی  
زوجہ الگھائی کے ہاتھ بعض دین مہر کے بیع کی۔ پھر الگھائی ورثہ حسب تخیل ذیل چھوڑ کر فوت ہوئی، اب  
سسٹونے اپنی موت کے دو ایک روز پیشتر کمالات علالت ایسی کیفیت میں کہ صاحب فراش ہو گیا تھا  
اور طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی اپنی بیٹی معصومہ کے ہاتھ بیع کی اور مر گیا اور باقی ورثہ بیع  
ثانی کی اجازت نہیں دیتے، اس صورت میں وہ انتقال سسٹو کا کہ اس نے اپنی زوجہ کے ہاتھ کیا شرعا  
صحیح و نافذ ہے یا نہیں؟ اور اس انتقال ثانی کا کیا حکم ہے؟ اور ترک الگھائی کا اس کے ورثہ پر کس طرح  
مقسم ہوگا؟ بیٹھا تو جروا۔

### الجواب

سسٹونے کو اپنی جائداد بعض دین مہر اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کی اس کی صحت میں شبہ نہیں، بعد  
اس انتقال کے اس جائداد کی مالک الگھائی قرار پائے گی اور وہ اسی کا ترکہ ٹھہرے گا، پھر اس کی  
وفات کے بعد تو نے جو اپنا حقہ اپنی بیٹی کے ہاتھ مرض موت میں بیع کیا اور باقی وارث اسے روا نہیں  
رکھتے تو وہ بیع باطل محض ہوئی اور وہ حصہ بھی حسب فرائض کل ورثہ پر منقسم ہو جائے گا۔

فی الخانیة ومن الموقوف اذا باع المريض  
فی مريض الموت من وارثه عینا من  
اعیان ماله ان صح جائز بیعه وان  
مات من ذلك المريض ولم یجز الورثة  
بطل البیعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خانیہ میں ہے اگر مریض نے مرض الموت میں  
اپنے کسی وارث کے ہاتھ اپنے مال میں سے کوئی  
عین شئی فروخت کی تو بیع موقوف رہے گی۔  
اگر وہ صحت مند ہو گیا تو بیع جائز ہو جائیگی۔  
اور اگر اسی بیماری میں مر گیا اور باقی وارثوں نے  
اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

## مسئلہ ۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نذر علی کے تین زوجہ اور تین پسر اور تین دختر زوجہ اولیٰ سے ایک پسر ذوالفقار علی اور زوجہ ثانیہ سے دو پسر اور دو دختر، اور زوجہ ثالثہ سے ایک دختر ذوالفقار علی سہ رو برو شیخ نذر علی کے انتقال کیا، ایک زوجہ اور ایک پسر محمد باقر وارث چھوڑے شیخ نذر علی نے اپنی حیات میں رو برو دیگر ورثہ کے محمد باقر پسر ذوالفقار علی کو کہ عند الشرح محجوب تھا عوض دین مہر اپنی زوجہ یعنی والدہ ذوالفقار علی کے جو ترکہ کہ شیخ ذوالفقار علی کو واجب شرع بعد شیخ نذر علی کے طلاقہ بنام نہاد محمد باقر کر دیا اور جلد ورثہ کے قبول کر لیا حیات شیخ نذر علی میں زوجہ اولیٰ و ثانیہ نے بھی رحلت کی اور بعد انتقال شیخ نذر علی کے ایک زوجہ کے دو پسر تین دختر ایک محمد باقر پسر ذوالفقار علی وارث رہے۔

## الجواب

پسر کے لئے وصیت بشرطیکہ پسر موجود نہ ہو جائز ہے کہ یہ تقدیر و اندازہ ہے نہ وصیت بھال الغیر اذا لاحق لابن مات قبل ابیہ فی ترکۃ ابیہ (اس لئے کہ باپ سے پہلے مر جائیگا بیٹے کا باپ کے ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ ت) ہدایہ میں ہے،

اذا اوصی بنصب ابنتہ فالوصیۃ باطلۃ ولو اوصی بمثل نصیب ابنتہ جاز لان الاولیٰ وصیۃ بھال الغیر لان یب الابن ما یصیب بعد الموت والثانی وصیۃ بمثل نصیب الابن ومثل الشئ غیرہ وان کانت یتقدربہ فیجوز آت قلست و قیید الشراح بھا اذا کانت الابن موجودا قالوا وان لم یکن

اگر اپنے بیٹے کے حصے کی وصیت کی تو وصیت باطل ہے۔ اور اگر بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی تو جائز ہے، کیونکہ پہلی صورت میں مالی غیر کی وصیت ہے کیونکہ بیٹے کا حصہ وہ ہے جو اس کو باپ کی موت کے بعد حاصل ہوگا۔ اور دوسری صورت میں بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت ہے اور شئی کی مثل شئی کا غیر ہوتی ہے اگرچہ شئی کے ساتھ اس کا اندازہ کیا جاتا ہے چنانچہ بر جائز ہوگا میں کہتا ہوں شارحین نے اس کے ساتھ قید لگائی یہ کہ جب جیسا موجود ہو۔ انہوں نے کہا کہ

موجود اصحت الوصیۃ و بہذا التفصیل  
اتی فی الدر المختار معزیا لعنایۃ حاشیۃ  
الہدایۃ و الجوہرۃ و شرح التکمیلۃ  
اگر بیاموجود نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔ اور یہی تفصیل  
در مختار میں ملاتی تھی جس کو ہدایہ کے حاشیہ عنایہ، جوہرہ  
اور شرح التکمیلہ کی طرف منسوب کیا گیا (ت)

نہیں بلاشبہ یہ تصرف صحیح اور بوجہ قبول محمد باقر نافذ ہو کر سهام موصی لما بعد محمد باقر کے اس کے فوراً شرعی  
کی طرف منتقل ہو گئے امام النساء اُن سے اپنے حصہ کی مالک ہوئی اب کہ بوجہ کبر سن و پیرانہ سال اُس کے  
عقل میں قصور اور جو اس میں قور اس درجہ ہو گیا کہ نجاست و طہارت میں تمیز نہیں کرتی اور قلب فہم و  
اختلاط کلام و فساد تدبیر اُسے لازم، تو وہ معتوبہ ہے اور کل تصرفات قولیہ سے مجرہ۔

قال الفاضل المحقق محمد بن علی بن  
محمد علاؤ الدین الدمشقی الحنفی  
فی الدر المختار فی تفسیر الحجر هو  
منہ من نفاذ تصرف قوی و سببہ  
صغر و جنون یعم القوی و الضعیف  
کما فی المستوفی بہ مطلقاً، قال شیخہ  
العلامہ خیر ملة والندین الہدی فی فتاواہ  
ان کان قلیل الفہم مختلطاً فاسد التذہیر  
لکن لا یضرب ولا یشترک فی المستوفی و  
مثله فی العالمگیرۃ وغیرہ۔

فالمگیرۃ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس ایسی حالت میں اگر اُس نے کسی کے آمادہ کرنے خواہ اپنی خواہش سے وصیت کی تو ہرگز نافذ  
نہ قرار پائے گی اور توریت ترکہ امام النساء حسب بیان مجیب اول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و  
عمرہ اعظم۔

سہ البیانۃ فی شرح الہدایۃ کتاب المصایا بالبیعت بثلاث المال المکتبۃ الادبیۃ مکتبۃ المکرمة ۵۹۹/۴  
سہ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتہدی دہلی ۳۲۳/۲  
سہ " کتاب الحجر " " " " ۱۹۸/۲  
سہ الفتاویٰ الہندیۃ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۵

مسئلہ ۱۳۲ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ رمپورہ مرسلہ شیخ عبدالحجہ صاحب سب مہر و میر ۳۱ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین نسبت مسائل ذیل کے، زید کی منکوحہ اولی متولی سے ایک پسر نکاح اور  
منکوحہ ثانی موجودہ سے دو پسر عمر و سعد نابالغ بعد وفات زید باقی ہیں، زید پر جو قرض تھا بکرنے ادا کیا اور  
نیز واسطے فرج شادی و خورد و نوش تا بالغان کے اپنے نام یا بشمول نام مادر قرض لے کر صرف کیا  
اس قرض سے کچھ ادا ہوا کچھ باقی ہے، اب عمر و سعد بھی بالغ ہیں اور درباب تقسیم جائداد اولائے قرضہ  
سابق و حال تنازع ہے، لہذا اسے طلبہ شریعت مطلع فرمائیں کہ مکانات موروثی کس طرح تقسیم ہوں اور  
قرضہ سابق و حال حسب سهام کل شرکار پر چاہے یا قرضہ سابق و حال میں کچھ تفریق ہے اور جو مکان بکرنے  
اپنے روپے سے خرید اس میں دوسرے برادران کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور منکوحہ اولی جو زید کے  
حیات میں فوت ہو گئی اس نے اپنی وفات کے وقت زید کو مہر معاف کر دیا تھا اور منکوحہ ثانیہ نے کہ اب  
زید ہے وقت وفات زید مہر معاف کر دیا اور ہماری برادری میں مہروں کا یہی دستور ہے یہ بھی واضح ہو  
کہ بعد وفات زید کما نا جملہ شرکار کا یکجا رہا۔ جب تا بالغ بالغ نہ ملے طہر ہو گیا۔ یہ تو اوپر دیا

### الجواب

قرض مورث کہ بکر پسر بالغ نے ادا کیا تمام و کمائی ترکہ مورث سے بھرا پائے گا جبکہ وقت ادا  
تصریح نہ کر دی ہو کہ بھرانہ لوں گا۔

فی فتاویٰ قاضی خان والعالگیریہ وغیرہا  
بعض الوراثۃ اذا قضی دین  
المیت کامت له الرجوع فی مال  
المیت والترکۃ انتہی مختصراً۔ وفي جامع الفصولین  
والاشباہ وغیرہا لو استغفرہا دین لایسکھا  
بامش الا اذا ابرأ المیت  
غیریمہ ادا داء وامشہ بشرط  
الستبوع وقت الاداء اما  
لو اداہ من مال نفسه مطلقاً

فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیریہ وغیرہ میں ہے کسی  
وارث نے میت کا قرض ادا کیا تو اسے میت  
کے مال اور ترکہ کی طرف رجوع کا حق حاصل  
ہے انتہی۔ جامع الفصولین اور اشباہ وغیرہ میں  
اگر دین ترکہ کو محیط ہے تو وارث میراث کے ساتھ  
اس ترکہ کا مالک نہیں بنے گا، مگر یہ کہ قرض خواہ  
میت کو بری کر دے یا میت کے وارث نے  
ادائے وقت بشرط تبرع قرض ادا کیا ہو لیکن  
اگر اس نے مطلقاً اپنے مال سے قرض ادا کیا ہو

بکر

بلا شرط تبرع اور رجوع یجب لہ دیت  
 علی المیت فتصیر التركة مشغولة  
 بدینہ فلا یبذلکھا۔  
 نہ اس میں تبرع کی شرط ہو اور نہ ترک میت کی  
 طرف رجوع کی تو میت پر اس کا دین ثابت ہو جائیگا  
 تو ترکہ مسترض ادا کرنے والے وارث کے دین

کے ساتھ مشغول ہوگا لہذا وہ اس کا مالک نہیں بنے گا۔ (مت)

جو روپیہ جو یا زو بہ زید نے قرض لے کر شادی نابالغان میں نہ لیا اُس کا علی بہ صرف اس  
 قرض لینے والے پر ہے نابالغوں کے ساتھ اُس کا احسان سمجھا جائے گا اسی طرح جو کچھ قرض لے کر خورد و نوش  
 نابالغان میں اٹھایا وہ بھی ان سے مجرا نہ ملے گا جبکہ یہ قرض لینے والا مورث کی جانب سے ان نابالغوں کا  
 وصی نہ تھا یعنی زید اسے کہہ نہ سکتا تھا کہ جائداد یا مالغ اولاد تیری سپردگی میں دیتا ہوں یا ان کی خورد و پرداخت  
 تیرے متعلق ہے یا اس کے مثل اور الغا جو دلیل وصایت ہوں۔

رد المحتار میں حاوی ہے منقول ہے۔ فتویٰ کئے  
 مختار وہ ہے جو محیط کے کتاب الوصایا میں بروایت  
 ابن سائر امام محمد سے منقول ہے کہ کوئی شخص دو  
 بیٹے ایک نابالغ اور ایک بالغ اور ایک بالغ بالغ  
 چھوڑ کر فوت ہوا اور ہزار درہم ترکہ میں چھوڑے  
 پھر بڑے نے چھوٹے پر دخل نفقہ کے ساتھ پانچ سو  
 درہم خرچ کئے تو وہ اپنی طرف سے بطور احسان خرچ  
 کرنے والا ہوگا جبکہ وہ وصی نہ ہو الخ در مختار کے  
 باب لقطہ میں ہے وہ احسان کرنے والا ہے  
 بسبب اس کی ولایت کے قاصر ہونے کے الخ  
 فی رد المحتار میں بحرح منقول ہے کہ یہ معاملہ اجر و ثواب اور رجوع کے درمیان دار ہے۔ چنانچہ یہ

فی رد المحتار عن المحاوع المختار  
 للفتویٰ مافی وصایا المحيط بروایة ابن سماعہ  
 عن محمد مات عن ابنین صغیر و  
 کبیر و الف دسہم فانفق علی الصغیر  
 خمس مائۃ نفقة مثله فہو متطوع  
 اذ لم یکن وصی الخ و فی لقطۃ الدر المختار  
 ہو متبرع لقصور ولایتہ أم و شہ فی  
 رد المحتار عن البحر لا مت الامر  
 متروک بین الحسبۃ والرجوع فلا یمکن  
 دینا بالشک الخ۔

۳۲/۲	اسلامی کتب خانہ کراچی	۱	المجلد الثامن والعشرون	۱	جامع الفصولین
۴۵۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵	فصل فی شہادۃ الودعیار	۵	کتاب الوصایا
۳۶۶/۱	مطبع مجتہبی دہلی	۱	کتاب اللقطۃ	۱	کتاب اللقطۃ
۳۲۲/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳	رد المحتار

بسبب شک کے دین نہیں ہو سکا (ت)

جو مکان بکرنے اپنے روپے سے اپنے نام فرید انس میں سے دوسرے کا کچھ حق نہیں، مگر کہ زوجہ اولیٰ نے اپنے مرتے وقت شوہر کو بخشا اس کی معافی بکروغیرہ دیگر وارثان زوجہ اولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے اگر انھوں نے جائزہ رکھا تو معاف نہ ہوا اور اس کا مطالبہ ترکہ زید سے ہو سکتا ہے۔

فی العالگیریة مریضة و هبت صدا قهرها عالمگیریہ میں ہے ایک مرضی عورت نے اپنا مہر من زوجہا فان كانت مریضة مرض الموت خاوند کو ہبہ کر دیا پس اگر وہ مرض الموت کے ساتھ مرضی ہے تو وہ ہبہ دیگر وارثوں کی اجازت کے

بغیر صحیح نہیں ہو سکا۔ (ت)

ہاں زوجہ ثانیہ نے کہ وقت وفات زید اپنا مہر معاف کیا وہ معاف ہو گیا پس صورت مستفسرہ میں ترکہ زید سے قرضہ بکرو (جو بابت اولے قرضہ سابقہ اس کے لئے ترکہ پر لازم ہوا) اور زوجہ اولیٰ کے مہر سے بعد اسقاط چہارم کہ خود قرضہ زید ہوا کل یا بعض (جس قدر بوجہ عدم اجازت وارثان زوجہ زید لازم رہا) اور اسی طرح اور دیون جو زید پر ہوں اور اگر کے ثلث باقی سے اس کی وصیتیں اگر کی ہوں) نافذ کر کے جو بچے پر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی الذہن کو رین چوبیس سہام پر تقسیم کریں تین سہم زوجہ ثانیہ اور سات سات ہر سہر کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ ازینجا تہ پارہ رائے پور ملک متوسطہ مسئلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد و دبیر مجلس انجمن نعمانیہ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فیض الفسار بیگم سوتیل ماں نے خدیجہ بی بی کا نکاح حسام الدین داروغہ جنگل کے ساتھ کیا والدین خدیجہ مرچکے تھے، فیض الفسار بیگم بعض اموال اپنے خدیجہ بی بی کے پاس عاریت بتاتی ہے، حسام الدین کہتا ہے کہ خدیجہ بی بی بہت دنوں بیمار رہی اسکی بیماری میں میرا ذاتی روپیہ بہت سا خرچ ہوا متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا ماں کی جائیداد کا لڑکا مانگ ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوا متوفیہ کی سوتیل ماں کا کوئی حق نہیں، لہذا مضائقہ شرع متین سے سوال ہے کہ حسب فہرست صرفہ حسام الدین نے وقت بیماری وغیرہ میں جو صرفہ کیا وہ حسام الدین پانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ جیتوا تو جروا۔

## الجواب

اگر خدیجہ بی کے کوئی اور وارث نہ تھا نہ اس پر اس بیان شوہر کے سوا کسی اور کا ایسا دین ہے جو اس سے ملا کر مقدار ترکہ سے بڑھ جائے نہ اس کے پسرتوئی پر کسی کا اتنا دین آتا ہے کہ ترکہ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے باقی سے جو حصہ پسر کو پہنچے اس کی مقدار سے زائد ہو جب کہ شوہر کا دعویٰ محض بے معنی ہے کہ خدیجہ بی کے پاس کا اگر کچھ مال حسب بیان فیض النساء بیگم ملک فیض النساء بیگم ہونا ثابت ہو تو اس میں سے خرچ دولہے خدیجہ بی پلنسے کے کوئی معنی نہیں وہ تو فیض النساء بیگم کو واپس دیا جائے گا اور جب خدیجہ کا سوا اسے پسر و شوہر اور اس پسر کا سوا اسے پدر کوئی وارث نہ رہا تو جو مال خدیجہ بی کا ٹھہرے اس کا وارث صرف حسام الدین ہے دوسرے کسی دامن کا اگر خدیجہ بی پر کچھ آتا ہو تو جس حالت میں ترکہ اسکے دین کو گٹھا سکے نہ نہ کرنا بڑھا سکے اسی طرح جبکہ ترکہ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے بھی جو بچتا ہے اس میں سے حصہ پسر دین پسر کو کافی ہے تو شوہر کا ترکہ پر دین کا دعویٰ نہ اپنے استحقاق کو بڑھا سکے نہ نہ کرنا گٹھا سکے، بہر حال دعویٰ و عدم دعویٰ ہر صورت میں اس کا استحقاق ایک ہی مقدار پر رہتا ہے خواہ اس پر دین ثابت کر کے قرض میں لے لے یا بے ثابت کئے میراث میں ایسا فضل دعویٰ قابل سماعت نہیں رہتا ہاں اگر خدیجہ بی کے بعد اس کا کوئی وارث بھی رہا (کہ نظر تقریر سوال وہ اس کی نانی ہی ہو سکتی ہے) تو دعویٰ شوہر نافع ہے تاکہ میراث سے پہلے یہ بذریعہ دین بعض یا کل متروک لے، یونہی اگر دوسرے دامن کا دین ایسا ہے کہ اس کے دعویٰ سے مل کر مقدار ترکہ سے زائد ہو جائے گا تو نافع ہے کہ ترکہ دونوں دین پر حصہ رسد بٹ جائے، اسی طرح اگر پسرتوئی پر ویسا دین ہو تو نافع ہے کہ اول شوہر کا دین ترکہ خدیجہ بی سے ادا کیا جائے گا، اگر کچھ نہ بچے گا دامن پسر کچھ نہ پائے گا اور بچے گا تو باقی سے جس قدر حصہ پسر ہے وہ اس میں سے لینے کا مستحق ہو گا اور بے دعویٰ زائد میں سے پاتا و ہذا کلمہ ظاہر بادی حساب (یہ تمام ادنیٰ حساب کے ساتھ ظاہر ہے۔ ت) ان صورتوں میں دعویٰ شوہر البتہ قابل سماعت ہے اب حکم مسئلہ یہ کہ اگر حسام الدین نے بطور خود اپنی زوجہ کے دو ادارہ میں اپنا مال صرف کیا تو دعویٰ باطل ہے اور واپسی کا مستحق نہیں۔

فان من التفت فی امر غیرہ بغیر امرہ  
غیر مضطر الیہ فلا یرجع علیہ اذ لم  
یکن نافذ لتصرف فیما لہ  
حکما بانہ عنہ قروع جسمہ  
جب کوئی غیر کے معاملے میں اس کی اجازت  
کے بغیر خرچ کرے اور وہ اس خرچ کرنے میں  
مجبور نہ ہو تو اسے رجوع کا حق نہیں اس لئے  
کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اس کا تصرف



مصحوح بہا فی کلمات الاثمة۔

نافذ نہیں ہے جیسا کہ اس سے پیشتر فروع ظاہر  
ہیں جن کی اکثر کلام کے اقوال میں تصریح کی گئی ہے (ت)

بلکہ اگر خرید بچہ بی نے درخواست بھی کی کہ میرا علاج کرو اور اس کے سوا کوئی شرط رجوع و واپسی دینا  
نہ آئی نہ وہاں عرف عام سے ثابت ہو کہ ایسی صورت میں شوہر جو کچھ معاویہ زوجہ میں اٹھائے اُس سے  
واپس پائے تو بھی حاکم الدین کو دعویٰ نہیں پہنچا لعدم مایوجبہا من نفس او معرفت (کسی نفس  
یا معرفت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جو اس کو واجب کرے۔ ت) ہمارے بلاد کا تو عرف یہ ہے  
کہ شوہر جو اپنی بی بی کے علاج میں صرف کرتا ہے وہ یا عورت کسی کے خیال میں واپسی کا وہم ہی نہیں  
گزرتا مال اگر خرید بچہ بی سے صراحتہ واپسی کی شرط ہو گئی تھی یا وہاں کے عرف عام کی رو سے استحقاق واپسی  
ثابت ہے تو ضرور اختیار واپسی ہو گا فان المعهود عن فاکالہ شروط لفظاً (کیونکہ جو باعتبار عرف  
کے معهود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے باعتبار لفظ کے اس کی شرط لگائی گئی ہو۔ ت) درختار میں ہے:

اس میں رجوع نہیں اگرچہ اس کے امر سے فرج کئے  
مگر رکع جب کئے تو میری طرف سے بدلہ دے  
اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں کیونکہ تعویض واجب  
نہیں بخلاف قرض کی ادائیگی کے۔ اور ضابطہ  
یہ ہے کہ جس چیز کا انسان سے جس و ملازمہ کے  
ساتھ مطالبہ کیا جاتا ہے اس کی ادائیگی کا امر  
رجوع کو ثابت کرنے والا ہے ضمان کی شرط  
لگائے بغیر، اور اگر ایسا نہ ہو تو رجوع ثابت  
د ہو گا جب تک ضمان کی شرط نہ لگائے، تطہیر الخ  
میں کہتا ہوں تو جانتا ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے  
جو بالکل واجب نہیں چہ جائیکہ بندے کی طرف  
سے اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اور چہ جائیکہ  
اُس کا مطالبہ جس و ملازمہ کے ساتھ ہو، لہذا اس میں کسی اصول کی شرط کے بغیر رجوع کا حق نہ ہو گا۔ (ت)

لا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوف  
عنی علی انی ضامن لعدم رجوعی  
التعویض بخلاف قضاء الدین (و الاصل  
ان) (مکمل مایطالب بہ الانسان  
بالحبس والصلامة یكون الامر بادائه  
مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان  
وما لا فلا) الا اذا اشترط الضمان تطہیریۃ الخ  
قلت وانت تعلم ان الدواعی مما لا یجب اصلا  
فضلا عن ان یتكون له مطالب من جهة  
العبد فضلا عن ان یتكون طلبہ بحبس  
او صلا من فلا رجوع فیہ من دون شرط  
شیئ من هذه الاصول۔

عقود الدریہ میں ہے :

ما جرى به العرف في الرجوع على الأمر  
يرجع إحد أقول هذه مسألة اضطربت  
فيها أقوال العلماء أصلاً وفرعاً فاصلاً  
أصولاً لا تنضبط وفرعاً فرعاً لا تلتزم  
وإراد العلامة الشامي تحريرها في العقود  
فلم يتهين له إلا الاقتصار على بعض  
فروع نقلت مع طرح جميع الأصول التي  
أصلت وللعبد الضعيف ههنا كلام ذكرته  
فيما علقته عليها وهذا الذي اخترته  
هنا واضح جلي لا غناء به إن شاء الله  
تعالى - والله تعالى أعلم -

جس چیز کا آمر پر رجوع کرنے میں عرف جاری ہو  
وہاں رجوع کرے گا اھ۔ میں کہتا ہوں اس  
مسئلہ میں علماء کرام کے اقوال اصول و فروع کے  
اعتبار سے مضطرب ہیں۔ اصول نے کچھ ایسے  
اصول بنائے جو منضبط نہیں اور کچھ ایسے فروع  
ذکر کئے جو مجتمع و مربوط نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ  
نے عقود میں ان کو تحریر کرنے کا ارادہ فرمایا تو  
ان کو میسر نہ ہوا سو اسے بعض فروع پر اقتصار رکھنے  
کے جو نقل کئے گئے باوجودیکہ انہوں نے وہ اصول  
چھوڑ دئے جو وضع کئے گئے ہیں۔ اور اس  
عبد ضعیف کا یہاں کچھ کلام ہے جس کو میں نے  
شامی پر اپنی تعلیقات میں ذکر کیا ہے۔ اور وہ جس کو میں نے یہاں اختیار کیا وہ بالکل واضح و روشن  
ہے اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی پوشیدگی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۸ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

مرسلہ

مسئلہ از ریاست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۱۲۷۸ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے چاروں  
بیٹے محمد زکریا، محمد یحییٰ، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ بالغ و نابالغ اور بیٹی بالغہ اور عافظہ محمد عظیم صاحب خمر  
۲۸ سال، ۲۰ سال، ۱۷ سال، ۱۲ سال

کے سامنے یہ وصیت کی اس وصیت کو سب ورثاء نے تسلیم کیا اور اس پر عملدرآمد کیا اب یحییٰ و  
عیسیٰ اپنا بقیہ ورثہ تقسیم کر رہے ہیں اور بڑا بھائی مصروف خورد و نوش و پارچہ و خرچ شادی بیاہی و  
عیسیٰ جو اس نے اپنے پاس سے زید کے انتقال کے بعد سے ان پر کیا ہے طلب کرتا ہے یحییٰ و عیسیٰ  
یہ غدر کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے ہم پر صرف کیا تبرعاً و احساناً تقایہ ہم سے مجرا نہ ہونا چاہئے و نیز ہر وقت  
وصیت ہم نابالغ تھے اور قطع نظر اس مسئلہ میں جو تحریر فیابین برادران ہوئی جس میں محمد یحییٰ نے

آمدنی کا حساب سمجھ کر ۴ روپے ماہوار اپنے حصے کے لئے منظور کئے ہیں اور اب تک لیتے ہیں اور وصیت پر عمل درآمد ہوا تو تم میں کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم و قبول تحریری موجود ہے چنانچہ نقل وصیت نامہ نقل تحریر دیگر حسب ذیل ہے زید کی جائداد جو انور میں ہے وہ اب تک غیر منقسم اور ایک ہی مکان میں سب ورثاء رہتے ہیں اور اس کی تقسیم بھی چاہتے ہیں زکر یا تقسیم پر راضی ہے مگر کتاب ہے کہ جولاگت بعد انتقال زید میں نے اپنے پاس سے اس پر لٹکائی ہے مجھ کو ملنی چاہئے تھی دیکھتے تھے کہ تم نے بلاوجہ پہلی عمارت کو ڈھایا اور نئی عمارت بنائی ہم اس کے ڈھانے کا نقصان تم سے لیں گے نئی عمارت بنانے کا تم کو بلاد رضا مندی ہمارے اختیار نہ تھا، زکر یا جواب دیتا ہے کہ بوجہ بوسیدہ گی تم سب کے سامنے ہنگام شدہا مجھ علیے جس میں اب تک وہی رہتا ہے ایک ضلع خام تھا از سر نو پختہ میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنایا اور اور ضلع اپنے واسطے پختہ بنایا اس وقت تم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور اب تک تم ہم سب وہیں رہتے ہیں، از روئے شرع شریف ان سب امور کا جواب مرحمت ہو۔ بنوا تو جو را۔

## نقل وصیت نامہ

والہاجہ حکیم غلام نجف الدین مرحوم نے اپنے انتقال سے تخمیناً ٹائشیل روز پہلے وہ برفے جاہل ماموں حافظ محمد عظیم صاحب و برادران عسکریز محمد عیسیٰ، محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کہ مجھ کو جو وصیت فرمائی میں اس وقت مضمون وصیت رو بروئے جناب ماموں صاحب موصوف و برادران عزیز مذکور کے بیان کرتا ہوں اگر میرے بیان میں کچھ خلاف ہے تو اصلاح فرمادیں اور اگر میرا بیان صحیح ہے تو اس کاخذ کو تصدیق کریں فقط۔ میرے والد نے مجھ محمد زکریا سے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اور تمہاری ہمشیرہ کی شادی کر دی تم دو کے فرض سے میں ادا ہوا محمد عیسیٰ و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کی شادی باقی ہیں دہلی کی مجلس اور دیوان خانہ فرخست کر کے ان کی شادی کر دینا اور تمہاری والدہ کا جو زیور ہے وہ ان تینوں کے چڑھاوے میں چڑھا دینا۔ باقی مکانات دہلی کے اور غزوفت اور پارچہ وغیرہ جو ہے اس کو بموجب شرع شریف کے تم پانچوں بہن بھائی تقسیم کر لینا فقط۔

تبلیغ دو صدر و پیر دو محضوں کو دے کر ایک کو میرے واسطے اور دوسرے کو اپنی والدہ کے واسطے پر بھیجنا باقی مکانات اور جائیداد ارضی باغ و تنوہ جو انور میں ہے اس کا تو مختار ہے اگر محمد عیسیٰ و عیسیٰ و موسیٰ تیری تابعداری کریں تو تم فرزندوں کی طرح ان کی پرورش کرتے رہنا اگر تیری تابعداری زکریٰ تو اپنا سر کھائیں فقط ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پانچم شوال ۱۲۹۶ھ ہجری

بقلم بندہ امر او علی۔

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد موسیٰ العبد محمد کبھی العبد محمد عیسیٰ  
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ نوشتہ محمد عبدالرحمن علی  
جو کچھ محمد زکریا نے بموجب وصیت والدہ ماجدہ کے تعمیل کی اور کرتا رہوں گا وہ مراتب اس صفحے پر  
درج ہیں اور آپ صاحب اس سے رضا مند ہیں تو اس پر اپنے اپنے دستخط کریں۔ فقط مرقوم  
۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ

والدہ ماجدہ کا زیور رلور ان عزیز محمد کبھی و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کو میں نے تقسیم کر دیا اور خرافت و پارچہ محمد زکریا  
و محمد کبھی و محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ و عیشیرہ عزیزہ نے حسب وصیت والدہ منظور باہم تقسیم کر لیا اور مجلس اور دیوان خانہ  
کو تو میں نے فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سے عزیز محمد کبھی و محمد عیسیٰ کی تو میں نے شادی کر دی اور محمد موسیٰ  
کا حج ہو گیا اور باقی مکانات واقعہ درکنجی حسب وصیت تقسیم کئے جائیں ابن شہارۃ تعالیٰ اور باقی  
مکانات و تہوار و چاہ و اراضی و باغ و تنخواہ انور کی جو بلا شرکت غیرہ حسب وصیت والدہ ماجدہ میرے  
قبضے میں ہے مگر جو جلی میں جس طرح ہم سب بھائی رہتے ہیں، اسی طرح میں اور میری اولاد اور وہ اور انکی  
اولاد بدستور ہیں اور کھانے پینے کو بوند اند کو جس طرح تاج تک محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کھاتے پیتے رہے  
ہیں اسی طرح کھانا پلاتا رہوں گا، اور محمد کبھی کو دو روپیہ اور محمد عیسیٰ کو سب سے اور محمد موسیٰ کو ۱۲ ماہ ہمارا دیتا  
رہوں گا، مبلغ دو صد روپیہ جناب ناموں حافظ محمد عظیم صاحب کی معرفت دو شخصوں کو دے کر حج کو بھیج دے  
فقط مرقوم صدر بقلم امر او علی

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد عیسیٰ العبد محمد کبھی عیسیٰ عنہ العبد محمد موسیٰ عیسیٰ  
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ شد محمد عبدالرحمن نقل تحریر

سابق میں ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پنجم شوال ۱۲۹۶ھ کو جو وصیت نامہ والدہ مرحوم کا درجہ فرمے  
جناب ناموں صاحب حاجی حافظ محمد عظیم مرحوم کے تحریر ہوا تھا اُس وقت عزیز محمد کبھی کو دو روپیہ ہمارا  
دینا تجویز ہوا تھا چنانچہ آج تک دیا گیا، اب پھر عزیز مذکور نے کہا کہ میرا گزارہ اس میں نہیں ہوتا کچھ زیادہ  
مقرر ہو جائے، اس واسطے محمد زکریا نے اراضی بارانی و چاہ جال والا و چاہ تاج خاں والا کی آمدنی بوقت  
عزیز محمد کبھی دو سو ساٹھ روپیہ شخص کو اکوٹ عزیز مذکور کا حصہ العبد ہمارا کا قرار پایا مگر عزیز مذکور نے چار روپیہ  
چار آنے ہمارا اس میں سے لینے منظور کئے بشرط اس کے کہ محمد سے چاہت کی مرمت و خیرہ کا مصارف  
نہ لیا جائے۔ محمد زکریا کو یہ بھی منظور ہے کہ میں العبد ہمارا جب تک اراضی عطیہ سرکار ہمارے قبضے میں ہے

خواہ آمدنی میں کمی ہو یا بیشی عسزیر محمد کی کو اپنی ذلیست بھرتیاء ہوں گا اور بعد میرے آمدنی پر دو چاہات  
مذکورہ داراضی بارانی و باغ یعنی جملہ آمدنی ان مواضعات کی وجہ مصارف شکست ریخت مرست وغیرہ  
متعلقہ ان کے ہنگی دس حقین مصلہ ذیل پر تقسیم ہو جائے اور جو حصہ دار مر جائے تو اس کے حصہ دار اسکے  
وارث یعنی فرزند یا دختر یا زوجہ کو ملتا رہے اور جو حصہ دار بلا وارث فوت ہو اس کا حصہ سب پر تقسیم  
ہو جائے، تفصیل حصص یہ ہے: محمد زکریا، محمد کئی، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ، ہمیشہ عزیزہ، پھوپھی صاحبہ  
ان میں سے دو دو حصے چاروں بھائی لیتے رہیں اور ایک ایک حصہ ہمیشہ عزیزہ اور پھوپھی صاحبہ  
لیتی رہیں فقط۔

بقلم احقر العباد احمد اعلیٰ مرقوم ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۸۹ء

العبد محمد زکریا، العبد محمد کئی، العبد محمد عیسیٰ، العبد محمد موسیٰ، العبد گواہ شہد  
محمد فضل حق عفی عنہ

### الجواب

اول: تنخواہ پر بھائیوں کا دعویٰ محض باطل و بجا ہے کہ وہ اجرت ہے اور اجرت میں غیر اجیر کا  
حق نہیں، عقد اجارہ جو ان کے باپ سے تھا موت پر ختم ہو گیا  
فان الاجارة لامعنی لبقائها بعد  
ہلاک الاجیر۔ کیونکہ اجیر کے فوت ہو جانے کے بعد اجارہ کے  
باقی رہنے کا کوئی معنی نہیں ہے (ت)

اب کہ برادر سے عقد جدید ہوا اس میں کیا حق، تو ایک ہو سکتا ہے بلکہ اگر اس تنخواہ کو بطور  
منصب ہی فرض کیجے تو تصریح علماء منصب و منشی بھی مورد ثبوت نہیں بعد فوت منصب دار، رئیس جس کا  
نام مقرر کر دے وہی مستحق ہے باقی ورثہ کا کچھ حق نہیں۔ فتح القدر و رد المحتار میں ہے،  
العطاء اصلۃ فلا یورث ویسقط بالموت۔ علیہ ایک صلہ ہے وراثت نہیں ہے اور موت  
سے پہلے یہ صلہ ختم ہو جاتا ہے (ت)

دوم: محمد زکریا نے جو کچھ محمد کئی و محمد عیسیٰ کی شادیوں میں اپنے پاس سے صرف کیا اگر یہ صرف بعد بلوغ  
محمد موسیٰ تھا جبکہ وہ بھی ایازت و وصیت شامل ہو لیا تو تمام کمال ترکہ سے محروم پائے گا کہ ذکر یاد می تھا  
اور یہ مورث کی وصیت جسے بقیہ وراثت نے ناقد رکھا اور بوجہ بلوغ اسی سب کی تنفیذ شرعاً معتبر تھی تو وصیت

کا وارثوں کے لئے ہوتا مضر نہیں،

لَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَصِيَّةَ لِمَوَارِثِ الْأَنْفِ يَجْبِزُهَا الْمَوْرَثَةُ لَهُ

اور وصیت میں جبکہ انس کی تنفیذ کسی شئی کو بیچنے کے ساتھ نہ ہو تو وصی پر انس کا اتباع لازم نہیں اُسے روا ہے کہ وہ کسی نہ بیچے اور دوسرے مال سے وصیت نافذ کرے۔ آداب الاوصیاء میں ہے،

فِي الْحَيْطِ وَالظَّاهِرِيَّةِ وَالْمَخْلَاصَةِ  
أَوْصَى بَأَنْ يَكْفَنَهُ مِنْ ثَمَنِ  
هَذَا الْعَيْنِ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ  
لِلْوَصِيِّ أَنْ يَكْفَنَهُ مِنْ ثَمَنِ  
عَيْنٍ أُخْرَى وَلَا يَبِيعَ تِلْكَ الْعَيْنِ وَ  
تِلْكَ الْعَيْنُ تَكُونُ لِلْوَرِثَةِ وَأَنْ  
وَجَدَ لَهَا أَوْصَى بِبَيْعِهِ مُشْتَرِيًا  
وَلَا يَضُمُّنِ الْوَصِيَّ

اُسی میں ہے،

فِي الْخَاصِّ أَوْصَى بِأَنْ يَتَصَدَّقَ  
مِنْهُ كَذَا وَكَذَا وَقَرَأَ مِنَ الْخَنْطَةِ  
وَعَيْنَ لَشَى تِلْكَ الْخَنْطَةُ نَوْعًا  
مِنْ أَمْوَالِهِ كَثَمَنَ دَارَهُ فَبَعَلَ  
الْوَصِيَّ مِنْ غَيْرِ ذَلِكَ الْمَالِ قَالَ

لَهُ الدَّرُ الْخَفَّارُ كِتَابُ الْوَصَايَا طَبْعُ مَجْتَبَايَ دہلی ۳۱۹/۲  
کُنْزُ الْعَمَالِ بِمَوْلَانِ عَمْرُو بْنِ خَارِجٍ حَدِيثُ ۴۲-۴۶ مَوْسِعَةُ الرِّسَالَةِ بِرُتَبِ ۶۱۶/۱۹  
لَهُ آدَابُ الْأَوْصِيَاءِ عَلَى حَاشِيَةِ جَامِعِ الْفَقَہِیْنِ فَصْلٌ فِي تَنْفِذِ الْوَصِيَّةِ اسلَاطِیْنِ کِتَابُ الْخَزَائِنِ ۳۱۲-۱۳۲

حیث ان لا ذلک الا ان یکون فیہا عینہ دلیل علی التعین کانت یکون ما عینہ معروفًا بالطیب وسانوہ بالخبث فیخص الطیب بالوصیة فلا یشترک مع المال الخبیث ۱۰

کر دیا تو جائز ہے مگر اس صورت میں کہ جو کچھ وصی نے متعین کیا اس میں تعین پر دلیل موجود ہے مثلاً جس شئی کو اس نے معین کیا وہ پاکیزگی کے ساتھ معروف ہے اور دیگر اشیاء خبیث کے ساتھ معروف ہیں تو اس صورت میں پاکیزہ شئی کو وصیت کے ساتھ خاص کیا جائے گا اور وصی خبیث مال سے خریداری نہیں کرے گا۔ (ت)

اور قطع نظر اس سے کہ وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کرے تو قول مفتی پر اسے مطلقاً حق رجوع واپسی ہے یہاں کہ وصیت عباد کے لئے تھی اور وصی وارث ہے باتفاق علماء اسے حق رجوع حاصل ہوا، خانیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے،

وصی انفذ الوصیة من مال نفسه قالوا ان کان هذا الوصی وارثاً یرجع فی ترکة المیت والافلا یرجع و فیہ ان کانت الوصیة للعباد یرجع لامن لہا مطالباً من جهة العباد وکان کقضاء السدیت وان کانت الوصیة لله تعالی لا یرجع و قبیل لہ ان یرجع فی التركة علی حکل حال و علیہ الفتوی ۱۱

وصی نے اپنے مال میں سے وصیت نافذ کر دی علماء نے کہا اگر یہ وصی وارث ہے تو ترکہ میں رجوع کرے گا ورنہ نہیں، اور اسی میں ہے اگر وہ وصیت بندوں کے لئے ہے تو رجوع کرے گا اس لئے کہ اس وصیت کے لئے بندوں کی حست کوئی مطالبہ کرنے والا ہے تو بدین کی ادائیگی کی طرح ہوگی، اور اگر وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو رجوع نہیں کرے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ترکہ میت میں رجوع کرے گا۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

اور اگر قبل بلوغ محمد موسیٰ ہو تو حصہ محمد موسیٰ اس طرف سے بری رہے گا کہ نابالغ کی اجازت کوئی چیز نہیں، نہ اس کی طرف سے کوئی ولی یا وصی خواہ کوئی شخص اسے تصرف کی اجازت دے سکتا ہے

مکوئہ ضرراً محضاً (اس کے محض نقصان ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس صورت میں بعد بلوغ محمد موسیٰ کا اس تصرف گزشتہ پر راضی ہونا یا اسے جائز کرنا بھی بیکار آمد نہ ہوگا۔

لکونہ وقع ولا مجیز وکل تصرف کذا قہو  
باسباب اس کے کہ یہ واقع ہوا در ان حالیکہ  
باطل کما فی الدس وغیرہ والاجازۃ انما  
تلتحق بالموقوف لا الباطل کما بیمنہ  
فی الفتح وغیرہ۔

لاحق ہوتی ہے نہ کہ باطل کو، جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)  
موسم یا خورد و نوش برادران میں جو کچھ محمد زکریا نے اپنے پاس سے صرف کیا اس میں سے محمد موسیٰ نابالغ کے مصارف زمانہ نابالغی کے بھرا پائے گا،

فی الخانیۃ والہندیۃ بعد العبارة المذكورة  
وکذا النوصی اذا اشتری کسوة للصغار  
او اشتری ما ینفق علیہم من مال نفسه فانه  
لا ینکون متطعماً  
خانیہ اور ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد ہے  
اور یونہی وصی نے جب اپنے مال سے نابالغ کیلئے  
لباس خرید یا وہ شئی خریدی جو اس پر خرچ کر لیا  
تو وہ احسان کرنے والا نہ ہوگا۔ (ت)

اور! بقول پر جو صرف کیا اگر بطور خود بے ایچے آخر تھانہ شرط رجوع کر لی تھی جیسا کہ عبارت سوال سے  
ظاہر ہے تو محمد زکریا کا تبرع و احسان تھاجس کا معاوضہ ان سے نہیں لے سکتا،

لعدم الولاية علیه بالبلوغ ولم یکن  
مضطراً فیما فعل ولا امسود ولا شرط  
الرجوع فقیم یرجع وهذا ظاہر جدا  
عند من خدمه ففانس کلا مهم  
اس شخص کے نزدیک جس نے فقہاء کے عمدہ کلام کی خدمت کی۔ (ت)  
خانیہ میں ہے،

لو قال انفق من مالک علی عیالی  
ادفع بناء دارک یرجع بما انفق  
اگر کہا تو اپنے مال میں سے میری اہل و عیال یا  
میرے گھر کی تعمیر پر خرچ کر تو اس نے جو کچھ



و کذا لو قال اقص دینی یرجع علی کل حال  
ولو قضی ثابۃ غیرہ بامرہ یرجع علیہ  
وان لم یشرط الرجوع هو الصحیح  
امر پر پوری کردی تو وہ رجوع کرے گا اگرچہ رجوع کی شرط نہ لگائی گئی ہو، یہی صحیح ہے۔ (ت)  
فصل عمادیہ و فتاویٰ عامیہ میں ہے،

من قضی دین غیر بغیر امرہ لایکون  
لہ حق الرجوع علیہ  
انہیں میں ہے،

المتبرع لایرجع علی غیرہ کما لو قضی  
دین غیر بغیر امرہ  
چہاں کہ : زیور زوج میں موسیٰ کی وصیت اسی قدر اثر ڈال سکتی تھی جس قدر اُس زیور سے موسیٰ کا حق  
شہری ہونا باقی حصص کو ملک اولاد تھے اُن کی نسبت اس کی وصیت محض بے معنی ہے اذ لا تصرف  
لابن آدم فیما لا یملک (اس نے کہ ابن آدم کو ایسی چیزیں تصرف کا حق نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو۔ ت)  
توحیح و عیسیٰ موسیٰ کو وہ کل زیور دے دینا اگرچہ باجائز تہملہ ورثہ ہو خود انہیں ورثہ کے حصص میں اصنا  
مورث نہ ہو گا کہ غایت درجہ اُن کی یہ اجازت اجازت تملیک بلا معاوضہ ہوگی کہ عین ہر ہے اور ہر شے  
باطل اور باطل کی اجازت محل۔ دہریہ میں ہے،

من اوصی من مال رجل لا غیر بالغ  
بعینہ فاجابہ صاحب المال بعد موت  
الموصی فان دفعہ فہو جائز ولغات  
یمنع لان هذا تبرع بمال الغیر  
فیستوقف علی اجابہ تہ واذا احببت  
یکون تبرعاً منہ ایضا فہو

لہ فتاویٰ قاضی خان کتاب الکفالت فصل فی الکفالت بالمال نوکشر مکتو ۵۸۹/۲  
لہ فتاویٰ ہندیہ ابواب اثانی الفصل الرابع نوزانی کتب خانہ پشاور ۳۹۹/۲  
لہ وکلاء العقود الدریۃ بحوالہ عمادیہ کتاب الکفالت ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۰۲/۱

ان یستعمل من التسليم۔  
 کیونکہ غیر کے مال سے تبرع ہے تو یہ اُس غیر کی اجازت  
 پر موقوف ہوگا اور جب اس نے اجازت دینے دی تو یہ اس کی طرف سے بھی تبرع و احسان ہوگا لہذا اسے  
 اختیار ہوگا کہ وہ سپردگی سے انکار کر دے (ت)  
 غایۃ البیان میں ہے ،

لان العقد الموقوف اذا تحققه الاجازة صار  
 مضافا الى المبیع فاذا اخیض اليه صار  
 ذلك هبة منه والهبة لا تتم الا بالتسليم

کیونکہ موقوف عقد کو جب اجازت ملحق ہوتی ہے تو  
 وہ اجازت دینے والے کی طرف منسوب ہو جاتا ہے  
 جب اس کی طرف منسوب ہو گیا تو یہ اسی کی طرف سے  
 ہبہ ہوا اور ہبہ سپردگی کے بغیر تام نہیں ہوتا (ت)  
 ترجمہ ذکر کیا کا خود اپنا حصہ اس کی ملک سے نکال کر غیر کو بیگم کا حصہ اس کی ملک سے ، اگر زیور باقی ہے تو حصہ  
 شوہری موصی چھوڑ کر سب ورثہ اپنے اپنے حصے اُس سے لے سکتے ہیں ، اور اگر کئی عیسیٰ و موسیٰ نے ہلاک کر دیا  
 تو باقیوں کے حصص کے تادان دین کر موصی کا حصہ شوہری کو وہی عمل نفاذ وصیت تھا فطر کی جائے کہ چڑھاوا  
 جو دو لھا کی طرف سے دلہن کو جاتا ہے ، ہاں موت شائع میں دلہن کی ملک سمجھا جاتا ہے یا ملک پر دو لھا ہی کے  
 رہتا ہے اور دلہن کو پہننے سکے دیا جاتا ہے ، اگر دلہن کی ملک سمجھا جاتا ہے تو اس حصے میں بھی وصیت  
 باطل ہوگی کہ اب یہ وصیت حقیقۃً دلہن کے لئے تھی اور دلہنیں وقت موت موصی تک معدوم نہیں کہ دلہن  
 ہونا بعد نکاح صادق ہوتا ہے اور نکاح موت موصی سے ایک مدت کے بعد ہوئے اور معدوم کے لئے  
 وصیت باطل ہے کہ وہ تملیک ہے اور معدوم صلح تملیک نہیں ، لہذا عمل کے لئے وصیت میں شرط ہے  
 کہ اُس کا باپ زندہ ہے تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہو اور مر گیا یا طلاق بائن دے دی اور عورت عدت میں  
 ہے تو دو برس کے اندر پیدا ہو اگر اس وقت اس کا وجود ہو یا ہوا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے ،

ھی تملیک مضاف الی ما بعد الموت  
 بطریق التبوع و شرائطها کون  
 الموصی اهلا لتملیک والموصی  
 له حیاً وقتها تحقیقا  
 وہ تملیک ہے جو بطور تبرع موت کے مابعد کی  
 طرف منسوب ہوتی ہے ، اور اسی کی شرائط  
 میں سے ہے کہ موصی تملیک کی اہلیت رکھتا ہو  
 اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ بوقت

وصیت حقیقی یا تقدیراً زندہ ہو تا کہ یہ عمل کر بھی شامل ہے  
عمل میں وصیت تب صحیح ہوگی دو چھ ماہ سے کم مدت  
میں پیدا ہو جائے جبکہ حاملہ کا شوہر زندہ ہو اور اگر  
وہ مردہ ہے اور حاملہ عورت بوقت وصیت معتد ہے  
تو اس صورت میں حمل کے لئے وصیت تب صحیح  
ہوگا جب دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو اور اس پر دلیل اس مدت میں اس کے نسب کا ثابت

لو تقدیراً المثل الحمل وصحت للحمل  
ان ولدی لاقل من ستة اشهر لو تراج  
الحامل حیاء لو میتا وحی معتدة حیة  
الوصیة فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت  
نسبه اختیار و جوہر اہم ملقطاً۔  
ہوگا جب دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو اور اس پر دلیل اس مدت میں اس کے نسب کا ثابت  
ہونا ہے، اختیار و جوہر اہم التقاط۔  
رد المحتار میں ہے :

ما تن کا قول "بوقت وصیت" میں کتاباً یا ماریاً  
میں ہے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ  
مستحقین میں سے متعین ہے تو وصیت ایجاب کا  
اعتبار وصیت کے دن سے کیا جائے گا اور جب  
وہ غیر متعین ہے تو وصیت ایجاب کا اعتبار مری کی  
موت کے دن سے کیا جائیگا، اگر غلاں کے بیٹوں  
کے لئے ایک تنہائی کی وصیت کی اور ان کا نام  
نہیں لیا نہ ہی ان کی طرف اشارہ کیا تو یہ وصیت  
صرف ان کے لئے ہوگی جو مری کی موت کے وقت  
موجود ہوں گے۔ اور اگر ان کا نام لیا یا ان کی طرف  
اشارہ کیا تو وصیت خاص انہی کے لئے ہوگی۔ اگر  
وہ مر گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی کیونکہ جس کے لئے  
وصیت کی گئی وہ متعین ہے۔ لہذا وصیت ایجاب  
کا اعتبار وصیت والے دن سے ہوگا۔ ما تن نے  
کہا کہ چھ ماہ سے کم مدت میں عمل پیدا ہو۔ یہ اس لئے

قوله وقتها اقول في التاخر خانية  
الموصي له اذا كان معيناً من اهل  
الاستحقاق يعتبر صحة الايجاب  
يوم اوصى ومقت كان غير معين  
يعتبر صحة الايجاب يوم موت  
الموصي فلوا وصى بالثلث لثلاث فلول  
ولم يسهمهم ولم يشر اليهم فلهي  
للموجودين عند موت الموصي  
وان ساهمهم او اشار  
اليهم فالوصية لهم  
حتى لو ماتوا بطولت  
الوصية لان الموصي له  
معين فعتبر صحة الايجاب  
يوم الوصية، قوله  
لاقل من ستة اشهر، اذ لو

ولن تستأشهر اولاً كثر احتيل وجوده وعمل  
فلا تصح افلاحة الاتعافى قوله ونوميسا  
مثل الموت الطلاق البائن  
ہے کہ اگر پورے چھ ماہ پر یا اس سے زائد مدت میں  
پیدا ہوا تو بوقت وصیت اس کا وجود و عدم دونوں  
متمل ہوئے، لہذا وصیت صحیح نہ ہوئی۔ مائیں کا قتل  
کہ اگر وہ مردہ ہو، طلاق بائن بھی موت کی طرح ہے۔

ہند میں ہے

شرطها كون الموصي اهلاً للمليحة و  
الموصى له اهلاً للتمليك  
وصیت کے لئے شرط یہ ہے کہ موصی تنیک کا اہل ہو  
اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ مالک بنے  
کا اہل ہو۔ (ت)

ولہذا وصیت کے لئے شرط ہے کہ یا تو اہل حاجت کے لئے واقع ہو جیسے بنی فلاں کے یتیموں یا برادر  
کے لئے کہ اسی تقدیر پر وصیت حضرت حق عزوجل کے لئے واقع ہوگی اور وہ معلوم ہے ورنہ وہ لوگ  
مسعود قابل شمار ہوں جیسے زید کے بیٹے کہ انھیں تنیک صحیح ہو سکے اور دونوں صورتیں نہ ہوں مثلاً سیدوں  
یا شیخوں کے لئے تو وصیت باطل ہے اگر مختار میں ہے

الاصل ان الوصية متى وقعت باسم يمين  
عن الحاجة كآيتام بنی فلاں تصح وان  
لم يحصوا على ما صور لوقوعها لله تعالى و  
هو معلوم وان كان لا يمين عن الحاجة  
فان احصوا وصحت ويجعل تملیکاً والا  
بطلت  
اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت  
کی خبر دے جیسے فلاں قبیلہ کے یتیموں کے لئے  
تو وصیت صحیح ہوگی اگر وہ قابل شمار نہ ہوں جیسا کہ  
گزر چکا ہے کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے  
واقع ہوئی ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر ایسے  
اسم کے ساتھ واقع نہ ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے

تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ قابل شمار ہیں تب تو وصیت صحیح ہوگی اور اس  
کو تنیک قرار دیا جائے گا ورنہ وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

ولہذا اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں ابھی زندہ ہے تو وصیت وصیت کے لئے

۴۱۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوصایا	لہ رد المحتار
۹۰/۶	نورانی کتب خانہ لکھنؤ	الباب الاول	لہ الفتاویٰ السنیۃ
۳۳/۶	مطبع مجتہبی دہلی	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہ	لہ الدر المختار



رسالہ

# الشرعة البہیة فی تحدید الوصیة

(کشادہ راستہ وصیت کی جامع و مانع تعریف کے بیان میں)

مسئلہ ۱۳۵ از رنگون مکان نمبر ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ  
 علامہ دینی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسئلہ فی الدنیا والآخرۃ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن  
 تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید ، اور دو ہی بیویاں ، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید  
 اسی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی ، زید نے فضلہ تعالیٰ رنگون میں بہت کچھ  
 کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائیداد معتد بہ سپیدہ کی لیکن وطن قدیم تھینا پانچ ہزار  
 روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائیداد کو بحیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقت کوٹنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ  
 ماہوار کے خرچ کے حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقت نامہ میں لکھ دیا کہ مرنے  
 اس وقت کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں ۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی  
 اولاد کو اس میں سے ایک حصہ نہیں دیا اور رنگون کی جائیداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس  
 جائیداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہوار اس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے  
 کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استغفار سے بخوبی واضح ہو گا ، پس چونکہ زید کی یہ وصیت  
 رنگون کی مضررت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے ، لہذا چاند باتیں عرض کرنا ہوا

اول: علی مافی کتب الفقہ، موصی کو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادراکنا واجب ہے کہ اگر نہ کیجئے تو باخود ہوں گے یا کیا؟

دوم: زید کی یہ وصیت کیفیت و عبارت کے امتیاز (یعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور بایں عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجیز و تکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غریبوں کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

معلوم: زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسرانہ ذکر کو اس طرح زبان و وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کا رخا نہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکورہ کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپل کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجیز و تکفین کے جمع رکھیں الی قولہ اور ماہ بیاہ مبلغ ہشتہ روپیہ موضع ساٹولا میرا پارہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات و اراضی کے کرایہ سے جو مبالغہ ٹیکس میونسپل و خزانہ سرکاری کے ہاتھ بقیہ مبالغہ سے اتنا لیں کریں اور اتنا لیں کریں حتیٰ زید کا یہ قول متضمن استثناء سے مبالغہ معلومہ کو ہے یا نہیں؟

چہارم: وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں؟  
پنجم: بر تقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثناء سے مبالغہ معلومہ اور وصیت کے از قبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر:

لا يجوز ان يبیم ثمرۃ و لیستثنیٰ منها ارطالا  
معلومۃ بطلان

یعنی ثمرہ با شتائے ارطال معلومہ بوجہ احتمال عدم وجوب اس کے ارطال مستثناة کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیاس پر بجا مع تعلیک وصیت وراثت سے در اہم با شتائے در اہم معلومہ بوجہ مذکور نا جائز ہوگی یا نہیں؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوائے ٹیکس میونسپل و خزانہ سرکاری کے مکانات و اراضی و تجارت سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔

ششم: زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوعہ الی ہر روز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:





وصیت کرو ہر اولیٰ حقوق کی صحت کی اللہم سے آخر تک کی سہاس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

ہر مضمون پر موصیٰ کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے قاعدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا۔

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جنگی و جنگی میری یا فتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یا فتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کا رخاندہ ٹکڑی جاری رکھیں پس موصیٰ کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں۔

مستحق و موصیٰ کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے صحیح نابالغ ورثہ کے امین اور حاکم ہو رہیں الٰہی قولہ مطابق شریعت محمدی تقسیم کر دیں) کی دوسری وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سهام کو بعینہ رکھنا لازم ہو گا ای میں بلاوجہ کسی وجہ سے تصرف بیع و غیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل و مطلق مرمت فرمائیں اور اجراء سے پائیں مرضی ضرور ہے۔

دنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا انہوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائز نہایت بھی جائز ہے۔ اب ہا جاہزت اعلیٰ علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے منون فرمائیں۔

## نقل ترجمہ وصیت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد جموں سرکار لائق ساکن علی شہر رنگون مالک مکانات و کارخانہ ہائے قمار کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے بجانب میری ہر سب کی سب کو فرید و منسوخ کر کے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل انکار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزند ان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالو لا میرا پارہ ضلع برودائی اور ملا مقصد صاحب تاجر ٹکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان و امانت بنایا ہوں اور میری یہ وصیت اُن کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جنگی و جنگی

میری یافتی و مطالبات موجودہ اور مطالبات دیا قتی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یا سکینات یا اراضی بنام میر  
وصول کریں اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے  
کاروبار کا رفلز نکلی چاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور کو کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپل کے  
خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ پر اسے میری تجویز و تکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانچ سو روپیہ میرے  
وطن میں غریبوں کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے دہدادہ گورمیاں عظیم بخش کو مبلغ دو ہزار روپیہ دیں اور میرے  
برادر زادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائی کو مبلغ دو سو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم  
خود کو دیں اور پسران بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور بنو بی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ  
دیں اور ماہ بہ ماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع سالو لاسیرا پادہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں  
نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۱ و ۲۲  
بلک ایچ اسے پر واقع ہیں اگر ان کا فروخت کرنا مناسب لگے اور اس زرفروختگی سے کچھ مالی غیر منقولہ میر  
ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جیسے نابالغ  
ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائداد میں ہیں محافظت کریں تا وقتیکہ ورثہ نابالغ  
مذکور اپنے سب بلوغ کو پہنچیں اور جب ہر ایک اپنے سب بلوغت کو پہنچ جائیں ان کے حقوق جو میری جائداد  
میں ہیں مطالبی شرع محمدی کے تقسیم کر دیں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ بایں امر کہ میرے  
وطن میں ہر ماہ محتاجوں اور مسکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب  
آئیں۔ لہذا ان چند کلمات کے بطور سند لکھ دیا ہوں کہ خدا الحاجة کام آئے۔

رنگون مورخہ ۱۵ ماہ مئی ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد محمود سرکار بڑبان بنگلہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ و اعلان نمودہ و اظہار کردہ شدہ بحضورات شاہدین مرقوم الذیل و

غشی مراد بخش، شیخ محمد اسحق، لعل محمد و شیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے خدا حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہ واجبہ و واجبہ ہوا اپنے حد نفاذ تک کہ شلث  
مال باقی بعد اوار الدین سے محدود ہے واجب تسلیم ہے جس طرح وقت و واقعت پر اس کی انشاء  
واجب نہیں اور بعد انشاء لازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقت درکنار شرائط واقعت شل لصل شارع

واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہائے شریعت متعلق نفس مانی ہے۔ ت) ورثہ اگر وصیت کو رد کریں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم و ستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے تو فرما رکھا ہے،

من بعد وصیة تو صومنت بہا جو وصیت تم کو جاؤ اور مسترض نکالنے کے  
او دینے کے بعد۔ (ت)

یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بھی قرآن تعظیم وصیت پر محمول،

وما لای تأتی الواجب الا بہ وجب ان یحکم جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب  
بایجابہ۔ کا حکم واجب ہے۔ (ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفیذ واداء وصی پر یہی حال جملہ تبرعات مالیکہ ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کر سکتا، لاجرم علماء نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی،

الوصیة ما اوجبه الموصی فی ماله بعد موته وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں  
او مرضہ السدی مات فیہ نکما نف کہے، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں  
نتائج الافکار بعد النہایة عن الایضاح وہ مرا۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بکوالہ  
ایضاح منقول ہے۔ (ت)

یا یوں ہے،

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایة والنقایة ایجاب ہے موت کے بعد، جیسا کہ وقایہ اور  
قلت وسیأتیک غایة التحقیق فانتظر۔ میں کہتا ہوں اس کی انتہائی تحقیق عنقریب آکر ہی ہے۔ انتظار کرو۔ (ت)

جواب سوال دوم: وصیت کو کسی خاص جز معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

لہ القرآن الکریم ۴/۱۱

لہ نتائج الافکار (وہ مکملہ فتح القدیر) بحوالہ النہایة کتاب الوصایا مکتبہ فوریہ رضویہ سکر ۳۲۱/۹

لہ النقایة مختصر الوقایة کتاب الوصایا فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

ہاں فتح ہو مثل غلہ و کرایہ خواہ بالا جہاں مثل ثلث و ربع خواہ بدرہم و سکہ مثل ہزار و پانصد و صد روپیہ  
 کہا تو اتوت بہ المسائل و سیأتیک انت۔  
 الجہالۃ لا تمتع الوصیۃ حق الوادی  
 بجزء مجهول من مالہ و لم یبیت  
 مقدار نفسه فضلا عن تعیین مایقسم  
 فیہ صح و یكون البیان الح الوردۃ  
 یقال لہم اعطوہ ما شئتم و ہذا کلد واضح  
 عند من لہ ادنی العلم۔

چاہو اس کو دے دو۔ یہ تمام واضح ہے ہر اس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی ساقط ہے، دت،  
 یوں ہی پانسو روپیہ غریب سے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدین الصحتہ محاورہ ہندی میں غریب فقراء  
 کو کہتے ہیں اور فقراء شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بر میں انھیں فقراء کی تخصیص لازم نہیں  
 ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ان افضل انھیں کو دینا ہے۔

فی الدر المختار فی المجتبیٰ اوصی بثلث  
 مالہ للکعبۃ جائز و تصرف لفقراء الکعبۃ  
 لا غیر و کذا المسجد و للقدس و فی  
 الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جائز لغيرہم  
 بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقراء کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے  
 غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ (ت)  
 رد المحتار میں ہے،

قال فی الخلاصۃ الافضل  
 انت تصرف الیہم وانت اعطى  
 غیرہم جائز و ہذا قول ابی یوسف  
 و بہ یفتی و قال محمد  
 خواصہ میں کہا ہے کہ افضل فقراء کوفہ پر ہی خرچ  
 کرنا ہے، اگر ان کے غیر کو دے دیا تب بھی  
 جائز ہے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے  
 اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ امام محمد

لا یجوز لی

نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہاں غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولہاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی جائز نہیں ہے۔

قال الله تعالى انما الصدقات للفقراء و  
السکین انی قوله تعالى واین السبیل یعنی مسافر تک۔ (ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناسبت یہی حالات حاجت ہے۔

در مختار میں ہے وصیت میں اصل یہ ہے کہ جب وہ ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے جیسے غلام قبیلے کے قیدیوں کے لئے تو وصیت صحیح ہوگی، اگرچہ اس قبیلے کے قیدی قابل شمار نہ ہوں، جیسا کہ غرض چکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے واقع ہوئی اور وہ معلوم ہے

اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جس کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابل شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اگر تکلیف قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابل شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہاں مستحق یہاں بھی فقرا سے مسافری ہونگے نہ اغنیاء۔

فی وجبیز الامام النکودری نوع من  
الفصل الثانی من کتاب الوصایا  
اوصی لاهل المسجون او الیستاف  
او الاسراصل او ابناء السبیل او الفاسرین  
او الزمینی یعطى فقراء هم لا غنیاء هم

اہم کردری کی وجہ میں کتاب الوصایا، فصل ثانی  
کی ایک فرسٹ میں ہے کسی شخص نے قیدیوں یا  
جیموں یا برادوں یا مسافروں یا مقروضوں یا پاپوں  
کے لئے وصیت کی تو ان کے فقرا کو دیا جائے گا  
نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ۔ اور اسی کی مثل کافی

سہ رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶/۵  
سہ القرآن الکریم ۶۰/۹ سہ رد المحتار کتاب الوصایا محبتیانی دہلی ۳۳/۶  
سہ الفتاویٰ الہدائیہ علیٰ ما مش الفتاویٰ النبیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸/۶

و مثلہ فی سادس وصایا المہندیۃ عت کے خاتمہ سے ہند یہ کے وصایا کی فصل سادس  
الکافی ۔ میں ہے ۔ (ت)

رہی تجیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف بعد مسنون و کفن متوسط تک مقبول ہے اس سے  
زیادہ میں باطل و ناممool مثلاً سو روپے میں تجیز بقدر سنت و کفن میاں ہو سکتی تھی اور اس کے لئے ہزار  
روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپے میں وصیت باطل ہے ۔ فتاویٰ انقرویہ میں ہے :

لو اوصی الرجل بان یکفن هو بعشرة آلاف فانه یکفن بکفن الوسط من غیر مسرف ولا نقیض قاضی خان فیما تجوز وصیتہ  
من کتاب الوصایا و فی المنیۃ الوصیۃ بالاسواق فی الکفن باطلۃ  
اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار روپے  
کا کفن پھنایا جائے گا جس میں نہ تو فضولی خرچی  
ہوگی اور نہ کمی کی جائے گی ۔ یہ بات قاضی خان کی  
کتاب الوصایا باب فیما تجوز وصیتہ میں مذکور ہے  
اور غیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت

باطل ہے ۔ (ت)

**جواب سوال سوم :** زید کا یہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو پہرے  
جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ و آئندہ وصول کریں ۔ یونسی ایک کام یہ تکفین  
کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خرچہ نہ وغیرہ لایا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنیٰ و مستثنیٰ نہ  
میں ایک جملہ اجنبیہ مستقل ہے گا نہ حاصل ہونا لازم آئے گا کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں "ہزار روپے برائے  
تجیز و تکفین جمع رکھیں" اس سے ہرگز و دروپر مراد نہیں ہو سکتا جو بعد موت موصی کا رخا نہ جاری رہ کر اس کے  
منافع سے آئندہ وصول ہوتا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجیز و تکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء  
کارخانہ منافع مشکوک آئندہ پر محمول دھندا ظاہر جہذا (اور یہ خوب ظاہر ہے ۔ ت) معنی  
اس عبارت میں کہ ہزار روپے تجیز کو رکھیں اور پانسون روپے کو خیرات کے لئے اور غلال کو دو ہزار دینا اور  
غلل کو دوسو اور غلا نہ و غلا نہ و غلا نہ کو سو سو روپے دیں " اس شخص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع  
آئندہ سے دئے جائیں ، و مال دلیل علیہ لا مصیر الیہ (اور جس پر دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع  
نہیں ہوتا ۔ ت) ، لاجرم جملہ اولیٰ وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جملہ مابعد میں وصیت تکفین سے  
یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمانافع نہیں بلکہ وصیت بدوام مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر

اتنے روپے جو ہر دم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجوز و صحایا کے لئے ٹکٹ باقی بچا اور الدین سے تمام و کمال قابل نقاد تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دسے دسے جائیں ورنہ ان کے باقی حصہ جائیداد بیچ کر ادا ہوں

فقد المعتبر عن المنع عن السواج . اذا  
اوصى بدراهم مرسلة ثم مات تعطى  
للموصى له لوحاضرة والاتباع التركة و  
يعطى منها تلك الدراهم

رد المحتار میں منج سے بجا اور سراج منقول ہے کہ جب  
کسی نے مطلق درہموں کی وصیت کی پھر مر گیا تو  
وہ درہم اس شخص کو دے جائیں گے جس کے لئے  
وصیت کی گئی ہے، اگر درہم حاضر ہیں ورنہ ترکہ  
بیچ کر اس میں سے وہ درہم دے جائیں گے (ت)

مگر یہاں وصیت ٹکٹ و رکنا ربیع مال کے دو چند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل  
مال کی وصیت خود ہی ہوگئی باقی تین ہزار روپے کی وصایا نے مذکورہ حدینہ علاوہ ہیں،

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر  
جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم یا نہ حسرت پر  
کے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک  
وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم یا نہ حسرت پر  
کے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت لے لی  
تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ  
درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان  
جن کے لئے دس درہم کی وصیت کی گئی نصف نصف  
تقسیم کیا جائے گا، پانچ نصف مال پانچ درہم والے  
کے لئے اور نصف دس درہم والوں کیلئے موقوف  
رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم  
یا نہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے  
ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کیلئے دس درہم  
یا نہ کی وصیت کی گئی ان کے لئے بھی تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کیلئے تمام

في الهندية اوصى بان يشق علف فلان  
خمسة حقل شهر ما عاش و على فلان  
وفلان عشرة كل شهر ما عاش واجازت  
الورثة يقسم المال بين الموصى له بخمسة  
والموصى لهما بعشرة نصفين فيوقف نصف  
المال على صاحب الخمسة والنصف على  
صاحب العشرة لان الموصى له بالخمسة  
موصى له بجميع المال وصية واحدة و  
الموصى لهما بجميع المال وصية واحدة فكانه  
اوصى بهذا بجميع المال ولهما بجميع المال  
فيقسم المال بينهما نصفين عند الكل وان لم تجز  
الورثة يقسم الثلث نصفين عند الكل كذا في  
المحيط المختار

رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصیة بثلاث المال وارجاء التراث العربی بیروت ۲۳۱/۵

کے الفتاویٰ النہیۃ الباب السابع قدانی کتب خانہ پشاور ۱۲۹/۶

مال کی وصیت کی اور ان دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہذا تمام ائمہ کے نزدیک اُن کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تہائی مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائیگا۔ محیط میں پرہیز ہے (اختصار) (ت)

صرف تین ہزار اس لئے کہ تجیز و تکفین کو حاجات اصلیہ سے ہے اور دین ہر جی مقدم تو ان کے نمایا کے مرتبہ میں بھی تین ہزار ہے۔

الاعتقود الدریہ میں ہے مجہد سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ہزار درہم کی وصیت کی کہ اس میں سے اس کی تجیز و تکفین کا خرچ نکالا جائے اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے، اور اسی نے زید کے لئے پانچ سو درہم اور غلام مسجد کی تعمیر کے لئے پانچ سو درہم اور مزید غلام مسجد کی تعمیر کے لئے بھی پانچ سو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غلام تھا اس کی قیمت بھی پانچ سو درہم تھی جس کو اس نے اپنی مرضی موت میں بطور تجیز آزاد کر دیا اور اسی کے لئے ایک ہزار پانچ سو پچاس درہم کی وصیت کی، اور اس کے ترکہ کا تہائی حصہ تین ہزار اٹھ سو ایک پنچا اور اس کی تجیز و تکفین کا خرچ تین سو ایک پنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کیا جائیگا؟ میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجیز و تکفین کا خرچ اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار میں سے اس کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس طرح نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لئے ہزار میں سے سات سو درہم باقی رہے، اور اس کی وصیت کا مجموعہ چار ہزار دو سو پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی حصہ میں سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

فی العقود الدریۃ مثلت من وجہل اوصی بالعت یخرج منها تجهیزہ و تکفینہ والباقی منها لعمل المیراث و اوصی بخمس مائۃ لزید و بمثلها لعمارة مسجد کذا و بمثلہ لعمارة مسجد کذا ایضا و لہ مملوک قیمتہ خمس مائۃ ایضا اعتقہ من جزائی مرفوع موتہ و اوصی لہ بالعت و خمس مائۃ و خمسين و مبلغ ثلاث ترکته ثلثۃ الاف و ثمان مائۃ و بلغت نفقة تجهیزہ ثلث مائۃ فکیف تقسم فاجبت کلفة التجهیز الشرعی من اصل المال فكانہ استثناء من الالفت فیکون الباقي من الالفت لعمل المیراث سبع مائۃ و تصیر جملة الوصیۃ اربعۃ الاف و مائتین و خمسين و قد ضاق الثلث



عتمہا فیئنفذ الثالث فقط الخ۔

کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائیگی فقط (ت)

پھر سب میں پچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو فطر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ وصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

كما اذا وصى بجزء او سهم من ماله  
فالبيان ان الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم  
حكمنا في البدار المختار وعامة الاسفار  
وفي رد المختار عن التبيين لانه مجبول  
يتناول القليل والكثير والوصية لا تمتنع  
بالجهالة والورثة قاضون مقام الوصي  
فكان اليهم بيانه امر قلت فالوصي  
المفوض اليه بنص الوصي اولى بذلك  
حكما لا يخفى.

جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جز یا  
ایک سهم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے  
ذمے ہو گا انھیں کما جائے گا کہ جو کچھ تم چاہو  
اس کو دے دو جیسا کہ رد مختار اور عام کتابوں  
میں ہے۔ رد المختار میں تبیین کے حوالے سے قول  
ہے کیونکہ وہ مجبول ہے قلیل و کثیر دونوں کو شامل  
ہے اور وصیت بسبب جہالت کے منزع نہیں  
ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا  
اس کا بیان انھیں کو سونپا جائے گا الخ میں کتا ہوا

کہ وہ وصی کی کار زیادہ مقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نفس سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)  
مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ما بوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلا تفرق کثیر و قلیل مطلقا جمیع  
مال کی وصیت ہے،

كما علمت أنفا عن الفلمگیویة  
وفيها ايضا عن البسوط لو وصى  
بان ينفق عليه خمسة دراهم  
كل شهر لم ينفق عليه فانه يحبس  
جميع الثلث ينفق عليه منه كل

جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی ابھی توجان چکا  
ہے، اسی میں بحوالہ بسوط ہے کہ اگر کسی وصیت  
کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم  
ماہانہ خرچ کئے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی  
حصہ فوراً روک لیا جائیگا تاکہ اس میں سے موصی

سے الحقوق الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحمادیہ کتاب الوصایا اورگ بازار قندھار افغانستان ۳۱۱/۲  
سکھ الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتہبی دہلی ۳۲۴/۲  
سکھ رد المختار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۹/۸

شہر خمسۃ کما اوجبه الموصی و  
 یستوی انت امریان ینفق علیہ فی  
 کل شہر منہ درہما او عشرۃ  
 درہم او اثنی عشر و السرفیہ ان الوصیۃ بشئ  
 للفقر اکل شہر مؤبدۃ لانہایۃ الی  
 انخرالدھر والغلال بمعرض  
 الزوال ومعتور التبدل بالتکثر  
 والتقل فلا یدری متی تفتی ومتی تحصل  
 ومتی تقل والی ما تفصل فوجب  
 ابقاء جمیع الثلث مصوناً لہما قال  
 فی الہندیۃ متصلاً بما مر قبلہ  
 اوصی بعشرین درہما من غلتہ  
 کل سنۃ لرجل منا فل  
 سنۃ قلیلاً و سنۃ کثیراً فله  
 ثلث الغلۃ کل سنۃ  
 یجب وینفق علیہ کل  
 سنۃ من ذلک عشرون  
 درہما ما عاش ھکذا  
 اوجبه الموصی و ربما لا تحصل  
 الغلۃ فی بعض السنین  
 فلہذا یجب ثلث  
 الغلۃ علی حقہ او  
 قلت و اطلقوہ فشمعل

کی وصیت کے مطابق ہر مینے پانچ درہم خراج  
 کئے جائیں اور اس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک  
 درہم یا دس درہم یا پانچ خراج کرنے کا حکم دے گا  
 اس میں راز یہ ہے کہ فقروں کے لئے پانچ خراج  
 کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک کی  
 انتہا نہیں ہوتی جبکہ حاصل معرض زوال میں ہوتے  
 ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر و تبدل  
 ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہو جائیں اور  
 کب حاصل ہوں اور کب ختم ہو جائیں اور وہ کب  
 کہاں تک پہنچے۔ لہذا پورے تہائی کو وصیت کیلئے  
 محفوظ رکھنا واجب ہے۔ ہندیہ میں مذکورہ بالا جملہ  
 سے ما قبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی  
 دوسرے شخص کے لئے اپنی جائیداد کی پیسہ دار  
 میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ  
 پیداوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی  
 ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیداوار کا تہائی حصہ  
 روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کیلئے وصیت  
 کی گئی ہے میں درہم خراج کئے جاتے رہیں گے  
 جب تک وہ زندہ ہے۔ اسی طرح موصی نے یہ بجا  
 کیا ہے۔ اور بیا اوقات بعض سالوں میں پیداوار  
 حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس  
 کے لئے وصیت کی گئی پیداوار کا تہائی حصہ  
 روک رکھا جاتا ہے الخ میں کہتا ہوں انہوں نے

ما اغل مما كثر او قل مع امت  
 الوصية محدودة بسنين معدودة قل  
 ما عسى ان يعيش الموصي له فكيف  
 بجهة لا انقطاع لها.  
 رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی بہت سے کیسے ہوئی جس کے لئے  
 انقطاع نہیں۔ (ت)

تو حاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقرا  
 کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانچ سو روپے مطلقاً فقرا یا خاص فقرا مسافریں کو اور دینے کے  
 اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیت دینے جلد اموال وصایا دو بار بیع مال اور تین ہزار روپے ہونے  
 پر ظاہر کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گننا کس نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی  
 کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنی ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت  
 بوجہ ازعیت تقسیم پائے گی کونسی مروج ٹھہر کر تاخیر کر دی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ  
 جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجیز و تکفین مسنون وادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زر نقد  
 کتنے چھوڑا جائے اور منقولہ وغیرہ منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجیز و تکفین و قضاے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ  
 سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون جائز  
 نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی  
 معلوم و ملوثی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تام بنا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

**جواب سوال چہارم:** تقسیم عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے  
 ہیں خواہ عبادات محض ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محض جیسے عقی و وقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عباد  
 یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع و اجارہ و ہبہ و اعارہ و فیرہ  
 اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عباد  
 تو معاملہ

فاجتبا عہما کما فی النکاح لا یقدح  
 فی التقسیم وقد تکفل  
 بیان کل ذلک فی سرد المحتار و صد  
 ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم  
 میں مانع نہیں، تحقیقی اس تمام کے بیان کی  
 رد المحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر کلمات

کتاب الیسوع۔  
کی گئی ہے (ت)

پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین و معصود اشخاص کے لئے یہ صورت اختیار و قرار سب کے لئے ہو سکتی ہے، صورت اولیٰ معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلا تملیک مثل وصیت بوقف و عقیقہ و دیگر اعمال پھر وصیت ہوائے ارباب عبادت غیر معصومین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہو سکتی یہ صرف قربت و از قبیل عبادات ہے۔

یوشدک الہ هذا ما قد مناعن الدار  
من الاصل فی الوصیۃ الخ وفی  
المشہدیۃ عن المحيط عن فتاویٰ الامام  
ابن الیث فیما نواوصی بثلث ماله  
لاعمال البران کل ما یسب فیہ  
تملیک فهو من اعمال البرحت  
یجوز صرفہ الی عبارة المسجد و  
سراجہ دون تزینۃ الخ و مسائل  
الباب اکثر من انت تحضی۔  
اقول وبہ ظہرات ما ذکر  
فی عامۃ الکتب فی حد الوصیۃ  
انہا تملیک مضاف الی ما بعد  
الموت علی وجہ التبرع  
فہو تحدد یدلہ باعتبار  
احد نوعیہ والحد الجامع  
ما قد مناعن النتائج  
عن النہائیۃ عن

اس کی طرف تیری راہنمائی کرتی ہے وہ بات جو  
در کے ہوائے سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی  
وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہنہ میں بحوالہ  
فتاویٰ امام ابو الیث محیط سے منقول ہے۔  
اسی صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک  
کاموں کے لئے اپنا مال کے تنہائی کی وصیت  
کی یہ کہ جس میں تمایک نہ ہو وہ نیک کاموں میں  
سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ  
کے لئے خرچ کرنا جائز ہے ذکر اس کی زیب و  
زینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے  
نات ہیں۔ میں کہتا ہوں اور اس سے ظاہر ہو گیا  
وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف  
کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت  
ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطور  
تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف  
اس کی دونوں میں سے ایک کے اعتبار سے  
ہوتی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

الایضاح، والاولی ما اسلفنا عن الوقایة  
والنقابة لعدم تقييده بالمال  
فیعمم ما اذا اوصى بام  
یدفن فی مقبرة کذا  
بشوب فلان الزاهد  
فقد قال فی الخلاصة و  
البرازیه والشربلایة ورد المختار  
وغیرها راجع شرائطه انت  
لم یلزم مؤنة الحبل فی التركة انت  
قلت والسراد بالموت ما یعمم  
الحکم وهو مرض الموت والاولی  
التصویح به لکن هذا لا یبد  
من تخصیصه بالمال فان الایجابات  
الفیر المالیة کامرعة اجبیره او  
ابنه ان اسقنى او اخذ منى لا تعد  
وصیة وانت کانت فی مرض  
الموت بخلاف المضاف الی ما بعده کما  
لا یخفى فاذا احتق ما یقال فی حدها  
ایجاب مضاف الی ما بعد الموت او  
الی منجز فی مرض  
الموت فاحفظه - و الله  
التوفیق.

۷  
۷  
بحوالہ نہایت بحوالہ ایضاح پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اور  
اولیٰ تصریح وہ ہے جسے ہم بحوالہ وقایہ و نقایہ پہلے ذکر  
کر چکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی، لہذا  
وہ شامل ہو گئی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت  
کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے  
کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، برازیہ، شربلایہ  
اور رد المختار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا  
لحاظ کیا جائے گا اگر ترکہ میں بار برداری کا خرچہ  
لازم نہ آئے الا۔ میں کہتا ہوں موت سے مراد وہ  
جو موت حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے  
اور اس کی تصریح کرنا اولیٰ ہے، لیکن اس میں مال کی  
تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجابات غیر الیہ  
جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی  
لا کر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت  
میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف  
اس کے کہ وہ موت کے یا بعد کی طرف منسوب  
ہو، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں  
وصیت کی تصریح یوں کرنا اولیٰ و النسب ہے  
کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے یا بعد کی  
طرف منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس  
کی تجزیہ مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ  
کر لے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل  
ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے جملہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

لہ الفتاویٰ البرازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۴۴۰/۹

**جواب سوال پنجم :** وہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدم جواز کا نہیں پڑ سکتا اُس وجہ کی  
 نہ بنا صحیح ہے نہ بطنی درست ، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول ۔

اؤ گلا جواب سوال سوم میں معلوم ہو لیا کہ یہاں سرے سے استثنائ ہی نہیں ۔  
 ثانیاً ہر بھی تو قول صحیح و معتد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلوم کا استثنائ بیع میں  
 بھی روا ۔ ہر آیر میں بعد عبارت مذکورہ سوال ہے :

لان الباقي بعد الاستثناء مجهول  
 قال رضي الله تعالى عنه قالوا هذا  
 رواية الحسن وهو قول الطحاوي اما  
 على ظاهر الرواية ينبغي ان يجوز  
 لان الاصل ان ما يجوز ايراد العقد  
 عليه بانفراد يجوز استثناء من العقد  
 وبيع فقير من صبرة حيا شز فكذا  
 استثناءه بخلاف استثناء الحاصل  
 واطراف الحيوان لانه لا يجوز بيعه  
 فكذا استثناءه باختصار ۔

کیونکہ استثنائ کے بعد باقی مجهول ہے بمصنف  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا طحاوی نے کہا ہے کہ یہ  
 روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول  
 ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہیے  
 اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شئی پر بطور انفراد  
 عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثنائ  
 بھی جائز ہوتا ہے ۔ ڈھیر میں سے ایک ہوری کی  
 بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثنائ بھی  
 جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزاء کے  
 کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں ، اسی طرح ان کا استثنائ  
 بھی جائز نہیں ( اختصار ) ( ت )

تویر الابصار میں ہے :

ما جاز ايراد العقد عليه بانفراده  
 صح استثناءه منه فصحة استثناء  
 ارطال معلومة من بيع ثمر نخلة ۔

جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اس کا  
 استثنائ بھی عقد سے جائز ہے ۔ چنانچہ  
 درخت کے پھل کی بیع سے معین رطلوں کا استثنائ  
 صحیح ہے ۔ ( ت )

در مختار میں ہے :

اصحۃ ایرواد العقد علیہا ولو الشمر  
علی رؤس النخل علی الظاہر  
روایت میں ہے،

کیونکہ اس پر عقد کو دار کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر  
روایت کے مطابق جو پہل درختوں کے اوپر ہوتا ہے،

قوله (علی الظاہر متعلق بقوله فصحة  
ومقابل ظاہر الروایۃ الحسن عن  
الامام انه لا يجوز واختاره الطحاوی  
والقدوری لان الباقي بعد الاستثناء  
مجهول بلہ

ما تن کا قول "علی الظاہر" اس کے قول "فصحہ"  
سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے  
میں حسن کا قول ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ  
سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔  
اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے  
کیونکہ استثناء کے بعد جو بچتا ہے وہ مجہول ہے (ت)

ثالثاً بیع میں عدم جواز ہی معتد سہی تو اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب  
نہایت وسیع۔ ابھی سن چکے کہ بیع حل ناجائز ہے اور وصیت بالحل قطعاً روا۔

فی الدرر صحت الحمل وہ کہ قولہ وصیت  
بحمل جاریتک اودا بتی هذه لفلان تک  
در میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے  
ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے مری کا یوں کہنا کہ  
میں نے اپنی اس نوٹھی یا اس جانور کے حمل کی فلاں  
شخص کے لئے وصیت کی۔ (ت)

بیع شرب فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے اور وصیت پر ان کا کچھ اثر نہیں، لہذا بیع کیز سے استثناء  
عمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

فی الہدایۃ اشتوی جاریۃ الاحملہا  
قال بیع فاسد لانه بمنزلة اطراف  
الحيوان لاتصاله به خلقة  
وبیع الاصل یقنا ولہا فالاستثناء

ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لڑکی خریدی مگر اس کا  
حمل زخمی یا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے  
انضاد کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان  
کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

۱۔ الدر المختار کتاب المیراث فصل فی ما یدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۹/۲  
۲۔ الدر المختار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱/۲  
۳۔ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۳۱۸/۲

يكون على خلاف الموجب فيصير شرطاً  
فاسداً والبيع يبطل به والهبية  
والصدقة والنكاح لا تبطل بل يبطل  
الاستثناء وكذا الوصية لا تبطل لكن  
يصح الاستثناء لان الوصية اختمت  
الميراث والميراث يجبر على فيما  
في البطن ثم ملخصاً۔

شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے  
کی وجہ سے شرط فاسد ہوا اور بیع شرط فاسد  
کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور  
نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل  
ہو جاتا ہے۔ دوسری وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن  
اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ  
وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں  
جاری ہو جاتی ہے جو بیٹ میں ہے (احد الخلیس) (ت)

جہالت بیع میں مفید ہے اور وصیت کو مضر نہیں کما قد منع عن الشامي عن الزيلعي  
(جیسا کہ ہم شامی سے جو ائمہ زہبی پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ت) اور بیع میں استثناء کے ابطال معلوم  
روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی حکما سمعت عن الهمدانية و مرد المحتار و مثله في الفتح  
وغیره (جیسا کہ قرہاریہ اور رد المحتار سے سُن چکا ہے، اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ ت)  
تو وصیت کا اس پر قیاس کما مع الفارق ہے۔

ہا ابغاً علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلاً خلل انداز  
نہیں،

كما استلفنا عن الهمدانية عن محمد المحيط  
من قوله وسر بما لا تحصل الغلبة في  
بعض السنين۔

جیسا کہ ہم ہندیہ سے جو ائمہ حیط اس کا یہ قول ذکر  
کر چکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیٹھار  
حاصل نہیں ہوتی (ت)

خامساً وقت محاصل وغذ قرى وبساتين وغيرها کی صحت وصیت میں مضہ نہیں کتب فتح  
میں اس کے لئے باب جدا گانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصل جانب سلطنت سے  
معین ہوتا ہے وہ عرفاً معلوم الاداء محمود الاستثناء ہے والعمود معرقاً كالشروط لغناً (جو عرف  
کے اعتبار سے محمود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) تو جو استثناء  
بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مضہ ہو سکتی ہے و هذا اظهر جداً (اوپر خوب ظاہر ہے، ت)۔



**جواب سوال ششم:** بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصل صحیح نہیں، اور ہرگز راکہ وصیت دو قسم ہے، تملیک و قربت۔ وانا اقول وبالله التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے۔) کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہو سکتی،

الا ترى ان البيوع الفاسدة محرمة وقفيل الملك فاذا جامع الملك المحرمة فسا بالملك بالكراهية۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بیوع فاسدہ حرام ہیں اور ملک کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب ملک حرمت کے ساتھ جمع ہو گیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ شخصی فی نفسہ مکروہ ہو اور یہ جہی ہو گا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو،

فان النذر بواکراهة متنافيان لا يسوغ اجتماعهما من جهة واحدة۔ کیونکہ حرب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں رہتا بخلاف کراہت عارضی کہ ذنہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شخصی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خاصہ سے کراہت عارضی جیسے آستین چڑھانے ہوئے نماز پڑھنا، غلارے کراہت و معصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثنا کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہ مکروہ ہے، حاصل استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرما جاتے ہیں، رہی قربت وہ یوں نہیں ہو سکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہو سکتا تو دونوں نوع وصیت مستغنی ہوئیں اور بطلان لازم آیا،

فان انتفاء الاقسام باسرها قاضی بائتفاء المقسم مراسا۔ تمام اقسام کا مستغنی ہونا مقسم کے مستغنی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بخلاف دو صورت باقی اعمی صورت تملیک و صورت قربت ذاتی و کراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر محبت نہیں پاتے بلکہ صراحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے،

صورت اولیٰ کی دو مثالیں یہی ضرب قبۃ و طیبین قبر ہیں یعنی جب برہنیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرنا فی نفسہ نوع قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شاریح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معصوم۔

کما فعل بقبر عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ و وضع حجرًا یتصرف بہا  
قبر و یدفن الیہ من مات من  
اہلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما  
اخرجہ ابو داؤد فی سننہ بسند  
جید۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی  
پہچان رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
خاندان مبارک سے وصال فرماتے والے افراد کو  
اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیسا کہ امام ابو داؤد  
نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اس کی تحریر کی ہے (ت)

اس سے نفع و انتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور یہ مقصد محمود قربات میں متعدد  
درمختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے،

قد منافی الکراہیۃ انہ لایکرہ تطہیر  
القبر و فی المختار الخ مرآۃ فیہا و  
فی البیان عن السراجیۃ لایس بالکتابۃ  
ان احتج الیہا حتی لایذهب الا شر  
ولا یمتہن بکے

ہم باب النکاح میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار  
میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الا اس کی  
باب الجنائز میں بحوالہ سراجیہ یہ اضافہ کیا کہ قبر  
پر نگینے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی عرج نہیں  
تاکہ اس کا نشان نہ ملے اور اس کی قرین  
نہ کی جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے،  
اوصی بعسارۃ قبرہ للتزیین فہی  
باطلۃ بکے

زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ  
وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے،

لے سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی جمع المرقی فی قبر و القبر یعلم آفتاب عالم پر سید ۱۰۱/۲  
لے الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للآقارب وغیرہم مطبع مجتبائی دہلی ۳۳۰/۲  
لے الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۵-۲۶/۱  
الفتاویٰ السراجیۃ کتاب الجنائز باب الدفن مطبع نوکشتور لکھنؤ ۲۴  
لے فتاویٰ قاضیوں کتاب الوصایا فصل فی ما یكون وصیۃ .. ۸۲۶/۴

اذا وصی بان یطین قبورہ او یوضع علی  
قبورہ قبة فالوصیة باطله الا ان  
یکون فی موضع یحتاج الی التطیین  
بخوف سبیم او نحوه مثل ابوالقاسم  
عن من دفع الی ابنته خمسين درهما  
فی مرضه وقال انت مت فاعمری  
قبوری وخمسة دراهم لك واشتری  
بالباقی حنطة وتصدق بیها قال الخمسة  
لہا لا تجوز وینظر الی القبر الذی امر  
بعمارتہ فان کانت یحتاج الی العمارة  
للتحصین لا للزینة عمرت بقدر  
ذلك والباقی تصدق به علی الفقراء  
وان کان امر بعمارة فاضلت علی الحاجة  
الذی لا بد منها فوصیة باطله۔  
کوشے۔ اگر وصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی پٹائی کی جائے  
اور اس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔  
مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ جو جہاں اس کی ضرورت ہے  
تو مکروہ نہیں۔ مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا  
خوف ہو۔ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے  
میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت  
میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مر جاؤں تو  
میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درہم نیزے ہیں باقی  
سے گندم خرید کر اسے صدقہ کر دینا۔ ابوالقاسم  
نے کہا کہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت  
جائز نہیں۔ اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر  
کی حفاظت کے لئے عمارت کی حاجت ہے تو  
بقدر حاجت وہ تعمیر کر اسے لیکن زینت کے لئے  
جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ  
کوشے۔ اگر وصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

عمارة القبران لتحصین یجوز وان  
لتزیین فالوصیة ایضا باطله ویصرف  
الکل الی الفقراء۔  
قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت  
جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو  
ناجائز و باطل ہے۔ لہذا وہ سب مالی فقراء  
پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

مثال سوم وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ، کافے دیں اور گے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں  
یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔



الوصية انما صححت باعتبار التليك لهم  
یروصیت تو بعض ای کے لئے تلیک کے اعتبار  
کے صحیح ہے۔ (ت)

یہ کیسے نصوص صریح ہیں کہ وصایائے تلیک اگر وصیت ہوں مگر ہیں۔ سند سرم کافر حبی کے لئے  
وصیت باوصف حماقت صحیح و نافذ ہے۔

مطلقا علی ما اختارہ الاشۃ الحبلة  
طاہر بن عبد الرشید البخاری و  
الامام السفطانی اول شراح الهدایة  
والامام النسفی صاحب الكنز والواقف  
والامام حافظ الدین البزازی او بشرط  
الاستیمان علی ما مشی علیہ فی الغریب  
الدور والتنویر والدور وجعله فی الخاتمة  
اجماعا و فی المقام تحقیق انتق اتینابه  
فیما علقنا علی رد المحتار لولا غریبة  
المقام لا سعفنا به۔

بغیر کسی شرط کے جیسا کہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہر بن  
عبد الرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سفطانی  
کنز ودائی کے مصنف امام نسفی اور امام حافظ الدین  
بزازی نے اختیار کیا، یا مستامن ہونے کی شرط  
کے ساتھ جیسا کہ غرر دور، تنویر اور دور میں اسکو  
اپنایا ہے اور خانیہ میں اس کو اجماع قرار  
دیا ہے۔ اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو  
ہم نے رد المحتار پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔  
اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں  
ذکر کرتے۔ (ت)

خلاصہ و نہایہ و کافی و وجیز میں ہے  
واللفظ الاول الوصية لاهل الحرب  
باطلة وفي السير الكبير ما يدل على  
الجواز والتوفيق بينهما انه لا ينبغي ان  
يفعل ولو فعل ثبت الملك له

اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے  
وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز  
پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان  
تطبیق یوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت  
نہ کرنی چاہیے لیکن اگر کرے تو ملک ثابت ہو جائیگا۔

صورت ثانیہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام  
مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

میں نافذ جانا، نیز ظاہر کہ ہنگام قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ احی علامہ ابن فرشتہ اسی حدیث کے نیچے اسی قول میں فرماتے ہیں،

فیضاران الوصیۃ ای یوصلان الغنم  
الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر  
من الثلث الخ۔  
وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے  
حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کر کے وارث  
کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے،

(واشما) بان تعتمد ذلک بالنیادة علی  
الثلث او تخصیص غنم مثلاً بلہ  
مگر انجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت  
ورثہ سے بھی نافذ نہ ہو سکتی۔

فان الباطل لا وجود له والمعدوم  
لا ینفذ بالتسفیذ۔  
کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم  
کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا (ت)  
میں این و آن سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم و معصیت  
صحیح و معتبر ہے۔

قال اللہ عز وجل فمن خاف من  
موص جنفا واثما فاصلح بینہم  
فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔  
(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت  
میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس وڈا اور موصی لہم  
میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں ہے شک  
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار  
پاتے۔ معالَم میں ہے،

قال الاخرون انه امداد به انه دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب

اذا اخطأ الميت في وصيته او حبسا  
معتمدا فلا يخرج على وليه او وصيه او  
والی امور المساکین ان یصلح بعد موته  
بین ورثته و بین الوصی لهم ویرد الوصیة  
الی العدل و الحق ینہ

میت نے وصیت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو  
ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے  
کوئی حرج نہیں کہ وہ وصی کی موت کے بعد اس کے  
وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کر دیں  
اور وصیت کو عدل و حق کی طرف لوٹا دیں۔ (ت)

ثم اقول و بالله التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) سراس میں یہ ہے  
کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو و بے معنی کو مشروع و مقرر نہیں فرماتی تمام عقود و افعال و معاملات کی صحت  
فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ بعض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ بعض اخروی اور  
جو بحث محض ہے ہرگز صحیح نہیں و لہذا ایک روپیہ اسی کے مثل دھیر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا  
یا مکان کے مساوی شرکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت  
کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ در مختار میں ہے،

مخرج بفسید ما لا یفسد فلا یصح بیع  
درہم بدوہم استویا و نہ نا و صفة  
و لا مقایضة احد الشریکین حصۃ  
دارہ ب حصۃ الاخر (صیر فیہ) و  
لا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ ینہ

فسید کی قید سے غیر فساد نکل گئی چنانچہ وزن و  
صفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے  
بدلے بیع صحیح نہیں، اور نہ ہی ایک مکان کے  
دو برابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے  
اپنے حصہ کا تبادلہ صحیح ہے (صیر فیہ)، اور  
سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔ (ت)

خصوصاً وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہونے وہ تو حاجت پر ہی اعتماد  
کیا جائیں، و لہذا ناقابل سواری بکھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہوا کہ قیاس جواز اصل  
اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں مفتی۔

فی الفتح ص ۱۰۱ باب العینین  
لسم یحبز استجار العجش للحمل

فتح کے باب العینین میں ہے سواری کی صلت  
در رکھنے والے بکھڑے کو سواری اور بار باری

والمرکوب الیہ

کے لئے گناہے پر لینا جائز نہیں (ت)

وصیت بھی انھیں عقود مجرّمہ ظاہر سے ہے۔

فی الهدایۃ القیاس یا بی جوانہا لانہ تملیک

مضاف الیہ حال زوال مالکیتہ ولو

اضیف الیہ حال قیامہا بان قسیل

منکتک غذا کان باطلا فہذا الیہ الا

انا استحسنناہ لحاجۃ الناس الیہا الخ

چاہیے ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے

کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت

کے حامل زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر

اس کی نسبت اس مال کی طرف کی جائے جب

مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے

چنانچہ بطلان مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان

بدرجہ اولیٰ ہو گا مگر ہم نے بطور استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے (الذات)

تو بے فائدہ محض اس کی تشریح معقولی نہیں حالت تملیک و افعال قربت میں حصول فائدہ

ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کر دے

من فی صحت نہیں ہو سکتی بخلاف اس صورت کہ نہ تملیک نہ صرف سے قربت، ایسی ہی جیسے

کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے، لہذا صحیح نہیں کہ وجب صحت یعنی حاجت معدوم

ہے معذنا ہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لمحی و غیرہ ہو جیسے تملیک میں یا

لحق نفسہ جیسے قربت میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

فی الہندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع

عبدہ ولم یسم المشتري لا یجوز

الا ان یقول و تصدقوا بشمنہ او یقول

بیعوا نسیتہ ویحط الیہ الثلث

عن المشتري الخ و فیہا عن البسوط

اوصی بعبدہ ان یباع و لم یزد علی

ہندہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت

کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین

نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کریں کہ اس کی

قیمت کو صدقہ کر دو یا کہ اس کو ادھار پر بیچ دو

اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کر دے الخ

اور اسی میں بحوالہ بسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

لہ فتح القدیر

باب العین

مکتبہ نویریہ دہلی سکھ

۱۳۵/۴

سکھ البدایۃ

کتاب الوصایا

مطبع دوسنی لکھنؤ

۶۵۰/۴

سکھ الفتاویٰ النبیۃ

کتاب الوصایا

باب الثانی

۹۶/۶

نورانی کتب خانہ پشاور





یبدلونه ان الله سميع عليم  
**جواب سوال ششم:** ہاں بعد تجیز و تکفین وادائے دیون و انعاز و صایا جو سهام و رثا باغبین  
 کو پہنچیں گے وہی بلا وجہ شد علی ان کی بیع و تبدیل اور کسی قبیل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وہی محافظ ہے  
 نہ متلف و لہذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ تقیم کا اس میں ضرورت ہو  
 اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صورت استثناء میں۔

فی الہندیۃ للروسی ان یمیع کل شیء التركة  
 من المتاع والعروض والعقار اذا  
 كانت المورثة صفارا ما یمیع ما سوی  
 العقار فلان ما سوی العقار یتاجر الی الحفظ و  
 علی ان یکون حفظ الثمن ایفسر  
 و یمیع العقار ایضاً ف جواب  
 الکتاب ، قال شمس الانیۃ  
 الحلوانی رحمہ اللہ ما قال  
 فی الکتاب قول السلف کذا  
 فی فتاوی قاضی خات و جواب  
 المتأخرین انہ انہا یجوز یمیع عقار  
 الصغیر اذا كانت علی المیت  
 دین لا وفاء لہ الا من ثمن بالعقار  
 او یکون للصغیر حاجة الی ثمن العقار او  
 یرغب المشتوی فی شرائہ بضعف القيمة  
 و علیہ الفتوی کذا  
 فی الکافی ۱۰ و فی الہندیۃ  
 ہندیہ میں ہے وہی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شی کو  
 فروخت کرے چاہے وہ اسباب و سامان کے  
 قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائداد جبکہ ورثاء نابالغ  
 ہوں۔ غیر منقولہ جائداد کے ماسوا کی بیع تو اس لئے  
 جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت  
 ہے۔ ممکن ہے کہ ثمن ان کی حفاظت زیادہ آسان  
 ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقولہ جائداد  
 کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الانیۃ حلوانی علیہ الرحمۃ  
 کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے  
 یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور متأخرین نے  
 اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ کی غیر منقول  
 جائداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز  
 ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس  
 جائداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نابالغ  
 کو اس جائداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار  
 اس جائداد کو کوئی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے  
 فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ۔ درمیں

جانہ بقیہ عقاد صغیر من اجنبی لامنت  
نفسہ بصنعت قیمته اولنفقة الصغیر  
اودین الیت او وصیة مرسلۃ لانفاذ  
لہا الا لمنہ او لکونہ غلاتہ لا تزید علی  
مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او  
کونہ فی ید متغلب و سرور و اشباہ  
ملخصا قلت و ہذا الوا بانیع و صیبا  
لامن قبل امداد اخ فانہما لا یملکان  
بیع العقار مطلقا الخ و فی الشامیۃ  
عن الرضی عن الخانیۃ فی مسئلۃ بیع  
المنقول لنسیئۃ انت کان یتضرر بہ  
الیتیم یا انت کان الاجل فاحشالا یجوز  
واللہ تعالی اعلم۔

یا بائع کی غیر منقول جائیداد کو اجنبی کے ہاتھ ڈگنی  
قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔  
یونہی نا بائع کے نفقہ یا میت کے سرخس کی  
ادائیگی یا ایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کیلئے بیچنا  
جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو  
بیچے بغیر نہیں ہو سکتا یا اس جائیداد کی پیداوار  
اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس  
جائیداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی  
جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہو تو بھی  
بیع جائز ہے وند و اشباہ (تخصیص) اور یہ  
تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی  
طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول  
جائیداد کو بیچنے کا مطلقا اختیار نہیں رکھتے الخ  
اور سنا میری بکوالہ خانیہ دہلی سے منقول ہے کہ منقول جائیداد کی ادھار پر بیع اگر قیم کے لئے نقصان  
ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالی اعلم (د)

## رسالہ

الشرعة البہیۃ فی تحدید الوصیۃ  
۱۴ ختم ۱۳

مسئلہ ۱۲ ربیع الاول شریعت ۱۳۱۹ھ مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب تلمیذ و مرید گنگوہی صاحب  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہاجر ہندو مدنی نے کہ اس کی جائداد  
ہندوستان میں واقع ہے اس طرح وصیت کی تھی کہ میری جائداد کا منافع ایک ٹلٹ یہاں مدینہ منورہ  
علیٰ صاحبہا افضل التسلیم والتیمہ بھیج دیا جائے اور صورت یہ ہے کہ ہندوستان میں اس کے بعض  
اقارب قریب بلکہ ذی رحم محرم حاجت مند و مفلس موجود ہیں کہ اس درجہ قریب رشتہ دار مدینہ منورہ میں موصیہ  
کے نہیں ہیں، پس اس صورت میں اگر اس کی وصیت کا روپیہ یہاں ہندوستان میں اس کے اقربائے  
قریبہ حاجت مند و مفلس کو دیا جائے تو وصیت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور کیا افضل ہے مدینہ منورہ بھیجتا یا  
یہاں قریب ذی رحم حاجت مند و مفلس کو دینا۔ بیّنوا تو جبروا۔

### الجواب

جہاں کے فقراء کو دیں گے وصیت ادا ہو جائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری نہیں ہر جگہ  
کے فقراء کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شریعتاً لایہ پھر در مختار میں ہے ۱  
لو ادعى لفقراء بلتم فاعطى غیر ہم جاز  
عند ابی یوسف وعلیہ الفتویٰ  
اگر کسی نے وصیت کی بلتم کے فقیروں کے لئے مآور  
وصی نے ان کے غیر کو دے دیا تو امام ابو یوسف  
علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۲

شرح القدوری للزادہی میں ہے :

فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغيرہم  
کوفہ کے فقیروں کے لئے وصیت کی صورت  
میں ان کے غیر کو دینا جائز ہے (ت)

قاضی خان پھر ہند میں ہے ۱

مرجل ادعی بامت یتصدق بشئ  
من مالہ علی فقراء المحتاج  
ہل یجوز ان یتصدق علی غیر ہم  
من الفقراء قال الشیخ الامام ابو نصر رحمہ  
کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال میں  
کچھ حاجی فقراء پر صدقہ کیا جائے تو کیا انکے  
غیر پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ شیخ امام ابو نصر  
علیہ الرحمہ نے کہا کہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسف

تعالیٰ یجوز ذلک لما روی عن ابی یوسف  
 رحمہ اللہ تعالیٰ فی رجل اوصی بان  
 یتصدق علی فقراء مکة قال یجبون  
 ان یتصدق علی غیرہم من الفقراء  
 علیہ الرحمۃ اس شخص کے بارے میں منقول ہے  
 جس نے فقراء مکہ پر صدقہ کرنے کی وصیت کی، امام  
 ابو یوسف نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے  
 فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ (مت)

ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں اتباعاً للوصیۃ وغیرہ (وصیت کی اتباع کیلئے  
 اور اختلاف سے بچنے کے لئے۔ مت) روا الترمذی ہے،

قال فی الخلاصۃ الافضل ان یصرف الیہم  
 وان اعطی غیرہم جائز و ہذا قول ابی یوسف  
 وبہ یفتی وقال محمد لا یجبون  
 قلت والاول موافق لقولہم فی النذر  
 بالغاء تعین الزمان والمکان والدوہم  
 والفقیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 خلاصہ میں کہا افضل یہی ہے کہ انہی پر خرچ کیا جائے  
 اور اگر ان کے غیر کو دے دیا تو جائز ہے، یہی  
 امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا قول ہے اور اسی کے  
 ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ نے  
 فرمایا کہ جائز نہیں الزمان میں کتا ہوں پسلا قول  
 مشائخ کے اس قول کے موافق ہے جو نذر میں

زمان، مکان، دوہم اور فقیہ کی تعین کو لغو قرار دینے سے متعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مت)  
 مسئلہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ از انجمن اسلامیہ بریلی

چند سوال متعلقہ انتظام قیام خانہ مسلمانان پیش کئے جاتے ہیں بوجہ شرع شریف جواب حضرت  
 ہول خد اس کا اجر مظافرتے،

پہلا سوال: بعض لوگ میت وغیرہ کے استعمال کی کڑے ایسے بھی دیتے ہیں جو ایام کے جنم پر  
 درست نہیں آتے یا ان کے استعمال کے وقتی نہیں ہوتے، پس نا درست کو بعد قطع برید درست کو ان کے  
 ایام کے استعمال میں لانا اور ناقابل استعمال کو فروخت کر کے قیمتوں کی پرورش میں صرف کرنا کیسی ہے؟  
 دوسرا سوال: بعض لوگ کلام مجید جدید وغیرہ مستعمل متعدد اور بعض میت کے تلاوت کا قیام خانہ

عہد الحجاب، اس عورت کی وصیت پر عمل واجب ہے اور وہ ٹلٹ مدینہ منورہ ہی بھیجا ضروری ہے گو ہندوستان  
 کے فقراء اس جگہ کے فقراء سے زیادہ ضرورت مند ہوں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

لے فتاویٰ قاضی خان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ مطبع نوکلشور لکھنؤ ۸۴۳/۴  
 لکھ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۲۶/۵

میں عطا کرتے ہیں اور ان سب کی تعداد قیموں کی تعداد سے زیادہ ہو جاتی ہے دینے والے بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ضرورت سے زیادہ ہوں ہریر کے قیمت پر ورشس ایام میں صرف کی جائے مگر بعض بدوئ کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں پس قسم آخر کو در حالیکہ ضرورت سے زیادہ ہوں ہریر کے قیمت کو ایام کے مصارف میں لاسکتے ہیں اور نیز یہ ہی قسم کسی غیر ایام کو تلاوت کے واسطے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

تیسرا سوال: قیم غارت میں بعض لوگ میت کے استعمال کا پٹنگ نواز وغیرہ کا جو قیموں کی معمولی چار پائیوں سے بہت زیادہ قیمت اور عمدہ ہوتا ہے بدوئ کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں اگر وہ بعض ایام کے کام میں لایا جائے تو دوسروں کی دشمنی ہوتی ہے لہذا اس کو فروخت کر کے قیمت دیگر مصارف ایام میں دی جائے یا قیمت سے معمولی چار پائیاں قیموں کے واسطے نوا دی جائیں تو کیسا ہے؟

چوتھا سوال: جو چندہ کی قیموں کے مصارف کے لئے آتا ہے اسی سے قیم لڑکوں کی رسم ختنہ اور بیہات کی رسم نکاح کی جاتی ہے پس نکاح میں جو برائی دولا کی طرف سے آتے ہیں ان کو کھانا کھلانا درہ مذکورہ سے کیسا ہے؟

### الجواب

مصنف شریف کپڑے، پٹنگ وغیرہ جو کچھ لوگ قیموں کو بیچتے ہیں ظاہر ہے کہ اُس سے مقصود تصدق ہوتا ہے اور تصدق تملیک ہے۔

وہبة المشاع لئلا یقسم صحیحة وقبض من یعولہم یکنی عن قبضہم کما نصوا علیہ وجماعة المسلمین حیث لا دلیلة ولا قضاء من الاسلام کالقضاء فی النظر للایتام وامثال ذلک من المہام حکما صرحوا بہ فی غیر ما مقام۔

ناقابل تقسیم ہی کا غیر منقسم طور پر بہرہ صحیح ہے اور قیموں کے کفیوں کا قبضہ ان کی طرف سے کافی ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے نص فرمائی جہاں قیموں کے ولی اور قاضی اسلام موجود نہ ہوں تو دواں قیموں کی دیکھ بھال اور اس قسم کے دیگر اہم امور کے لئے مسلمانوں کی جماعت قاضیوں کے قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ مشائخ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی۔ (دستا)

تو جماعت مسلمین کو کہ اس کام پر معین ہیں وہاں ہے کہ کپڑے قطع برید کر کے مصارف یتامی میں لائیں یا ناقابل استعمال لباس اور پٹنگ اور حاجت سے زائد مصاحف شریفہ ہریر و بیع کر کے زرکن کار یتامی میں خرچ کریں مگر مالی قیمیاں دوسرے کو عاریتہ نہیں دے سکتے اگرچہ تلاوت کیلئے قرآن مجید فائدہ تبوع ولا ولایة فی التبوع (کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں ولایت نہیں ہوتی۔ بت)

زیرِ قند سے تینوں کا ختم کر سکے ہیں اور باتوں کو معمولی کھانا دینا بھی جائز بشرطیکہ اسراف نہ ہو  
صرف بقدر کفایت ہو۔

فی رد المحتار عن القتیة لا یضمن ما انفق  
فی المصاھرات بین الیتیم والیتیمۃ  
وغیرھما فی خلع الخطاب او الخطیبة  
وفی الضیقات المعتادة والهدایا  
المعہودۃ وفی اتخاذ ضیافة لختنة  
للقارب والمجیران ما لم یسرف  
فیہ اھ مختصراً۔ واللہ اعلم۔

رد المحتار میں بحوالہ قتیہ منقول ہے یتیم لڑکے اور  
یتیم لڑکی وغیرہ کی شادی کے موقع پر دولہا اور  
دلہن کے چوڑوں، عادت کے مطابق دعوتوں،  
عرفت کے مطابق تحائف اور ختمہ کے موقع پر عزیز  
اقارب اور پڑوسیوں کی دعوت میں جو کچھ خرچ کیا جائے  
اس پر تاوان لازم نہیں آتا جب تک اس میں فضول غری  
کی جائے اور مختصراً (ت)

مسئلہ ۱۳۸ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان و دوکان اپنی  
زوجہ کے نام بیع کر دیا تھا زوجہ نے انتقال کیا۔ زید کے تین بچے نابالغ اپنی ماں کے وارث ہیں۔ اب  
زید کے پاس کچھ نہیں کہ اُس سے اپنا اور ان نابالغوں کا کھانا چلے۔ زید نیک چلن ہے مال برباد  
کرنے والا نہیں وہ نیک نیتی سے چاہتا ہے کہ اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا حصہ بیع کر تجارت کرے  
جس سے اُن سب کا رزق پیدا ہو۔ اس صورت میں زید ان حصوں کے بیچنے کا اختیار رکھتا ہے یا  
نہیں؟ بیتنا تو جہودا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

فی الواقع صورت مستفسرہ میں اگر زید نیک چلن ہے اولاد کا مال برباد کرنے کا اُس پر اندیشہ  
نہیں اور بیع مناسب اور معقول قیمت کو ہو تو اُسے اُن حصوں کے بیچنے کا اختیار ہے، عقود الدریہ میں  
فصول عمادی سے ہے،

المحاصل ان بیع الاب عقار الصغیر  
بمثل القیمۃ یجوز اذا كانت محمودا  
او مستقورا و اذا كانت مفسدا

خلاصہ یہ کہ باپ کا نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد کو  
مثل قیمت کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے جبکہ  
وہ نیک چلن یا پوشیدہ حال والا ہو۔ اور اگر

الا يجوز الا بضعف القیمة یلے و اللہ وہ چلی اور فساد ہے تو پھر سوائے دینی قیمت کے  
تعالف اعلیٰ۔ اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ (۱) ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد کفایت اللہ کی دو زوجہ، زوجہ اولیٰ  
نجم النساء کے بطن سے حافظ عبدالحق، احسان الحق دو پسر اور عجائب النساء، لطیف النساء،  
حبیب النساء، جمال النساء چار دختر سب بالغ اور زوجہ ثانیہ حمیدہ النساء عرفت تھی کے بطن سے  
فصل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق تین پسر اور احمدی بیگم ایک دختر سب نابالغ، اور تھی کی ایک  
دختر بالغہ کریم النساء ہے جسے دیگر ورثہ لفظ حاجی کفایت اللہ سے نہیں بناتے بلکہ ربیبہ کہتے ہیں حمیدہ النساء  
حیات شوہر میں انتقال کر گئی حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض الموت میں بشمول نجم النساء ایک وصیت نامہ  
سات امر پر مشتمل لکھا۔ اول ظاہر کیا ہے کہ جائداد مندرجہ وصیت نامہ ہر دو کاتبان کی ہے ابتداء  
کام نقدی و جائداد و کاتبہ نمبر ۱ سے شروع ہوا اور اضافہ و ترقی ہوتی رہی اور وہ جزو حصہ شتی زوجیت  
دین مہر کاتبہ کا جائداد مصرعہ تحت میں شامل ہے جائداد و نقدی ایسی مخلوط ہے جس کو علیحدہ دکھانا  
بلا ضرورت ہے خاص کر جب ہر دو کاتبان کا منشا دلی یہ ہے کہ جائداد مصرعہ تحت تمام اولاد مصرعہ  
ذیل پر حسب شرح شریف بلا استثناء کسی جزو کے تقسیم ہو جائے اور کسی اولاد کے ساتھ کوئی خاص  
رعایت نہ دکھائی جائے تو ایسی حالت میں جائداد تمام اولاد پر حسب شرح شریف تقسیم مطابق وصیت نامہ  
ہذا ہوگی۔ کاتب نمبر ۱ نے تیاری تحریر وصیت نامہ ہذا کی تھی کاتبہ نمبر ۱ نے بھی کاتب نمبر ۱ سے خواہش  
کی کہ کاتب نمبر ۱ کی جائداد میں کاتبہ نمبر ۱ کی جائداد کی ہے تمام اولاد پر بذریعہ وصیت نامہ ہذا منتقل  
ہو ہر دو کاتبان نے اپنی خوشی سے وصیت نامہ ہذا تمام اولاد مندرجہ تحت کے نام تحریر کیا کہ جائداد  
بحیثیت موجودہ بعد ہمارے ہم لوگوں کی اولاد کے قبضہ میں رہے اور ہماری اولاد کو پوری واقفیت ہو جائے کہ  
کون جزو جائداد کا ان کی ملکیت میں رہے گا۔

دوئم، حاجی کفایت اللہ نے کچھ دیہات و دکان و مکان اپنی تندرستی میں احسان الحق و فصل الحق و  
کریمین کے نام کر دیئے تھے اس وصیت میں وہ بھی شامل کئے اور لکھا وصیت نامہ کی یہ بھی ضرورت ہوئی  
کہ اکثر جائداد فرضی بعض اولاد کے نام تھی اس کی بابت احتمال تھا کہ کوئی تحریر نہ ہو تو وہ اولاد تنہا اپنی



ملکت سمجھے۔

معلوم : تحریر کیا جاتا ہے کہ کاتب نمبر ۱ کی زوجہ ثانی حمید النساء کا ہر ایک سو پندرہ روپے کا تھوڑا  
ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا۔

چہارم : نابالغان مذکورین پر ولایت کا یہ انتظام لکھا کہ ولی جائیداد حافظ عبدالحق و احسان الحق نابالغان  
کے رہیں گے ولی ذات نابالغان اللہ جلانی والدہ کاتبہ صاحبہ النساء ہمیشہ کاتب رہیں گی انکی  
سرپرستی و نگرانی و حفاظت میں ان کے ساتھ نابالغ رہیں گے ولی جائیداد آمدنی نابالغان سے لکھتے ہوئے  
ماہوار سپرد ہر دو ولی ذات بنام پرورش نابالغان کرے گا عقد و تعلیم حسب رائے ہر دو ولی ذات  
ہوگی۔

پنجم : کچھ جائیداد حاجی کنایت اللہ نے مصارف خیر کے لئے بحال سندھستی پہلے وقف کی تھی  
اس کی تفصیل بھی اسی وصیت نامہ میں بغرض یادگار درج کی اور ایک ہنگامہ نمبری ۱۶۴ قیمتی دس ہزار روپے  
جدید وقف اس وصیت نامہ میں کیا ہے مقدار ثلث متروکہ سے بدرجہا کم ہے اور یہ سب اوقاف تمام  
ورشہ کو تسلیم ہیں۔

ششم : تمام اولاد مذکورین گیارہ اشخاص کے نام جدا جدا تفصیل جائیداد غیر منقولہ لکھی ان میں  
کریم النساء کا نام بھی ہر جگہ بزمۂ اولاد لکھا اور اس کے لئے بھی دیگر دختروں کے برابر حصہ جدا گانہ  
مشخص کیا اگرچہ مکان اور ایک دکان کہ اول سے اس کے نام تھی وہ بھی مثل حصہ کی جس طرح ایک  
موضع کہ احسان الحق اور ایک موضع ایک مکان کہ فضل حق کے نام اول سے تھے ان کے حصص میں داخل  
کئے اور لکھا کہ ہم لوگوں نے اپنی تمام اولاد کو یکجا کر کے وصیت نامہ جدا لکھا اور جو جائیداد اولاد کے نام درج  
ہے ان کی رضا سے تحریر ہوتی کوئی کمی بیشی جائیداد میں نہیں نیز لکھا جس جائیداد کے محاذ میں جس وارث  
اولاد کا نام ہے وہ اس جائیداد کا مالک ہوگا۔ عنوان خیرست تقسیم میں لکھا جو جائیداد غیر منقولہ اولاد کے  
قبضے میں آئے گی وہ ہر اولاد کے نام کے مقابل درج کی جاتی ہے جس کو تمام اولاد بالغ و ولی نابالغان  
نے بقدر حصہ شرعی حساب لگا کر قبول و منظور کیا ہے۔

ہفتم : حاجی کنایت اللہ نے اپنی والدہ اللہ جلانی کو جائیداد سے کچھ نہ دیا مگر آخر میں اتنا لکھا ہے کہ  
کاتب نمبر ۱۱۱۱ سے لکھا رہا ہوا رہی اپنی والدہ اور ان کی دختر صاحبہ النساء کے اخراجات کے  
واسطے دیتا رہا ہے میری خواہش تمام اولاد مذکور و نامہ سے ہے کہ مثل میرے مبلغان مذکورہ اپنی جائیداد  
کی آمدنی سے مذکورہ ہر حصہ انات اکرا جملہ سہ کے رقم والدہ و صاحبہ النساء کو تان کی حیات

دیتے رہیں۔ ۹ دسمبر ۱۸۷۹ء کو یہ وصیت نامہ تحریر ہوا اور ۱۳ دسمبر ۱۸۷۹ء کو حاجی کفایت اللہ موصی نے وفات پائی جس پر اس کی بعد موت موصی ۱۸ دسمبر کو معرفت حافظ عبدالحق پسرکلاں کے ہوتی بعد فوت موصی والدہ موصی اللہ جلالی اپنے حصہ شرعی سہس کی طالب ہوتی نجم النساء اور اس کی اولاد بطنی نے باسست و وصیت نامہ حصہ دینے سے انکار کیا ۲۰ مئی ۱۸۷۹ء کو اللہ جلالی نے نجم النساء و جملہ اولاد و اولاد کا کوہدعا علیہ بنا کر ناکش وار کی اور عرضی دعوت میں نسبت وصیت نامہ لکھا دستاویز منظرہ مدعا علیہم کا مدعیہ کو کوئی حکم نہیں تاریخ منظرہ مدعی علیہم کے قبل اور بعد حاجی کفایت اللہ میں قابلیت اظہار ارادہ اور تحریر اور سمجھنے مضمون کی نہ تھی نجم النساء نے اپنے بیان تحریری میں لکھا کہ حاجی کفایت اللہ بہت کم مایہ شخص تھے مدعا علیہا کے سرمایہ سے حاجی کفایت اللہ نے تجارتیں کر کے نفع کثیر حاصل کیا اور حسب اداد خریدیں واقعی مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے۔ مدعا علیہا نے حسب خواہش شوہر و بنظر رفع نزاع باہم ورثہ بلا لیا ملکیت جائداد خود اور دین مہر یا فتنی اپنا برضا مندی جملہ ورثہ مدعا علیہا اور شوہر مدعا علیہا نے وصیت نامہ تحریر کیا جملہ ورثہ۔ اور نیز کریم النساء نے وصیت نامہ تسلیم کر کے موافق حصص مندرجہ وصیت نامہ اپنا اپنا قبضہ جائداد پر کیا اور کاغذات مال میں اپنا نام درج کرایا بیان مدعیہ کا بہت نادوستی حواس حاجی کفایت اللہ کے محض غلط ہے جبکہ مشورہ بابت تحریر وصیت نامہ کے ہوا تھا اس وقت بھی مدعیہ نے کہا میرے واسطے کہ جائداد چاہئے علم ما ہوا مجھ کو کافی ہے اب مدعیہ کو استحقاق دہوی جائداد کا نہیں در حالیکہ تمام جائداد سرمایہ مدعا علیہا سے کفایت اللہ نے پیدا کی تو واقعی جملہ مالک جائداد مدعا علیہا ہے کفایت اللہ کا اس میں کچھ حق نہیں اگر جائداد میں کوئی چیز متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ٹھہرے تو بلا اداسے مبلغ ۱۵۰۰ ہزار روپے یافتنی ذلکی حاجی کفایت اللہ شرعاً وراثت جاری نہیں ہو سکتی ہنوز تنقیح نہ ہوتی تھی کہ جملہ تیرا اشخاص فریقین بالغوں کی طرف سے اصالتہ اور تبالغوں کی جانب سے ولایت اقرار نامہ ثالثی ۱۳ اگست ۱۸۷۹ء کو تحریر ہوا جس میں لکھا گیا کہ ہم مقرران کے تنازع بابت تقسیم ترکہ حاجی کفایت اللہ کے ہے ہم سب کی خواہش ہے کہ ثالثی جائداد منقولہ و غیر منقولہ مفصلہ ذیل ترکہ حاجی کفایت اللہ کی تقسیم حسب احکام شرع شریف باہم مقرران کر دیں۔ زرد ادنی مفصلہ ذیل جو ذمہ حاجی کفایت اللہ مرحوم واجب الادا ہے اس کو منجملہ مقرران کے صرف حافظ عبدالحق لدا کر لیجئے۔

بیوی لال

معہ

صراف کانپور

معہ

سید عبدالستار

سار

علاوہ اس کے اور کوئی داد فی نہیں۔ مثالاً جو فیصلہ جہازی یا ناجہازی وصیت نامہ مناسبت نہیں کریں  
 ثالث میں نجم النساء کی درخواست بایں مضمون گزری کہ درواقع مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے اگر کوئی جز  
 جائداد متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجہاز ہو تو بلا اداسہ دین مہر یا فتنی مدعا علیہا  
 وراثت جاری نہیں ہو سکتی نسبت عذرات مذکورہ تنقیح قائم کی جائے۔ ثالثوں میں اس پر اختلاف ہوا  
 ہر دو کی رائے میں یہ درخواست ناقابل سماعت ہوئی کہ مہر نجم النساء کی بحث امور مفوضہ سے نہیں  
 ایک کی رائے اس کے خلاف ہے کہ اقرار نامہ میں تقسیم حسب احکام شرع شریف کی درخواست  
 نہیں اور تقسیم مہر حکم شرع شریف ہے، اب حضرات علماء کرام سے امور ذیل کا استفسار ہے،  
 (۱) کیا وصیت نامہ مذکورہ کفایہ جزو قابل نفاذ ہے؟

(۲) اگر وصیت نامہ باطل قرار پائے تو جائداد حسب بیان نجم النساء ملو کہ نجم النساء ٹھہرے گی  
 حالانکہ اس کے نام کوئی جزی جائداد نہ تھی یا تمام و کمال ترکہ حاجی کفایت اللہ ہو کر تقسیم  
 ہوگی۔

(۳) کیا نسبت نادرستی حراس حاجی کفایت اللہ جلائی کا دعویٰ قابل سماعت ہے؟  
 (۴) جائداد میں کہ حالت سندرسی حاجی کفایت اللہ سے آسان الحق و فضل حق و کرمین کے نام تھیں  
 وہ انہیں کی ٹھہرے گی یا حسب بیان وصیت نامہ ان کے نام فرضی قرار پا کر شامل تقسیم ہوگی؟  
 (۵) کیا حمید النساء کا مہر باحصہ ہونا اور یہ کہ وہ حیات حمید النساء میں ادا کر دیا گیا حسب تصریح  
 وصیت نامہ مانا جائے گا۔

(۶) کیا کریم النساء دختر کفایت اللہ قرار پائے گی یا حسب بیان نجم النساء وغیرہ رہیہ۔  
 (۷) کیا نجم النساء کی درخواست مذکورہ قابل سماعت ہے ثالثی میں اس کی نسبت کوئی تنقیح قائم  
 کی جائے؟

(۸) کیا نابالغوں پر ولایت ذات و مال حسب بیان وصیت نامہ رہے گی یا کس طرح؟  
 (۹) کیا اللہ عیلائی کا دعویٰ نسبت ششم حصہ شرعی صحیح ہے یا ماہوار کے سوا اس کا  
 استحقاق نہیں؟

(۱۰) زیور طلافی و فقرتی مندرجہ نمبر ۴ فرست اقرار نامہ جسے لکھا ہے کہ بنگال بینک کا پور میں  
 مورث نے امانت رکھا ہے، مگر بموجب مشہور حالت کے ۳ زیور متروکہ حمید النساء ہے کس کا  
 قرار پائے گا اور تقسیم مال میں شامل ہوگا یا نہی نابالغان اولاد حمید النساء محفوظ رہے گا۔

(۱۱) رد مجموع شملہ بینک مذکور غیر ۴۴ فہرست اقرار نامہ کی نسبت بینک مذکور کے پیچھے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۹ء کو فوت حاجی کفایت اللہ سے دو روز پہلے اس میں سے پارہ ہزار پانچ سو بارہ روپے حافظ عبدالحق کی معرفت آئے۔ حافظ عبدالحق نے دو برسے ٹالٹان لانا اس روپے کا مانا اور کہا میں نے اپنے باپ کو لا کر دے دیا مگر اس روپے کا ذکر ذمیت نامہ میں ہے نہ کوئی وارث اسے قبول کرتا ہے نہ موصی کا کسی کو دینا ظاہر ہوتا ہے اور نہ اس وقت کی حالت موصی کی اس قدر زکثیر و تصرف کرنے کے معلوم ہوتی ہے یہ رقم کس حساب میں درج ہوگی۔ بیوقوف ہوا کاغذات نقل و صیت نامہ و عرضی دعویٰ و بیان تحریری نجم التمسار و اقرار نامہ و درخواست نجم التمسار بغرض ملاحظہ حاضر ہیں۔

مسئلہ (ب) ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۶۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقدمہ مذکورہ ترکہ حاجی کفایت اللہ میں چند جملے ٹالٹان کے قائم ہوئے لیکن بجائے اس کے کوئی امر قنادرہ کا تصفیہ عمل میں آئے تنازعوں کی بحثوں نے روز بروز ترقی پکڑنی جس کے دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ خجاست سے ملے نہ ہوگا اور عدالت کے ججکڑوں میں یہ سب جائداد برباد اور تلف ہو جائے گی اور فریقین تباہ ہوں خاص کر نابالغین بچے زبان ادب سے تصور باوجود بروئے ترکہ صاحب جائداد ہونے کے خیرہ معینہ ان کا نہیں ملتا خرچہ کی وجہ سے سنت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں مذکورہ تقسیم کا ان کی انتظام ہے اگر اب بھی کوئی انتظام ان کی جائداد کے تحفظ کا نہ ہوا اور یہ ججکڑ سے ملے نہ ہونے تو یہ مظلوم خالی ہتھوڑے جائیں گے۔ ان دو بات پر خود کر کے بعض فریق مقدمہ نے سبقت کی اس امر میں کہ فیما بین کہ مصالحت سے بعض سے چٹا کر یا بعض کو دلا کر امور تنازہ کا طبع قمع کر کے آئندہ ججکڑوں کا باب مسدود کرنے کا قصد کیا، چونکہ بالغین مختار ہیں اپنے اپنے حقوق چھوڑنے کے اور کمی و بیشی یعنی دینے کی چونکہ ایسی صورت میں کمی بیشی آنے سے جس کی بعض حصص میں کمی واقع ہوتی رہی اس کا اثر نابالغوں پر ہی پڑتا رہا جس کا اثر ہر شریک مقدمہ کے حق میں موجب وبال ہے، اور عند اللہ ماخوذی ہے، لیکن انجام کار کی مصلحتوں پر غور کرنے سے ظاہر حال ولایت کرتا ہے کہ اگر مختارین بالحق اپنے منافع ذاتی اور اغراض نفسانی کے بعض بغرض دفع فساد و رفع نزاع باہمی مسلمانوں کے اور نیز بے جا ضائع ہونے مسلمانوں کے مال کے بالخصوص تحفظ جائداد نابالغوں کے تصفیہ باہمی پیش کش کریں اور آئندہ ججکڑ سے پیدا ہونے والوں کو بچانے کی غرض سے جو جو نقصان بظاہر حال نابالغوں کے حصہ جائداد میں واقع ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

( ۱ ) یہ کہ جائیداد پبلی بحیت کے دکانات و مکانات جواز روئے قیمت کے اعتبار زمانہ زیادہ اور آمدنی کم ہے لیکن مدعیہ کو اپنی سکونت پبلی بحیت کی وجہ سے نافع ہے اور اس کی خواہش کے موافق دی گئی۔

( ۲ ) مہر مسماۃ نجم النساء زوجہ مورث کا باوجود اقرار نامہ اور وصیت نامہ میں درج نہ ہونے کے دکھایا گیا۔

( ۳ ) فرچہ ثالثات ہر دو فرقی کا از روئے بیان خلفی ہر فرقی کہ جس قدر بیان کریں جملہ جائیداد سے اول منہا ہو باقی جائیداد از روئے حصص شرعی تقسیم کی جائیگی اور فقرہ قیمت اور حصص اسس قاعدہ سے قرار پایا ہے جیسا کہ اسس سے کچھ زمانہ قبل سبب شرکار کے آپس کی رضامندی سے ایک فہرست تیار کی تھی اور اس وقت بسبب نہ ملنے پانے بعض نزاع کے طرزی ہو گیا تھا نفاذ اسس کا۔

( ۴ ) جو جائیداد از قسم دھات و دکان و مکان بنام محض ورثاء مسیمان احسان الحق و کریم النساء باللعان و فصل حق نابالغ مورث نے اپنی حالت صحت میں نامزد کر دیا تھا اور ان کی تقریرات بھی باضا بطور اُن کے ناموں سے ہو چکی تھی مگر وصیت نامہ اور نیز اقرار نامہ ثالثی میں ان کے ناموں نے اور فصل حق نابالغ کی طرف سے ہدایت شیخ عبدالعزیز کے جن کی ولایت بعض ورثاء کی جانب سے قرار دی گئی ہے بشمول جملہ جائیداد کی جملہ ورثاء پر تقسیم کر دینا قبول و منظور کیا ہے۔

( ۵ ) در حقیقت شملہ بینک جو نمبری ۴۴ اقرار نامہ کے تحت میں بلا تعداد لکھے بھی اور حساب بینک مذکور کے آنے سے تعدادی بارہ ہزار پانسو بارہ روپیہ حافظ عبدالحق کا لانا در روز قبل وفات مورث کے معلوم ہوا لیکن حافظ عبدالحق اس مجرا دینے سے انکار کرتے ہیں اس بنا پر کہ بوقت دستخط کرنے اقرار نامہ ثالثی کے اسس میں سے بعض وارث احسان الحق وغیرہ کو کوئی جواز دلائے کے بعد بالحق کا مطالبہ نہ کرنا بعض ورثاء نے بوجہ زبانی یا کسی خاص تحریری رقعہ کے ذریعہ سے قبول و منظور کر لیا ہے آیا اس رقعہ کا بار بکتی نابالغان بھی پڑے ہجی، مصلحت مرقوم بالا کے تو کیا حکم رکھتا ہے۔

( ۶ ) بعد ۳۱ اقرار نامہ کے زیور طلائی و نقرئی بشکال بینک میں امانت رکھنا ٹکھا ہے اور بموجب بیانات مشہورہ کے نابالغان کی والدہ متوفی حیدر کا زیور واسطے نابالغان کے بینک میں رکھنا یا تھا اس کی

تقسیم بھی بشمول جملہ ترکہ ہوگی یا بحق نابالغان امانت رہے گا۔

(۷) علاوہ مذات مرقومہ صدر کے اور کسی قسم کا بھی نزاع کا تصفیہ بغرض دفع نزاع کیا جائے جس میں نابالغان کا کسی قسم کا نقصان متصور ہو اور نیز ہر شش دفعات مذکورہ بالا کے بموجب کرنا بغرض دفع نزاع اور تحفظ اموال کے قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہو گا یا موافق اور نیز اس میں سعی کرنے والے مابور ہوں گے یا گنہگار؟ بیان فرمائیے ثواب پاسیے۔

### الجواب

نابالغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے انھیں نقصان دینے والا سخت کبیرہ شدید کا مرتکب ہے اُن کا مال یا اُن کے مال میں سے ایک ذرہ دیدہ و دانستہ خود غصب کرنے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دے دینے یا دلا دینے والا یا اُن کی ادنیٰ حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ان الذین یا کلون اموال الیتیم فی ظللہا انما  
یا کلون فی بطونہم نامرا و سبیلون  
سعیرا ینہ

بے شک بزرگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے وہ  
اپنے پیٹ میں نرمی آگ بھرتے ہیں اور عترتِ  
بھڑکتے دونہ میں غرق ہوں گے۔

کافذاتِ مقدمہ ملاحظہ ہونے امور ذیل معلوم رہیں:

اولاً جو جائیدادیں احسان الحق و کریم النساء کے نام وصیت مورث میں ہو چکی تھیں وہ اسب ضرور اُن کی نہ رہیں بلکہ ترکہ حاجی کفایت اللہ ہیں کہ وصیت نامہ میں ان کا نام فرضی ہوتا تھا اور انھوں نے تسلیم کیا اور اقرار نامہ میں صراحت اُن کا ترکہ حاجی کفایت اللہ ہونا مان لیا۔ فصل حق اگر بالغ ہوتا اور اسی طرح قبول کرتا اس کا بھی یہی حال ہوتا مگر وہ نابالغ ہے اور کوئی ولی کوئی وصی کوئی حاکم نابالغ کے مال میں اس کا نام فرضی ہونا مان لینے کا اختیار نہیں رکھتا وصیت نامہ میں حاجی کفایت اللہ کا لکھنا اصلاً قابل انتہات نہیں کیا کوئی شخص کوئی جائیداد بیرونی یا بیع کر کے مدعی ہو کہ یہ انتقال فرضی تھا تو صرف اس کے کہنے سے مان لیا جائے گا ہرگز نہیں۔ اور یہ شبہ کہ روپیہ حاجی کفایت اللہ کا تھا اس نے خرید کر اپنے پسر نابالغ کے نام جائیداد کی جب تک چاہا دی اب نہیں دیتا محض محل و بے معنی ہے اگر اس کا ثبوت مان بھی لیا کہ روپیہ درحقیقت حاجی متوفی کا تھا نابالغ کو اس کی ماں یا اور کسی سے

پہنچا تھا تو اس سے جائیداد مذکور بھی متوفی کا ہونا کیونکر لازم آیا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے،  
 لا يلزم من الشراء من مال الاب  
 ان يكون المبيع للاب  
 باپ کے مال سے خریداری سے لازم نہیں آتا کہ  
 بیع باپ کے لئے ہو۔ (ت)

باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے نام خریدے وہ اس کے لئے ہبہ ہوتی ہے اور باپ  
 ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہو جاتی ہے۔  
 رد المحتار جلد ۳ ص ۴۴۴

الاب اشترى لها في صغرها او بعد ما كبرت  
 وسلم اليها وذلك في صحة  
 فلا سبيل للورثة عليه ويكون  
 للبنت خاصة اجماعهم۔  
 باپ نے اپنی بچی کسے اس کی صغر سنی میں یا  
 اس کے بالغ ہونے کے بعد کچھ خرید اور اس کے  
 سپرد کر دیا اور یہ کام اس نے اپنی صحت کے  
 زلے میں کیا تو دیگر وارثوں کا اس پر کوئی حق  
 نہیں وہ بیٹی کے لئے خاص ہوگا اجماع (ت)

عمود الدریع ۲ ص ۲۸۰ و ۲۸۱  
 ذكر في الذخيرة والتجيين امرأة اشترت  
 ضيعة لولدها الصغير من مالها  
 وقم الشراء للام لانها لا تملك الشراء  
 للولد وتكون الضيعة للولد لان  
 الام تصير واهبة والام تملك ذلك  
 ويقم قبضه منه احكام الصغار  
 من البيوع

ذخیرہ اور تجنیس میں مذکور ہے کسی عورت نے  
 نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال سے جائیداد خریدی  
 تو وہ خریداری ماں کے لئے واقع ہوگی کیونکہ وہ  
 اولاد کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور جائیداد  
 بیٹے کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوگی اور  
 وہ اس کی مالک ہے اور جائیداد پر قبضہ بیٹے  
 کی طرف سے واقع ہوگا، احکام الصغار من  
 البيوع۔ (ت)

توضیح و مکان جو متوفی نے فضل حق نابالغ کے نام خرید اگرچہ روپیہ متوفی ہی کا تھا فضل حق کی

۲۱۹/۱	دارالمعرفۃ بیروت	لے الفتاویٰ الخیریۃ	کتاب البیوع
۵۰۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	لے رد المحتار	کتاب العاریۃ
۳۳۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	لے العقود الدریۃ	کتاب الوصایا باب الوسی





مرا بھائی زرنشک بنک کی نسبت اگر گواہانِ اول شرعی سے ثابت ہو کہ یہ روپیہ بنک سے لانے کیلئے حاجی کثایت اللہ نے حافظ عبدالحق کو مامور کیا تھا جب تو حافظ عبدالحق کا بیان کہ میں نے اپنے والد کو لاکر دے دیا حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ اب وہ وکیل ہوا اور وکیل امین ہے اور امین کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے ورنہ اس میں سے بھی حصہ ناپا لغائی ہرگز نہیں چھوٹ سکتا بلکہ اس تحریر کے دوسرے جملے میں حافظ عبدالحق نے اقرار کیا کہ وہ روپیہ شلہ بنک سے لایا اپنے نام سے بنک میں جمع کر دیا تو وہ اس روپے کا منتخلب ہوا بقیہ ورثہ کا حصہ اس کے ذمے ماند ہے بالغوں کو چھوڑ دینے کا اختیار ہے، یمیں کوئی نہیں چھوڑ سکتا، اس کا بیان کہ سارے تین ہزار والد نے اس کا قرضہ ادا کرتے کو اسے دے ہرگز مقبول نہیں بلکہ بالفرض اگر گواہانِ شرعی سے ثابت بھی ہو جائے کہ حاجی کثایت اللہ نے اپنے مرض مذکور میں اتنے ہزار حافظ عبدالحق کو دے دئے کہ اپنا قرضہ ادا کر دے جب بھی ناپا لغوں کا حصہ اور نیز ان بالغوں کا جو اس دینے کو جائز نہ رکھیں دینا آئے گا کہ ہر مرض میں وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت پہلے اجازت و ورثہ نافذ نہیں ہو سکتی وارث مرنے کے بعد وصیت میں لا چکتا ہے بعد موت مرنے پر ورثہ اجازت نہ دیں ان کا حصہ واپس دینا پڑتا ہے، درمختار جلد پنجم ص ۱۶۶

اعتاقہ وصحابانہ وھبتہ ووقفہ وضمائہ  
 حکم ذلک مکہ مکرمہ وصیۃ الیہ  
 مرض الموت کے مریض کا آزاد کرنا، کم قیمت پر بیچنا،  
 ہبہ کرنا، وقف اور ضمان سب کا حکم وصیت  
 کے حکم کی مثل ہے۔ (دست)

ایضاً ص ۱۶۴

لاوارثہ الا باجائزۃ ورثہ لقولہ علیہ  
 الصلوۃ والسلام لاوصیۃ لوارث الا  
 ان یجیدھا الورثۃ الیہ  
 وارث کے لئے وصیت نہیں سوائے دیگر وارثوں  
 کی اجازت کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کیلئے وصیت  
 نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثہ اس کی اجازت سے دیں۔

حاکمگیری جلد چہارم ص ۱۴۱

مریض نے اپنی بیوی کو غلام ہبہ کر دیا بیوی کے پاس بچے  
 مریض وھب غلاما لامراتہ فقیضتہ

واعتقته ثم مات المريض فالتحق نافذ وتنقص القیمة كذا فی خزائن المفتین<sup>۱</sup>  
قبضہ کیا اور آزاد کر دیا۔ پھر مریض مر گیا تو عقیقہ نافذ ہوگا اور بیوی اس کی قیمت کی خامن ہوگی۔ یوں ہی خزانۃ المفتین میں ہے۔ (دست)

در مختار جلد ۴ ص ۷۱۲ :

اقر فی مرض موته لوارثه یؤمسون فی الحال بتسلیه الی الوارث فاذا مات یرد بزازیه ، وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنقص بعد الموت<sup>۲</sup>  
مریض نے اپنی مرض الموت میں کسی وارث کے لئے کچھ اقرار کیا تو اسی وقت وہ شئی وارث کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جب مریض مر گیا تو وارث وہ شئی واپس لوٹائے گا (بزازیہ) اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ اس کے مرنے کے بعد لوٹ جاتے ہیں۔ (دست)  
کفن دفن بقدر مسنون میں جو یہ صرف کیا وہ ضرور مجرا ہوگا باقی خاتمہ درود و خیرات سوم وغیرہ کے مصارف صرف اس صرف کرنے والے پر پڑیں گے اجازت نہ دینے والے در ثر پر نہ آئیں گے خصوصاً عقیقہ بچے کر اُن کے حقے مطلقاً محفوز ہیں اُن کی طرف سے کوئی اجازت دے سکتا ہے۔ طحاوی حاشیہ در مختار جلد چہارم ،

التجہیز لا یدخل فیہ السبع والصدیۃ والجدع والموائد لان ذلک لیس من الاصول الا لزمت فاعاھل لتلك استکان من الوارثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویكون متبرعاً وکذا لو کان اجنبیاً<sup>۳</sup>  
تجیز میں خاتمہ، درود و خیرات، لوگوں کو جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام وغیرہ داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ ضروری امور میں سے نہیں ہیں لہذا یہ امور بجائے حالہ اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوگا اور اس میں احسان کرنا والا ہوگا۔ ایسا ہی حکم اجنبی کا بھی ہے (دست)

تو صرف بقیہ چھ ہزار سے حصہ نابالغان دینا کافی نہیں بلکہ کفن دفن بقدر سنت میں جو دس بیس روپے صرف ہوں مجرا کر کے باقی پورے بارہ ہزار یا سو بارہ ہیں کامل حصہ نابالغان دیا جانا لازم ہے

۱۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الحجۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴۰۲/۴  
۲۔ الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۶/۲  
۳۔ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب القراض المکتبۃ الخیریہ کوئٹہ ۳۶۷/۴

شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ جائے اور حافظ عبد الحق، وعدہ کرنے اور خط لکھنے والے جانیں اور حافظ عبد الحق، یہ قسمیں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ احسان الحق کو اگر ہزار پہنچے ہیں وہ اس کے جیسے میں مجرا ہوں گے، شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ ترک کر نہیں۔

خامساً زیر رمانت بنگال بینک کا معاملہ شہادت عادلہ پر ہے اگر ثابت ہو کہ وہ ملک حیدر اللہ تھاکر اس میں نابالغوں کے حقہ جتنی نابالغان محفوظ رکھے جائیں گے اور اگر ملک حاجی کفایت اللہ ثابت ہو تو سب ورثہ پر تقسیم ہوگا۔

ساد ثناً غرض یہ تالشات بقدر ضروری و معمولی جو کچھ نابالغوں کی طرف سے ان کے کسی ولی یا وصی شرعی نے بلا اسراف اٹھایا ہے وہ ضرور نابالغوں پر پڑے گا اس سے زائد ایک چھیان پر ڈالنا حرام ہے نابالغین مختار ہیں کہ آپس میں اپنے حقوق کا جس طرح چاہیں فیصلہ کر لیں۔

سابعاً تشخص قیمت جائیداد و تعیین حصص وغیرہ کسی امر میں کوئی نقصان نابالغوں کی طرف رکھنا محض حرام قلع ہے اور اللہ واحد قہار ان کی طرف سے حساب لینے والا ہے اصل احکام شریعہ یہ ہیں بانیہر اگر ولی نابالغان اور ان کے حقیقی خیر خواہ اہل ایمان یقینی قلعی طور پر بلا شک و شبہ و بلا مکر و حیلہ جانیں کہ یہ تصنیف ہی نابالغوں کے حق میں خیر ہے اور اس میں جو نقصان ان کیسکس مظلوموں کو پہنچتا ہے وہ اس نقصان عظیم سے ہلکا ہے جو بحال مردم تصنیف یقیناً انھیں پہنچنے والا ہے تو شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ:

صنعت ابتلی یہ یلتین اختصار اھونہما۔  
جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو ان میں سے ہر ایک کو اختیار کرے۔

ایسی صورت محض مجبوری و ضرورت میں جو نابالغوں کی اصلاح چاہے گا اور وہ ایسا ہوگا جیسا آگاہ پیدا ہونے پر یا بتایا پاؤں کاٹ دینا کہ یہ معاملہ بالغ و نابالغ سب کے ساتھ روا ہے کہ فساد عظیم کا فساد قلیل سے دفع ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح۔  
اللہ خوب جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون اصلاح چاہتا ہے۔



هو قول ابن سلمة وهو استحسن  
وعن الفقيه ابی الیث عیابی یوسف  
رحمه الله انه كان یحبیز للاوصیاء  
المصانعة فی اموال الیستاعف  
واختیار ابن سلمة موافق لقول  
ابی یوسف و به یفتی والیه اشار  
فی کتاب الله تعالی (ما السفینة  
فكانت لمسکین یعملون فی  
البحر فارادت ان اعیبها) اجابنا  
العیب فی مال الیتیم مخافة  
اخذ المتقلب ذکوة قاضی خات  
فی وصایا فتاویہ کو فیہا ایضا  
وصی الفقی علی باب القاضی  
من مال الیتیم فاعطی علی  
وجه الاجامرة لا یضمن قال محمد  
بن الفضل رحمہ الله لا یضمن  
مقدار اجر المثل والغبن الیسیر  
وما اعطی علی الرشوة کان ضامنا  
وفیہا رجل مات و اوصی الی  
امراته وترك ورثة صفارا فتنزل  
سلطان جائدا و اسہم فقیل  
لہما ان لہم تعطیہ  
شیئا استولی علی  
السائر والعقار فاعطیہ  
شیئا من العقار قالوا

وہ ہی قول ابن سلمہ کا ہے اور وہ استحسن ہے۔  
فقیر ابو الیث سے جو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ  
منقول ہے کہ وہ یتیموں کے مال میں زمی اختیار  
کرنے کی وصیوں کو اجازت دیتے تھے۔ ابن سلمہ  
کا مختار امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول سے موافقت  
رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔  
اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسی کی طرف اشارہ  
ہے "وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں  
کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار  
نہ دوں" اس میں کسی جابر کے قبضہ کے ڈر سے  
یتیم کے مال کو عیب دار کرنے کی اجازت ہے۔  
اس کو قاضی خات نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوصایا  
میں ذکر کیا ہے اسی میں یہ بھی ہے کہ وصی نے  
قاضی کی کچھری میں یتیم کا مال خرچ کیا۔ اگر بطور  
اجارہ دیا ہے تو ضامن نہیں ہوگا۔ محمد بن فضل  
علیہ الرحمہ نے کہا کہ مثلی ائجرت اور غبن الیسیر کی  
حد تک ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے یتیم کا  
مال بطور رشوت دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اسی  
میں ہے کہ ایک مرد فوت ہوا اور اس نے اپنی  
بیوی کو وصی مقرر کیا اور چھوٹے ورثہ بھی چھوڑے  
پھر کوئی جابر بادشاہ ان کے گھر میں اترا اور  
اس عورت کو کہا گیا کہ اگر تو نے بادشاہ کو  
کچھ نہ دیا تو وہ پورے گھر اور جائیداد پر جبراً قبضہ  
کر لے گا۔ چنانچہ عورت نے جائیداد  
میں سے کچھ بادشاہ کو دے دیا تو مشائخ نے

یجوز مصانعتہا لہ

کہا کہ اس کی یہ نرمی جائز ہے۔ (ت)

یہ اُسی حالت میں ہے جبکہ زمانے میں اس سے عظیم تر قصاص پہنچنے کا یقین ہو فقط مہم ضرر کے لئے موجود ضرر مان لینا حلال نہیں۔ پھر بھی فرض قطعی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عرق ریزی کی جائے کہ یہ ظلم اُن بیکیوں پر سے دفع ہو جتنا کم ہو سکے کم ہو۔ پھر بھی یہ جواز صرف ادھر سے رہے گا وہ ظالمین جو اس طرح دبا کر بیویوں کا حق لیں گے اُن کے لئے وہ خالص آتش جہنم ہے وہ سخت عذاب الہی کے لئے مستعد رہیں۔ والہیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

**جواب سوال ششم** و کریم النساء کا جبکہ کسی اور شخص کی دختر ہو نامعروف و مشہور و ثابت نہیں اور وہ اپنے آپ کو دختر حاجی کنایت اللہ کہتی ہے اور اس کی عمر اس کی قابلیت رکھتی ہے تو ایسی حالت میں قطع نظر تمام تحریرات و خطوط کنایت اللہ کے صرف یہ وصیت نامہ جسے یہ لوگ جو کریم النساء کے نسب پر مقرر ہیں تسلیم کر رہے ہیں دلیل کافی وجہت وافی تھا جس کے بعد مقررہ ضمیمہ کا اعتراض ہرگز مسموع نہ ہوتا اور وہ ضرور دختر حاجی کنایت اللہ قرار پاتی کہ وصیت نامہ میں جایا اولاد اپنی اولاد ہمارے اولاد کو کر انھیں کے نام کی فہرست میں کریم النساء کو بھی مثل دیگر دختران اہل کیا اور سب کو حصہ شرعی بلا کم و بیش پہنچا لکھا۔ در مختار میں ہے:

وان اقر الغلام مجهول النسب فی مولدہ فی بلد ہو قبیہا و ہما فی السن بحیث یولد مثله لمثلہ انہ ابنہ و صدقہ الغلام لو میز او الا لہم یحتجہ لتصلیۃ حکما مرجحہ ثبت نسبہ ولو المعقور مولیٰ و اذا ثبت شامک الغلام الورثۃ لہ

ورنہ اس کی تصدیق کی ضرورت نہیں، جیسا کہ گزر چکا ہے، چنانچہ صورت مذکورہ میں اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اگر اقرار کرنے والا مرعین ہو جب نسب ثابت ہو گیا تو وہ لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہو گا۔ (ت)

ذکر خود سب معتزضیں وغیر معتزضیں اقرار نامہ میں بالا اتفاق اُسے بہت حاجی کفایت کچھ چکے تو اب اس کے دختر کفایت اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں وہ مثل دیگر دختران نہ بذریعہ وصیت بلکہ بوجہ وراثت حصہ لے گئی۔

جواب سوال ہشتم: وصیت نامہ جہاں تک نابالغوں یا ان وارثوں کے حقوق پر جو اُسے جائز نہیں رکھتے اثر رساں ہے مردود و باطل ہے جو بالغ وارث اسے مان رہے ہیں صرف ان کے باہمی حقوق پر اس کا اثر مقبول ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

لم تجز اجازة صغیر و مجنون و لیسوا نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض اجازت البعض و من البعض جازنا علی وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے انکار کیا تو المبیح یبقی و حقیقۃً لیسوا اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کی مقدار میں جائز ہے۔ (ت)

وصیت نامہ میں ماں کو حصہ باوری اصلاً نہ دیا اور وہ اس پر راضی نہیں نابالغ کا موضع و مکان دسم فرضی ٹھہرا کر تقسیم میں شامل کر لیا اور یوں اسی کے مال سے اس کا حصہ چھرا کیا اور یہ بعض ظلم ہے نابالغوں کے مال کا ہر ایک نصف مقدار بتا کر وہ بھی ادا ہو جانا حکمایہ ہرگز یہ بیقینہ عادلہ مقبول نہیں لہذا تقسیم وصیت نامہ واجب الرد ہے بلکہ فضل حق کا موضع و مکان خالصاً اُرسی کو دے۔ حمید النساء کا مہرا ادا ہو جانا گواہان عادل شرعی سے ثابت نہ ہو تو ہر مثل تک ادا کر کے پھر جو کچھ متروکہ حاجی کفایت اللہ منقول و غیر منقول ہے سب سے اس کی ماں کو چھرا اور نجم النساء کو آٹھواں دیکر باقی سب بیٹوں اور مع کریم النساء سب دختروں پر للذکر مثل حظ الانثیین (مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصے کے برابر ہے۔ ت) از سر نو تقسیم کریں نابالغوں کے حصے بلا تقسیم یک جا رہیں بالغوں کے حصے کا انھیں اختیار ہے جس طرح چاہیں باہم تصفیہ کر لیں۔ واللہ سغفرہ و تعالیٰ اعلم مسئلہ از پٹنہ محلہ لودی کڑہ مرسلہ جناب قاضی عبدالوہید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علامتہ دیں و مفتیان شرع متیین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت میں جو چیز بہر کی جائے اس پر احکام بہر کے ہوں گے یا وصیت کے؟

## الجواب

ہے اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقتہً ہیہ ہے تمام شرائط ہیہ درکار ہوں گی بلا قبضہ تمام نہ ہوگا مشاع  
 ناجائز ہوگا واپس اگر قبل قبضہ کا طرہ موجب لہ انتقال کر جائے ہیہ باطل ہو جائے گا غرض وہ بہرہ وجود  
 ہیہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے۔ مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے  
 مطلقاً اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعد ادا سے ویوں سے زیادہ میں بے اجازت دیگر ورثہ نافذ  
 نہ ہوگا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ تصرف کی بعد وفات مورث درکار ہے اس کی حیات میں  
 اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئی ہیہ کرے  
 اور قبضہ بھی پورا کرادے اور اس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ یکسر باطل ہو جائے گا  
 اور بعض مانیں اور بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے صحیح کے لائق باطل قرار پائے گا۔ تنویر الابصار  
 و در مختار میں ہے؛

ہبتہ و وقفہ و ضمانہ کو صیۃ فیستبر  
 من الثلث لہ  
 مرضی کا ہیہ، وقف اور ضمان اس کی وصیت کی  
 مثل ہے، لہذا ایک تہائی میں سے مستبر  
 ہوں گے۔ (د ت)

رد المحتار علی الدر المختار میں ہے؛

قوله و ہبتہ ای اذا انفصل بہا القبض  
 قبل موته أما اذا مات ولم یقبض  
 فبطل الوصیۃ لان ہبتہ المریض ہبتہ  
 حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما کما صرح  
 بہ قاضینا وغیرہ ام طحاوی عن  
 الکنی قوله حکمہ کحکم وصیۃ ای  
 من حیث الاعتبار من الثلث  
 لا حقیقۃ الوصیۃ لان الوصیۃ  
 ایجاب بعد الموت و ہبتہ  
 ماتن کا قول اور اس کا ہیہ اس سے مراد  
 یہ ہے کہ واپس کی موت سے پہلے قبضہ اسکے  
 ساتھ مقررن ہو جائے لیکن اگر وہ مر گیا اور اس  
 پر قبضہ نہ ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی  
 اس لئے کہ مریض کا ہیہ در حقیقت ہیہ ہی ہے  
 اگرچہ باعتبار حکم کے وصیت ہے، جیسا کہ  
 قاضینا وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی ام  
 طحاوی میں بحوالہ کی منقول ہے کہ ماتن کا قول  
 اس کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے یعنی





المیم موت احد العاقدین بعد التسليم  
فلوقبله بطلان

میم سے مراد یہ ہے کہ سپردگی کے بعد واہب اور  
موربہ لہ میں سے کسی ایک کا مرجع نہ ہو اگر سپردگی  
سے پہلے مر گیا تو عقد ہبہ باطل ہو گیا۔ (ت)

اور اگر حیات واہب میں باذن واہب قبضہ کا طریقہ یا شئی غیر قابل تقسیم پر مشافہ قبضہ ہو لیا تو  
اب اس ہبہ کا نفاذ موت واہب کے بعد اجازت صحیح باقی ورثہ پر موقوف ہے صحت اجازت کے لئے  
اجازت دہندہ کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے اگر باقی وارث سب عاقل بالغ ہیں اور سب نے بعد موت  
مورث اس ہبہ کو جائز رکھا تمام کمال نافذ ہو جائے گا اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے  
نہ مانا یا بعض اجازت دہندہ نابالغ یا مجنون تھے تو صرف اسی عاقل بالغ مجنون کے حصے کے قدر نفاذ پائیں گے  
باقی نافذ نہ ہو گا اور پریشیور کے بعض ورثہ کی عدم اجازت سے پیدا ہوا باقی میں نفاذ ہبہ کو منع نہ کرے گا کہ  
شیعہ وہ مطلق ہبہ ہے جو ابتدا سے ہونے شیعہ طاری کے بعد کو لاحق ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل میں کہا کہ  
مرضی کا ہبہ اور صدقہ جائز نہیں مگر اس وقت  
جبکہ اس پر قبضہ کر لیا گیا ہو پس اگر اس پر قبضہ  
ہو گیا تو ایک تہائی میں جائز ہو گا، اور اگر واہب  
سپردگی سے پہلے مر جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔  
یہ جاننا ضروری ہے کہ مرضی کا ہبہ عقد کے اعتبار  
سے ہبہ ہے وصیت نہیں ہے۔ اور اس کا  
ایک تہائی سے اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں کہ  
وہ باعتبار مرضی کے وصیت ہے بلکہ اس وجہ  
سے ہے کہ وارثوں کا حق مرضی کے مال کے ساتھ  
وابستہ ہو گیا ہے اور مرضی نے ہبہ کے ساتھ  
تبرع کیا ہے تو اس کا تبرع صرف اسی حد تک  
لازم ہو گا جو شرع نے اس کے لئے مقرر کی ہے

قال (ای محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فی  
الاصل ولا تجوز هبة المریض ولا صدقة  
الامقبوضة فاذا قبضت جائزات من الثلث  
واذا مات الواهب قبل التسليم بطلت  
يجب ان يعلم بان هبة المریض هبة  
عقد اولیست بوصیة واعتبارها من  
الثلث ما كانت لانها وصیة معنی لان  
حق الورثة يتعلق بمال المریض و  
قد تبرع بالهبة فیلزم تبرعه بقدر  
ما جعل الشرع له وهو الثلث  
واذا كانت هذا التصرف هبة  
عقد اشروط له ما وشراائط  
الهبة وممت جملة شرائطها

قبض الموهوب له قبل موت الواهب اور وہ تہائی مال ہے، جب یہ تصرف عقد ہے  
کذا فی المحيط۔  
تمام شرطوں کا پایا جانا شرط ہوگا اور ہبہ کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ واہب کی موت سے پہلے  
وہ شخص اس پر قبضہ کر لے جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہے، محیط میں یونہی ہے۔ (ت)  
اسی میں ہے :

لا تجوز الوصیة للوارث عندنا الا ان یجیزها الوارث ولا تعتبر اجازة لهم فی حیات الموصی حتی یموت لهم الرجوع بعد ذلك کذا فی فتاویٰ قاضی خاف و لا یمنع الشیوع صیحة الاجازة ، ولو اجاز البعض ویرد البعض یجوز علی المجیز بقدر ما حققتہ و بطل فی حق غیرہ کذا فی الکافی ، و الاجازة انما یجوز اذا اجازة وهو عاقل بالغ صحیح کذا فی خزائن المفتین بلہ او مختصراً یونہی ہے۔ اجازت اسی وقت ہوگی جب اجازت دینے والا عاقل بالغ صحت مند ہو، خزائن المفتین میں یونہی ہے او (اختصار)۔ (ت)  
در مختار میں ہے :

النافع عن تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری بلہ  
قبضہ کی تمامیت سے مانع وہ شیوع ہے جو عقد کے ساتھ معاصر ہو نہ کہ وہ جو اس پر طاری ہو۔ (ت)

سہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب البیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴۰/۴  
سہ " کتاب الوصایا الباب الاول " " " ۹۰/۹۱  
سہ الدر المختار کتاب البیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۰/۲

رد المحتار میں ہے :

قوله لا طارئ اقول منه ما لو وهب دارا  
في موضعه وليس له سواها ثم مات و  
لم يجز الورثة الهبة بقيت الهبة في  
ثلثها وتبطل في الثلثين كما صرح به  
في المخانية ، والله تعالى اعلم۔  
وہ تہائی میں باطل ہو جائے گا، جیسا کہ خانیزہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت کی کیا تعریف ہے  
اور کس کس مرض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کب تک اس کی مدت مقرر ہے کہ قبل اس کے مرض الموت  
نہ کہا جاسکے۔

### الجواب

شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو  
مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔

(۱) اس مرض میں خوف ہلاک و اندیشہ موت قوت و غلبہ کے ساتھ ہو اگر اصلہ خوف موت  
نہیں یا ہے تو ضعیف و مغلوب ہے تو مرض موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔

(۲) اس غلبہ خوف کی حالت میں اُس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اس مرض سے نہ مرے  
موت کا سبب کوئی اور ہو جائے مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہو اور ابھی اسے انخطاط کافی نہ ہوا تھا  
خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مر گیا یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ  
مرض الموت میں تھے اگرچہ موت اس مرض سے نہ ہوئی اور اگر انخطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبہ خوف ہلاک عائد رہا  
اور اب اتفاقاً اُسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مر گیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگرچہ حال اشتداد  
ہی میں کئے ہوں کہ انخطاط مرض و زوال خوف نے اُسے مرض الموت نہ رکھا یوں ہی اگر بحال انخطاط و  
عدم خوف تصرفات کئے اور اُن کے بعد پھر اشتداد ہو کر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات

حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبہ خوف نہ تھے اگرچہ ان سے قبل و بعد غلبہ تھا۔ رد المحتار میں ہے،  
 فی نوس العین قال ابواللیث کوئٹہ صاحب  
 فراش لیس بشرط لکونہ مریضاً مریض  
 الموت بل العبرة للغلبة والغالب من  
 هذا المرض فهو مرض الموت وان كان  
 يخرج من البيت وبه كان يفتي المصدر  
 الشهيد ثم نقل عن صاحب المحيط انه  
 ذكر محمد بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی  
 الاصل مسائل تدل ان الشرط  
 خوف الهلاك غالباً لا کونہ صاحب  
 فراش ا۔

نورالعین میں ہے ابواللیث نے کہا کہ مریض کا  
 صاحب فراش ہونا اس کے مرض الموت کے  
 مریض ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ اعتبار غلبہ کا  
 ہے، اور اس بیماری سے غالب گمان موت کا  
 ہو تو وہ مرض الموت ہوگی اگرچہ وہ گھر سے نکلتا ہو  
 اور اسی کے ساتھ صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے۔  
 پھر صاحب محیط سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل میں کہ ایسے مسائل  
 ذکر فرمائے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں  
 اس بیماری میں ہلاکت کے خوف کا غالب ہونا  
 شرط ہے نہ کہ مریض کا صاحب فراش ہونا (د)

### تبيين الحقائق میں ہے،

ان صاحب فراش بعد التطاول  
 فهو كمرض حادث حتى تعتبر تصرفاته  
 من الثلث ا۔

اگر وہ بیماری کے لبا ہونے کے بعد صاحب فراش  
 ہوا تو وہ نوپید بیماری کی مثل ہے یہاں تک  
 کہ تہائی مال میں اس کے تصرفات معتبر  
 ہوں گے (د)

### رد المحتار میں ہے،

حاصله انه ان صار قد مرایان تطاول  
 سنة ولم يحصل فيه ان دیا د فهو صحيح  
 اما لو مات حاله الان دیا الواقع قبل  
 التطاول او بعدا فهو مریض ا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیماری پُرانی ہوگئی باقی صحت  
 کہ سال کو محیط ہوگئی اور اس میں بیماری کی شدت  
 حاصل نہیں ہوتی تو وہ صحت مند ہوگا۔ لیکن اگر  
 وہ بیماری کی شدت کی حالت میں مر گیا چاہے وہ

شدت بیماری کی طرالت سے پہلے واقع ہوئی یا اسکے بعد تو وہ مریض قرار پائے گا۔ (د)

سے رد المحتار کتاب الطلاق	باب طلاق النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۲۰/۲
سے رد المحتار بحوالہ الزمعی	کتاب الوصایا " " " " ۴۲۳/۵
سے رد المحتار کتاب الطلاق	باب طلاق المرضی " " " " ۵۲۱/۲

در مختار میں ہے،

مات فيه بذالك السبب او بغية كانت  
يقتل المريض او يموت لجهة اخرى

وہ اس بیماری میں مر اسی بیماری کے سبب سے  
یا کسی اور سبب سے مثلاً اس مریض کو قتل

کر دیا یا وہ کسی اور وجہ سے مر جائے (ت)

۱۴۳ھ از شہر کند محلہ سسوانی ٹولہ ۱۰ صفر ۱۳۲ھ از مکان سید فرزند علی مرحوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ مستی زید نے بعد فوت ہونے کے  
ایک منکوحہ اور دو لڑکے اور دو دختر چھوڑے، مستی بکر پسر زید نے بعد فوت ہونے زید کے کل اقرار جائے  
خانگی اور پردیش نابالغان کا اپنے ذریعہ حتمی کہ بکرنے بذریعہ معاش فوری کی پردیش حتی الوسعت  
کی بعد اس کے ایک لڑکی جو حد سن بلوغ تک پہنچی اس کا نکاح بقانون شرع متین کے کرنا  
اور مستی بکر بوجہ نکاح کرنے دختر زید کے مقروض ہو گیا تاہنوز قرضہ ادا نہیں ہوا اب ایک لڑکا زید  
کا جو نابالغ تھا سن بلوغ پہنچ کر آمادہ اس بات پر ہے کہ جو چیز زید کی ہے اس کا مالک میں ہوں  
اور بکھرے کہا کہ تو نے اپنا حصہ فروخت کر کے اس پر صرف نہیں کیا اب تیرا کچھ زید یا زید نے فوت ہو چکے  
بعد اپنی ملکیت میں ایک منزل جو بی پختہ اور تین درخت اہل اور ایک درخت جامن کا اور ایک نیب  
کا اور اہل بزدنے علاوہ حویلی پختہ کے اور ایک قطعہ باغ تھینا دو بیگھ کا چھوڑا، مستی بکر پسر زید  
چند مدت بیکار رہا اور دو درخت اہل اور ایک درخت جامن برائے خود و نوش نابالغان کے  
فروخت کر کے خوب سرمے کی اور قطعہ باغ کو فروخت کر کے نکاح دختر زید فوت شدہ کے صرف کیا اب  
ایک درخت اہل اور ایک درخت نیب کا اور اہل بزدنے اور ایک منزل حویلی پختہ کل اہل بزدنے  
اور حویلی کے تھینا دو بیگھ ہوا اب ششی موجودہ میں زید کا بوجہ حصص رشہ شرعی کے کسی طرح  
حصہ ہونا چاہئے۔ تعداد اولاد زید چار اولاد، دو لڑکے دو دختر، بیوہ منکوحہ ایک، ایک دختر  
نکاح شدہ شامل ہے فقط۔

### الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ دو درخت اہل کا اور ایک جامن کا بیچ کر دونوں بھائیوں اور

علہ وعلہ وعلہ کذا فی الاصل ۱۲ از ہری مغرلہ

سہ الدار المختار کتاب الطلاق باب طلاق المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۶/۲

قابالہ بھی اور ماں کے خورد و نوش میں صرف ہونے خواہر گنہ اس میں صرف سے علیحدہ تھی اور باغ بیچ کر صرف اس خواہر گنہ کی شادی میں صرف ہوا اور اس سے بھی کام نہ چل سکتا کہ وہ صرف اسی روپر کو بکا اس میں سے اس کا جہاز اور معمولی ضروری مصارف نہ ہو سکتے تھے اس کے لئے بکرنے قرض لیا اور قرض میں اس سے مجرا لینے کی نیت نہیں اور نکاح میں ضرورت فرج سے زیادہ نہ اٹھایا اور زید نے اپنے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنی زوجہ ان پچوں کی ماں سے کہا تم فکر نہ کرو بکر ایسا نہیں کہ تمہیں تکلیف پہنچے دے اسے میں چھوڑ دے جاتا ہوں یہ تم کو کسی وقت دغا نہ دے گا اگر یہ یہاں ثابت ہو جب تو ظاہر ہے کہ زید نے اپنے بڑے بیٹے کو اپنی اولاد و جائیداد پر وصی کر دیا اور ان سے ان تمام تصرفات کا جو وصی کے لئے ثابت ہوتے ہیں اختیار ملا اور اگر یہ ثابت نہ بھی ہو جب بھی ہمارے بلاد میں ایسی صورت میں بڑا بیٹا لائق ہو نہار ملکنا وصی ہوتا ہے۔

هذا هو الثابت دلالة والثابت دلالة  
کالثابت لفظاً وقد حققناه بتوفيق الله  
تعالى في فتاؤنا بما لا مزيد عليه۔  
کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)  
فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے،

لوان رجل من اهل السكة تصرف في  
مال الميت في البسيم والشراء ولم يكن  
له وارث ولا وصي الا ان هذا الرجل  
يعلم انه لو رفع الامر الى القاضي ينصبه  
وصياً فاحذ هذا الرجل المال ولم يرفع  
الامر الى القاضي واضدء حكي عن ابني نصر  
الدبوسي رحمه الله تعالى انه كان يجوز تصريف  
هذا الرجل فيه

اگر اہل علم میں سے کسی شخص نے میت کے مال میں  
بیع و شراء وغیرہ کا تصرف کیا جبکہ اس میت کا  
ذوق کوئی وارث ہے اور نہ ہی وصی، لیکن وہ  
شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس  
لے جائے تو قاضی اس کو وصی مقرر کر دے گا  
اس شخص نے میت کا مال لے لیا اور قاضی کے پاس  
معاملہ نہ لے گیا اور اس مال کو برباد کر دیا۔ امام  
ابونصر دہلوی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ وہ اس  
شخص کے تصرف کو جائز قرار دیتے تھے (ت)

عن یعنی جہیز ۱۲ ازہری مغرلہ

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی فی المال یتیم نوکسور کھنڈ ۴/۵۵۴

فتاویٰ کبریٰ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

افقی القاضی الدبوسی بان تصرفه جائز  
فضرورة قال قاضی خان وهذا استحسان  
وبہ یفتی یہ

قاضی الدبوسی نے فتویٰ دیا کہ اس کا تصرف  
ضرورت کے لئے جائز ہے۔ امام قاضی خان نے  
کہا، استحسان ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ  
دیا جائے گا۔ (ت)

پس یہی کہ بکرنے کیس جائز ہوئی، درختوں کا روپہ جس جس کے صرف میں آیا انھیں پر پڑے گا،  
لکھنؤ والی اس سے جدا رہے گی اور بارش کا روپہ تنہا اسی لڑکی پر پڑے گا، اگر یہ اس کے تمام حصے  
کے برابر تھا تو اس نے اپنا تمام پورا حصہ پایا اور اگر کم تھا تو جتنا باقی اتنا پائے گا اور اگر زیادہ تھا  
تو جس قدر زادہ گیا وہ بکرنے کے اپنے حصے پر پڑے گا یا ماں کی اجازت تھی تو وہ بھی اس کے۔ ان میں  
شریک ہو کر باقی ورثہ بری رہیں گے کل جائیداد زیادہ جس قدر اس نے وقت انتقال چھوڑی تھی ہر اولے  
مہر و دیگر دیون والے گا و صایا اڑتالیس حصے ہو کر چھ سہم چودہ ذید کے ہوں اور چودہ چودہ ہر ہر پسر اور  
سات سات ہر و خمر کے اور ان میں سے وہ اشیاء جو بک کر کھنڈ کے صرف میں ایک اس کے حصے  
بجرا ہوں اور جو اولوں کے صرف میں آئیں ان کے حصے سے بجرا ہوں جو باقی رہیں ان میں جس جس کا جس  
قدر باقی رہا اس حساب سے تقسیم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) یہ کہ مستاء ہمسعدہ لاولہ فوت ہوئی اور شوہر و والدہ و والدہ و ہمیشہ اور چار بھائی

حسب ذیل وارث چھوڑے،

شوہر	والدہ	والدہ	ہمیشہ	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی
خالہ	ذیدہ	کبریٰ	صغریٰ	بکری	حامد	محمود	مسعود

(۲) یہ کہ ہندہ مہاجر نے دو روز قبل از فوت اپنی حالت مرض الموت میں اپنے والد ذید سے  
وصیت کی کہ میں نے کچھ روپہ برنیت حج چھوڑا تھا مگر مجھ کو موقع بسبب نہ دستیاب ہونے عسر  
فہلہ سفر کے عسر نہیں ہوا اور دوسروں کے ذریعہ سے حج کرانے میں بسبب کمیابی امانت دار کے  
عسر کہ اتنی الاصل دہو کر کماتری ۱۲ ازہری غفرلہ

سہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا ابواب التامع نوری کتب خانہ پشاور ۱۵۵/۶



مجھ کو اطمینان حاصل نہیں ہذا وہ روپیہ حامد اور محمود کے پاس جمع ہے اور جو کچھ زیور میرا میرے گھر میں ہے اس جملہ مالیت میں ہے حق وراثت میرے شوہر کا ادا کیا جائے اس وجہ سے کہ ان کو حاجت رہتی ہے بعد اس کے جو کچھ ذریعہ مالیت باقی رہے اس کو میرے والد زید اپنی رائے کے موافق تعمیر چاہ و غلبہ غیرات و صدقات میں صرف کر دے اس واسطے کہ مرحوم کے گمان میں باقی ورثہ کا حق لینا خیال میں نہ تھا اور یہ بھی وصیت کی کہ نور روزہ رمضان کے فوت شدہ کی میرے ذمہ قضا ہے اس کا فدیہ بھی دیا جائے اس کے بعد اس کے والد زید نے سوال کیا کہ کچھ نمازوں کی بھی قضا ہمارے ذمہ ہے جواب دیا کہ میں نے ہمیشہ نماز ادا کی ہے لیکن مجھ کو یاد نہیں شاید ابتداء سے عمر میں کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں پس اس وصیت کے بعد مرحوم نے قضا کی۔

(۳۲) یہ کہ بروز قضا قبل از دفن اس کے والد زید نے چند دیگر اشخاص معززین کی موجودگی میں شوہر خالد و بعض ورثہ کو بلا کر اس وصیت کا اقرار کر کے یہ ظاہر کیا کہ میری رائے میں قبل صدقات ناقلہ کے تحقیق کر کے اس کے ذمہ نمازوں کی فوت اگر کچھ ثابت ہو تو ہمراہ فدیہ صوم کے فدیہ نمازوں کا بھی ادا کیا جائے چنانچہ اسی بنا پر اس کی سسرالی کی پورھی مستورات سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں غیر بلوغت کی حالت میں بیاہ کر آئی تھی اور نمازیں ادا کرتی تھی مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حسب رواج جیسا کہ نئی عروسوں کو حیا دامگیر ہوتی ہے ایسی حالت میں شاید کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اس بنا پر بعض حاضرین جلسہ نے تین ماہ اور بعض نے چھ ماہ کی قضا نمازوں کے فدیہ ادا کرنے کا تحفیہ کیا ازاں بعد ورثہ ان موجودہ مرقوم بالا سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنا حق وراثت لیتے ہو اس کے جواب میں شوہر خالد نے بے ساختہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے ہے اس کے ذمہ کے حقوق اور فدیہ وغیرہ ادا کرو اور اس کے صدقات میں صرف کرو اگر اس میں کسی قدر کمی دس پانچ روپیہ کی باقی رہے تو اور مجھ سے لے لو چونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی اس کی تکفیل کی غفلت تھی بایں وجہ دوسرے وقت پر اس فیصل کی ملتی رکھا گیا قبل از دفن صرف نور روزہ کا فدیہ ادا کر دیا گیا۔

(۳۳) یہ کہ ایسی حالت میں کیا احتیاطی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور اگر فدیہ احتیاطی نمازوں کا ادا کیا جائے گا تو کس قدر زمانہ کی نمازوں کا ادا کیا جائے گا یا مالیت مرقوم الصمدہ نقدات میں زیورات شامل کرنے سے جو مقدار سفر حج کو کافی ہو سکتا ہے ادا اسے حج اس کے ذمہ و مختصر رہے گا تو کیا قضا ہے حج دوسرے شخص کو بھیج کر واجب ہوگی اور کیا دیگر صدقات ناقلہ

پر مقدم تصور ہو گا یا بموجب وصیت متوفیہ کے صرف متروکہ کا دیگر صدقات نافذ میں کرنا لازم ہو گا۔  
(۵) یہ کہ زید مروجہ کا والد ان صورتوں مرقومہ بالا میں کس طرح اپنے ذمہ کے حقوق وصیت کو ادا کر کے غلطی حاصل کرے، بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ کے صرف تین وارث شرعی ہیں شوہر، ماں، باپ۔ باپ کے ہوتے ہیں بھائیوں کا کوئی استحقاق نہیں، ترکہ میں حق شوہر نصف ہے، اس کے اخراج کے بعد جمیع نصف باقی کی نسبت اس کی وصیت ہے کہ حسب رائے پر تعمیر چاہ وغیرہ خیرات میں صرف کیا جائے باپ اس وصیت کو نافذ کر چکا اور زبانی اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ ماں ہنوز ساکت ہے نہ اس نے انکار کیا نہ اجازت دی پس اگر ماں بھی اجازت دے دے تو نصف متروکہ شوہر کو دیں اور نصف حسب رائے پر امور مذکورہ میں صرف ہو تعمیر چاہ جس کا اس نے خاص نام لیا کی جائے اور باقی صدقات و خیرات میں صرف کیا جائے ان صدقات میں پدر کو رو اس ہے کہ ہندہ کی نمازوں کے فدیہ کی نیت کرے کہ یہ نیت نہ مانع صدقہ ہے نہ مخالف وصیت۔ یہ اندازہ کہ اس کے ذمہ کتنی نمازوں کا فدیہ ہو گا یہاں نہیں ہو سکتا اسی کے اعراء ہی اس کا حال جانتے ہوں گے، جب اس پر کسی نماز کی قضا لازم رہتی معلوم نہیں اور وہ ہمیشہ سے پابند نماز تھی تو فدیہ نماز لازم نہیں اور شہد کے لئے احتیاط کرے تو بعد تعمیر چاہ جو کچھ دے سب میں فدیہ نماز کی نیت سے کوئی مانع نہیں اگر واقع میں کوئی نماز قضا تھی امید ہے کہ اس کا فدیہ ہو جائے ورنہ صدقہ بہر حال ہے، مگر حج میں اسے صرف ذکر ہے کہ وہ ہر اتحاج کرانے سے انکار کر چسکی کہ مجھے کسی پر اطمینان نہیں — — اور لفظ خیرات ہمارے عرف میں حج بدل پر صادق نہیں اور اگر ماں بھی اجازت نہ دے تو کل ترکہ کے اٹھارہ حصے فرے نو حصے شوہر کو دے جائیں اور ایک حصہ ماں کو، باقی آٹھ حصے وصیت مذکورہ میں صرف کر دیں

وذلك لان الوصية وان كانت تقدم على الارث لكنها انما لاحقت ههنا النصف الباقي بعد اخراج نصيب الزوج ففهم هذا تنفذ بقدر الثلث كحل السائل لعدم الدين من دون حاجة الى اجازة الوالدين فاذا اخرج النصف و الثلث بقى السدس فثلثه

اور یہ اس لئے ہے کہ وصیت اگرچہ میراث سے مقدم ہوتی ہے مگر یہاں وہ شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی بچنے والے نصف کو لاحق ہوتی چنانچہ اسی نصف باقی میں کل مال کے ثلث کے برابر وصیت نافذ کی جائے گی کیونکہ قرضیت پر نہیں ہے اور والدین سے اجازت کی ضرورت نہیں، جب کل مال میں سے نصف اور ایک تہائی نکل گیا باقی کل مال کا چھٹا حصہ

للأمر وهو المجرى الواحد من ثمانية عشر جزء وتثابة في الوصية بحكم التنفيذ من الأب۔

بچا چنانچہ اس چٹے حصے کا تہائی مال کو دیا جائیگا جو کہ کل مال کے اٹھارہ حصوں میں سے ایک ہے اور اس چٹے حصے کے باقی دو ثلث وصیت میں

دے دیئے جائیں گے اس لئے کہ باپ کی طرف سے وصیت کو نافذ کرنے کا حکم ہو چکا ہے (ت) یہ نصف کہ شوہر کو پہنچا اس کی نسبت اگرچہ وہ کہ چکا ہے کہ مجھ کو نہیں چاہئے اس کے ذمہ کے حقوق فدیہ و صدقات میں صرف کر دے مگر ارث سا قسط کے ساقط نہیں ہوتی لہذا جبری کہا فی الاشباہ وغیرہ (اس لئے کہ میراث جبری ہے) (اختیاری نہیں) جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت) اور اس نصف کی نسبت وصیت نہ تھی کہ اس کا یہ قول وصیت کی اجازت قرار پائے اور اس کو اختیار نہ رہے، لاجرم وہ مختار ہے اگر حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر ہندہ کے لئے صرف کر دینا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے اور اس پر وہ پابندی نہیں جو وصیت ہندہ میں تھی اور اس قدر میں شک نہیں کہ اجازت دے کر اپنے قول سے پھر جانے میں اگرچہ حکماً اس پر جبر نہیں لائنہ متبرع ولا جبر علی متبرع (کیونکہ وہ متبرع ہے اور متبرع پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) مگر قول سے پھر جانا مگر ما بھی مذموم ہے تو وہ اگر ثابت قدمی چاہے تو مناسب یہ ہے کہ اس نصف سے ہندہ کی جانب سے بچہ بدل کر ادا کرے کہ یہ فرض اس پر رہ گیا ہے حق صحبت اُسی کو چاہتا ہے کہ اس دین شدید سے اس کی گلو خلاصی کر ادا کرے اور اگر اس کا نصف بچہ کے لئے کافی نہ ہوتا ہو اور ماں نے ہنوز اجازت وصیت نہ دی اور دینا چاہتی ہے تو مناسب یہ ہے کہ وہ بھی وصیت کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا حصہ کہ کل مال کا اٹھارہ حصوں سے اُسی نصف شوہر میں شامل کرے پھر بھی کچھ کمی رہے تو حسب وعدہ شوہر اپنے پاس سے دس پانچ اور ملا دے باقی باپ پورا کر لے غرض جس طرح ممکن ہو اس کی طرف سے بچہ بدل میں سعی جمیل بجالائیں کہ یہ اس پر سے سختی کا ٹالان ہوگا، اور جو کسی مسلمان پر سے سختی دور کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر سے سختیاں دور فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فترج عن مسلمة كربة فخرج الله عنه كربات يوم القيمة واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

جس نے کسی مسلمان سے ایک سختی کو دور کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کئی سختیاں کو دور فرمائے گا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

لے صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب یظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۰/۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر وارثان مذکور حاضرین جلسہ مرقومہ استفسار نمبر اول مندرجہ سوال سوم جو اپنا حق وراثت لینے سے انکار کر چکے ہیں اور اس کو ادا نہ کیا گیا تو صدقات کرنے کی اجازت دے چکے ہیں اگر وہ اپنے قول سے رجوع کر کے اپنا حق وراثت لینے کی خواہش کریں تو ایسی شکل میں کیا وہ اپنا حق وراثت پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

### الجواب

جواب سوال اول میں معلوم ہو گیا کہ بہن بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں اور باپ اپنی اجازت سے نہیں پھر سکتا کہ وہ وصیت کی اجازت تھی اور وارث بہن بعد موت مورث وصیت کو جائز کر دے اس سے پھر رجوع کرنے اور اپنا حق وراثت مانگنے کا اختیار نہیں رکھتا شوہر رجوع کر سکتا ہے کہ اس کے حق کے متعلق وصیت نہ تھی وہ اجازت اس کی اپنی خوشی سے تھی جس پر قائم رہے تو محبوب و مندوب ہے ورنہ جبر نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

### مسئلہ ۱۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے دنیا نے لاپائیدار سے رحلت کی اور پندرہ اشرفی قیمتی دو سو پچیس روپے کی صندوقچی میں سے بعد مردن کے برآمد ہوئیں اور اس کے برادر حقیقی نے اپنے پاس رکھیں کہ متوفی کے سالے کی بی بی نے ظاہر کیا کہ متوفی نے اس روپیہ کے بارہ میں مجھ سے وصیت کی ہے کہ دفعہ مذکورہ میرے فوت کے بعد حسب تفصیل ذیل خرچ کر دینا کہ مبلغ دس روپیہ ہر روز پندی جمعرات کو دس جمعرات تک بعد رات سو روپیہ کے فائدہ میں میری مہر کر دینا بالقصد مبلغ ایک سو پچیس کہ کسی مرد مسلمانوں کو دے کر واسطے بچا بدل کے بیچ دینا یہ رقم برآمد شدہ مجھ کو دے دو چنانچہ سالے کی بی بی موصوفہ کے وہ روپیہ کر دے گئے اب سوا سہ بی بی موصوفہ کے وصیت لاکوئی لگا ہر دیا عورت نہیں ہے دوسری ایک بات قابل ظاہر کرنے کی اور ہے ایک وصیت نامہ جو کہ متوفی نے اپنی حیات میں مع سارے سات روپیہ کے بنام اراکین برادری کے تحریر کیا ہے اس میں بھی کچھ ذکر بی بی صاحبہ کی وصیت کا نہیں ہے اب وہ رقم مذکورہ بی بی صاحبہ موصوفہ کو حوالہ ورثہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور وراثہ اس رقم کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریعت کا ہے، خلاصہ دعویٰ ورثہ متوفی کی بی بی صاحبہ موصوفہ غیر کفر ناخواندہ ہیں جدی نہیں ہیں تنہا عورت کا بیان قابل یقین ہے یا نہیں، بی بی صاحبہ یرود ہیں وراثہ سے کوئی تعلق نہیں، وصیت نامہ میں کوئی ذکر وصیت بی بی صاحبہ کا نہیں ہے۔

## الجواب

تنہا عورت کا بیان حجت نہیں ورنہ بالفرض کو اختیار ہے اگرچاہیں اس کی بات پر اعتبار کر کے خواہ اس احتیاط سے کہ شاید میت نے یہ وصیت بھی کی اسے جائز و جاری کر دیں اور چاہیں نہ مانیں اور مان سکتے ہوں تو ماننا بہتر ہے اس لئے کہ وہ عورت کوئی اپنے نفع کی بات نہیں کہتی عورت کو اگر خوب تحقیق صحیح یاد ہے کہ اس نے وصیت مذکورہ کی ہے اور وہ عورت کے ثلث ترکہ بعد ادا سے دین سے کم ہو تو اسے ضرور ہے کہ وہ وصیت میں حسب وصیت اسے لگا دینے وارثوں کو یا اختیار خود ہرگز واپس نہ دے مگر وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر اس وصیت کا سوا بیان عورت کے کوئی ثبوت نہیں تو تسلیم نہ کریں اور جبراً وہ رو پر کہ اب خود ان کی ملک ہو گیا عورت سے لے لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: حکام علی سناکن بریلی علاقہ ترائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان مسئلہ: متین اس بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں میں ایک حقیقی بھانجی ہے جس کو مرتے وقت اس نے ۸ لاکھ ۵۰ روپے اور تین جاموسی مادہ دینے کی وصیت کی ان کے سوا اس کے باقی مال متروکہ کا جو دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو وارث قرار دیتے ہیں وہ یہ لوگ ہیں: ماموں زاد بھائی، چچا زاد بھائی، چچا زاد بہن۔ ان لوگوں میں کوئی کوئی وارث جائز اور مستحق ترکہ ہونے کا اور کس کس کا کتنا کتنا حصہ ہے اور کس طرح تقسیم ہونا چاہئے اور اسے علم فرائض کے؛ جیسا تو جروا

## الجواب

اس صورت میں صرف اس کے چار چچا زاد بھائی وارث ہیں باقی کوئی وارث نہیں ہے یہ اثباتی حجتیں ہیں، پانچ بھینسیں اگر بعد ادا سے دین اس کے تھائی ترکہ کی مقدار تک یا اس سے کم ہوں تو یہ دونوں وصیتیں تمام و کمال پوری لڑی جائیں مثلاً ۳۲ جانوروں کی قیمت اگر تین سو روپے کی ہو اور متوفی پر کچھ دین آتا ہو تو اسے ادا کر کے جو باقی بچا وہ نو سو روپے یا زیادہ کا ہے مع ان چاروں کے جب تو یہ سب جانور جس طرح اس نے وصیت کی ہے اس کے بھانجی اور بھینسی زاد دونوں کی وصیت سے حصہ رسد کم کر لیں باقی وصیت بے اجازت چچا زاد بھائیوں کے نافذ نہ ہوگی یہ عام حکم ہے اور خاص طور پر اس کا حساب چاہیں تو اتنی باتیں بنانے پر ہو سکتا ہے۔

(۱) زید کا کل مال جانور، زمین، مکان، ذبح نقد، گھر کا اسباب وغیرہ کتنی مالیت کا ہے۔

(۲) زید پر کوئی قرض یا کسی کا دین یا عورت کا مہر آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو کس قدر۔

(۳) ان سب جانوروں میں ہر ایک کی قیمت کتنی ہے۔

(۴) چاروں چپ زاد بھائی اس وصیت کو پورا کرنے پر راضی ہیں یا سب ناراض ہیں یا کون کون راضی ہے کون کون ناراض۔

(۵) جو راضی ہیں وہ دونوں شخصوں کے لئے وصیت کامل پر راضی ہیں یا فقط ایک کے لئے، اگر فقط ایک کے لئے راضی ہیں تو بھانجی کے واسطے یا پھر بھی زاد بھائی کے لئے، ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے پر صحیح حساب بتایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از پرانا شہر حملہ قرآنی ذیل مسئلہ جناب کفایت اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے ایک دفعہ چھ سو چھیانوے روپیہ دستگردان قرض لئے زید نے بارہا تقاضا کیا بکر نے اقرار دیتے کا کیا زید نے اپنے انتقال سے پیشتر ایک وصیت نامہ لکھا وصیت نامہ میں وہ روپیہ اپنی زوجہ کے دین مہر میں لکھا کہ بکر سے روپیہ وصول ہو کر میری زوجہ کو دے دو، جب بکر بھی فوت ہو گیا وصیت نامہ مصدقہ حکام مدینہ منورہ موجود ہے یہ مہر کا روپیہ شرعاً بکر کے وارثوں کے ذمہ ہے یا نہیں؟ جینا تو جروا

### الجواب

بکر نے اگر کچھ ترک چھوڑا تو یہ روپیہ اور اگر ذمہ بکر کچھ اور قرض دین ہو تو وہ بھی اس ترک پر لازم ہے اور اس میں سے کل (بحال تنگ متروکہ و زیادت دیون) حصہ رسد ادا کیا جانا واجب ہے اگر بکر نے کچھ ترک نہ چھوڑا تو دار ثانی بکر پر کچھ مطالبہ نہیں۔ یوں ہی اگر ترک چھوڑا تو بقیہ وصول ہو سکے وصول ہو باقی کا مطالبہ بکر پر آخرت کے لئے رہا وارثوں پر مواخذہ نہیں۔ پھر یہ جو وصیت زید نے اپنی زوجہ کے لئے کی اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ اس کا مہر اتنا یا اس سے زائد ہے یا زید نے اپنی تندرستی میں اس مقدار یا زائد کا اقرار مہر کیا ہو یا یہ مقدار خواہ اس سے زائد عورت کا مہر مثل ہو یا یہ بھی نہیں تو بقیہ ورثہ زید کا مثل بالغ اس زیادت پر راضی ہوں تو یہ رقم پوری زوجہ زید کو اس کے مہر میں دی جائے گی اور اگر نہ گواہوں سے ثابت کہ مہر اس قدر یا اس سے زائد بندھا ہے اور یہ رقم عورت کے مہر مثل سے زائد ہے اور بقیہ ورثہ زید اس پر راضی نہیں تو عورت کو صرف مہر مثل تک دیا جائے گا زیادہ حسب قرآن زوجہ زید و دیگر وارثان زید پر تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۹ از جواہر نور ڈاک خانہ شیرکدہ ضلع بریلی مرسلہ خان صاحب دلاور حسین قاسمی قادری برکاتی  
۲۹ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

قبلہ ایمانیان و کعبہ روحانیان و جان ایمان بخش ایسی بچان مقبول بارگاہ وحدیت مولانا و مرشدنا  
اعلیٰ حضرت ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم و افضالہم ، بعد بجا آوری مراسم سرالکندگی و آداب دست بستہ  
کے گزارش خدمت کفش برداران حضور میں یہ ہے جو کہ ترکہ متوفیہ کثیرہ کہ حضور میں اس کے دو نابالغ  
لڑکے حضور کے غلام زادہ اور ایک پدر اور ایک شوھر میں اور متاع ترک مختلف طور پر ہے زیور و  
پارچہاں پوسھیدنی و برتن و اثاث البیت اس کی تقسیم میں نہایت فکر ہے اس میں سے قریب  
چار سو روپے کے زیور فروخت ہو گیا جس کا روپیہ موجود ہے اور پانچ سو روپے کے قدر اور اسباب و  
زیور باقی ہے جس کا فروخت ہونا نہیں معلوم اور (زور میں ہیں اور کم قیمت پر اب چونکہ نابالغ شریک  
ہیں اس کی فروخت میں بھی غوث ہے پھر اس کی حفاظت اپنی طبیعت قطعی اس بار کو نہیں اٹھاتی بچہ کے  
مال و متاع اور فرزندان حتیٰ کہ مادر و پدر سے بھی دلچسپی نہیں اگر اطاعت والدین اور تعلیم مندرجہ ذیل  
فرض نہ ہوتی تو کسی طرح یہ بار پسند نہ ہوتا حضور ہی کے قدموں پر یہ زندگی کافی مستعار بسر کی جاتی اور  
اس امر کی حضور سے التجا ہے کہ ایسا نصیب ہو یا یہ امر یقینی ہے کہ حضور کسی وقت اپنے سنگ و افتادہ  
کو توجہ باطنی سے فراہم فرماتے ہوئے اگر حضور کا تصرف باطنی معاذ اللہ ایک دم کو جدا ہو جائے  
تو یہ اند و بگیں طالب طلب حضور از حضور مسلمان نہ رہے اور جان سے بیکار ہو جائے اس مالی میں سے  
اپنا حصہ لینے کا قصد بیت اللہ شریف کے قصد سے ہے اور کوئی سبیل بظاہر نہیں معلوم ہوتی ورنہ  
لڑکوں اور پدر کے نام با آسانی تقسیم ہو جاتا اگر ایسے ممکن ہو کہ بقیہ اسباب تحفے سے تقسیم کر لیا جائے اور  
روپیہ حساب سے پدر کا حصہ پدر کو دے دیا جائے اور لڑکوں کا حصہ مع زر نقد کے خرید لیا جائے اور  
یہ ان کے حصے کے روپے بطور قرض میرے پاس رہیں جب وہ بالغ ہوں تو لو اکر دے جائیں اس وقت  
مجھ کو ان کے تصرف کا اختیار حاصل ہو جائے تو اس میں بہت آسانی ہو جائے کیونکہ بہت چیزیں ایسی ہیں  
کہ فروخت بھی نہیں ہو سکتیں مثل پارچہاں پوسھیدنی زمانہ اور ان کا بیچا بھی معیوب معلوم ہوتا ہے جبکہ  
یہ احقر غلامان اس پر شریعت کی رو سے قابض ہو جائے گا تو اختیار خدا کی راہ میں دے دینے کا ہو جائیگا  
ورنہ وہ رکھے رکھے بیکار ہو جائیں گے یا اپنے میں مشغول کریں گے جس سے طبیعت عاری ہے جیسا ارشاد  
جو تعمیل کی جائے اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے باپ اس میں سے کچھ لے لیں اور بقیہ کو معاف کر دیں  
یا بلا تقسیم کچھ نقد لے کر میرے ہاتھ فروخت کر دیں جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اپنی خوشی سے اس کے

عرض ایک رو مال لے لیں تو بھی عمدہ بر آئی ہو سکتی ہے اور ایسی حالت میں یہ رو مال دے کر راضی ہو۔  
میں لفظ معافی کی ضرورت ہوگی یا یہ رو مال صرف اس کی قیمت ہو جائے گا۔  
تکلیف دہی کی معافی فرمائیں اور اپنی محبت عطا۔ عرضیہ لب لباب بارگاہ دلاور حسین

## الجواب

۴۸۶  
۹۲

بلا حفظہ محب خدا غلام بارگاہ مصطفیٰ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ان صاحب سعید متعلق  
صاحب محمد دلاور حسین خاں صاحب قادری برکاتی حفظہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و  
برکاتہ۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کاملہ  
میں ابد الابد تک سرشار رکھے اور اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی  
عین کار بدین و رضائے رب العالمین ہے۔ ریاضت و مجاہدہ نام کا کچھ اسی کا کہ رضائے الہی میں اپنی  
خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین و تربیت اولاد رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی  
طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے رضائے الہی کے لئے اس کا خلاف کیجئے یہی ریاضت ہوگی تعلقات  
سے نفرت وہ محمود ہوتی ہے جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکا ہوتا ہے  
کہ اپنی حق آسانی کے لئے شرعی کالین سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرایہ میں  
آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا کر لے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں  
کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق تنگ خلعت کی بھی اصلاح قلب و اعمال و تعمیر احوال  
افعال و تحصیل مرادات و افعال فرمائے امدائے دین پر مظفر و منصور رکھے خاتم ایمان و سنت پر  
کرم، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ و ابنتہ و اخوتہ ابہ اجمعین آمین  
والحمد للہ رب العالمین۔

مشترک مالی تقسیم کر کے نابالغوں کا حصہ جدا کرنے کا ان کے باپ کو مطلق اختیار ہوتا ہے اور  
ایسی تقسیم تو دھمی کو بھی روا ہے کہ وارثان بالغین حاضرین کا حصہ جدا کر کے ان کو دے دے اور  
نابالغوں کے حصے بلا تقسیم الگ کر لے تو آپ کو بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ بچوں کے تانا کے ساتھ تقسیم  
کر کے بچوں کا حصہ جدا کر لیجئے نیز باپ کو جبکہ فاسق و فاسد نہ ہو جائز ہے کہ ان کے ایسے احوال بازار کے  
بھاؤ پر خود خرید لے بازار کے بھاؤ میں چیز کی اصل لاگت نہیں دیکھی جاتی بلکہ یہ اس حالت موجودہ پر



بازار میں بیچیں تو کیا دام اٹھیں گے۔ بیٹنے کے کپڑوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نیا تازہ جوڑا اسی وقت بازار میں بیچے تو ہرگز اُدھے دام بھی نہیں گتے نہ کہ استعمالی بیٹنے ہوئے نہ کہ ایسا مال جس کا بکنا دشوار اور رکے رکھے بیکار ہو جائے گا اذلیہ اسے خرید لینے میں تو بچوں کا ہر امر نفع ہے نیز اس کو روپے کہ بچوں کا مال قرضوں خریدنے یعنی قیمت فی الحال نہ دی جائے گی بلکہ اتنے دنوں کے وہ پر مگر روپیہ بیع نہیں ہو سکتا ہاں باپ اپنی حاجت مندی کی حالت میں اس میں سے بقدر ضرورت خرچ کر سکتا ہے اور ان کا روپیہ خود بطور قرض لے لینے کا بھی باپ کو اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء مختلف ہیں بہت کتابیں جواز کی طرف ہیں باپ اگر دین دار متدین خدا ترنس ہو تو اس کے لئے جواز پر فتویٰ دینے میں کچھ باک نہیں آپ بفضلہ تعالیٰ ان صفات کے جامع ہیں پھر جو کچھ ان کے مان سے قرض لیجئے یا قرضوں ایک میعاد معین پر خریدیئے اس کا کاغذ لکھ دینا چاہئے کہ کسی وقت بچوں کو ضرر نہ پہنچے اور اس سب سے بہتر اور خالص بے دخلی یہ صورت ہے اگر ممکن ہو کہ اس ترکہ میں نابالغوں کا جتنا حصہ ہے مثلاً اگر سب ترکہ نو سو روپے کی مالیت کا ہے تو بچوں کا حصہ سو پانچ سو روپے ہو اس کے عرض استے یا اس سے کچھ خفیف زیادہ مالیت کی اپنی جائداد زمین یا مکان یا دکان یا گاؤں میں سے بچوں کے نام بیع کر دیجئے اور کاغذ لکھ دیجئے کہ باپ برابر قیمت کو بھی اپنا مال بچوں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یوں ترکہ میں جس قدر ان کا حصہ اور زیور و اسباب میں سے سب آپ کا ہو جائے گا جو چاہئے کیجئے پھر وہ جائداد کہ جو بچوں کے نام آپ پر ہیں گے اس کی حفاظت نگہداشت وغور پر داشت و تحصیل و تصرف کا اختیار بھی بچوں کے بالغ ہونے تک آپ ہی کو ہوگا، اور اگر آپ کے پاس اور مال نہ ہو تو اس کی آمدنی سے آپ بقدر کفایت اپنے کھانے پہننے کا بھی صرف کر سکیں گے جس میں بچوں کا ضرر نہ ہوگا اور اگر آپ خود اس کے کام اہتمام سے بچنا چاہیں تو یہ بھی روا ہوگا کہ کسی ہر شیار کار گزار دیندار دیانتدار کو کارکن بنائیں یوں ہی ہر طرح سبکدوشی ہو سکتی ہے۔ رہا نانا کا حصہ، وہ اگر یونہی آپ کو معاف کر دیں تو معاف نہ ہوگا یا قبل تقسیم آپ کو ہبہ کر دیں تو جائز نہ ہوگا بلکہ تقسیم کر کے ان کو سپرد کر دیجئے پھر وہ چاہیں تو آپ کو ہبہ کر دیں یا بلا تقسیم اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیچ کر زر مٹن معاف کر دیں اور اس صورت میں ضرور ہوگا کہ زر مٹن اتنا ٹھہرے جس کا وزن اُس قدر چاندی کے چھٹے حصہ سے زائد ہو جو ترکہ کے نقد و زیور وغیرہ میں ہے کہ یہی چھٹا حصہ مرحومہ کے باپ کا ہے یا یوں کریں کہ اپنا حصہ مثلاً ایک کتاب کے عوض آپ کے ہاتھ بیع کر دیں وہ کتاب ہی اس کا معاوضہ ہو جائے گی اور پھر معافی کی کوئی حاجت نہ رہے گی اگر چہ کتاب چار ہی ورق کی ہو یونہی ان کے تمام حصے کے عوض

ایک رومال دے کر بھی بیع ہو سکتی ہے فقط باہمی رضادر کار ہے۔ ہندیر میں قیط سے ہے،  
 لوکان الوصى قسم بين الورثة و عسزل  
 نصيب كل انسان فهذا على خمسة  
 اوجه الاول ان تكون الورثة صفارا كلهم  
 ليس فيهم كبير وفي هذا الوجه لا تجوز  
 قسمته اصلا وهذا بخلاف الاب اذا  
 قسم مال اولاده الصغار وليس  
 فيهم كبير فانه يجوز (شرح قال)  
 الرابع اذا كانوا صفارا او كبارا فعزل نصيب  
 الكبار وهم حضرم فدا فعه اليهم و عزل  
 نصيب الصغار جملة ولم يفرز نصيب  
 كل واحد من الصغار جائز ہے

اگر وصی نے وارثوں میں میراث تقسیم کی اور ہر وارث  
 کا حصہ الگ کر دیا تو اس میں پانچ صورتیں ہیں  
 پہلی صورت یہ ہے کہ تمام وارث نابالغ ہوں ان  
 میں سے کوئی بھی بالغ نہ ہو۔ ایسی صورت میں  
 اس کی تقسیم بالکل جائز نہیں بخلات باپ کے  
 کہ اگر وہ اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کر دے  
 جس میں کوئی بالغ نہ ہو تو جائز ہے (پھر فرمایا)  
 چوتھی صورت یہ ہے کہ وارثوں میں بالغ بھی ہوں  
 اور نابالغ بھی ہوں پھر اس نے بالغوں کا حصہ  
 الگ کر کے ان کو دے دیا جبکہ تمام بالغ ورثا حاضر  
 ہیں اور نابالغوں میں سے ہر ایک کا حصہ  
 الگ الگ نہ کیا تو جائز ہے۔ (ت)

### توزیر الابصار میں ہے،

بیع الاب مال صغیر من نفسه جائز  
 بشل القيمة و بایتخابن فيه  
 باپ اگر نابالغ کے مال کی بیع اپنی ذات سے کرے  
 تو مثلی قیمت کے ساتھ اور معمولی غبن کے ساتھ  
 جائز ہے۔ (ت)

### وللرجل وجامع الفصولین وادب الاوصیاء میں ہے،

لاب شراء مال طفله بغير الفبت  
 لا بفاحشة  
 باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے نابالغ بیٹے  
 کا مال تھوڑے سے غبن کے ساتھ خریدے نہ کہ  
 زیادہ غبن کے ساتھ۔ (ت)

سکھ الفتاویٰ النبیۃ کتاب الوصایا ابواب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۲/۶  
 سکھ الدر المنہار شرح تنویر الابصار باب الوصى مطبع مجتہدی دہلی ۳۲۴/۲  
 سکھ آداب الوصیاء علی ہامش جامع الفصولین فصل فی الوابی اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۲/۲





قدس ما یصیر مؤدیاً صندہ دینہ و مثله  
فی هذا کله الوصی (ملخصاً)

رکے پھر اگر وہ دین کا ہو گیا تو یہ اس کا ضامن  
بنے گا، اور ان سب صورتوں میں وصی باپ  
کی مثل ہے (ملخصاً)۔ (تہ)

اسی میں ہے،

فی الخلاصة و من القوافی و مختارات  
النوازل لو باع الوصی مال المصیبی  
او الاب من غریب نفسه تقم العقامة  
بینہما ویضمن المصیبی الثمن عند  
الطرفین ولا یقیم عند ابی یوسف و کذا  
الحکم فی بیع الاب یکه

خلاصہ، رہیں القوافی اور مختارات النوازل  
میں ہے اگر وصی یا باپ نے مال صغیر کو اپنے  
قرض خواہ کے ہاتھ بیچ دیا تو ثمن اس قرض کا  
بدل واقع ہوگا، اور وہ وصی یا باپ صغیر کے لئے  
ثمن کے ضامن ہوں گے۔ یہ طرفین کے نزدیک  
ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک  
وہ بدل واقع نہیں ہوگا، یہی حکم باپ کی بیع کی صورت  
میں ہے۔ (تہ)

اسی میں ہے،

فی فتاویٰ الدیناری الوصی اذا باع مال  
الیتیم یا حیل حیواناً و مثله الاب و  
ف الخلاصة و المنیة الوصی البییم  
بالسینة ان لم یضمن تلفه  
بالحیود و الانکار و لا المنع عند  
حصول الاجل و النقصانہ و لم  
یکن الاجل بعیداً فاحشا ذکوره  
ف حکل من الولو الجیة  
والخاصیة اھ اقول و یما مر  
لہ آداب الادویار علی ہاشم جامع الفصولین

فتاویٰ دیناری میں ہے کہ وصی اگر مالی یتیم کو  
ایک مدت تک ادھار پر بیچ دے تو جب تک  
ہے اور باپ بھی اسی کی مثل ہے۔ خلاصہ اور  
قیمہ میں ہے وصی کو ادھار پر بیع کرنا جائز ہے  
اگر یہ خوف نہ ہو کہ مال بسبب انکار کے ضائع  
ہو جائے گا اور نہ یہ دور ہو کہ مدت گزر جانے کے  
باوجود مشتری ثمن نہیں دے گا اور نہ ہی وہ  
مدت بہت زیادہ طبعی ہوگی۔ یہ تمام ولوالجیہ  
اور خانہ سے منقول ہے اھ میں کہتا ہوں

فضل فی الاباق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۰/۲

۱۳۳/۲ " " " " " " " "

۱۳۴/۲ " " " " " " " "

من فرع المقاصة ومن تص الاسبيحاني  
ان الوصي فيه كالا ب يعكرو على دعوى الاجماع  
المارعت العدة ويقدر فيها ايضا  
ما ق غمز العيون اخر السرائف  
عن فوائد صاحب المحيط اذا استقرض  
(اي الوصي) مال اليتيم هل يصح  
في قول الامام لا يملك وقد  
اختلف المشائخ فقال بعضهم ان  
كان الوصي مليا يملك والا فلا  
والاصح انه لا يملك انه وفي  
قرض ادب الادوية وفي  
نوادير هشام سمعت محمدا  
يقول ليس للوصي ان  
يستقرض مال اليتيم عند  
اب حنيفة واما انا فلا  
ارعب به باسائت فعل  
ذلك وله وفاء بما استقرض  
ومثله في المنتقى والعتابية  
والخانية الخ وتمامه  
فيه نعم الاظهر احوط  
هو المتم كنه و هو  
مذهب الامام اقول

ما قبل میں مذکور بدل واقع ہونے والی فرع سے اور  
اسپیحانی کی اس نص سے کہ وصی مثل باپ  
کے ہے وہ دعویٰ اجماع گدلا ہو جاتا ہے جو  
بحوالہ عدہ گزرا ہے، اور اس کو وہ بات بھی  
مجروح کرتی ہے جو غمز العیون کے باب الغرائض  
کے آخر میں صاحب محیط کے فوائد سے منقول  
ہے کہ وصی اگر مال یتیم کو قرض پر لے تو کیا وہ امام  
ابو حنیفہ کے قول کے مطابق صحیح ہوگا اس میں  
مشائخ کا اختلاف ہوا ان میں سے بعض نے کہا  
اگر وصی مالدار ہے تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار  
ہے ورنہ نہیں، اور اصح یہ ہے کہ اس کو  
ایسا کرنے کا اختیار نہیں اور ادب الادویہ  
کے باب القرض اور نوادر ہشام میں ہے میں نے  
امام محمد علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ  
علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی کو مال یتیم قرض پر لینے  
کا اختیار نہیں بلکہ میں اس میں کوئی حرج نہیں  
سمجھتا، اگر اس نے ایسا کیا اور اس کے پاس  
اس قرض کو ادا کرنے کے لئے مال موجود ہو تو حرج  
نہیں اور اسی کی مثل غنقی، عابریہ اور خانیہ  
میں ہے الخ اور اس کی مکمل بحث ادب الادویہ  
میں ہے، بالی زیادہ ظاہر اور زیادہ محتاط  
منع ہی ہے، کیسے نہ ہو جبکہ وہ امام ابو حنیفہ

ولک ان تجیب عن الرهن بانہ  
لیس تملک ولا اہلاکاً فلا یقاس علیہ  
الاستقراض ولا اداء دین نفسه من  
مال الصبی اما لزوم الضمان فی  
الرهن فبحکم الهلاک العارض و  
فی صورة المقاصة ایضا انما  
صدر منه البیع وهو سائل له والمقاصة  
وقعت لان الحقوق ترجع الیه وکمر  
من شئ یتثبت ضمان ولا یتثبت  
قصداً والله تعالی اعلم۔

علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں تو رہن مالی  
قرع کا جواب یوں دے سکتا ہے کہ وہ نہ تملک  
ہے اور نہ ہلاک کرنا، لہذا اس پر قرض لینے اور  
مال صغیر سے اپنا قرض ادا کرنے کو قیاس نہیں  
کیا جاسکتا۔ رہا رہن میں ضمان کا لازم ہونا تو وہ  
ہلکے عارض کا حکم ہے اور بدل واقع ہونے والی  
صورت میں بھی بیع تو اس سے اسی حال میں صادر  
ہوتی کہ وہ اس کے لئے جائز تھی اور عین کا قرض  
کے لئے بدل واقع ہونا اس لئے ہے کہ حقوق  
بائع کی طرف لوٹتے ہیں اور بہت سی اشیاء ضمانت  
ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

نیز ادب الاوصیاء فصل اباق میں ہے :  
فی النسیق یجوز للوصی شراء مال الیتیم  
نفسه و بیعه مال نفسه من الیتیم  
فاذا ارفع ذلك الما القاضی انت  
مرأی خیرا برمه والنزہ والافخه و  
نقصه قال ومثله بیع ازب و شراؤا  
حیث یكون للقاضی فسخه ان لم یکن  
غیر الیتیم یعنی الابن لکن عدم الخیریة  
فی الاب کونه ناقصا عن ثمن العشل  
نقصا لا یتغایب فیہ الناس۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
ثمن مثل ۱۰۰ اس قدر کہ جو کسی کا غنیمتوں میں رائج نہیں ہے اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

حقیقی میں ہے وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ  
مال یتیم کو اپنے لئے خریدے یا اپنا مال یتیم  
پر نیچے پر جب یہ معاملہ قاضی کے پاس پہنچے  
تو اگر وہ اس میں بھلائی دیکھے تو اس کو پکا اور  
لازم کر دے ورنہ اس کو فسخ کر دے، اور  
اسی کی مثل باپ کی خرید و فروخت ہے، اگر وہ  
یتیم بیٹے کے حق میں خیر نہ ہو تو قاضی اس کو  
فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن باپ کی صورت  
میں خیر کا نہ ہونا تب ہوگا کہ جب وہ خرید و فروخت  
کے لئے اس قدر کم ہو جس قدر کہ رائج نہیں ہے اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۰ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ایک مکان بحالت مرض الموت بی بی کے کھنے سے بی بی کے نام بعض دوسروں پر مہر کے منتقل کر دیا حالانکہ قبل اس کے بی بی نے مہر معاف کر دیا تھا اور بی بی نے اس غرض سے مکان منتقل کرایا تھا کہ قرضہ سے بچ جائے۔

زید اس تحریر کے قیس سے روز مر گیا اور ایک لڑکا اکبر لڑکی اور بی بی چھوڑے، اول بی بی نے سو سو روپے میں رہیں رکھا اور اب فروخت کرتی ہے اور لڑکا لڑکی بدستور قابض و ذیل ہیں ایسی صورت میں کس قدر حصہ پا سکتے ہیں اور یہ انتقال زید کا کیا حکم رکھتا ہے؟  
منوالہ توجروا۔

### الجواب

انتقال کی یہ فرض اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انتقال فرضی ہو اور جب زید اقرار کر رہا ہے کہ اس پر زوجہ کا مہر باقی ہے اور اس کے عوض میں یہ جائیداد دیتا ہے تو اس کے وارثوں کا دعویٰ کو عورت پہلے اپنا مہر معاف کر چکی تھی مسموع نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

راجل اقدر لامرأته بمهر الف درهم فی مريض موتہ ومات ثم اقامت الورثة البینة ان المرأة وهبت مهرها لزوجها فی حیاة الزوج لا تقبل والعمر لا ینام باقراره وکذا فی الخلاصة۔

کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کے لئے ایک ہزار درہم مہر کا اقرار کیا اور وہ مر گیا۔ پھر اس بات پر گواہ قائم ہوئے کہ عورت نے شوہر کی زندگی میں اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا تھا تو یہ گواہ قبول نہیں کئے جائیں گے اور شوہر کے اقرار کی وجہ سے مہر لازم ہوگا۔ خلاصہ میں یوں نہیں ہے۔

حکیم مہر روپے تھے ان کے عوض مکان دینا بیع ہے اور زید کو مرض الموت تھا اور عورت اس کی وارث ہے اور وارث کے ہاتھ مریض کا کوئی چیز چھینا اگرچہ بابر قیمت کو بوجہ اجازت دیگر ورثہ کے باطل ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا باع المريض فی مرض الموت من وارثه مریض نے مرض الموت میں اپنے وارث کا ہاتھ



عیناً من اعیان مالہ ان صحیح جاز بیعہ  
وان مات من ذلک المرض ولم تجز  
الورثۃ بطل البیع

اپنے مال سے کوئی خاص شئی فروخت کی، پھر اگر  
وہ مرض صحت مند ہو گیا تو اس کی بیع جائز  
ہوگی اور اگر وہ کسی بیماری سے مر گیا اور وارثوں نے

بیع کی اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جائیگی (دست)  
پس اگر دیگر ورثہ اس انتقال کو جائز نہیں رکھتے تو یہ بیع باطل ہوگی مکان پرستور متروکہ زید پر  
البتہ دوسرے روپے مہر کے دینے سے بعد اسے مہر دیگر دیون مکان و دیگر متروکہ زید حسب شرائط مندرجہ  
چوبیس سہام ہو کر تین سہم زوہر چودہ پیر سات و ختر کو عیس، تنہا عورت کو اس کی بیع کا اختیار نہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ مسلہ حافظ محمد یاز از قصبہ نجیب آباد ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ

بجائے اپنے ترکہ میں دو لاکھ زید، عمر و اور ایک مکان مسکونی چمڑا۔ چند مدت کے بعد ہرے  
بھائی زید کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی اور ایک لاکارہ گیا، اس متوفی کی جانب سے ایک شخص شریک  
اور مختار کل کاروبار تھا۔ بچہ کے دوسرے لاکھ عمر و نے نصف حق مکان اپنے بھائی متوفی کا منہا نسب  
پسربا بلغ متوفی معرفت مختار متوفی چپاس روپے کو بیع خرید کر بیع نامہ مختار سے لکھایا کہ جس پر مختار نے  
پسرب متوفی کے قلم اپنے ہاتھ سے کر دینے اور ایک دستخط اپنے خود کر دیئے لیکن رجسٹری نہیں ہوئی اور  
گو ایسی حاشیہ بھی سب فوت ہو چکے بعد تحریر وغیرہ کے ایک مکان یا زمین جو زیر دیوار مکان بیع مذکور  
کے تھی اسی چپاس روپے سے جو اوپر دے چکے تھے پسرب متوفی و بیوہ متوفی مذکور کو بکر کے چھوٹے لاکھ عمر و  
نے خرید دی اور اس کا بیع نامہ پسرب متوفی یعنی اپنے برادر زادہ کے نام تحریر کر دیا جس کی عمر ۳۴، ہم برس  
کی تھی پس اس وقت بیوہ متوفی زید اپنے پسربا بلغ کو لے کر اس مکان میں چلی گئی جو ان کو خرید دیا تھا،  
اب وہ مکان متروکہ بکر با کل سار اس کے چھوٹے لاکھ عمر و کے پاس رہا مکان متروکہ بکر کچھ بچہ و  
کچھ خام تھا عمر و نے اپنی وگت سے اس خام کو بھی بچہ کر لیا قریب ماص روپے کے اس میں صرف بونے  
اور عرصہ ۲۲ برس سے برابر اس عمر و کی اس میں سکونت و دخل ہے اب عرصہ دو تین برس کے عرصہ کے  
برادر زادہ نے اس مکان کو بکر میں اپنے باپ متوفی زید کا نصف حصہ طلب کیا ہے اور اس برادر زادہ  
کی عمر اس وقت قریب ۳۸ برس کی ہے جب سے بالغ ہوا تھا جب سے کوئی جگہ انہیں کیا تھا اب

کرتا ہے اور برادر زادہ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ پچاس روپے جس سے مجھ کو مکان چھپا کر دینے خرید کر دیا تھا وہ میں نے ۷ برس ہوئے کہ واپس چچا صاحب کو دے دیئے ہیں اور چھپا یہ کہتے ہیں کہ ہم نے واپس نہ لئے تھے اور اس امر کا طریق سے کوئی گواہ دیدہ موجود نہیں ہے شہیدہ معتبر نہیں۔ اب یہ معاملہ پنچایت میں پیش ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے،

- (۱) جو بیٹا مر مختار نے نابالغ کی طرف سے کر دیا وہ بیع درست ہوئی یا نہیں؟
- (۲) اگر بیع درست نہ ہوئی تو نصف مصر چھپا و نصف مصر برادر زادہ کا ہوگا یا نہیں؟
- (۳) جو چھپا نے بعد خرید لینے مکان متروکہ کے ماحصہ کی تعمیر اپنی لاگت سے کی وہ اس کو ملنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ۳۲ برس سے جو چھپا صاحب نے اس مکان متروکہ میں خالص سکونت کی ان کا کرایہ نصف کا حقدار برادر زادہ ہے یا نہیں؟

(۵) جو برادر زادہ بیان کرتا ہے کہ میں نے چھپا کو پچاس روپے واپس دے دیئے ہیں اگر چھپا حلف اٹھائیں تو میں مکان سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ میں حلف اٹھاتا ہوں اس صورت میں کس کا حلف معتبر ہے اور کس کو حلف دلایا جائے؟

(۶) اگر بیٹا مر مذکورہ ناجائز تسلیم ہو اور برادر زادہ نے پچاس روپے کا حلف کیا ہو تو اس کو پچاس روپے ہی دلائے جائیں گے یا کیا ہوگا کیونکہ جب مکان کی بیع جائز ہو چکی ہو؟

(۷) اگر مکان کی بیع ناجائز ہے تو بعد حلف برادر زادہ کے نصف حصہ مکان برادر زادہ کا قرار پائے گا یا نہیں اور بابت لاگت اور کرایہ مکان کیا عمل درآمد ہوگا؟

مسائل مذکورہ بالا میں نہایت جھگڑے اور فساد واقع ہیں لہذا موافق شرع شریعت ارشاد فرمادیکئے اجر عظیم و ثواب دایرین ہوگا۔

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

مکان ۳۲ برس سے عمرو کے قبض و تصرف میں ہے اور پسر زید کو بالغ ہوئے بھی بیس برس سے زیادہ زمانہ گزرا اور وہ اتنی مدت مدید تک ساکت رہا یہ اگرچہ اسے مستلزم ہوتا کہ اب پسر زید کا دعویٰ دسنا جاتا مگر جبکہ عمرو تسلیم کرتا ہے کہ واقعی یہ نصف مکان پسر زید کی ملک کا اقرار اور اس کے اپنی طرف اشتغال ملک کا دعویٰ ہوا اور کوئی دعویٰ بے دلیل مقبول نہیں اور ہر مقرر اپنے اختیار پر

ماخوذ ہے اور بعد اقرار کوئی تمادی عمل نہیں چوتی، اگر سو برس کے بعد کوئی اقرار کرے کہ یہ سنی فلاں کی ملک ہے تو وہ اقرار اس مقررہ قیمت ہوگا اور سو برس گزر جانا کچھ غلط نہ ڈالے گا۔ علامہ خیر الدین دہلی استاد صاحب در مختار رحمہما اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ خیر میں ہے،

دعوی تلقی الملك من السورث اقرار بالملك  
له ودعوى الانتقال منه اليه فيحتاج  
المدعى عليه الى بيعة وصار المدعى عليه  
مدعىا وحكلا مدعى محتاج الى بيعة  
ينوس بهما دعواه ولا ينفعه وضع اليد  
المدقة المذكورة مع الاقرار المذكور  
وليس من باب ترك الدعوى بل من  
باب المواخذة بالاقرار من اقرار شخص  
لغيره اخذ باقراره ولو كان في يده احقابا  
كثيرة لا تقا، وهذا اصلا يتوقف فيه  
اس کے اقرار کے سبب سے وہ شی اس سے لے لی جائیگی اگرچہ وہ بے شمار اس کے قبضے میں رہی ہو  
اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر توقف نہیں کیا جاتا۔ (ت)

زیرید انتقال جو عمرو نے بنایا کہ مختار پدر سے بیعنا مکر الیا محض باطل و بے اثر ہے اول تزیید کی  
زندگی میں اس کا مختار ہونا زید کے بعد اس کی اولاد پر وحی ہونا نہیں زید کے مرتے ہی وکالت ختم  
ہو گئی۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے،

ينعزل الوكيل بسوت احد هما  
دو ذوں میں سے کسی ایک کی موت کے سبب سے  
وکیل معزول ہو جاتا ہے (ت)  
اور اگر ثابت بھی ہو کہ یہ مختار وحی بھی تھا تو اگر یہ پچاس روپے اس نصف مکان کی واقعی قیمت کے

پورے دو نئے یا دو نئے سے بھی زائد نہ تھے جیسا کہ بھی ظاہر ہے تو صورت مذکورہ میں اسے بیع مکان کا اختیار اصلاً نہ تھا وہی نابالغ کی جائیداد غیر منقولہ دو چند قیمت سے کم کو تو صرف معدود صورت ضرورت میں بیع سکتا ہے میت پر کوئی دین ایسا ہو کہ بغیر اس کے بیچے اور نہ ہو سکے گا یا اُس نے کچھ روپوں کی ایسی وصیت کی کہ اسے بیچ ہی کر پوری ہو سکے گی یا مکان گرا جائے خراب ہو جاتا ہے اور مرمت کے لئے کچھ پاس نہیں یا کسی ظالم نے دبا لیا ہے کہ نہ بیچے تو مفت ہاتھ سے جائے یا نابالغ کے کھانے پینے کو اس کے سوا کچھ نہیں وہ جائیداد یا کرایہ و محصول کی چیز ہے اور اس کی آمدنی اسی کو لگ جاتی ہے۔ درمختار میں ہے :

وچانر بیعہ عقار صغیر بضعف قیمتہ  
اولنفقة الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ  
لانفاذ لہا الامنہ او لکونہ غلاتہ لاتزید  
عل مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ  
او کونہ فی بید متغلب، درر و امشایہ ملخصاً  
وہی کے لئے جائز ہے کہ وہ نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد کو دگنی قیمت پر یا صغیر کے نفع کے لئے یا میت کے قرض کی ادائیگی کے لئے یا اسکی ایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کے لئے بیچ دے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہو سکتا نیز اس جائیداد کی پیداوار اس پر خرچ سے زائد ہو یا اس جائیداد کے ویران ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے ہاتھ لگ جانے کا ڈر ہو تو بھی اس کو بیچ سکتا ہے، درر و امشایہ (ملخصاً)  
ظاہر ہے کہ یہاں اُن صورتوں میں سے کچھ نہ تھا ان بلاد میں نہ ہرگز یہ امید ہے کہ نصف مکان جس میں بختہ عمارت بھی ہے صرف پچیس روپے یا اس سے بھی کم ہو تو نظر بظاہر ہو اگر مکر و نے اپنا نفع خیال کیا اپنے لئے مکان خالص کر لینا چاہا اور جو قیمت اپنی خواہش کے موافق چاہی اُس پر ایک اجنبی سے جسے تمیم کا کیا درد ہوتا فیصلہ کر لیا اور اس کے عوض دوسرا مکان تمیم کو خرید دیا عنرض صورت مذکورہ میں مختار کو اس بیع کا کچھ اختیار نہ تھا تو یہ بیع فضولی ہوئی اور وقت عقد اس کا کوئی اجازت دینے والا نہ تھا کہ اُن چند عذروں کے سوا جب خود وہی کو اختیار بیع نہیں تو غیر وہی بدرجہ اولیٰ کہ فضولی جو ایسا عقد کرے جس کا نافع کرنا اس وقت کسی کا منصب نہ ہو وہ عقد محض باطل ہوتا ہے۔ درمختار باب الفضولی میں ہے :

حکل تصرف صدر منہ ولہ مجیز ہر تصرف جو فضولی سے صادر ہو دران حالیکہ

حال وقوعہ انعقد موقوقاً و مالا مجیزاً  
حالة العقد لا ینعقد اصلاً  
اور جس کی اجازت دینے والا بوقت عقد کوئی نہ ہو وہ بالکل منعقد نہیں ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں جامع التصریح سے ہے،

وطلق او وہب مالہ او تصدق بہ او باع  
مالہ معایات فاحشة او شری شیئاً یا کثر  
من قیمتہ فاحشاً او عقد عقداً مالم یفعلہ  
ولیہ فی صباہ لم یجز علیہ فہذہ کلہا باطلۃ  
وان اچانہا الصبی بعد بلوغہ لم تجز  
لانہ لا مجیز لہا وقت العقد۔  
نابالغ نے اگر طلاق دی یا اپنا مال ہبہ کیا یا اسے  
صدقہ کیا یا اپنا مال بہت زیادہ کم قیمت پر فروخت  
کیا یا کوئی سستی اس کی اصل قیمت سے بہت  
زیادہ قیمت کے بدلے خریدی یا کوئی ایسا عقد کیا  
کہ اگر اس کا دلی اس کی صغر سنی میں وہ عقد  
کرتا تو جائز نہ ہوتا۔ یہ تمام عقود باطل ہیں۔

اور اگر نابالغ نے بالغ ہونے کے بعد ان کی اجازت سے دی تو وہ جائز نہیں ہوں گے اس لئے  
کہ وہ وقت عقد ان کی اجازت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ (ت)  
فتاویٰ خیر میں ہے،

یتیم باع جدہ عقاساً بغیر مسوغ  
صرح فی التارخانیۃ عن المنتق  
انہ باطل۔  
قیم کے دادائے قیم کی غیر منقول جائیداد بلا جواز  
بیع دی، تارخانیہ میں منتق سے اس بات  
پر تصریح منقول ہے کہ یہ بیع باطل ہے (ت)

اور بیع باطل ہوتی تو پچاس روپے جو قیمت کے قرار دیئے تھے وہ بھی ملک عسرو سے  
مٹ چکے کیلایچشم البدل انت فی ملک واحد (تاکہ ملک واحد میں دونوں بدل جمع  
نہ ہوں۔ ت) اگر عرو نے یہ روپے پسر زید کو نہ دیئے تھے جب تو ظاہر کہ اس کی ملک اس کے  
پاس تھی اور اگر دے دیئے تھے اور پھر دوسرا مکان خریدنے کے لئے اس سے لے کر یا بے مکان  
دوم کو دیئے تھے تو جس وقت پسر زید سے واپس لے عرو کے روپے عرو کو پہنچ گئے اور پسر زید  
پر ان کا مطالبہ نہ رہا۔ درمختار میں ہے،

لے الدر المختار کتاب المیراث فصل فی الفضولی مطبع مجتہائی دہلی ۳۱/۲  
لے رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶/۴  
لے الفتاویٰ الخیرۃ کتاب الوصایا دار المعرفۃ بیروت ۲۱۴/۲

والاصل ان المستحق بجهة اذا وصل  
الى المستحق بجهة اخرى اعتبار واصل  
بجهة مستحقه ان وصل اليه  
من المستحق عليه والا فلا وتامه في  
جامع الفصولين آية

جس پر استحقاق ثابت ہو اور نہ یہ حکم نہیں ہوگا۔ اس کی مکمل بحث جامع الفصولین میں ہے (ت)  
پھر جبکہ غمزدہ نے بھتیجے کو دوسرا مکان خرید دیا اور اس کی قیمت اس روپے سے ادا کی جو غمزدہ  
ہی کی ملک تھا تو یہ مکان غمزدہ کی طرف سے اس کو ہبہ ہو ا قیمت کا مطالبہ پسرزید سے نہ ہوگا۔  
احکام الصغار پھر غمزدہ میں ذخیرہ و بکلیس سے ہے۔

امراة اشتدت ضیعة لولدها الصغیر من مالها  
وقم الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد فیکون  
الضیعة للولد لان الام قصیر داهية یلک  
مالک نہیں اور وہ جائیداد اولاد کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی برائی۔ (ت)

پسرزید جو پچاس روپے غمزدہ کو واپس کرنے کا دعویٰ کرتا ہے جب تک شہادت شریعہ سے ثبوت  
نہ ہو مقبول نہیں، ہاں اگر گواہی عادل سے ثابت ہو جائے یا پسرزید حاکم کے یہاں گواہ ڈالے اور  
غمزدہ سے طعنے لگے اس پر غمزدہ طعنے سے انکار کر دے تو یہ پچاس روپے غمزدہ پر ثابت ہو جائیں گے اور  
اذا تھا کہ پسرزید نے اس گمان سے دیئے کہ یہ حق غمزدہ میں ان کی واپسی شرعاً مجب پر لازم ہے حالانکہ واقع  
میں ایسا نہ تھا تو یہ روپے بھی غمزدہ پسرزید کو واپس دے گا۔ خیر پھر حامد یہ میں ہے۔

فی شرح النظم الوهبانی لشیخ الاسلام  
عبد البرزات من دفع شیئاً لیس  
بواجب فله استرداد الا اذا دفعه  
على وجه الهبة واستهلكه

شیخ الاسلام عبد البرکی تصنیف شرح النظم الوهبانی  
میں ہے اگر کوئی کسی کو ایسی شئی دے جس کا  
دینا اس پر واجب نہیں تو وہ اس شئی کو واپس  
لے سکتا ہے مگر اس وقت نہیں لے سکتا جب

القابض اور قد صرحوا بان من ظف  
ان عليه دينا فان خلافة يرجع بما ادعى  
ولو كان قد استهلكه سجع ببدله  
اس نے وہ شئی بطور ہبہ دی اور اس پر قبضہ کر لیا  
نے اسے ہلاک کر دیا الخ تحقیق مشائخ نے تصریح  
فرمائی کہ کسی کو گناہ ہوا کہ اس پر کسی کا قرض ہے  
پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو چکھ اس نے ادا کیا اس میں رجوع کر سکتا ہے، اور اگر اسکو وصول  
کرنے والے نے ہلاک کر دیا ہو تو اس کے بدل کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے۔ (ت)

ان روپوں کے دعویٰ میں علف چھاپا ہے پس ردیہ کا حلف معتبر نہیں، اور اگر چھاپ علف کرے  
قریب روپے اس پر لازم نہ آتے گئے مکان پر اس کا اثر نہ ہو گا پس ردیہ کا کہنا کہ چھاپ علف کر لیں تو میں  
مکان سے دستبردار ہوتا ہوں محل و باطل ہے کہ دستبرداری ان اشیاء سے نہیں جن کو کسی شرط پر  
معلق کر سکیں۔ رد المحتار میں ہے،

علی فی الخلاصة لعدم صحة تعليق الرجعة  
بالشرط بانه انما يحتل التعليق بالشرط  
ما يجوز ان يخلع به ولا يخلع بالرجعة انه معناه  
لا يقال انت فعلت كذا فعلى انت  
اس اجم من وجوب كذا يقال فعل حبس او  
حصرة او غيرهما ما يخلع به  
کروں جیسا کہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر حج یا عمرہ وغیرہ لازم ہو گا یعنی ایسی چیز کا  
ذکر کیا جس کے ساتھ علف جائز ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

وعزل الوكيل (ای لا يصح تعليقه)  
بان قال عزلتك على انت تمدي  
المث شيئا او انت قدم فلان  
لانه ليس ما يخلع به فلا يجوز  
اور وکیل کو معزول کرنے کی تعلیق صحیح نہیں، اس  
کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر تو مجھے کوئی  
شئی دے دے یا اگر فلاں شخص آئے تو میں نے  
تجھے معزول کیا اس لئے کہ یہ چیزیں ایسی نہیں

تعلیقہ بالشرط عیسوی

جس کے ساتھ ملحق جائز ہو لہذا ان کو کسی شرط کے  
ساتھ ملحق کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ت)

پھر جب نصف مکان پیرزید کا ٹھہرا اور اس میں عمر دے اپنے روپے سے عمارت جدید بنائی  
مکان تقسیم کیا جائے جتنی عمارت عمر دے پیرزید میں آئے عمر پر لازم ہے کہ اپنی عمارت اس کے حصے سے  
اکھیر کر خالی کر دے اور اگر اس میں زمین پیرزید کو نقصان کثیر پہنچے تو پیرزید کو اختیار ہوگا کہ وہ عمارت  
خود لے لے اور اس کی اتنی قیمت عمر کو دے دے جو اکھیر لے ہوئے ملک کی ہوتی ہے اور اس میں  
اس کے اکھیر کرنے کی اجرت مجرا کر لے شوق عمارت حالت موجودہ پر زرخ و انج سے ساتھ روپے کی ہوتی ہے  
اور اکھیر ٹی جائے تو ٹوٹا ہوا عملہ تیس روپے کا رہ جائے اور دوسرے اس کے اکھیر دانے کی ضرورت  
میں صرف ہوئے تو پیرزید اٹھائیس روپے عمر کو دے اور عمارت اپنی ملک کر لے۔ تنویر الابصار  
میں ہے :

من یبی او غریب فی ارض خیرۃ بغیر  
اذنہ امر بالقلع والہرہ وللہ الذی انہ  
یفنن لہ قیمة بناء او شجر امیر  
بقلمہ ان نقصت الارض بہ ینہ  
کہ وہ اس عمارت یا درخت جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے کی قیمت کا ضمان دے دے اگر اکھاڑنے  
سے زمین کو نقصان ہوتا ہو۔ (ت)  
رد المحتار میں ہے :

وہی اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرة  
القلع فان كانت قیمة الارض مائة و  
قیمة الشجر المقلوع عشرة واجرة القلع  
درہم بقیة تسعة درہم  
فالارض مع هذا الشجر  
اور اس قیمت میں اکھاڑی ہوئی عمارت یا درخت  
کی قیمت سے اکھاڑنے کی اجرت کے برابر کی  
کی جائے گی چنانچہ اگر زمین کی قیمت سو درہم  
ہو اور اکھڑے ہوئے درخت کی قیمت دس درہم  
ہو جبکہ اکھاڑنے کی اجرت ایک درہم ہو تو اس



تقوم بمائة وتسعة وساهم فيضين  
المالك المقيم، مخرج

ایک درہم کو نکال کے درخت کی قیمت نو درہم بھی لہذا  
اس درخت کی قیمت سمیت ایک سو نو درہم میں  
بڑی تو مالک نو درہم ضمان دے گا، مخرج۔ (ت)

اور جبکہ نصف مکان بدستور پسر زید کی ملک ٹھہرا اور وہ اس وقت قیم تھا تو جس دن کہ کل  
مکان پر عمرو نے قبضہ کیا اس وقت سے پسر زید کے بالغ ہونے تک جتنی مدت گزری کہ زیادہ سے زیادہ  
گیارہ برس اور کم سے کم آٹھ برس ہوگی اس مدت میں ملک زید کا کرایہ مثل عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے  
جب تک عمرو نے عمارت جدید بنائی تھی اس حیثیت موجودہ پر زرخ عام سے جو اس مکان کا کرایہ ہوتا ہے  
کا نصف دینا آئے گا اور جس نے عمارت جدید بنائی اگر عمارت قدیم بھی قائم رکھی تو اتنا ہی واجب رہے گا  
جو قبل عمارت جدید کے تھا اور اگر عمارت قدیم منہدم کر دی تو جو کچھ اس میں قابل تاوان تھا اس کا تاوان  
عمرو پر آئے گا اور اس کے بعد سے جو غالی زمین کا کرایہ مثل ہوا یا بلوغ تک وہ واجب آئے گا کہ یہ  
مال قیم کا تھا اور مال قیم پر قبضہ کرنے سے بلا عقد اجارہ اجرت مطلق لازم آتی ہے اگرچہ تصرف کرنے والا  
قیم کا شریک ہو خواہ بدعویٰ غریبہ یا ریویہ تصرف کرے۔ در مختار میں ہے :

منافع الغصب استوفها او عطلها  
لا تضمن الا فثلث فيجب  
اجبر المثل ان يكون  
المغصوب وقفا او مال  
اليتيم فعلى المقتصد تجب  
الاجرة على الشريك وبه افتى  
ابن نجيم او معد الاستغلال  
الا ف المعد اذا سكن  
بتاويل ملك كبيت سكنه  
احد الشرعاء او عقد  
كبيت الزهف سكنه الموقوف

غصب کے منافع پر ضمان نہیں چاہیے غاصب  
نے ان منافع کو حاصل کیا ہو یا انھیں معطل رکھا  
ہو سوائے تین صورتوں کے کہ ان میں غصب  
کے منافع پر مثل اجرت واجب ہوتی ہے وہ  
یہ ہیں کہ مغصوب وقف ہو یا مغصوب یتیم کا  
مال ہو تو معتد مذہب کی بنیاد پر شریک پر اجرت  
واجب ہوگی اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا  
ابن قیم نے، یا وہ مغصوب کرایہ حاصل کرنے  
کے لئے تیار کیا گیا ہو سوائے اس مغصوب کے  
جسے کرایہ حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو  
مگر غاصب اس میں ملک کی تاویل کے ساتھ

ممكن المرتفعون ثم بان للغير معبدا  
للاجارة فلا شئ عليه اه  
ملقطا۔

بجیسے رہن کا مکان جس میں مرتب نے سکونت اختیار کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ مکان کسی غیر شخص کا ہے  
جو اجارہ کے لئے بنایا گیا ہے تو اس پر کچھ بھی ضمان نہیں ہوگا (القطا)۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله الا في المعد اطلاق الاستثناء من  
قوله او معد فقط وانما الوقت  
ومال اليتيم يجب فيه الاجر على كل  
حال ولذا قدم الشارح انه لو  
شرع داسرا وسكنها فظهرت وقفها  
اول تفسير لزومه الاجر صيانة لهما وقد منا  
انه المختار مع انه سكنها بتاويل  
ملك او عقد فاحفظه فقد يخفى  
على كثيرين

کے لئے۔ اور ہم نے پہلے بیان کیا کہ بیشک یہی مختار ہے حالانکہ وہ ملک یا عقد کی تادیل کے  
ساتھ اس گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کو یاد کر لے۔ تحقیق یہ بہت سے انسداد پر غنی  
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

لزومه اجر المثل قال الحموي هو  
مبنى على تصحيح المحيط و  
هو الذي ينبغي اعتنا به وقال الشيخ شرف الدين  
منه شلى اجرت لازم ہے۔ حموي نے کہا کہ وہ  
محیط کی تصحیح پر مبنی ہے اور وہ وہی ہے جس پر  
اعتنا دیا جائے۔ شیخ شرف الدین نے کہا وہی

هو المختار كما في التجنيس والسزید  
قلت وهو ما اعتمد في وقف البحر  
ومشی علیہ الشارح وافق بیہ فی  
الخیرية وغیرها فلیحفظ

مختار ہے، جیسا کہ تجنيس اور سزید میں ہے۔ میں  
کتا ہوں اسی پر حجر کے باب الوقف میں اعتماد  
کیا ہے اور اسی پر شارح علیہ الرحمہ طے میں  
اور اسی کے ساتھ تخریر وغیرہ میں فتویٰ دیا گیا  
اسے یاد رکھنا چاہئے۔ (ت)

اُسی کے آخر کتاب الشکر میں ہے،  
ولو كان وقفا او مال یتیم یسلزمہ  
اجرة شریکہ علی ما اختارہ المختارون  
وهو المعتمد لہ

اگر وہ وقف یا مال یتیم ہے تو اس کے شریک  
کی اجرت لازم ہے جیسا کہ اس کو اختیار کیا  
اختیار کرنے والوں نے۔ اور وہی معتد ہے (ت)

یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ یتیم کے مال میں بے احتیاطی برتی۔ ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت  
ہو جائے کہ مختار زید نے عمرو کے ہاتھ پسر زید کا حصہ بیع کیا اور وہ مختار زید کا وصی تھا اور اس  
وقت یہ نصف مکان مع اس وقت کی عمارت کے پچیس روپے یا اس سے بھی کم قیمت کا تھا تو  
البتہ عمرو اس دعویٰ سے بری ہو جائے گا پھر اس صورت بعد از قیاس میں کہ بیع مذکور جائز ٹھہرے  
پچاس روپے واپس دینے پر جس کا دعویٰ پسر زید کرتا ہے اس سے حلف نہ لیا جائے گا بلکہ  
وہی حکم ہے کہ پسر زید اس واپسی کے گواہ دے اور نہ دے سکے تو عمرو کا حلف چاہے تو عمرو سے  
حلف لیں اگر حلف کرے پسر زید کا دعویٰ واپسی باطل ہو اور عمرو حلف سے استنا کر دے تو پچاس  
روپے پسر زید کو دے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

مسئلہ مستولہ بنگال

- (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک یتیم نے کنویں میں سے پانی اپنے واسطے یا  
دوسرے شخص کے واسطے بھر اور اس پانی کو یتیم نے بھریا اپنی خوشی سے پھر کنویں میں ڈال دیا  
ان دونوں صورتوں میں اس کنویں کا پانی قابل استعمال رہا یا نہیں؟ بینا و خبر دا۔
- (۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سنا بالغ نے کنویں سے پانی اپنے یا کسی

دوسرے شخص کے واسطے بھرا اس پانی سے بالغ شخص کو دشوکرنا پینا وغیرہ جائز ہوگا یا نہیں؟  
اور ہر شے نابالغ کی خریدی ہوئی یا لائی ہوئی کا شخص بالغ کو استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟  
اور وہ نابالغ خود اپنی اولاد ہو یا غیر، سب کا ایک حکم ہے یا نہیں؟ بیوا تو جردا

### الجواب

(۱) نابالغ جس پانی کا ملک ہو خواہ یوں کر اس نے اپنے یا کسی کے لئے کنویں سے  
بھرا اور کنویں کی حد سے باہر نکال لیا یا اس کے پاس برتن میں اپنی ملک پانی اس کنویں سے جدا تھا  
اور وہ خود اس نے بخوشی یا بکھر کنویں میں ڈال دیا یا کسی اور نے اس کی اجازت سے خواہ فیہ جگر  
کنویں میں اُلٹ دیا غرض کسی طرح نابالغ کی ملک پانی کنویں میں مل گیا تو اب جب تک اس میں وہ  
پانی رہے گا اس بچے کے سوا کوئی کسی طرح اس کا پانی استعمال نہیں کر سکتا، اُس میں بچے کی ملک  
ملی ہوئی ہے اس کے ہر یا مباح کر دینے کا کسی کو اختیار نہیں، نہ اس کی بیع ممکن کہ بیع میں تسلیم  
پر قدرت شرط ہے اور اس پر قبضہ دلانا ممکن نہیں۔ اسبہاء میں ہے:

فلذا الصبی کوثر امن حوض ثم صبیہ فیہ نابالغ بچے نے حوض سے کوثر بھرا پھر اسی میں  
لم یحصل لاحد انت یثرب منه یت اندیل دیا تو کسی کے لئے حلال نہیں کہ  
اس سے پانی پئے۔ (ت)

اس کا چارہ کار یہ ہے کہ جتنا پانی اس نے کنویں میں ڈالا اتنا یا اس سے نہ اند بھر کر  
اُس نابالغ کو دے دیا جائے یا وہ خود بھر لے اس کے بعد باقی پانی مباح ہو جائے گا کا حقیقتہ  
حلّ هامش الغنیۃ (جیسا کہ فنیہ کے حاشیے میں ہم نے اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

(۲) کنویں کی نص سے جب پانی باہر نکلتا ہے بھرنے والے کی ملک ہو جاتا ہے، نابالغ  
کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں، ہاں باپ فقیر ہوں بقدر حاجت تصرف کر سکتے ہیں، یہ  
کلیہ ہے جو چیز نابالغ کی ملک ہو خواہ خرید کی ہوئی یا کسی طرح کی لائی ہوئی اس میں فقیر والدین کے  
سوا کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور اس کی ملک نہ ہو تو مالک کی اجازت سے تصرف ہو سکتا ہے۔

فی غمزا العیون عن شرح الجسم غز الصیون میں بحوالہ ذخیرہ شرح الجمع سے

عن الذخيرة اذا جاء صبي بالكوز من ماء مباح لا يحل لابيويه امت يشربا منه اذا كانا غنيين لان الماء صفا صلو كاله ولا يحل لهما الا كل من حاله بغير حاجة - والله تعالى اعلم -

منقول ہے اگر بچہ مباح پانی سے کوزہ پھر لائے تو اس بچے کے مالدار ماں باپ کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کوزے سے پانی پیئیں کیونکہ وہ پانی اس بچے کی ملکیت ہو گیا اور ماں باپ کو حاجت کے بغیر بچے کا مال کھانا حلال نہیں۔

والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲ از شہر کند قاضی تولد مرسلہ قاضی محمد عیوض صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لادولہ نے بحالت مرض سرور اپنے زید کے پاس امانت جمع کئے اور وصیت کی کہ تندرست ہو گئی تو یہ روپیہ لے کر حج کو جاؤں گی اور اگر مر گئی تو تم کو اختیار ہے کہ کسی کاربیر میں صرف کر دینا اس میں سے میرے کسی رشتہ دار کو ایک جہزہ دیا جائے، دوبارہ اس ماہ کے بعد سرور پے اور زید کے پاس جمع کئے اور وصیت کی کہ یہ رقم دوبارہ جمع شدہ بھرمے مرنے کے تجیز و تکفین اور ایک سال تک میری فاتحہ درود میں خرچ ہوں اور رقم سالی جس کی وصیت کر چکی ہوں اس کا بقیہ میں اٹھائی جائے اب وصیت سے ایک ماہ بعد مسماۃ کا انتقال ہو گیا لہذا اس کی تجیز و تکفین فاتحہ میں صرف ہرے جس کو ابھی سال نہ ہوا ماسے باقی ہیں اور پہلی رقم بجنبہ موجود ہے کل ماسے باقی ہیں ہندہ کی ایک مشیرہ حقیقی دوسری بھتیجی جس کا باپ جس سال سے مفقود الخیر ہے اور ایک ہندہ کے شوہر ثانی کی لڑکی ہے وہ ہندہ کی دختر نہیں اب کس طرح تقسیم ہو؟ بیضا تو جرد۔

### الجواب

ہندہ کی بہن کے بیان سے واضح ہوا کہ ہندہ نے ان روپوں کے سوا اتنی چیزیں اور چوڑیاں چوڑیاں (صبر)، توڑا (صبر)، بالی پتے (صبر)، کوڑے (صبر)، پانچ برتن ورنی تھین سو ستر ان میں چوڑیاں اپنی موت سے آٹھ دن پہلے اپنے جیلہ کی فراسی کو دے دیں اور توڑے اور بالی پتوں کی بھی اسی کے لئے وصیت کی، کوڑوں اور برتنوں میں کوئی وصیت نہ کی، اس کی تجیز و تکفین میں بیس روپے اٹھے اور چالیس روپے کے کمانے پکڑ کر صرف مساکین دینے ہندہ کا بقیہ جس وقت مفقود ہوا اس کی عمر چالیس سال تھی اور ہندہ پر کوئی قرض نہیں بر تقدیر صدق جملہ بیانات مذکور بیس روپے کہ



هذا القياس

کرلو۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یا یوں کریں کہ ہر وصیت کو جو نسبت مجبوعہ وصایا سے ہے ہر ایک کے لئے اتنا ہی حصہ ثلث سے دیں جو وصیت مجروح وصایا کی نصف ہو اس کے لئے ثلث کا نصف دیں اور جو ربع ہو اس کے لئے ربع، و قس علیہ، دونوں طریقوں کا حاصل ایک ہے اگر ثلث کا حصہ دریافت کرنا ہو کہ اس میں سے فلاں وصیت کو کیا ملے گا تو یہ طریقہ کہ فقیر نے ذکر کیا محل میں نہیں، اور اگر وصیت کسی عین مثلاً گنے یا برتن یا مکان وغیرہ کی ہے اور معلوم کرنا چاہیں کہ اس عین کا کتنا حصہ دیا جائے گا تو وہ پہلے طریقہ برتن مثلاً پہلے طریقہ پر جو نسبت لے لیں گے کو یا لے لیں گے یا دوسرا لے لیں گے کو پانچ سو پچاسی بلکہ سولہ کو بنیالیس سے ہے اسی نسبت پر ہر وصیت دی جائے گی یعنی ہر وصیت سے  $\frac{1}{15}$  ملے گا توڑیاں اور توڑا اور پانی پتے ہر ایک سے اتنا ہی حصہ جیٹے کی تو اسی کا ہے اور ہر ایک سے  $\frac{1}{15}$  وارثوں کا، اگر ان تینوں چیزوں کی قیمت مشابہ ہے تو ان میں سے وصیت کا حصہ پانچ روپیہ پانچ آنے چار پائی ہوگی، اور دوسرے طریقہ پر جبکہ ان کی قیمت مشابہ ہے اور مجموعہ وصایا ۱۹۵ تو یہ وصیت اس مجموعہ کا تیرہواں حصہ ہوگی تو ثلث یعنی لے لیں گے پانی کا تیرہواں حصہ اس کا نصیب ہوگا جس کے وہی حصہ پانی ہوئے

یوں ہی دونوں حسابوں پر کار خیر کے لئے سو روپوں کی وصیت تھی اُس کا حصہ پینتیس روپے پونے نو آنے ایک میچ دو تہائی پانی میچ،  $\frac{1}{2}$  پانی آئے گا اور فاتحہ کی وصیت اسی روپے میں رہی تھی اس کا حصہ اٹھائیس روپے سات آنے ایک میچ ایک تہائی پانی میچ،  $\frac{1}{2}$  پانی۔ فاتحہ میں اس کے حصہ سے زائد اٹھائیے مگر فاتحہ بھی جبکہ مرنے والے پر مرنے کی گئی کار خیر ہے اور مجموعہ ان دونوں وصیتوں کے حصول کا جو کار خیر فاتحہ کے لئے تھیں چونتیس روپے ہوئے ان میں سے چالیس اٹھ گئے اور اس نے سال بھر میں اٹھانے کو کہا تھا وہ سال سے پہلے ہی اٹھا دئے اس میں بھی کچھ خرچ نہ ہوا بلکہ حسبہ ہی ہی بہتر تھی،

ہندیہ میں بحوالہ جامع وغانہ سے منقول ہے  
اگر کسی نے اپنا پانی مال مسکینوں کو دینے کی  
وصیت کی اس طرح کہ ہر سال اس کے تہائی مال

فی الهندیۃ عن الخانیۃ عن  
العباسۃ اذا وصی بثلث  
مالہ للمساکین یتصدق منه

کل سنة ثمانية دراهم او قال اوصيت  
بان يتصدق من ثلثي حقل سنة  
مائة درهم قال وصي يتصدق بجميع  
الثلث في السنة لا ولى ولا يوضع على  
السنة ۱۰

سے اسی پر اٹھارہ درہم صدقہ کئے جائیں یا یوں  
کہا میں نے اس بات کی وصیت کی ہے کہ میرے  
مال کے تہائی حصہ سے ہر سال سو درہم صدقہ  
کئے جائیں یا یوں کہا میں نے اس بات کی  
وصیت کی ہے کہ میرے مال کے تہائی حصہ

سے ہر سال سو درہم صدقہ کئے جائیں، تو اس صورت میں وصی پورے تہائی مال کو پہلے ہی سال صدقہ  
کر دے اور اس کو سالوں پر تقسیم نہ کرے۔ (د ت)

تواب فقہاء بینس روپے کا ذخیرہ میں اور خرچ کر دیں اور اتنا حصہ چڑیوں، توڑے، بالی تپوں کا  
یعنی ہر ایک میں سے  $\frac{1}{16}$  اس وصیت کا حصہ ہوا باقی ان تین گھنوں میں ہر ایک کا  $\frac{1}{16}$  اور کڑے اور  
برتن پورے اور ایک سو سو روپے یہ سب حق ورثہ ہے، بھتیجی یا شوہر بھائی کی لڑکی تو اصل وارث نہیں  
صرف بہن وارث ہے اور وہ مفقود الخیر بھائی، لہذا وہ جسے ہندہ نے امین وصی کیا تھا بینس روپے  
کا ذخیرہ میں خرچ کرے، بہن اور بیٹے کی فواسی تقسیم چاہیں تو ان تینوں گھنوں کے  $\frac{1}{16}$  جو بیٹے کی فواسی کو  
دے دے اور ان کے  $\frac{1}{16}$  اور کڑے اور برتن اور ۱۱۶ روپے سب میں سے ایک تہائی بہن کو دے دے  
اور ہر ایک کی دو تہائی بھائی کے لئے اٹھارہ کے یہاں تک کہ اس مفقود کی عمر سے ستر برس گزر جائیں  
اگر یہ ستر برس نہ گزرے ہوں تو اس کی عمر میں مفقود ہوا تھا اور مفقود ہوئے بینس برس گزرے تو دس برس اور  
انتہا کریں اگر اس دس برس میں وہ زندہ ظاہر ہو تو یہ دو تہائی اسے دے دیں، اور اگر معلوم ہو کہ  
وہ ہندہ کے بعد مر گیا تو یہ دو تہائی اس کی بیٹی وغیرہ اس کے ورثہ کو دے دیں جو مفقود کی موت کے وقت  
اس کے وارث تھے، اگر یہی بہن بیٹی اس کے وارث تھے تو ان دو تہائی کا نصف مفقود کی بیٹی کو دیں  
اور نصف بہن کو، اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ سے پہلے مر گیا یا اس کی عمر سے ستر برس گزر جائیں اور اس کی  
موت حیات کا کچھ حال نہ معلوم ہو تو یہ دو تہائی بھی ہندہ کی بہن ہی کو دے دیں۔ ادب الاوصیاء میں ہے:

ذكر في النسخة والخاتمة والخلاصة  
والعاقبة أن قسمه الأب و  
وصيه ولو بمراتب حيا شقة على  
ذخيره، خاتمة، خلاصة اور عاقبة میں مذکور ہے  
کہ باپ اور وصی کی تقسیم نابالغ پر ہر شے میں  
جائز ہے اگرچہ کئی مرحلوں میں ہو جب تک کہ





بعضہم صغاراً او غائباً تجوز مقاسمۃ الوصی فیما سوی عقار الغائبین اما لو قاسم الورثة علی الوصی لہ بان کان الوصی لہ ہوا الغائب و امسک لہ الثلث لم تجز مقاسمۃ و مثله فی الولو الجیۃ و استدلال بان الوصی قائم مقام الوصی و الورثة خلعت عن الوصی فکان الوصی قائماً مقام الورثة فتصح مقاسمۃ الوصی لہ عن الورثة و الوصی لہ لیس بخلف عن الوصی فلا یقیم الوصی مقامہ فلا تجوز مقاسمۃ للورثة عن الوصی لہ و ہذا معنی ما فی الجامع الصغیر و النہایۃ و السراجیۃ و الخلاصۃ و النیۃ و الغنیۃ و البنیۃ و غیرہا لہ مختصراً۔

اور اگر ان میں سے بعض نابالغ یا غائب ہیں تو وصی کا مقاسمہ غائب وارثوں کی غیر منقول جائیداد کے ماسوا میں جائز ہوگا، اور اگر اس نے وارثوں کے لئے وصیت والے شخص پر مقاسمہ کیا باقی صورت کہ وہ وصیت والا شخص غائب تھا اور وصی نے اس کے لئے تہائی مال روک لیا تو اس کا مقاسمہ جائز نہیں، اور اسی کی مثل ولو الجیۃ میں ہے، اور استدلال یوں کیا گیا ہے کہ وصی وصی کے قائم مقام ہے اور ورثہ وصی کے پسماندگان ہیں تو گویا وصی وارثوں کے قائم مقام ہو گیا لہذا وصیت والے شخص کے لئے اس کا وارثوں سے مقاسمہ کرنا صحیح ہے، اور وصیت والا شخص وصی کا جانشین نہیں لہذا وصی اس کے قائم مقام نہیں ہوگا تو وصیت والے شخص سے وارثوں کے لئے اس کا مقاسمہ جائز نہیں

ہوگا، اور یہی معنی ہے اس کا جو کچھ جامع صغیر، ہدایہ، سراجیہ، خلاصہ، غنیہ، فقہیہ اور بیہ وغیرہ میں ہے الخ (اختصاراً) - (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از جالس خلع رائے بریلی محلہ خوریانہ غرور مرسلہ عبد الحمید صاحب معرفت حافظ علی بخش صاحب سبکی بریلی محلہ بہاری پور ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرحوم نے اپنے دم واپس اپنے زیورات کے بارہ میں یہ وصیت کی کہ اس کو فروخت کر کے میرے نام کا ایک چاہ بنوایا جائے کہ جس میں مجھ کو ثواب ملے لیکن یہاں جامع مسجد میں جب کثرت نمازیوں کی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں بھی دو ایک صفیں نمازیوں کی ہو جایا کرتی ہیں ایام گرما میں بوجہ تمازت آفتاب زمین بھی نہایت گرم رہتی ہے اور اوپر کی دھوپ اور بھی ان نمازیوں کے لئے جو صحن میں ہوتے ہیں

لے آداب الادویا۔ علی بخش جامع الفصولین فصل فی القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶-۵۹

باعث تکلیف ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اگر مروجہ کی وصیت کو نہ خیال کیا جائے اور بجائے تعمیر چاہ کے صحن مسجد میں ایک سائبان ٹین کا تعمیر کرایا جائے کہ جس سے نمازیوں کو آرام ملے تو وصیت مروجہ کی وجہ سے کسی قسم کا نقص شریعت کی رو سے تو نہیں ہے کیونکہ مروجہ کی وصیت چاہ کے بارے میں ہوتی ہے۔ بینوا ترمودا۔

## الجواب

وصیت میں ایسی تبدیلی جائز نہیں،

لان حفرة البئر قربة مقصودة فلا تغير  
صكها حققناه في ما على رد المحتار  
علقناه - والله تعالى اعلم۔

اس لئے کہ کنواں کھودنا قربت مقصودہ ہے  
لہذا اسے غیر سے بدلنا جائیگا جیسا کہ ہم نے اس کی  
تحقیق رد المحتار پر اپنی تعلیق میں کر دی ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از پتی بحیث مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب سبکن در قیس برہ  
۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کل جائیداد اپنے بیٹے عمرو کے نام  
ہبہ کر دی اور قضا تمام کر دیا بعد کو عمرو کا انتقال ہو گیا اور عمرو نے دو لڑکے نابالغ اور ایک لڑکی  
نابالغہ اور ایک زور اور والدین چھوڑے، ان میں سے ہر ایک کو موافق فرائض کے حصص پہنچے اور  
کاغذات مال میں عہدہ رکھ دیا، اس کے بعد لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا اس نے ایک دادا اور دادی  
اور ایک دختر اور شوہر چھوڑے ان کو اس کی جائیداد سے حصص شرعی پہنچے اور کاغذات مال میں تکمیل  
ہو گئی لیکن چونکہ اس گھر میں ذکر میں سے مائل و بالغ کوئی سوا سہ زید کے نہ رہا لہذا زید ہی سب کی  
طرف سے کل حصص کا کارکن و منتظم رہا بالغان کی طرف سے باجائز اور نابالغان کی طرف سے بلائیت  
اور کسی کا حساب و روپیہ اپنی حیات بھر علیحدہ نہ کیا اور نہ کسی کی آمدنی اس کے قبضہ میں دی بلکہ اپنی اور  
سب کی آمدنی مخلوط اپنے ہی پاس رکھی اور جہاں چاہا محض اپنی رائے سے اس مشترک آمدنی سے  
صرف کرتا رہا یعنی سب شرکار کے ضروری اخراجات علاوہ خیرات و میراث مثل بنارس مسجد و چاہ و پل  
اور جائیداد خرید کر وقف کرنا اور روپیہ غریب عرب و عجم کو تقسیم کرنا اور حج کے واسطے ضرورت سے زائد  
ہجرا لے جانا اور اپنے دوست و احباب و رعایا کو قرض اتنا دینا جس کی امید وصول نہیں اور ان  
امور میں سے کچھ نہ کسی شریک بالغ یا نابالغ کی اجازت سے تھا اور نہ ان میں کوئی راضی تھا بلکہ نابالغوں

نے بعد بلوغ اور بالغان نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو شاق گزرا مگر چونکہ زید صیب کا بزرگ اور ذی عیب شخص تھا اس واسطے کوئی اس سے تاحین حیات نہ اپنا حساب اور نہ اپنی آمدنی طلب کر سکا اور نہ اپنا حصہ اس کے قبضہ سے نکال کر خود قابض ہو سکا البتہ زید نے اول حصہ جائداد کا جو ترکہ پسر سے اس کو پہنچا تھا ہر دو نبیرگان کے نام بیع کر کے امین باز زرمن یہ الفاظ تحریر کر کے کہ کل زرمن ہم نے جو جو محبت فتنہ کی مشترکائی کو بخش دیا اور دوسری حصہ جائداد کا جو ترکہ دختر پسر سے پہنچا تھا دونوں نبیروں کے نام بیع نام لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ زرمن تمام و کمال وصول پایا زید نے اس کے بعد اس مشترکہ آمدنی سے اپنے نام سے خرید کی اور زید کا ایک مکان بھی ذاتی تھا اس نے اس جائداد اور مکان کا بیعنامہ بھی نبیرگان مذکور کے نام کر دیا اور اس میں بھی کل زرمن کی وصولیائی تحریر کر دی مگر یہ دونوں وصولیائیں فرضی تھیں اور اس سے بھی زرمن کا معاف کرنا مقصود تھا پہلے اور دوسرے بیعنامہ کے وقت ایک نبیرہ بالغ اور دوسرا نابالغ تھا اور تیسرے بیعنامے کے وقت دونوں بالغ تھے ان بیعناموں میں کسی سے قبل زبانی کوئی بیع نہ ہوتی تھی نہ کسی طرف سے کوئی ایجاب یا قبول ہوا سو اسے اس کے کہ زید نے تحریر بیعنامہ سے پہلے اپنے مکان پر نبیروں سے کہا ہم چہرا رخ سحر ہی میں ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جائداد ہم دونوں کے نام نصف نصف کر دیں کہ ہمارے بعد جھگڑا نہ ہو۔ نبیروں نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد شہر جا کر انہوں نے یہ بیعنامہ تحریر کرادیئے اور اس کی تکمیل کو نبیروں نے قبول رکھا اور جس قدر زرمن بیعناموں میں لکھا گیا کسی وقت وہ اس مال کی قدر نہ تھا جو زید اول مصارف بالائی میں بلا رضا و اجازت نبیرگان صرف کر تا رہا وہ مال زرمن سے ہمیشہ زائد تھا اب زید کا انتقال ہو گیا اس نے آمدنی مشترکہ سے کچھ زرفقہ اور اثاث البیت چھوڑا اور کچھ اپنا ذاتی روپیہ چھوڑا اور اشخاص مذکور میں مشارکین الحصص میں سے یہ روپیہ چھوڑے دو نبیرگان ایک زوجہ علاوہ ازہی ایک زوجہ مع دختر اپنی چھوڑی کہ مذکور کیا سبقت سے نہ تھی اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اس جائداد کا زید منتظم و کارکن تھا اور زید نے بلا رضا مندی مالکان تصرفات مذکورہ بالا کئے وہ زید پر قرض ہو گیا یا نہیں؟ در صورت قرض قرار پانے جو زرفقہ بلکہ زید تھا وہ قرض میں دیا جائے گا یا ترک تقسیم ہو گا اور جو جائداد زید نے اپنے نبیرگان کے نام بیعنامہ بصورت مختلف مذکورہ بالا بیع کی وہ یا زرمن معاف شدہ قرض میں مجرا ہو گیا یا نہیں؟ اور مشترکہ روپیہ اور اثاث البیت کس طرح تقسیم ہو گا؟ بیذا تو جہدا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں مال مشترکہ سے جس قدر روپیہ زید نے خیرات و مبرات مذکورہ میں

صرفت کیا اس میں سے حصہ تا بالغان کا تاوان اس پر لازم ہونا تو کیا ہر ہے لانه لا يملك التسبوع  
بما لہم (اس لئے کہ وہ بالغوں کے مال میں صرفت کا مالک نہیں۔) یہ تو نہیں قرض مذکورہ کہ وہ  
بھی تبرع ہے۔ ادب الادبیہ میں عمدہ و دو التجار و فقیر و غلام سے ہے،

لا یقرض الاب ولاد صیہ سال باپ اور وصی عقیق کے مال کو قرض پر نہیں  
الیتیم لے دے سکتے۔ (ت)

یوں ہی جبکہ بالغوں کی بھی رضا و اجازت نہ تھی تو ان کا بھی تاوان زید پر عائد اگرچہ انہوں نے زید  
کو صرفت کہتے دیکھا اور اس کے رعب سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اشتباہ میں ہے،

لو راہی غیرہ یتلف سالہ فسکت لایکون اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مال برباد کرتے دیکھ کر  
اذنا باتلافہ چپ رہا تو یہ اس کی طرف سے برباد کرنے کی  
اجازت نہیں ہوگی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ زید فقیر یا جو ترک زید نے چھوڑا اس سے ادا سے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور یہ  
تاوان بھی زید پر دین ہیں تو سب تک ادا نہ ہو سکیں ورنہ اسے زید کو ترکہ نہ پہنچے گا جائداد کہ زید نے  
اپنے نام خریدی اسی کی ملک ہوئی اگرچہ اس کی قیمت زید مشترک سے ادا کی اس سے شرکار کا حبس ادا  
خرید کردہ میں حصہ نہیں ہو جاتا تاں زید مشترک سے دیا ہے ہر شریک کا اس میں جتنا حصہ تھا  
اُسے کا تاوان زید پر آیا کہ یہ بھی اگلے تاوانوں میں شامل ہوگا۔ رد المحتار میں ہے،

ما اشتراہ احدہم لنفسہ یکون له شرکار میں سے اگر کسی نے کوئی چیز اپنی ذات  
ولیف من حصۃ شکاۃ من ثمنہ کے لئے خریدی تو وہ اُسی کی ہوگی اور وہ ثمن  
اذا دفعه من المال المشترك لے میں سے دیگر شرکار کے حقوق کا ضامن ہوگا  
جبکہ اُس نے ادائیگی مالی مشترک سے کی ہو (ت)

تو کیا ہر ہوا کہ تینوں بیٹا سے صحیح ہونے ہر ایک میں زید نے اپنی ہی ملک بغیر ان کے نام بیع کی  
اور بغیر سے اُن سب بیعوں کے مالک ہو گئے۔

لے آداب الادبیہ علی ہاشم جامع الفصولین فصل فی القرض اسلامی کتب غازی کراچی ۱۴۲/۲  
لے الاشتباہ والنظار الفی الاول القاعدۃ الثانیۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱۸۵/۱  
لے رد المحتار کتاب الشریکۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۸/۳

والبیعان الاولان وان لزم فیہما تفریق  
الصفقة لان احدا البیعیۃ منہما کانت  
صغیرا ثم البیعیۃ فی حقہ بمجسود  
الایجاب والاخر بالغا تاخر فی  
حقہ الی قبولہ لکنہ لیس تفریقا  
علی البائع بل منہ فلا یفر لانه  
انما کان یمنع لحقہ فاذا رضی بہ  
فلا حرج کنت باع صبرۃ طعما  
حکل فقیز بد مرہم جانا البیعیۃ فی  
فقیز واحد وللمشترک الخیار لتفرق  
الصفقة علیہ کما فی الہدایۃ لا لبائع  
وان تفرقت علیہ ایضاً لان التفرق جاء  
منہ فیکون راضیا بہ کما فی البناۃ  
اختیار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے بائع کو اختیار نہیں ملے گا اگرچہ اس پر بھی صفقہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے  
کیونکہ یہ متفرق ہونا اس کی طرف سے لازم آیا ہے تو اس طرح وہ اس پر راضی ہوا جیسا کہ ہدایہ  
میں ہے۔ (ت)

تو یہ جائز ایں اس تاوان کی زیر یا نہیں ہو سکتیں۔ رہے ان کے ذرئین پچھلے دونوں بیٹوں سے  
جن میں ذرئین کا فرضی وصول لکھ دیا ان کا مطالبہ بغیروں پر سے ساقط نہ ہوا اگرچہ اس سے مقصود  
یہی ہو کہ ذرئین مشتریوں کو معاف ہو جائے کہ شرع میں دربارہ عقود و معاملات معافی الغاظ پر  
نظر ہے نہ مقاصد و اغراض پر، ورنہ حیل شرعیہ یکسر باطل ہو جائیں وقد حققنا فی  
کاسر السیفیہ الواہم (اور اس کی تحقیق ہم نے رسالہ کاسر السیفیہ الواہم میں  
کر دی ہے۔ ت) یہاں لفظ اقرار وصول ہے اور وہ نہ میر ہے نہ ابرا بلکہ ایک غلط خبر تو مجرد

نیت سے دین ساقط نہ ہو جائے گا اقرار کا ذب و دیانہ تو باطل و محض ہے اثر ہے اور قضاء بھی جبکہ اس کا راضی ہونا ثابت ہو گیا کہ یہاں ہے کہ خود ٹیروں کو اُس کے فرضی ہونے کا اقرار ہے بلکہ یہاں جبکہ زید پر ٹیروں کا مطالبہ تاوان حقیقتہً موجود تھا تو اقرار وصول کو فرضی ٹھہرانے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اپنا مطالبہ جس اُن کے مطالبہ تاوان کی مجرائی سے وصول پانا مراد ہو سکتا ہے اور معنی صحیح و صادق بنتے ہوئے اقرار غلط و کاذب پر محمول نہ کرینگے ہاں پہلا یہ صناعہ جس میں ہمہ تن لکھا ہے یہ ہمہ تنبیرۃً نابالغ کے لئے صحیح ہو گیا اور بالغ کے حق میں صحیح نہیں کہ باپ یا دادا جب اپنے نابالغ بچہ کے نام بیع کریں تو جب کہتے ہی بیع تمام ہو جاتی ہے اور یہی ایک لفظ ایجاب قبول دونوں مسترد ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے :

وینعتقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله و شرائه منه فانه لو فور شفقتہ جعلت عیارتہ کعبارتین لیج

۱۳۔ کالاتعقاد ایک ہی لفظ کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے جیسے ماکو قاضی اور وصی کی بیع ۔ اور باسپ کی بیع و شرائہ اپنے تا با لفع بیٹے کے لئے ، اس لئے کہ کمال شفقت کی وجہ سے اس کی عبارت دو عبارتوں کی طرح بنادی گئی ہے ۔ ( دست )

ادب الاوصیاء میں ہے :

شرح الطحاوی الجبد الصحیح کالاب  
فی ذلک یعنی عند صدقہ

شرح کھاوی میں ہے کہ اس مسئلہ میں جدیج  
بھی باپ کی طرح ہے یعنی باپ کی عدم موجودگی  
میں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ بیعناہوں میں پہلے مٹسی کی بیج کرنا ٹکاتا ہے اس کے بعد ٹھن بہہ کر نا قوید بہہ حق نابالغ میں بعد تمامی بیع واقع ہوا اور صحیح ہو گیا تو اس بیعناہ کے نصف ٹھن کو جو بغیر نابالغ کے لئے بہہ ہوا اس نابالغ کے آتے ہوئے تا وافوں میں مجرا نہ کریں گے کہ بہہ تملیک بلا عرض ہے اور مجرا ہونا معاوضہ تو خلاف تصریح زید اسے معاوضہ نہیں کہہ سکتے۔ عالمگیری میں ہے :

من علیہ الدین اذا وحب ما لا جس شخص پر قرض ہو اگر وہ کہ مال قرض کے

من علیہ الدین اذا وھب ما لا  
 جس شخص پر قرض ہو اگر وہ کچھ مال قرض کے

من مبادیہ یملکہ مبادیہ السیدین  
بالہدیۃ لا بالبدین کذا فی المحیط۔

مالک کو بطور ہبہ دے دے تو وہ بطور ہبہ اس کا

مالک بن جائے گا نہ کہ بطور قرض کی وصولی کے۔  
محیط میں یونہی ہے۔ (ت)  
مگر نصف ثمن کو دوسرے نجیرۃ نامی بالغ کو ہبہ کیا یہ ہبہ باطل ہوگا کہ حسب تصریح مسائل یہاں  
کوئی بیع پہلے نہ ہوئی تھی یہی بیعناہرہ ایجاب بیع تھا اور اس میں ہبہ ثمن لکھا گیا اور حق بالغ میں  
نفس ایجاب سے بیع تمام نہ ہوئی اور ثمن واجب نہیں ہوتا جب تک بیع کے دونوں رکن ایجاب و  
قبول محقق نہ ہوں تو یہ ہبہ اس وقت ہوگا کہ ابھی ثمن اس نجیرۃ بالغ پر واجب ہی نہ ہوا تھا اور  
ہبہ قبل وجوب باطل ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے۔

لو قال بعتک هذا الثمن بعشرة دراهم  
ووهبت لك العشرة ثم قبل المشتري  
البیع جائز البیع ولا یبرء المشتري  
عن الثمن لان الثمن لا یجب الا بعد  
قبول البیع فاذا ابرأعت الثمن قبل  
القبول كان ابرأ قبل السبب فلا یصح

اگر کسی شخص نے کہا یہ شے میں نے تیرے ہاتھ  
دشل درہم کے عوض فروخت کر دی اور دشل  
درہم تجھے ہبہ کر دے پھر مشتری نے قبول کر لیا  
تو ہبہ جائز ہوگی اور مشتری ثمنوں سے بری  
نہ ہوگا کیونکہ ثمن قبول بیع کے بعد واجب بنتے ہیں  
تو جب اس نے قبول سے پہلے ثمنوں سے مشتری  
کو بری قرار دے دیا تو یہ بری کرنا سبب سے پہلے ہوا لہذا صحیح نہیں ہوگا۔ (ت)  
مشترک روپے اور اثاثہ البیت سے اس زوجہ اور غیر ان کے ذاتی حصے مالک کر لے جائیں گے  
جو اس میں شریک تھے اور جب کوئی ذریعہ تمیز نہ ہو تو زید اور یرتمینوں اس ذرا اثاثہ میں حصہ  
مساوی شریکہ مانے جائیں گے،

كما هو حکم شركة الملك المنصوص  
عليه في الخيرية وسد المختار وغيرهما۔

جیسا کہ شرکت ملک کا حکم ہے جس پر فتاویٰ  
خیرہ اور رد المختار وغیرہ میں اس پر نص  
کی گئی ہے۔ (ت)  
(تو حاصل یہ ٹھہرا کہ) زوجہ اور دونوں غیرے کو اس جائیداد میں شریک تھے جن کا لاکھ زید تھا



ان تینوں کی آمدنیاں حساب کی جائیں پھر ہر ایک کا خرچ اس سے بچا کیا جائے باقی کو زید نے مصارف  
مذکورہ خیرات و مبرات و قرض مردہ و خریداری جائداد بنام خود میں صرف کر دیا اس حصہ میں حصہ رسد زوجہ  
اور ہر غیرہ کا تاوان زید پر آیا، اب زوجہ کا یہ تاوان تو پورا واجب الادا ہے اور دونوں غیروں کے  
تاوانوں سے ہر دو بیضامہ اخیر کے زرخیز بچا دیئے جائیں اور غیرہ کو وقت بیع اول بالغ تھا اس کے  
تاوان سے بیضامہ اول کا نصف زرخیز بھی ساقط کیا جائے جو جو باقی رہے وہ ان دونوں کا  
تاوان ہے، اب زید پر دونوں زوجہ سے جس جس کا جتنا مر واجب الادا ہو اور ان کے سوا اگر کوئی اور  
دین زید پر آتا ہو وہ سب ان تینوں تاوانوں کے ساتھ ملا کر یہ مجموعہ یوں ترکہ زید سے حصہ رسد  
ادا کئے جائیں خواہ وہ اس کا ذاتی رد پیہ ہو یا اس زرواثاث البیت مشترک کا حصہ اگر ان کے ادا  
سے کچھ نہ بچے کوئی وارث وراثہ کچھ نہ پائے ورنہ باقی حسب شرائط فرائض شولہ سهام بچ کر ایک ایک  
سہم ہر زوجہ اور آٹھ سہم دختر اور تین تین ہر غیرہ کو ملیں گے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ جمید گنج مرسلہ محمد حسین ولد مولیٰ بخش ۲۰ شوال ۱۳۳۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہنوں کی جائداد  
بطریقہ جائزہ خرید کر اپنی زوجہ کے نام لکھا دی اب اس شخص کے دو بیٹے ہیں (ایک بیٹی بھی تھی جس کا  
انتقال ہو گیا اور اب اس کی جانب سے کوئی دعویدار نہیں مگر اس کا شوہر ہے تو یا وہ شرعاً حقدار ہے  
یا نہیں) شخص مذکور نے اپنے انتقال سے پیشتر اپنے مصلک جائداد اور نیز مٹی خرید کردہ حسبہ زوجہ  
بی بی کے نام لکھ دی تھی اپنے دونوں بیٹوں میں کسی طرح تقسیم نہ کی اب اس شخص کی بی بی نے ایک کاغذ  
بنوا کر باقی جائداد بھی بعض مہر اپنے نام کرائی اور مشہور کر دیا کہ یہ کاغذ میرے خاوند کے سامنے لکھا ہوا ہے  
مگر یہ بات محلہ میں مشہور ہے کہ یہ کاغذ جعل سازی سے تیار کیا گیا ہے اور بات بھی یہی ہے اس شخص  
کے بڑے بیٹے نے اپنے والد کے عین حیات اس وجہ سے تنگ آکر کہ ساسس بہو میں اگر لڑائی برتی  
ہے اپنا مکان تبدیل کر لیا تھا اب والد کے انتقال پر جب وہ بالکل مختار ہو گئیں تو محلہ کی مستورات  
اور چھوٹے بیٹے کی لگائی بھائی سے ان کی بخش اور بڑھ گئی اور مرنے سے اچھ ماہ پیشتر تمام جائداد  
اسی چھوٹے بیٹے کے نام ہسپد کرا دی، جب سے چند روز پیشتر بڑے بیٹے نے تمام اہل برادری کو  
اپنی والدہ کے سامنے جمع کیا اور اپنی خطا ہوتی ہو اور جب نہ ہوتی ہو جب معاف کرائی اور انھوں نے  
معاف کی پھر بھی پندرہ بیس روز بعد انھوں نے تمام جائداد کا بہرہ نام چھوٹے بیٹے کے نام کر دیا میں نے  
دیوانی میں اپنے بھائی پر اپنے حصہ کی نالیش کی ہے کیا میں اس جائداد میں حقدار ہوں یا نہیں؟

## الجواب

مجرد تحریر اگرچہ رجسٹری شدہ ہو کوئی چیز نہیں جبت تک گواہان شرعی سے ثابت نہ ہو پس اگر دو گواہ عادل موجود ہوں کہ شخص مذکور نے اپنی صحت میں وہ جائیداد بوجہ مہر یا مہر بام زدہ کر دی تو دیگر وارث کا اس میں کچھ حق نہ رہا عورت نے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دی اگر قبضہ تمام اپنی حیات میں دلا دیا تو چھوٹا بیٹا اس کا مالک مستقل ہو گیا ہاں اگر قبضہ کامل نہ دلا دیا اور عورت کا انتقال ہو گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اب وہ جائیداد متروکہ زن قرار پا کر اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی جس میں سے بڑا بیٹا بھی اپنا حصہ شرعی پائے گا اور اگر گواہان شرعی سے مہر میں دینے کا ثبوت نہیں تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ مہر کچھ باقی تھا یا سب معاف یا ادا ہو گیا تھا اگر کچھ باقی نہ تھا یا جتنا باقی تھا وہ اس جائیداد کی قیمت سے جو شوہر کے نام تھی کم تھا تو عورت کو کوئی استحقاق نہ تھا کہ وہ سب جائیداد بوجہ مہر اپنے نام کر لیتی اور اب جو اس نے اس جائیداد کا چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کیا محض باطل ہوا اگرچہ قبضہ دلا دیا ہو لانها بة مشاع دہی باطلہ حتی لا تملك اس لئے کہ وہ غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور وہ باطل بالقبض فی الصحیح ۔

ثابت نہیں ہوتا یہ صحیح قول کے مطابق ہے (ت) اس تقدیر پر بعد ادا کے مہر وغیرہ دیون و نفاذ وصایا جو وارثان شخص مذکور ہوں ان پر حسب فرائض تقسیم ہوگی، دختر اگر باپ کے بعد زندہ رہی ہو تو وہ بھی حصہ پائے گی اور اگر پہلے مر گئی تو اس کا کچھ حق نہیں اس کے شوہر کا دعویٰ باطل ہے ہاں اگر مہر کل یا جتنا باقی تھا اس جائیداد کی قیمت کے برابر یا زائد تھا تو ایک فتویٰ اقطع کی بناء پر عورت اسے اپنے مہر میں لے سکتی تھی اور اب کہ وہ مالک ہو گئی اس کا حکم وہی پہلی صورت کا ہو گیا کہ چھوٹے بیٹے کے نام اس کا ہبہ صحیح ہو گیا اگر قبضہ دلا دیا اور باقی وارثوں کا کچھ حق نہ رہا اور قبضہ کامل نہ ہوا تو جائیداد متروکہ زن ٹھہر کر وارثان زن پر تقسیم ہوگی جن میں بڑا بیٹا بھی ہے اور اس صورت میں پسر کلان خواہ کسی وارث کو اس پر دعویٰ بیکار ہے مگر یہ کہ مہر اپنے پاس سے ادا کر دے تو حسب اصل مذہب جائیداد سے اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از کچدی چیف کورٹ ریاست بہاولپور مرسلہ محمد دین صاحب نج

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

(۱) آج یہ مسئلہ پیش ہوئے فتاویٰ مجددہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہو چکے ہیں

اُن کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ذیل میں اُن سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں :

(۱) ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے موصی اگر وہ شخصوں کے حق میں وصیت کرے جس میں سے کچھ مالی وارث کے نام اور دوسرا کچھ مال ایک شخص اجنبی کے نام جیسا کہ اس مقدمہ کی ضرورت ہے تو کیا ایسی وصیتیں جائز اور قابل نفاذ ہیں؟ اگر سوال اول کا جواب جواز دیا یا متعدد ہو تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ پہلے کون سی وصیت کو نافذ کرنا چاہئے، آیا اس وصیت کو جو ایک وارث کے حق میں کی گئی یا اس وصیت کو جو ایک اجنبی شخص کے حق میں کی گئی ہے؟ اجنبی شخص کے حق میں چونکہ وصیت زائد علی ثلث المال ہے اس لئے وارث کے اعتراض پر اس وصیت کا نفاذ ثلث المال تک محدود کرنا پڑے گا یا کس طرح ایسی صورت میں اگر بکن الارث ناقابل نفاذ قرار دی جائے یا اس کا نفاذ نفاذ وصیت بکن وارث سے مقدم قرار دیا جائے تو ثلث المال میں جیسے مالی موصی کا ثلث نفاذ وصیت کے لئے شمار کیا جائے گا یا زیورات کو جن کی نسبت متوفی نے شاہ محمد کے نام کوئی وصیت نہیں کی علیہ رکھ کر باقی ماندہ کے ثلث پر وصیت نافذ ہوگی دونوں صورتوں میں جو جائز قرار دی جائے اس کی سند ہونی چاہئے بعد نفاذ وصایا اور ادائے فرض و شمار کے جو مال باقی رہے متوفی کا بچ رہے اس کی تقسیم میں علماء میں بحث اور اختلاف ہے اس کا اقتباس یہ ہے :

(۱) باقی ماندہ مال اس اصول پر کہ نفاذ وصیت لزائد علی ثلث المال (ایک تہائی سے زائد مال کی) کا اب کوئی مزاحم نہیں رہا اب موصی لزائد علی ثلث المال کو ملنا چاہئے۔

(۲) باقی ماندہ مال کا اب چونکہ کوئی حقدار نہیں رہا اور زوجہ موجود ہے اس لئے رد علی الزوجین کے فتویٰ کے مطابق زوجہ کو دیا جائے۔

(۳) باقی ماندہ کی تقسیم بعد ادائے فرائض و دیون و فرائض وصایا کی جو ترتیب ہو سکتی ہے وہ حسب ذیل مستحق بالترتیب ہوں گے :

ذو النفع النفع ، عقیبات ، مائد ذوی الاسحام ، مقبرہ ،  
موصی لہ ، بائناذ علی الثلث ، مائد علی الزوجین ،  
بیٹ المال۔

اس ترتیب کی رو سے بمازا علی الثلث کو دیا جائے۔

فقہرہ بالا کی صورت ۱ و ۲ میں علماء کا

اختلاف تقدم و تاخر من دعلی الن زوجین اور موہی لہ بکل المال کے ہے اور اس حقوق کے متعلق بحث بھی فتاویٰ میں بہ تفصیل درج ہے ایک جزئی سند اس قسم کی زیر بحث ہے جس میں علماء متاخرین نے بیت المال کو بوجہ فساد و عدم وجود بیت المال کے من دعلی الن زوجین سے متاخر کر دیا ہے اور موہی لہ بکل المال کو من دعلی الن زوجین پر مقدم دیکھنے کے متعلق کوئی سند صریح اور جزئی ظاہر نہیں کی گئی صرف مندرجہ ذیل استشہاد میں کی گئی جن کو دوسرے علماء اسی متاخرین اور متقدمین کی بحث میں لا کر من دعلی الن زوجین سے متاخر خیال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں فتاویٰ۔

یہ سوالات ہیں جو ابھی تک تصفیہ طلب ہیں نقل فتاویٰ علما سے منسلک مسل مع نقل استفتار و نقل وصیت نامہ خدمت میں مولوی صاحب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مرسل ہوں اور اتھاس کی جگہ کہ ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ فرمائیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مدد استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرمت فرمائیں مبلغ عد پذیر یعنی آرڈر مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوا دیئے جائیں، اور یہ بھی اتھاس ہو کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں ملاحظہ فتاویٰ سے اختلاف علما کے تمام جو بیات اور صورتیں واضح ہوں گی، ہر ایک فتویٰ پر علیحدہ علیحدہ نمبر دیتے گئے ہیں مقدمہ نہ نکر وجہ سے وائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ہذا میں بھجوا دیا جائے۔ تحریر ۱۴ اگست ۱۳۱۲ھ

(سماۃ عالمون بنام شاہ محمد دعویٰ جائداد بدست وراثت)

## نقل وصیت نامہ او

میکہ واحد بخش ولہ دین محمد ذات شیخ نور مسلم پیشہ نان بائی طرحینا ۱۳۵۵ سال حال مقیم خانپور ریاست بہاولپور کا ہوں بھئی جو اس غصہ و جوش فعل بلا اجبار و اکراہ احدیکہ اقرار کرتا ہوں اور مکہ دیتا ہوں اس بات پر کہ منظر بجا رخصہ بیاری تپ وق کے بیار ہے اور یہ بیاری ایک ایسی بیاری ہے کہ اس سے نجات قسمت اور خداداد زندہ گی پر شفا یابی حاصل ہوتی ہے اور اب مجھ کو ایسے نازک وقت پر اپنی جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ کا انتظام بھی کرنا ضرور ہے تاکہ مہمانہ گان میرے میں کوئی تکرار نہ رہے پانہ ہو پس اب میں اس طرح پر اپنا انتظام کرتا ہوں کہ چونکہ میرا کوئی فرزند زینہ یا مد نہ نہیں ہے صرف ایک عورت نوجوان ہے جس پر یہ بھروسہ قائم ہے کہ بعد موت میرے کے وہ میرے حق میں رہے اور یہ ضرور ہے کہ میری جائداد بعد میرے تباہ و خراب ہو جائے اس کا یہ انتظام ہے کہ زیورات ذیل کفٹھارہ طلائی ۱۰ یا پانچ لڑی قیمتی یا سنگینہ کڑیاں نقد ایک جوڑا قیمتی یک صدر روپے چند ہزار ایک قیمتی مبلغ صد تیرہ طلائی ایک عد قیمتی صد

عطرہ ان ایک قیمتی مبلغ سے بازو بند فقرہ ایک جوڑہ قیمتی سے کنگن فقرہ خاواں ایک جوڑہ قیمتی مبلغ سے کل جملہ مبلغ سماعہ کے زیورات مندرجہ بالا اپنی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو ملے گا ان زیورات سے کسی کا تعلق اور واسطہ نہ ہوگا میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون مذکورہ بالا کے ہیں اور ماسوا سے اس کے میری جائیداد وغیرہ منقولہ از قسم مکانات رہائش بمقام نوشہرہ ہیں اور وہ پیدا کردہ منظر کے ہیں ان کا انتظام اس طور پر رہے گا کہ وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں ولد مسکرخاں ذات نابوچی سکھ خان پور کے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر منظر کی عورت منظر کے حق میں رہ کر گزارہ کرے تو اس کو فقط حق رہائش کا حاصل رہے گا وہ یعنی آ حق منظر آباد رہے گی زمین اور بیع مسماۃ عالم خاتون زوجہ ام کو اختیار ہرگز نہ ہوگا اور اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرادے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور رہے اور اس کو اختیار رہے کہ اس کو فروخت کرے یا زمین کرے بعد فروخت یا زمین زبردہیں یا زبیر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارجح بخش دیگا یعنی غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا سب اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن لگی و سی و کٹ وغیرہ دیگر یا مسی و تحال کلان سی و کٹ و کٹ و چار پائی ہستے وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا بموقع محفل امین شہیدین شریفین شاہ محمد خاں جبکہ برتن ہستے میں سے کلیم دری کلان وغیرہ ملے جائے اور استعمال کرے سب کچھ شاہ محمد خاں کے اختیار میں ہوگا زوجہ ام مسماۃ عالم خاتون کو ضرورت استعمال کے لئے دیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ فروخت یا بیع رد و پوش نہ کرے ورنہ کلیم اشیاء مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے جس نے میری خدمت گزاری اور وفاداری از حد کی ہے بعد انتقال میری بھی تجہیز و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت آئندہ کو پورا انجام دے گا۔ یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہوں گی جب تک میں حیات موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونے کے اور قابل عمل ہوں گی لہذا میں چند حروف بطور وصیت نامہ لکھ رہا ہوں کہ سند رہے اور وقت حاجت کے کام آئے۔

المرقوم ۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء

## استفتاء

مسی و اسد بخش مرگیا ہے خدایت مسماۃ عالم خاتون چھوٹا بیٹا ہے دیگر کوئی اسکا وارث نہیں کہنے سے قریب ایک دو ماہ یا پندرہ یوم وہ چار پائی بند ہو گیا اس کو تپ و دق کی بیماری بھی اسی بیماری میں وہ فوت ہوا ہوش اس کو آخر تک رہی۔ مرنے سے ایک ہفتہ پہلے اس کے معالج نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ اب نہ بچے گا اور اس

لئے اس کا علاج کرنا بھی چھوڑ دیا تھا مرنے سے قریب تین چار روز پہلے ۲۳ فروری ۱۳۱۱ھ کو واحد بخش مذکور نے ایک وصیت تحریری تکمیل کی اس وصیت کی ایک نقل شامل ہذا کی جاتی ہے یہ شاہ محمد عوی کا درشتہ دار ذہم قوم ہے متوفی ایک نو مسلم تھا جو اپنے آپ کو وصیت میں شیخ نو مسلم پیشہ نان بانائی لکھا ہے اسے شاہ محمد کے گھر میں وہ مراجس نے اس کی تجبیز و تکفین وغیرہ کی اب دعویٰ جائداد متوفی کا باہم اس شاہ محمد کے اور عالم خاتون بیوہ عوی کے ہے مگر لڑکہ مدعیہ ہے وہ مانتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ نے پاس اس کو زیورات قیمتی سماعیہ (جس کا ذکر وصیت میں ہے) بعد وفات عوی دے دیئے ہیں لیکن وہ کہتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات و اثاث البیت ظروف وغیرہ مالیت مالہ اور دو منزل مکانات قیمت آٹھ سو روپے از ترکہ شوہر جس مذکور موجود ہیں وہ بھی شرعاً تنہا مدعیہ کو ملنا چاہئے مدعا علیہ کا کوئی حق نہیں وصیت کی تکمیل اور جوازی دونوں کو وہ تسلیم نہیں کرتی جو زیورات قیمتی سماعیہ و درختہ مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق ہر میں شوہر دے گیا ہے شاہ محمد مدعا علیہ کو وصیت کی تعمیل پر اقرار ہے وہ کہتا ہے کہ وصیت جائز ہے اور یہ کہ مدعیہ حرام کاری کرتی ہے اس نے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہیں رہی اور یہ کہ وصیت کو مدعیہ نے وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا سوال یہ ہیں :

(۱) کیا بروئے شرع شریعت یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی وصیت پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

(۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائزہ سکتی ہے یعنی جائداد متوفی میں مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے ؟

(۳) جو خاص زیورات قیمتی سماعیہ بروئے وصیت مدعیہ کو دلانے گئے ہیں کیا ان میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا یہ کہ ان زیورات کو چھوڑ کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال دہ ان کے پائے جائیں۔

(۴) جو اخراجات تجبیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصے پر چارج ہوں گے یعنی یا یہ کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا ؟

(۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا ہے کیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال دہ ایک حصہ مکان تنہا قلعی دے دیا جائے۔

(۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر عیسٰی کے غلوٹ وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال بڑا اثر پذیر ہو سکتا ہے ؟

(۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا سوال بڑا قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ میں پیدا کیا جاسکتا ہے یا کہ بالکل جائداد منقولہ غیر منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جاسکتی ہے ۔ ۱۷ جنوری

سوال ۲ : زید اس طرح وصیت کر کے مر گیا ہے کہ بعد مرنے میرے کے میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا اور فقہ میری ارواح کو بھی دے گا بعدہ ذات زید کے عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایثار امورات میں لگ گیا متوفی کا وارث بچہ ایک زوجہ اور کوئی نہیں ہے اب زوجہ متوفی کتنی ہے کہ یہ تمام مال متروکہ شوہر خود صرف میرا ہی حق ہے میں دوسرے شخص کو دینا نہیں چاہتی ، پس شرع شریف میں یہ وصیت جائز ہے یا کسی طرح اور ، زوجہ کا حق مال متروکہ میں کیا ہے اور وصیت کا حصہ کیا ہے ؟ بین الاقرباء

### نقل جواب ۱

مندرجہ سوال حالات میں مسمی واحد بخش کی متروکہ جائداد میں سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین شرعی کا جس میں رواجی صدقات و خیرات شامل نہیں ہیں خرچ ادا کرنے کے بعد اس کی بیوہ مساکم خاتون کا حق مہر جس قدر عدالت کی رائے یہ ثابت ہو ادا کریں گے اس حق مہر ادا کرنے کے بعد جس قدر حسبہ ادا منقولہ یا غیر منقولہ باقی بچے اس کے تہی حصے کے دو حصہ مساکم خاتون بیوہ واحد بخش کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔ اس مختصر جواب کے بعد عدالت کے سوالات کا نمبر وار جواب دیا جاتا ہے :

(۱) یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور شرعاً جائز ہے۔

(۲) عالم خاتون مدعیہ کے اعتراض کرنے پر جائداد متروکہ کے جبکہ اس میں سے واحد بخش کی شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اور عالم خاتون کے حق مہر کی رقم نکالی جا چکی باقی کے تیسرے حصہ میں جائز ہوگی اس سے زائد میں جائز نہیں ہوگی اس لئے اس باقی ماندہ جائداد میں سے دو حصے عالم خاتون کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔

(۳) زیورات قیمتی سمیت حصہ کی بابت اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ زیورات عالم خاتون کے حق مہر کے عوض میں دئے گئے ہیں تو پھر ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ بھی حق نہیں ہے لیکن اگر ان تمام زیورات کے

تیسرے حصے میں اور دوسری صورت میں باقی ماندہ زیورات کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دونوں صورتوں میں باقی دو حصے عالم خاتون کے حق ہوں گے۔

(۴) تجیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہیں پڑیگا۔  
(۵) مسماۃ عالم خاتون کو رہائش کا حق شرعاً حاصل نہیں ہے اس بات میں واحد بخش کی وصیت لغو اور بے اثر رہے گی۔

(۶) ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ ان کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہے اور دو حصے مسماۃ عالم خاتون کا حق ہے لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد حسن کو دے دیئے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ واحد بخش کی جائیداد وغیرہ منقولہ سے پورا کر دیا جائے۔

(۷) فریقین یعنی عالم خاتون اور شاہ محمد خاں کا اصل حق تو موجودہ جائیداد متروکہ واحد بخش ہی میں ہے لیکن اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت لینے پر رضامند ہو جائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو خواہ وہ عالم خاتون ہو یا شاہ محمد خاں اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور نہ کرنا شرعاً عدالت کے اختیار سے باہر ہے۔

نوٹ : متوفی کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں بعد ادا کرنے خرچ تجیز و تکفین اور ادا کرنے حق تہرہ بالیسی ہی اور قرضوں کے جس قدر باقی بچے اسس باقی ماندہ ترکہ کے تیسرے حصہ میں سے وصیت ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس میں سے چارم حصہ بیوہ کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعید رشتہ دار موجود نہ ہو جیسا کہ موجودہ سوال کی صورت میں ہے تو بعد ادا کے خرچ تجیز و تکفین اور ادا کے حق تہرہ و دیگر قرضوں اور ادا کے حصہ وصیت کے جس قدر باقی بچے وہ سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ کتاب در مختار و رد المحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہوا ہے بذاتہ العلم بالصواب۔

## نقل جواب ۲

نقل فتویٰ مولوی صاحب براندہ مولویان

هوالمہم بالحق والصواب (یہ حق اور درستی کے ساتھ اہم کیا گیا۔ ت)

شرعیہ وصیت صحیح اور نافذ ہے کیونکہ وصیت کنندہ عاقل بالغ ہے اور زوجہ کا حق مال متروکہ متوفی سے سدس ہے اور باقی عمر و موصی لہ کا ہے اور نہ اسباب خیر میں بھی صرف کرے مثلاً تعمیر مسجد کی کراۓ یا پکی تیار کراۓ یا طلبائے علم دین اسلام کو دے، روایات کتب معتبرہ اس پر دال صریح الدلالہ



اور واضح البیان ہے۔  
شواہد:

فب فتاوی النوازل اوصی الرجل  
بكل ماله و ماله و لم  
يترك و امرأته الا امرأته  
فانت لم تحجب  
فلمها المهر و الباقي  
للموحي له لان له  
الثلاث سبلا اجابة فيبقى  
الثلاثون فلمها ربعهما  
وهو سدس النكاح و الثمان  
فلمها ربعهما لان الامر  
بعده الوصية ففرضها  
بربها الثلث الباقي  
شأنه كذا  
لومام الرجل عن  
امراته و اوصى بماله  
كله لاجنبى و لم تجز المرأة  
السدس و خمسة اسداسه للموحي  
له لان الثلث ماله  
مستحقا بالوصية بقيت  
الشركة في ثلث المال

دلائل:

فتاوی نوازل میں ہے ایک شخص نے اپنے تمام  
مال کی کسی مرد کے لئے وصیت کی اور مرگیا اور ان کا مال  
سوائے ایک سو بیوی کے اس نے کوئی وارث نہیں  
چھوڑا پھر اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس بیوی  
کو کل مال کا چھٹا حصہ اور باقی اس شخص کو ملے گا  
جس کے لئے وصیت کی گئی اسی لئے کہ وصیت  
والے مرد کو ایک تہائی تو بلا اجازت ملے گا باقی  
دو تہائی بچا تو بس بیوی کو دو تہائی میں سے چوتھا  
حصہ ملے گا اور وہ کل مال کا چھٹا حصہ بنتا ہے  
(در مختار) ساتن کا قول کہ بیوی کو دو تہائی کا  
چوتھا حصہ ملے گا تو اس لئے ہے کہ میراث وصیت  
کے بعد ہوتی ہے چنانچہ بیوی کا فرضی حصہ باقی بچنے  
والے دو تہائی میں سے چوتھا ہوگا (شامی)۔ اسی  
طرح اگر کوئی شخص ایک سو بیوی چھوڑے اور تمام  
مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کر گیا اور عورت  
نے وصیت کی اجازت نہیں دی تو اس صورت  
میں عورت کو کل مال کا چھٹا (۱/۶) ملے گا اور  
باقی پانچ حصے (۵/۶) وصیت والے شخص کو  
ملیں گے اس لئے کہ وہ شخص وصیت کے سبب  
سے ایک تہائی مال کا مستحق ہو گیا اور دو تہائی

فللمرأة سبعة ذلك و الباقي للموصی  
 له لانت الوصیة مقدمة  
 علی بیت المال فتاوی عالمگیری۔  
 \_\_\_\_\_ وكذلك فی الفتاوی  
 الخلاصة، اوصی بثلاث ماله الله  
 تعالی فهمی باطله وقال محمد  
 رحمه الله تصرف لوجوه الیبر در مختار۔  
 \_\_\_\_\_ قوله وقال محمد رحمه الله  
 تصرف لوجوه السیر قد منا  
 عن الظهيرية انه المفتی  
 به اعم لانه وان كان  
 یحل شیئ لله تعالی نكف السداد  
 التمسدق لوجهه تعالی تصحیح  
 الكلامه بقرینة الحال شامی،  
 \_\_\_\_\_ ولواوصی بالثلث فی  
 وجوه الخیر یصرف الی القنطرة  
 او بناء المسجد او طلبه العلم کذا فی  
 تاتارخانية فتاوی عالمگیری،  
 وهکذا فی فتاوی خلاصة،  
 ولا من صبی غیر مبیتر اصلا و لو فی  
 وجوه الخیر حثلا فالشافعی

مال میں شرکت باقی رہی، چنانچہ عورت کو اسی کا  
 چوتھا حصہ ملے گا اور باقی وصیت والے شخص کو  
 ملے گا کیونکہ وصیت بیت المال پر مقدم ہے (فتاوی  
 عالمگیری)۔ اسی طرح فتاوی خلاصہ میں ہے  
 اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی اللہ تعالیٰ کے لئے  
 وصیت کی تو وہ باطل ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ  
 نے فرمایا کہ اسی کو نیکی کے کاموں میں خرچ  
 کیا جائے گا (در مختار)۔ ماتن کا قول کہ امام محمد  
 علیہ الرحمہ نے فرمایا اسے نیکی کے کاموں میں خرچ  
 کیا جائے گا، ہم بجا التظہیر پہلے ذکر کر چکے ہیں  
 کہ بیشک فتویٰ اسی پر ہے اس لئے کہ اگرچہ  
 بیشکی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن اس سے  
 مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرنا ہے تاکہ  
 قرینہ حالیہ کی وجہ سے موصی کا کلام صحیح فسرار  
 دیا جاسکے (شامی)۔ اور اگر نیکی کے کاموں میں  
 تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مالِ پل، مسجد کی  
 تعمیر اور طالب علموں پر خرچ کیا جائے گا، یونہی  
 تاتارخانیہ میں ہے (فتاوی عالمگیری)۔ ایسا  
 ہی فتاوی خلاصہ میں ہے اور نابالغ تیز نہ رکھنے  
 والے بچے کی وصیت باطل ناخذ نہیں ہوتی اگرچہ  
 نیکی کے کاموں کے لئے ہو بخلاف امام شافعی

۱۰۵/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الثالث	کتاب الوصایا	سہ الفتاوی النبیۃ
۲۲۲/۶	مطبع مجتہبی دہلی			سہ الدر المختار
۵۲۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت			سہ رد المختار
۹۷/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الثانی		سہ الفتاوی النبیۃ

و کذا لا تصح من مبیذ الا فی تجهیزہ امر  
دفنہ و علیہ تحمل اجازۃ عمر رضی اللہ  
عنہ الوصیۃ یا فم رضی اللہ عنہ بعن  
المرامق و در مختار علی حب اظہار  
المائل - واللہ تعالیٰ اعلم -

غیر الرحمہ کے۔ اسی طرح تمیز رکھنے والے نابالغ کی  
وصیت بھی صحیح نہیں مگر تجہیز و تہنہ میں اسکی وصیت  
صحیح ہے۔ حضرت مسمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا  
قریب البلوغ لڑکے کی وصیت کو جائز قرار دینا  
اسی تجہیز و تہنہ میں پر محمول ہے (در مختار)۔ یہ  
حکم مسائل کے اظہار کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

بحقیقۃ الحال و صدق المتقال (ہم) مستحق نے بعد تکمیل استفتاء ہذا کے بیان کیا کہ متوفی نے  
پنہ زیورات محدودہ شخصہ معہودہ کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا تھا کہ بعد  
وفات میری کے ان زیورات مذکورات کی مالک میری زوجہ ہے پس اس کا جراثیم شرعیہ ہے  
کہ جس چیز کی نسبت متوفی نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ چیز سب الم متوفی کی زوجہ کی  
حقیقت ہے جو بذریعہ وصیت کے اپنے خاوند سے لے سکتی ہے،

والشاهد فیہ لراوی لنز و جتہ او صح  
لہ و لم یکن ذلک وارث اخر تصح  
الوصیۃ ابن کمال و در مختار، ہذا  
ما عندی و لعل عند غیرہ ابلغ من ہذا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر مرد متوفی اپنی بیوی کے لئے  
یا بیوی نے اپنے شوہر کے لئے وصیت کی  
اور انمالیکہ وہاں کوئی اور وارث نہیں تو وصیت  
صحیح ہے، ابن کمال (در مختار)، یہ وہ ہے

جو میرے پاس ہے ہو سکتا ہے میرے خیر کے پاس اس سے بڑھ کر وجود ہو۔ (ت)

استفتاء، ما قولکم مرحکم اللہ، تمہارا کیا ارشاد ہے؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (ت)  
اندریں صورت ایک شخص کسی واحد بخش جو عرصہ سے مریض تھا اپنے مرض الموت میں مرنے سے  
دو دن پہلے بدیں مضمون وصیت کی کہ چونکہ میں بیمار ہوں اور حیات ناپائیدار پر اعتبار نہیں ازاں بعد  
میں وصیت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں زیورات قیمتی سماعت میرے مرنے کے بعد میری زوجہ مسامۃ عالم غلام  
کو بعوض حق الہر دیئے جائیں اور ما سوا سے اس کے کل جائداد میری کا مالک کسی شاہ محمد خاں ہوگا

بعد کرنے اس وصیت کے فوت ہو گیا اور واضح رہے کہ واحد بخش متوفی وصیت کنندہ کا بغیر عالم خاتون کے جو اس کی زوجہ ہے اور کوئی وارث نہیں شاہ محمد موسیٰ لہ ایک اجنبی آدمی ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسی وصیت کو کیا حکم ملتا ہے، بوقت موجودگی وارث دیگر اجنبی کے واسطے وصیت جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو جمیع مال سے یا ثلث میں عورت کو شرعاً اس کے متروک سے کچھ حصہ ملے گا یا نہ؟ اور اگر ملے گا تو کیا؟ بیخودا تو جروا۔

### نقل جواباً وبالله التوفیق

شرعاً بوقت موجودگی ورثہ وصیت یکجمیع مال نافذ نہیں ہو سکتی ثلث سے جاری ہوگی ثلث یعنی مال متروک سے تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرنا ناجائز ہے جن جن زیورات کے بارہ میں کسی واحد بخش متوفی بعض حق المہر سہامہ عالم خاتون زوجہ خود کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا فرض تھا اور اس کا ادا کرنا اس کو فرض تھا،

و یبدأ بمن ترکة المیت بتجھیزہ  
ثمن دینہ۔ کنز الدقائق ۱۲  
ترکات میں سے ابتداء اس کی تجھیز و تکفین سے  
کی جائے گی پھر اس کا فرض ادا کیا جائے گا  
(کنز الدقائق)۔ (ت)

اس کے ماسوا باقی ماندہ اشیاء منقولہ و غیر منقولہ متروکہ واحد بخش متوفی موسیٰ میں سے ثلث یعنی تیسرا حصہ شاہ محمد موسیٰ لہ کو شرعاً دیا جائے گا،

ولا تصح بمان ادخل الثلث ۱۲ کنز  
الدقائق ۱۲  
تہائی مال سے زائد پر وصیت صحیح نہیں،  
(کنز الدقائق)۔ (ت)

ولا تجوز بمان ادخل الثلث لانه حق  
الورثة ۱۲ ہدایہ  
وہ وارثوں کا حق ہے ۱۲ (ہدایہ) (ت)

وتجوز بالثلث للاجتناب عند عدم  
المنافع وامتن لم یجوز  
الوارث ذلك لا لیسبادة  
تہائی مال کے لئے تہائی مال کی وصیت جائز ہے  
جبکہ کوئی مانع موجود نہ ہو اگرچہ وارث اس کی  
اجازت نہ دے۔ تہائی سے زائد کی وصیت

۱۲ کنز الدقائق	کتاب الفرائض	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	ص ۲۲۲
۱۲	کتاب الوصایا	طبع دہلی	ص ۱۴
۱۲ ہدایہ	۲	طبع دہلی	۶۵۱/۲

علیہ ۱۲ الدر المختار۔

جائز نہیں ۱۲ الدر المختار۔ (ت)

اور باقی اس کی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو دیا جائے گا کیونکہ ربیع اس کو بالفرض ملتا ہے،  
فللزوجات حالۃات الربیع مبالا ولد  
والثمن مع الولد ۱۲ الدر المختار۔

اور اولاد ہو تو انھوں حصہ ملتا ہے ۱۲ در مختار (ت)  
والربیع للزوجات اذا لم یکن ولسد و  
ولدا بن ۱۲ جوہرۃ نیرۃ۔

اور باقی بھی مسماۃ عالم خاتون کو بار ملتا ہے یعنی بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے اس پر یعنی زوجہ پر  
رؤ کیا جائے گا،

قلت وفي الاشياء انه يراد علیہما في  
نما نانا لفساد بیت المال وقد مناه في  
الولاد، الدر المختار۔

ہم کتاب الولاء میں کر آئے، در مختار۔ (ت)  
اور اس کا قول کہ "اشباہ میں ہے" فقہ میں  
فرمایا ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد  
ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کا قوی دیا جائیگا  
اور زکوٰۃ میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں سے  
کسی ایک کے فرضی حصہ کی وصولی کے بعد  
جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر لوٹا دیا جائے گا۔ اسی  
طرح رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف میراث کو

قوله وفي الاشياء قال في القنية و  
يفتح بالسرد على الزوجين في  
نما نانا لفساد بیت المال و  
في التزلیع عن النہایة ما فضل  
عن فرض احد الزوجین  
یرد علیہ وکذا البنت والابن  
من الرضاع یصرف الیہما ما

۲۱۶/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الوصایا	۱۲ الدر المختار
۳۵۵/۶	"	کتاب الفرائض	"
۲۰۹/۶	مکتبہ امدادیہ ملتان	"	۱۲ الجوہرۃ النیرۃ
۳۶۱/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	باب العول	۱۲ الدر المختار

وقال في المستصقي والفتوى اليوم بالرد  
على الزوجين وهو قول المتأخرين  
من علماءنا وقال المحمداي الفتوى  
اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق  
احمد بن يحيى ابن سعد التفتازاني افاق  
كثير من المشايخ بالرد عليهما اذا  
لم يكن من الاقارب مسواهما  
لفساد الاكامه - رد المحتار شرح الدر المختار

جارت کتب معتبرہ مرقۃ المفوق سے ظاہر ہے کہ عیس مال سے ایک لکھ  
مستی شاہ محمد خاں موصی لے گا اور دو لکھ مسماۃ عالم خاتون زوجہ متوفی کو ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب  
مذہب امام الکتاب۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ۔ (مستوفی مولوی محمد عیہ صاحب لاہوری نے تحریر فرمایا ہے)  
مگر از متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترک جس طاعت پہلی قسم کے حصے داران پر بچہ دہائی نہ ہو سکتا ہے  
اسی طرح دوسری قسم کے حصہ داران پر بھی نہ ہو سکتا ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ  
بچا ہوا ترک ہو وہ احمد الزوجین کو دے دیں گے یعنی موصی نہ بخل المال کو نہ دیں گے انتہی خلاصہ دو ورق  
کا یہ دوسری ہیں

### نقل جواب ۴

#### (تردید بجانب علمائے ریاست بہاولپور)

بہاولپور بھی کلمہ اہل علیہ اہل یہی قول متاخرین کا ہے جو اليوم من علی الزوجین (آج کل زوجین پر  
رد۔ ت) پر فتویٰ ہے اور سیدنا امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور  
ان سے بیان وجہ رد علی الزوجین کا اگرچہ در مختار میں اس کا مایہ اور شامی میں اس سے جواب  
فلا عن مایہ الشرع کمال الموضوح (روح الشرح سے کمال وضاحت کے ساتھ نقل  
کرتے ہوئے۔ ت) کے مبنیٰ ہے تاہم مع قطع النظر ان دونوں امور کے ہم کو بالراس والعیین  
منظور ہے مگر تاہم اس کم تو جہی مفتی صاحب پر ہے کہ رد علی الزوجین کا محل الوقوع اور موقعہ  
لمحوظ ذکر نا اور بلا تاہل اس کے موصی بجمع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل اور نقل ہے اور ہر امر  
تحکم و تعسف اور دعویٰ بلا دلیل ہے فقہاء نے رد علی الزوجین کی علت مراد یہ بیان فرمائی ہے

کہ لفساد بیت المال (بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے - ت) چنانچہ مفتی صاحب نے بھی خود تحریر کیا ہے اور یہ تو ایک دفعہ بھی نہیں لکھا کہ لفساد الوصیۃ لبحییم المال (کل مال کی وصیت کے فاسد ہونے کی وجہ سے - ت) اس سے صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین جو بنا علی مذہب المتاحسین قول مفتی بر ہے اس کا رد جو صرف بیت المال سے مقدم ہے چنانچہ بنات المعق و ذوی الارحام و البنات والابن من الرضاع (مفتی کی بیٹیوں، اس کے ذوی الارحام، اس کی رضاعی بیٹی اور اس کے رضاعی بیٹے - ت) کو بیت المال سے تقیم ہے،

کما حققه الشاشی شرحہ اللہ تحت قوله جیسا کہ اس کی تحقیق علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے  
فی الاشباہ ونقل عن معراج الدراية. مصنف کے قول فی الاشباہ کے تحت  
معراج الدراية سے نقل فرمائی ہے۔ (ت)

نہ یہ کہ رد علی الزوجین کو مستقیماً پر تقیم ہے بلکہ رد علی ذوی الفروض النسبیہ و ذوی الارحام موصی لہ بحکل المال (نسبی ذوالفروض پر رد، ذوی الارحام اور وہ جس کے حق میں تمام مال کی وصیت کی گئی - ت) حوالہ استحقاق ہے یہ سارے فریق رد علی الزوجین سے مقدم ہیں اب جس نے فی تریک اس امر کی کہ،

الموصی لہ بحییم المال مقید علی جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی وہ زوجین  
الرد علی الزوجین۔ پر رد سے مقدم ہے۔ (ت)  
ہر یہ ناظرین ہے۔

وفی السراجی ثم الموصی لہ بحییم المال قسم بیت المال انت سراجی میں ہے پھر وہ جس کے لئے کل مال کی  
قسم یکن احد المذکورین فالمال وصیت کی گئی پھر بیت المال، اگر ان میں سے  
حکله للموصی لہ لامت منعه کوئی موجود نہ ہو جن کا ذکر کیا گیا ہے تو سارا  
عن زیادة الثلث کان المضرة مال اس شخص کو دیں گے جس کے لئے کل مال  
بالسورۃ وقد انتفى بها کی وصیت کی گئی، اس لئے کہ اس کے لئے  
تہائی مال سے زائد کی ممانعت وارثوں کے





سارے فریق رو علی الزوج سے مقدم ہیں۔  
 ثم رد علی ذوی الفروض النسبية بقدر  
 حقوقهم ثم ذوی الاس حاکم  
 ثم بعدہم مولی الموالاة کما مر  
 فی کتاب الولاء وله الباقي بعد فرض  
 احد الزوجین ثم المقر له  
 بنسب علی غیرہ لم یثبت فلو ثبتت  
 حقیقۃ و نہ احم المورثۃ ثم بعدہم  
 المومنین له بما زاد علی الثلث  
 و یو بالکل ثم یوضح فی  
 بیت المال ۱۲ در مختار۔

پھر نسبی ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق  
 رد کرنا پھر ذوی الارحام پھر ان کے بعد  
 مولی الموالاة جیسا کہ کتاب الولاء میں گزرا۔  
 اور اس کو زوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ  
 نکالنے کے بعد جو باقی بچے گا وہ ملے گا پھر وہ  
 شخص جس کے لئے کسی غیر پر نسب کا اقرار  
 کیا گیا ہو اور نسب ثابت نہ ہوا اور اگر حقیقۃً  
 اس کا نسب ثابت ہو گیا تو وہ وارثوں میں  
 شریک ہو جائے گا۔ پھر ان کے بعد وہ شخص  
 جس کے لئے تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہو  
 اگرچہ کل مال کی ہو پھر بیت المال میں رکھا  
 جائے گا۔ (در مختار)۔ (ت)

ما تبقی قال "پھر ذوی الارحام" اسکا مطلب  
 یہ ہے کہ ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی جبکہ  
 نسبی ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو  
 وہ ذوی الارحام کل مال لیں گے یا وہ مال  
 لیں گے جو زوجین میں سے ایک کے فرضی

حصہ وصول کرنے کے بعد باقی رہ جائے کیونکہ زوجین پر رو نہیں ہوتا ۱۲ شامی (ت)  
 ما تبقی قال کہ "اس کے لئے باقی ہے" یعنی اگر  
 ماقبل میں مذکور افراد میں سے کوئی موجود  
 نہ ہو تو کل مال اُسی کا ہے مگر جب زوجین میں

قولہ ثم ذوی الاس حاکم یبدأ  
 بہم عند عدم ذوی الفروض النسبية  
 والعصبات فی اخذون کل المال او ما بقی  
 عن احد الزوجین لعدم المسرد  
 علیہما ۱۲ شامی

قولہ وله الباقي ای ان لم یوجد  
 احد ممن تقدم فله کل المال  
 الا ان وجد احد الزوجین

فله الباقي عن فرضه ۱۲ شامی<sup>۱</sup>.

کوئی موجود ہو تو اس کے فرضی حصہ کے بعد  
باقی بچے گا = اس کو ملے گا ۱۲ شامی (د ت)  
ماتن کا قول کہ ”پھر وہ جس کے لئے غیر رنسب  
کا اقرار کیا گیا ہے“ یعنی اس کو کل مال دیا جائیگا  
مگر جب زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو تو  
اس کے فرض حصہ کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو  
ملے گا ۱۲ شامی (د ت)

ماتن کا قول کہ ”نسب ثابت نہیں ہوا“ یعنی  
یہ اقرار باعتبار معنی کے وصیت ہے اسی  
لئے اس سے رجوع کرنا صحیح ہے اور یہ اقرار  
نہ تو مقررہ کی فرع کی طرف منتقل ہوگا اور نہ ہی اس  
کی اصل کی طرف ۱۲ شامی (د ت)

ماتن کا قول ”پھر ان کے بعد“ یعنی مقدم الذکر  
تمام مفقود ہوں تو ابتداء اس شخص سے  
کی جائے گی جس کے لئے تمام مال کی وصیت  
کی گئی ہے اور اس کے لئے وصیت کی تکمیل  
ہوگی کیونکہ تہائی مال سے زائد کی وصیت  
وارثوں کی وجہ سے ممنوع تھی، جب ورثا میں  
کوئی ایک بھی موجود نہیں تو ہمارے نزدیک  
وہ تمام وصیت والے کو دیں گے جس کا تعین  
موصی نے اسی کے لئے کیا ہے (سید) اور

قوله ثم المقر له ينسب على غيره  
فيعطى كل المال الا اذا كانت احد  
الزوجين فيعطى ما فضل بعد  
فرضه ۱۲ شامی<sup>۲</sup>.

قوله لم يثبت اى يكون هذا الاقوار  
وصية معنى ولذا صح رجوعه عنه  
ولا ينتقل الى فرع المقر له و  
لا اصله ۱۲ شامی<sup>۳</sup>

(قوله ثم بعد هم) اى اذا  
عدم من تقدم ذكره يبدأ بمن  
ادعى له بجميع المال فيكمل  
له وصيته لان منعه عما اراد  
على الثلث كانت لاجل  
السواسة فان لم يوجد  
احد منهم فله عندنا  
ما عين له كملا سید  
ولا يخفى ان المراد انه

۱۲۸۴/۵	دار احياء التراث العربی بیروت	کتاب الفرائض	۱۲۸۴/۵
۱۲۸۴/۵	دار احياء التراث العربی بیروت	کتاب الفرائض	۱۲۸۴/۵
۱۲۸۴/۵	دار احياء التراث العربی بیروت	کتاب الفرائض	۱۲۸۴/۵



رد علی الزوجین مقدم ہے بیت المال پر اور الیوم فی نہ ماننا هذا مفتی یہ (اور آج کے ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ت) یہ قول ہے اور ہمارا مسئلہ بھی یہی ہے اور عمل ہمارا بھی اس پر ہے۔

وفی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین فی نہ ماننا لفساد بیت المال ۱۲ شامی  
فقہ میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا ۱۲ شامی (ت)

صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین مقابل اور مربوط بیت المال سے ہے نہ کہ وصیت بکل المال سے و ہدایۃ الانصاف من اللہ المہادی (اور انصاف کی ہدایت ہدایت دینے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ ت) بڑے عجیب بات ہے کہ اتنے دراز حضرت علامہ نے لاہور نے اپنے دعویٰ الرد علی الزوجین مقدم علی الوصیۃ لجمیع المال (زوجین پر رد اس شخص پر مقدم ہے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی۔ ت) کی ضعیف جزی بھی ثابت نہ کی صرف نکی تطویل سے اور اقول کہ لکھ کر تفصیل اوقات عزیزہ کی فرمائی صرف رد علیہا کے مسئلہ معروضہ کو لکھ کر بھیجا جن کا انکار بھی کسی کو نہ تھا سو وہ مسئلہ ایسا بے موقعہ فرمایا جس کی تردید سے کتب ملوہ مشہور میں علایان یا رست لے اپنے دعویٰ الوصیۃ بکل المال مقدم علی الزوجین (تمام مال کی وصیت مقدم ہے زوجین پر رد کرنے سے۔ ت) پر، پہلے ابتداءً مسئلہ میں اور اب اس تردید کے ضمن میں کیا صاف صاف واضح جزئیات اظہار من الشمس بدیہ ناظرین کے ہیں انصاف فرمایا جائے۔

تذنیبیل، ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جن مفتی صاحبان لاہور نے پہلے استغفار بھیجا تھا اب ہماری تردید پہلے کو ملاحظہ فرما کر وہ صاحبان مرعہ و ذہن نظر الانصاف فی الادعاء صاف لب بسکوت ہو رہے ہیں اب اس دوسری مرتبہ مولوی مفتی محمد مجید صاحب کو اشتعال آیا تو انہوں نے قلم اٹھایا اب یقین ہے کہ اس جواب کو ملاحظہ فرما کر وہ بھی تسلیم فرمائیں گے اور تحسین کا تحفہ ہم و احیان بالخیر کی طرف ارزانی فرمائیں گے خداوند کریم کرے کہ ان کا شعلہ اس پانی سے مٹنی ہو اور بجھ جائے،

ورجاء القبول والثواب من اللہ تعالیٰ قبول و ثواب کی امید تعالیٰ سے ہے درستی کو خوب دھوا علم و احکم بالصواب۔  
جاننے والا اور مضبوط و بہتر حکم والا ہے۔ (ت)

محرمہ بتاریخ ۱۶ اگست ۱۲

لے رد المحتار کتاب الفرائض باب العول و ارجاء الترات العربی بیروت ۵۰۲/۵

**نقل جواب:** متوفی کے اقربان میں یہ الفاظ ہیں مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے یعنی غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے یہ جلاشرائط میرے قابل قبول ہوں گے جب تک میں حیات میں موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گی، ان لفظوں سے تملیک بعد الموت جس کو وصیت کہتے ہیں ثابت نہیں ہوئی تو شرعاً اس کا کیا نام ہے بیان کیجئے۔

## سوالات عدالت

- (۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی، اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی پر کیا اثر پڑتا ہے؟
- (۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت مدعیہ اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائزہ دے سکتی ہے یعنی جائداد مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے؟
- (۳) جو خاص زیورات تین ساعیے ہوتے وصیت مدعیہ کو دوسے گئے ہیں اس میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا کہ ان زیورات کو حصہ بنا کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو ہوتے سوال کا اس کے پتے جائیں۔
- (۴) اخراجات تجیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں وہ مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصہ میں چارج ہوں گے یا کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا؟
- (۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال کا ایک حصہ مکان تملیک قطعی دیا جائے؟
- (۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کو کسی غرض کا بھی دیا جانا اور حج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلجامہ سوال کا اثر پذیر ہو سکتا ہے؟
- (۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا بروئے سوال کا قرار پاتے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ کا وغیرہ منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو لائی جاسکتی ہیں۔

## جواب شرع شریف

شرعاً یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جوازی وصیت پر یہ اثر پیدا ہوا کہ حق الارث



وعلیٰ هذا اذا تزلزل

نروجة لا وارث له غیرها وادعی لرجل بجمیع  
ماله كان لها سدس والموصی له خمسة  
اسداس لانها لا تقتحق من الیراث شیئا  
حتى یخرج الثلث للوصیة فاذا اخرج  
الثلث استحققت مرہم الباقی وما بقی بعد  
ذلك ینکون للموصی له بالجمیع واصله من  
اثنی عشر للموصی له اربعة وهو الثلث  
یبقی الثلثان ثمانية للنروجة رابعها اثنان  
یبقی ستة تعود للموصی له فیکون له  
عشرة من اثنی عشر وذلك خمسة اسداسها  
جوهرۃ النیرۃ شرح قدوری

وهكذا فی فتاویٰ الہندیۃ  
ورد المحتار والندرا المختار وهذه الکتب  
من معتبرات الخفیۃ کوائف لو تبحر و  
لوصی لها ایضا اول فقد اوضحه فی  
الجرمۃ فراجعها رد المحتار فی قوله لا الزیادۃ  
علیہ الخ

اسی بنیاد اگر کسی نے بیوی کے علاوہ کوئی وارث  
نہ چھوڑا اور کسی مرد کے لئے کل مال کی وصیت  
کر گیا تو بیوی کو کل مال کا چھٹا (۱/۶) حصہ اور  
وصیت والے مرد کو باقی پانچ چھٹے (۵/۶) ملیں گے  
اس لئے کہ جب تک کل مال سے تہائی حصہ بطور  
وصیت نہ نکال لیا جائے اس وقت تک بیوی  
یراث میں سے کسی شئی کی مستحق نہیں اور جب  
تہائی حصہ نکال لیا گیا تو باقی کے چوتھائی کی مستحق  
ہوگی، پھر جو باقی بچ گیا وہ کل مال کی وصیت والے  
شخص کو ملے گا، اس کی اصل بارہ سے ہے یعنی  
کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن سے  
ایک تہائی یعنی چار حصے بطور وصیت وصیت والے  
شخص کو ملیں گے باقی دو تہائی یعنی دو حصے بیوی کو  
ملیں گے پھر جو چھ باقی بچ گئے وہ وصیت والے  
شخص کی طرف لوٹ جائیں گے تو اس طرح وصیت  
والے شخص کو بارہ میں سے دس حصے مل گئے جو کہ  
چھ میں سے پانچ (۵/۶) ہوسکتے (جوہرہ نیز شرح  
قدوری) ایسا ہی فتاویٰ ہندیہ، رد المحتار اور

رد مختار میں ہے جو کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابیں ہیں، اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی جبکہ اس نے پہلے اس  
کے لئے بھی وصیت کی تھی اس کی وضاحت جوہرہ میں ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے یہ بات شافعی  
میں مانن کے قول "لا الزیادۃ علیہ" کے تحت مذکور ہے الخ (مت)

اور صاحبان النجمن مستشار العلما لاہور نے جو اس صحت موجود ہے، ۱/۶ حصہ یعنی سوم حصہ  
مدعا علیہ کا بتایا جو موصی لہ تھا اور ۱/۶ حصہ یعنی دو ثلث حصہ مدعیہ کا بتایا۔ اثر بے غوری اور کمال بے توحی  
ملک الجہرۃ النیرۃ کتاب الوصایا مکتبۃ امدادیہ ملتان ۳۹۰/۶  
لے رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۵

صاحبان کا ہے اور محض واسطے اپنی فکر دی اور اس بارہ میں روایت مذکورہ دراصل مسئلہ شرعی اس طور پر نہیں ہے بلکہ مسئلہ شرعی اس طور پر ہے جو مولوی صاحبان خانپور نے لکھا ہے یعنی ۱/ حصہ مدعیہ وارثہ کا ہے اور ۲/ حصہ مدعیہ موصیٰ لہ کا ہے اور اسی مطلب پر روایات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ ناظمہ ہیں اور میراجی اتفاق ان صاحبان سے ہے اور جو غلطی صاحبان انجمن کی یہ ہے کہ انہوں نے یہ قول دیکھا ہے کہ فی نہ ماننا مذہب متاخرین کی ایک صورت خاص ہے اور صورت متنازعہ مفار اس کے ہے یعنی صورت خاص یہ ہے کہ متوفی کے حقداروں میں سے صرف ایک زوجہ اس کی موجود ہے اور سوائے اس کے کوئی حقدار نہ ہوئے اور صورت متنازعہ میں زوجہ کے سوائے دوسرے حقدار بھی موجود ہے جو موصیٰ لہ: کبیح المال ہے تو اس صورت خاص میں ۱/ یعنی چارم حصہ ارثی یعنی سرربیع باقی ماندہ زوجہ کو بالرد ملنا چاہئے کیونکہ اگر سرربیع باقی ماندہ اس کو نہ دیتے جائیں تو مذہب متقدمین کے مطابق بیت المال کے سوائے دوسری جگہ نہیں ہے سبب فاسد ہونے بیت المال کے فتویٰ متاخرین کا یہ ہے کہ یہ سرربیع باقی ماندہ بھی زوجہ متوفی پر رد کئے جائیں کہ وہ وارث شرعی ہے اور بیت المال سے فاتی ہے اور یہ فتویٰ متاخرین کا عند ائکل مسلم ہے اگرچہ آج تک اس کا رد عمل نہیں ہوا، آقا ماٹھن فیہ میں جلدی نہیں ہو سکتا،

کہ: مرو قال المحقق احمد بن یحییٰ  
بن سعد القفطانی افق کشیر من  
المشائخ بالمدینہ علیہا اذا السہ یکون  
ان الاقارب سواہما الفساد الا صام  
وظلم الحکام فی هذه الايام اور دفعہ  
المستصغی والفتویٰ الیوم علی المدعی  
الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال  
اذ الظلمۃ لا یصرفونہ الی مصرفہ اور اقوال  
ولم نسمع ایضا فی نہ ماننا من افق بشی  
من ذلك ولعلہ لمخالفتہ للمتون فلیست امل  
سرد المحتار فی قولہ فی الاشیاء الخ  
جیسا کہ گزر چکا ہے محقق احمد بن یحییٰ بن سعد القفطانی  
نے کہا کہ اکثر مشائخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے  
بلکہ ان کے علاوہ دیگر اقارب معدوم ہوں کیونکہ  
ہمارے زمانے میں پیشوا خراب اور حکام ظالم  
ہو چکے وہ بیت المال کو صحیح مصرف میں حشر چ  
نہیں کرتے اور اقوال (میں کہتا ہوں) ہم نے یہ  
بھی نہیں سنا کہ ہمارے زمانے میں کسی نے ایسا  
فتویٰ دیا ہے شاید اس کے مخالف متون ہونے  
کی وجہ سے۔ تو اس میں تامل چاہئے۔ یہ بات  
رد المحتار کے کتاب الغرائض، بیان الرد باب العول  
میں ماتن کے قول "وفی الاشیاء الخ" کے تحت  
دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵



فی کتاب الفرائض فی بیان الردف باب  
العول قال علماؤنا رحمهم اللہ تعالیٰ  
تعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبة  
الاول یبدأ بشکینہ وتجهیزة بلا تیسیر  
ولا تعتیر ثم تقضی دیونہ من جیبہ ما بقی  
من مالہ ثم تنفذ وصایا من ثلث  
ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین  
ورثتہ بالکتاب والسنة واجماع الامة  
سراجی — ولا لوارثہ وقائلہ مباشرة  
لا تسبھا کما مر الا باجازة ورثتہ لقوله علیہ  
السلام ولا وصیة لوارث الا ان یجیزھا  
الورثة یعنی عند وجود وارث آخر کما  
یفیدہ آخر الحدیث و مستحقہ ۱۲ در مختار

ذکور ہے۔ ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا  
وصیت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چار حقوق  
والستہ ہوتے ہیں سب سے پہلے وصیت کے مال سے  
زیادتی یا کمی کے بغیر تجیزہ و تکفین کا اہتمام کیا جائیگا  
پھر باقی بچے ہوئے تمام مال سے وصیت کے قرضے  
ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض کی ادائیگی سے بچ  
جانے والے مال کے تہائی سے اس کی وصیت  
نافذ کی جائے گی۔ پھر جو باقی بچ گیا اسے کتاب اللہ  
سنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم  
کیا جائیگا (سراجی)۔ وارث اور قاتل بالمباشرة  
ذکر باسبب کے لئے وصیت جائز نہیں مگر  
یہ دیگر ورثہ اس کی اجازت دے دیں جیسا کہ  
گزر چکا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس  
ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں  
مگر یہ کہ دوسرے ورثہ اس کی اجازت دیے دیں یعنی جب کوئی دوسرا وارث موجود ہو جیسا کہ حدیث کا آخر  
اس کا نفاذ دیتا ہے۔ ہم مغربیہ اس کی تحقیق کریں گے (در مختار)۔ (ت)

### فصل جواب ۶

یہ فقہ کا مسلم الثبوت ہے کہ مصارف تجیزہ و تکفین شرعی اور ادا کے قرض کے بعد جس قدر جائیداد  
منقولہ غیر منقولہ باقی بچے اس کے قیصر بے حصہ میں وصیت جاری اور نافذ ہو سکتی ہے اور اگر متوفی  
نے قیصر بے حصہ سے زیادہ کی وصیت کی تھی تو اس زائد علی الثلث پناذ ہونا وارثوں کی اجازت پر  
موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ نفاذ کی اجازت دیں تو نافذ ہوگی ورنہ نافذ نہ ہوگی، کتاب ہدایہ میں ہے  
ولا تجوز نہ بئنا نراد علی الثلث الا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں مگر

ان یجیزها الورثة بعد موتہ وہم کیس لان الامتناع لحقہم وہم اسقطوہ بلہ  
یہ کہ دیگر ورثہ موصی کی موت کے بعد اسکی اجازت سے دیں اور وہ ورثہ بالغ بول کر نہ کرنا  
ان کے حق کی وجہ سے ہے اور انہوں نے اپنا حق ساقط کر دیا ہے۔ (ت)

چونکہ مسئلہ زیر بحث میں متوفی واحد بخش کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے لئے حصہ سے زیادہ ہے بغیر اجازت عالم خاتون بیوہ متوفی کے نافذ نہیں ہو سکتی اداۓ وصیت کے بعد جس قدر جائیداد بچے اس میں سے ۱/۲ حصہ یعنی چارم حصہ کی جو اصل ترکہ کا ۱/۲ یعنی چھٹا حصہ ہوتا ہے، عالم خاتون بیوہ واحد بخش کا حق ہے کتاب سراجی میں ہے :

یبد اہنکفینہ وتجهیزہ بلا تبذیر و لا تغیر شتم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ شتم تنفذ وصایا من ثلث ما بقی بعد الدین شتم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنة واجماع الامة ۱/۲  
ابتداء وصیت کی چیز و تکفین سے کی جائے گی نہ تو اس میں فضول خرچی اور نہ ہی ضرورت سے کمی کی جائے گی، پھر جو باقی بچا اس تمام سے وصیت کے لئے دے داکئے جائیں گے۔ پھر فرض کی ادائیگی کے بعد بچ جائے والے مال کی تہائی سے وصیت کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی، پھر جو باقی بچا اسے کتاب و سنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (ت)  
نیز کتاب مذکور میں ہے :

للزوجات حالتان السبع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد او ولد الابن وان سفل ۱/۲  
بیویوں کی دو حالتیں ہیں، اگر مروجہ خاوند کی اولاد یا اس بیٹے کی اولاد بچے تک کوئی نہ ہو تو ان کو کل مال کا چوتھائی حصہ ملتا ہے چاہے ایک بیوی ہو یا متعدد۔ (ت)

جب ترکہ میں سے ۱/۲ حصہ یعنی تیسرے حصہ من حیث الوصیۃ اور ۱/۲ یعنی چھٹا حصہ عالم خاتون

۱۵۱/م	مطبع یوسفی مکتوبہ	کتاب الوصایا	سہ الہدایہ
۳ و ۴	مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی	مقدمۃ الکتاب	سہ السراجی
ص ۱۱	۱۱	فصل فی النصار	سہ

کے من حیث الارث دے دیا گیا تو اب واحد بخش کے ترکہ میں سے  $\frac{1}{2}$  یعنی آدھا ترکہ باقی رہ جاتا ہے  
اب سوال یہ ہے کہ باقی ترکہ کس کو دیا جائے، شاہ محمد کو یا عالم خاتون کو؟

مسئلہ الثبوت مسئلہ ہے کہ اگر حصہ داروں کو جس میں کوئی منصب نہ ہو ان کے مقرری عقد دینے  
کے بعد ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو وہ بھی حصہ داران پر بچھہر دس دیں رو کر دیا جائے لیکن حصہ دار  
کو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ حصہ دار جو متوفی کے برادری کے ہیں مثلاً متوفی کی دختر، اس کی ماں  
اس کی ہمیشہ وغیرہ۔ دوسرے وہ حصہ دار ہیں کہ جن سے صرف نکاح کا تعلق ہے یعنی وہ متوفی کا شوہر  
ہے اگر متوفی عورت ہو یا وہ متوفی کی بیوہ ہو اگر متوفی مرد ہو اتنے متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ وہ  
بچا ہوا ترکہ پہلے ہی قسم کے حصہ داران پر دیا جائے گا اور دوسرے قسم کے حصہ داران پر یعنی  
شوہر یا بیوہ پر اس کا رد نہیں ہو گا اور در صورتیکہ صرف دوسرے ہی قسم کے حصہ دار ہوں گے اور  
بچا ہوا ترکہ بہ ترتیب ان کو دے دیا جائیگا جو رد کے درجہ کے بعد والے ہیں مثلاً ذوی الارحام کو  
اور ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالات اور مولی الموالات بھی نہ ہوں تو مقررہ النسب پر غصیر کو  
مقررہ النسب پر غصیر بھی نہ ہوں تو موصی لہ بالزادہ علی الثلث کو موصی لہ بالزادہ علی الثلث بھی نہ ہو یا اسے  
دے کر بھی کچھ بچ رہے تو بیت المال کو دیں گے، علما نے علاقہ بہاؤ پور نے ہزار میں جو فعل فرماتے ہیں  
وہ اس مذہب کے متقدمین کے موافق ہیں مگر اتنے متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلے قسم کے  
حصہ داران پر بچھہر دس دیں رو ہو سکتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے حصہ داران پر بھی رو ہو سکتا ہے  
اور اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین یعنی شوہر کو در صورتیکہ متوفی عورت  
ہو یا حوریت کو در صورتیکہ متوفی مرد ہو دے دیں گے۔ یہی قول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے منقول ہے اور اسی قول متاخرین پر فتویٰ دیا گیا ہے، پس اس مفتی بہ قول کے موافق واحد بخش  
متوفی کے ترکہ میں سے جو  $\frac{1}{2}$  یعنی آدھی جائیداد عالم خاتون کو بحیثیت زوہ کے ملے گی اور  $\frac{1}{2}$  اس کو  
بحیثیت میراث کے پہلے ہی مل چکی ہے تو ظاہر ہے کہ عالم خاتون کو اس کے شوہر کے ترکہ میں سے  
 $\frac{1}{2}$  یا  $\frac{1}{2}$  مل جائے گی اور شاہ محمد موصی لہ صرف وصیت کی حیثیت سے  $\frac{1}{2}$  حصہ دار رہے گا،  
اب ہمہ راہیں نقل کئے دیتے ہیں جن سے متاخرین کے رد علی الزوجین کا قائل ہونا ہو اور پھر اس کا

مفتی بہ ہونا ثابت ہو۔ کتاب در مختار میں ہے :

اگر میت کا ترکہ فروض سے بچ جائے در انما لیک

کوئی حصہ موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال پھر

فان فضل عنها ای عن الفروض

والحاصل انه لا عصبه ثمة یرد

ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق  
 نوادیا جاتے گا کیونکہ بیت المال میں فساد آچکا  
 ہے، مگر زوجین پر رد نہیں کیا جائے گا۔ عثمان  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد  
 کیا جائیگا۔ مصنف وغیرہ نے یونہی کہا ہے،  
 میں کہتا ہوں اختیار میں یقین کیا ہے کہ یہ راوی  
 کا وہم ہے تو اس کی طرف رجوع کر۔ میں کہتا ہوں  
 اشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں بیت المال  
 کے فاسد پہچانے کی وجہ سے زوجین پر رد کیا  
 جائے گا۔ (ت)

مصنف کا قول اشباہ میں ہے "تقدیر میں کہا  
 کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی  
 وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔  
 زیلعی میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں ایک  
 کے فرضی حصہ قبول کرنے کے بعد جو بچ جائے  
 وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا۔ یونہی رضاعی بیٹی اور  
 رضاعی بیٹے کی طرف رد کیا جائے گا۔ مستصفیٰ  
 میں کہا کہ آج کے دور میں زوجین پر رد کا فتویٰ  
 ہے اور یہ ہی ہمارے متاخرین علماء کا قول ہے  
 حدادی نے کہا آج کے دور میں زوجین پر رد کا  
 فتویٰ ہے۔ محقق احمد بن یحییٰ بن سعد  
 قناتزانی نے کہا کہ بہت سے مشائخ نے

ذلك الفاضل عليهم بقدر سهمهم  
 اجماعاً لفساد بيت المال الاعلى الزوجين  
 فلا يرد عليهما وقال عثمان رضي الله  
 عنه يرد عليهما ايضا قاله المصنف  
 وغيره قلت وجزم في الاختيار بام  
 هذا وهم من الراوي فراجع  
 قلت وفي الاشباة انه يرد عليهما فب  
 شرمانا لفساد بيت المال

کتاب رد المختار میں ہے،

قوله وفي الاشباة الخ قال في القنية  
 ويفتق بالرد على الزوجين في زماننا  
 لفساد بيت المال وفي الزيلعي عن  
 النهاية ما فضل عن فرض احد  
 الزوجين يرد عليه وكذا  
 المبتدئ والابن من الرضاع  
 يصرف اليهما وقال في  
 المستصفى والفتوى اليوم بالسود  
 على الزوجين وهو قول المتأخرين  
 من علمائنا وقال الحدادی الفتوى اليوم  
 بالرد على الزوجين وقال المحقق  
 احمد بن يحيى بن سعد القناتزاني افترق

کثیر من المشائخ بالرد علیہما اذا  
لم یکن صحت الاقارب سواھما  
وہمین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ  
دیگر اقارب معدوم ہوں۔ (۱)۔

مندرجہ بالا روایتوں سے رد علی الزویین کا مذہب متاخرین نیز اسی کا مفتی رہ رہا وضاحت ثابت  
ہو گیا اور اب معلوم ہو گیا کہ علماء علاقہ بہاد پور کی منقولہ روایتیں متقدمین کے مذہب کے موافق ہیں مگر  
مفتی بہ متاخرین کا قول ہے اگر انہیں مستند العلماء کو معلوم تھا کہ عام اور مشہور قول عدم الرد علی الزویین  
کے موافق عالم خاتون کو صرف ۱۰ حصہ مل سکتا ہے لیکن کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایک عام اور مشہور قول کے  
واسطے قول بالرد علی الزویین کو جس پر فتویٰ بھی دیا گیا ہے چھوڑ دیں اور خاص کر جبکہ وہ بالکل معقول بھی  
ہو کیونکہ بعض صورتوں میں جبکہ تمام حصے داروں کے مقرری حصے دینے سے متوفی کا ترکہ قاصر ہو جس کو  
علم الفرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں تو سب حصہ داروں کے حصوں میں سے دسویٰ طور پر  
کم کر لیتے ہیں اور اس میں زویین کو مستثنیٰ کرتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب متوفی کے ترکہ میں سے کچھ  
بیع جائے تو اس بچے ہوئے کے دینے سے زویین کو مستثنیٰ کر دیں اور ان کو کچھ بھی نہ دیں خاص کر  
جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بھی موجود نہ ہو غرض قول بالرد علی الزویین کو جو معقول بھی ہے اور مفتی بہ بھی ہے  
جیسا کہ مندرجہ بالا روایتوں سے ثابت ہوتا ہے چھوڑ دینا اور قول بعدم الرد علی الزویین پر عمل کرنا خاص کر  
جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو روایت اور روایت دونوں کے برخلاف ہے۔

نوٹ : وصیت نامہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ داعی بخش متوفی نے شاہ محمد خاں کے حق  
میں کچھ بھی وصیت نہیں کی ہے بلکہ اس کو صرف اپنا کارپردار اور وصی مقرر کیا ہے چنانچہ وہ اسی  
وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ بعد فروخت یا کہ دین زور بن یا زربیع میرے تجیز و تکفین اور میری  
ارواح پر بخش دے گا اب اگر وصیت بحق شاہ محمد ہوگی تو واحد بخش کا یہ کہنا کہ بعد فروخت یا  
دین زور بن یا زربیع میری تجیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا بے معنی ہو جاتا ہے  
کیونکہ اگر شاہ محمد خاں موصی ہوتا تو وہ وصیت کا خود مالک ہوتا اور جو چاہتا وہ کرتا اس لئے  
شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت کے غیر حصہ جائداد کا ملے گا وہ اس لئے ملے گا کہ وہ بحق واحد بخش  
کر دے یا نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

## نقل جواب ۷

حائذ وصیت میں نے کاغذ مندرجہ مسئلہ مقدمہ استغفار عدالت وصیت نامہ قوی علمائے لاہور، قوی علمائے ریاست دیکھے جواب استغفار چند مقدمات کی تفسیر پر موقوف ہے جو علم فقہ میں پسین و مہر بن ہے۔ تمہید، متیت کے ترک میں سے سب سے مقدم جمع مال سے خرچ تجبیز و تکفیس ہے اس کے بعد باقی میں سے ادائے دیون اس کے بعد باقی میں سے تنفیذ وصیت بالثلث اس کے بعد باقی کی تقسیم علی ذلک، وصیت زائد علی الثلث اس وقت ناجائز ہے جبکہ متضمن ابطال حق وارث ہو، اور اگر وارث مال متروکہ کے متعلق نہ ہو مثلاً کوئی وارث موجود نہ ہو یا وارث موجود ہو اور ابطال حق نہ ہو، یا وارث اپنے اضرار اور ابطال حق کو قبول کر لیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی۔

جوہر میں کہا اس لئے کہ نفع وارثوں کے حق کی وجہ سے ہے لہذا ان کی اجازت سے جائز ہو جائے گی۔ علامہ ابو السعد نے کہا اگر کوئی وارث موجود نہ ہو ————— اگرچہ حکمی طور پر تو کل مال کے ساتھ وصیت صحیح ہوگی کیونکہ صحیح ہونے سے رکاوٹ قرحق وارث کا اس سے متعلق ہونا ہے۔ فتح القدر میں کہا تہائی سے زائد کی وصیت وارثوں کے حقوق کے ابطال کو متضمن ہے اور وہ ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ (ت)

قال فی الجوہرۃ لان الامتناع لحقہم فیجوز باجائز تہم ہو قال العلامة ابو السعد فلولم یکن وارث ولو حکما صحت الوصیۃ بالکل لان المانع من الصحۃ تعلق حق الوارث ، و قال فی فتح القدر فالوصیۃ بالزیادۃ علی الثلث تنضم ابطال حقہم و ذلک لایجوز من غیر اجائز تہم

اگر زائد علی الثلث اجنبی کو وصیت کی اور صرف احمد الزوجین وارث موجود ہے اور اس نے اس وصیت کو قبول نہ کیا تو اس کا اثر صرف اسی قدر ہوگا کہ اول ثلث بطور وصیت نکال کر باقی ماندہ

۲۸۹/۲	مکتبہ امدادیہ ملتان	کتاب الوصایا	لہ الجوہرۃ النیرۃ
۵۲۸/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	فتح المعین
۳۲۶/۹	المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر	"	نتائج الافکار (مکملہ فتح القدر)

تمام مال میں سے ربع یا نصف حصہ احد الزوجین نکالا جائے گا اور باقی بعد احد الزوجین کل یا جس نے موصی کو بقدر وصیت دیا جائے گا اور بعد ازاں اگر کچھ باقی رہے گا تو بیت المال میں داخل کیا جائے گا تو وصیت ثلث المال اس مال کی وصیت سے مقدم ہے جو مال ثلث کے بعد باقی رہا ہے اور اس کی بھی یہی وصیت کی گئی ہے زوجین کے لئے عدم جواز وصیت کا بھی شرط و بایں شرط ہے کہ کوئی دوسرا وارث موجود ہو۔ اور اگر دوسرا کوئی وارث موجود نہ ہو تو احد الزوجین کی وصیت للآخر صحیح و نافذ ہے، حاصل یہ کہ زوجین کی وصیت سے مانع فراغت حق وراثت ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعت۔

قال فی رد المحتار والالتصاح کما لو  
اوصى احد الزوجین للآخر ولا وارث  
فیدر یلہ  
رد المحتار میں کہا اور نہ صحیح ہے جیسا کہ غاوند بری  
میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے وصیت  
کرے اور اس کے علاوہ کوئی اور وارث  
موجود نہ ہو۔ (ت)

رد علی الزوجین کا حق بیت المال سے اخذ ہے لفساد بیت المال۔ اشیاء میں ہے  
انہ یرد علیہما ف نہ ماننا لفساد  
بیت المال یلہ  
ہمارے زمانے میں بیت المال کے فاسد  
ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائیگا۔ (ت)  
رد المحتار میں ہے،

قال فی القنیۃ ویفتی بالرد علی الزوجین  
فی نہ ماننا لفساد بیت المال یلہ  
فتیہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے  
فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا۔ (ت)  
پس اگر بیت منتظم ہے تو مستحقین سے باقیانہ مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا اور  
اگر بیت المال نہیں ہے یا ہے اور منتظم نہیں ہے اور اندیشہ ہے کہ وکیل بیت المال سے اس  
مال کو بیت المال میں داخل نہ کرے اور اپنے اور اپنے خدام کے صرف میں لائے تو اس صورت میں  
خروجہ زوجین پر حسب فتویٰ متاخرین رد کیا جائیگا اور بعد تمہید مقدمہ مذکورہ اس استفتاء کا صحیح جواب

۱۔ رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶/۵  
۲۔ الدر المختار بحوالہ الاشباہ کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتہبی دہلی ۳۶/۲  
۳۔ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵

یہ ہے کہ واحد بخش متوفی کے جمیع مال متروکہ میں سے سب سے اول اس کی تجیز و تکفین کا خرچ نکالا جائیگا جس میں رواجی صدقات وغیرات داخل نہیں بشرطیکہ مدعا علیہ نے یہ خرچ اپنے ذاتی مال میں سے بلا اجازت مدعیہ کو نہ کیا ہو، اور اگر ایسا کیا ہو تو تبرع ہو کر اس کا بار اس کی ذات پر رہے گا نہ مدعیہ پر، بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی وصیت کی ہے چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جاتیں گے اور اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو اس صورت میں باقی ماندہ تمام مال میں سے دین مہر زوجہ کو دیا جائے گا بعد ازاں وصیت جاری کی جائے گی صورت موجودہ میں واحد بخش نے تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں ایک وصیت زوجہ کو کی ہے جو صرف زیورات کے متعلق ہے خواہ یہ وصیت محض ہر یا وصیت ادا دین مہر کے لئے ہو جیسا کہ زوجہ کا اقرار ہے اور دوسری وصیت زوجہ کو ہے جو مکان کے سکنی اور ظروف کے استعمال کے متعلق ہے اور تیسری وصیت باقی ماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے جس کو مدعیہ نے قبول نہیں کیا ہے اور وہ وصیت ثلث مال سے زائد کی ہے پس صورت موجودہ میں بعد خرچ تجیز و تکفین و ادا سہ دین مہر اس طرح نفاذ وصیت کیا جائے گا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے سب اقرار زوجہ ادا ہو اسے تو زیور پر پڑ کر باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظرف وغیرہ ایکہ ثلث یعنی  $\frac{1}{3}$  اول شاہ محمد کو دیا جائے گا اور باقی ماندہ میں سے چوتھائی حصہ  $\frac{1}{4}$  جو زوجہ کا ہے یعنی سہ سہ کل  $\frac{2}{3}$  اس کو دیا جائے گا پھر باقی ماندہ  $\frac{1}{3}$  بھی بعد المزامم شاہ محمد کو دیا جائے گا اور تصحیح سہامات کی بارہ سے ہوگی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ علاوہ زیورات بارہ سہام ہو کر اول چار سہام بحکم وصیت بالثلث شاہ محمد کو دئے جائیں گے بعد ازاں باقی ماندہ آٹھ سہام میں سے دو سہام جو ربع مابقی ہے اور سہ سہ کل ہے عالم خاتون زوجہ کو دیئے جاتیں گے، بعد ازاں چھ سہام باقی ماندہ بحکم وصیت زائد علی الثلث لمدم المزامم شاہ محمد کو دئے جائیں گے، پس شاہ محمد کو اس مال میں سے  $\frac{1}{3}$  سہام ملیں گے اور عالم خاتون زوجہ کو اس مال میں سے جس کی وصیت شاہ محمد کو کی ہے  $\frac{1}{3}$  سہام دئے جائیں گے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں،

قال العلامة السعودی فی فتح المعین	علاء ابوالسعود نے فتح المعین میں فرمایا اگر عورت
ولو اوصت بكل مالها للزوجین کا	نہ اپنے شوہر کے لئے کل مال کی وصیت کی تو
الکل له نصفه بطریق الاثر	تمام مال شوہر کا ہوگا نصف بطور میراث اور
ونصفه بطریق الوصية قہستانی	نصف بطور وصیت۔ قہستانی میں جو الزامیہ
عن قاضینان وکذا یستحق الزوج الکل اذا	منقول ہے دینہ خاوند کل مال کا مستحق ہوگا جبکہ



اوصت له بالنصف ثم قال و انما  
 قيدوا بالنزوح لانه لا يحتاج  
 لا يحتاج للوصية لانه يرث العکل  
 بورد اور رحمہم ، قال العلامة  
 ابن عابدیت فی رد المحتار  
 فاذا اوصى بمانا ادى الثلث  
 ولم يكت الا وارث يرد عليه  
 واحباؤها فالبقية له و ان  
 احباؤها لا يرد عليه فغرضه  
 في البقية و باقیها  
 لبیت المال فلو اوصى  
 بثلاث ماله و احباؤها  
 الزوجية فلها ربع  
 الثلث و احد من اثني  
 عشر مخرج الثلثين  
 و ربع الباقي و لبیت المال  
 ثلثة و لزيد ثمانیہ  
 و ان لم تجز و اوصى لها  
 ايضا او لا فقد اوضحه  
 في الجوهره فراجعوا  
 قال في الجوهره في  
 شرحه و لا يجوز ما زاد

عورت نے اس کے لئے نصف مال کی وصیت  
 کی ہو، پھر کہا کہ مشائخ نے زوجین کے ساتھ قید  
 لگائی ہے کیونکہ ان دونوں کے علاوہ جو ورثہ میں  
 انھیں وصیت کی محتاجی نہیں اس لئے وہ رد یا  
 وراثت داری کی وجہ سے کل کے وارث بن جاتے  
 ہیں۔ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں کہا  
 اگر تہائی سے زائد کی وصیت کی اور اس کا صرف  
 ایک ایسا وارث موجود ہے جس پر رد کیا جاتا ہے  
 اور اس نے وصیت کی اجازت دے دی تو  
 باقی مال اس کا ہے۔ اور اگر ایسے وارث نے  
 اجازت دی جس پر رد نہیں کیا جاتا تو اس کا  
 فرضی حصہ باقی سے نکال کر جو بیچ گیا وہ بیت المال  
 میں رکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دو تہائی مال کی  
 وصیت کی اور اس کی بیوی نے اجازت دیدی  
 تو بیوی کو ایک تہائی کا چوتھا حصہ ملے گا جو کہ  
 بارہ میں سے ایک بنتا ہے اور بارہ مخرج ہے  
 دو تہائی اور باقی کی چوتھائی کا۔ چنانچہ بارہ میں سے  
 بیت المال کے لئے تین اور زید جس کے لئے  
 وصیت کی گئی تھی کے لئے آٹھ حصے ہوں گے۔  
 اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی حالانکہ یہ پہلے  
 اس کے لئے بھی وصیت کر چکا ہے تو اس کو  
 جوہرہ میں خوب واضح کیا ہے اسی کی طرف رجوع کرو

على الثلث یعنی اذا كان هناك وارث  
يجوز ان يستحق جميع  
الميراث اما اذا كانت لا يستحق  
جميع المال كالزوج والزوجة  
فانه يجوز ان يوصى بما اراد  
على ذلك ولا يمنع من ذلك  
استحقاقهما ما يرثانه لانهما  
يستحقان سهما من الميراث  
لا يزداد عليه بحال فما اراد  
على ذلك فهو مال المريض  
لاحق فيه لاحد فجاز ان يوصى به و  
على هذا قال محمد رحمه الله  
اذا تركت المرأة زوجها و  
ترك وارثا غيره و اوصت لاجنبی  
بنصف مالها فالوصية جائزة و  
يكون للزوج ثلث المال للموصی  
له النصف وبقى السدس لبيت المال  
وانما كانت للزوج الثلث لانه لا يستحق  
الميراث الا بعد اخراج الوصية  
فيحتاج الى ان يخرج الثلث  
اولا للموصی له لانه يستحقه  
بكل حال فيبقى الثلثان  
يستحق الزوج نصفه ميراثا  
يبقى الثلث السدس للموصی  
له تکملة للنصف ويبقى السدس

بذکرہ میں اس کی شرح میں کہا تھا فی مال سے  
زائد کی وصیت جائز نہیں اگر وہاں کوئی ایسا  
وارث موجود ہو جو کل مال کا وارث بن سکتا ہے کل مال کا مستحق  
نہیں بن سکتا جیسے خاوند اور بیوی تو وہ تہائی  
مال سے زائد کی وصیت کر سکتا ہے۔ اور زوجین  
جس حصہ میراث کے مستحق ہیں وہ اس سے  
نافع نہیں کیونکہ وہ میراث کے ایک خاص حصہ  
کے وارث ہوتے ہیں اس پر کسی حال میں اضافہ  
نہیں ہوتا اور اس سے زائد ہے وہ مریض کا  
مال ہے اس میں کسی کا حق نہیں لہذا جائز ہے  
کہ وہ اس کی وصیت کر جائے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ  
نے فرمایا اگر کوئی عورت خاوند کے علاوہ کوئی  
وارث نہ چھوڑے اور کسی اجنبی شخص کے لئے  
نصف مال کی وصیت کر جائے تو وصیت جائز  
ہوگی۔ اس صورت میں شوہر کو ایک تہائی  
اور وصیت والے شخص کو نصف ملے گا۔ باقی رہا  
چھٹا حصہ وہ بیت المال کا ہے۔ اور شوہر کے لئے  
کل کا تہائی حصہ اس لئے ملے گا کہ شوہر وصیت کا  
مال نکالنے کے بعد ہی میراث کا مستحق ہوگا۔  
چنانچہ پہلے وصیت والے شخص کے لئے کل مال  
سے تہائی حصہ بطور وصیت نکالنے کی ضرورت  
ہے کیونکہ وہ شخص ہر حال میں اس کا مستحق ہے  
باقی دو تہائی مال بچا تو شوہر اس دو تہائی  
میں سے نصف یعنی ایک تہائی کا بطور میراث  
مستحق ہوگا۔ باقی ایک ثلث بچ گیا اس میں سے

لا يستحق له فيكون لبيت المال  
وكذا اذا وصت بذلك لزوجهما كان  
المال كله له نصفه ميراثا  
ونصفه وصية لانه لا يستحق  
الوصية قبل الميراث  
بخلاف الاجنبى لان الزوج  
وارث وانما جازت له  
الوصية لانه لا وارث لها  
تقف صحة الوصية على  
احبائمه وعلى ذلك اذا  
ترك ثروحة لا وارث له  
غيرها وادعى لرحيل بجميع  
ماله كانت له السدس  
والموصى له خمسة اسداس  
لانها لا تستحق من الميراث  
شيئا حتى يخرج الثلث  
للموصية فاذا خرج الثلث  
استحق ما بعد الباقي وما  
يبقى بعد ذلك يكون للموصى  
له بجميع واصله من  
اثني عشر للموصى له اربعة  
وهو الثلث يبقى الثلثان  
ثمانية للزوجة وبعدها  
اثان يبقى ستة تعود للموصى  
له فيكون له عشرة

وصيت والى شخص کو چھ حصہ دیں گے تاکہ کل کا نصف  
مکمل ہو جائے اور ایک چھ حصہ باقی بچا جس کا  
کوئی مستحق نہیں لہذا وہ بیت المال کا ہے یعنی  
اگر اس عورت نے شوہر کے لئے نصف مال کی  
وصیت کی تو تمام مال شوہر کا ہو جائے گا نصف  
بطور میراث اور نصف بطور وصیت، کیونکہ شوہر  
میراث سے پہلے وصیت کا مستحق نہیں ہوتا بخلاف  
اجنبی کے اس لئے کہ شوہر وارث ہے۔ بیشک  
شوہر کے لئے یہ وصیت جائز ہے کیونکہ کوئی ایسا  
وارث موجود نہیں جس کی اجازت پر وصیت کا  
صحیح ہونا موقوف ہو۔ اور اسی کی بنیاد پر اگر  
کسی کا بیوی کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور وہ  
اجنبی شخص کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کر جائے  
تو بیوی کو چھ حصہ (پہلے) ملے اور جس کیلئے وصیت  
کی گئی اس کو باقی چھ حصہ (پہلے) ملیں گے کیونکہ بیوی  
میراث میں سے کسی شئی کی اس وقت تک مستحق  
نہیں ہوگی جب تک وصیت کیلئے ایک تہائی  
مال ترکہ سے نکال دیا جائے جب ایک تہائی  
مال کل گیا تو بیوی باقی (جو کہ دو تہائی ہے) کے  
چوتھے حصے کی مستحق ہوگی، پھر بیوی کے حصہ کے  
بعد جو بچ گیا وہ اس شخص کو دے دیا جائے گا  
جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی ہے اس  
میں کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن  
میں سے وصیت والے کو ایک تہائی یعنی چار حصے  
دیے گئے باقی دو تہائی یعنی آٹھ حصے بچے جن کا

من اشرف عشر و ذلك خمسة  
اسد اسد

چوتھائی یعنی دو حصے بری کے ہیں باقی چھ حصے  
وصیت والے شخص کی طرف لوٹ جائیں تو اس

طرح اس کے کل حصے بارہ میں سے دس ہو جائیں گے جو کہ چھ میں پانچ (۵/۶) بنتے ہیں۔ (ت)

بعد ازاں سرالائے عدالت کا نمبر وار جواب تفصیل ہے یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی ہے اور

موافق اس تفصیل کے جو محل جواب میں گزر چکی ہے شرعاً صحیح و نافذ ہے وصیت بحق شاہ محمد زائد علی الثلث

ہے عالم خاتون زوجہ نے اگر اس کو قبول نہیں کیا تو اس کا نفاذ حسب ذیل تقسیم ہو کر ہوگا۔ زیورات

اگر متوفی نے ہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار ہوگا بلکہ تمام زیورات اس کو ملیں گے

اور زیورات میں سے مدعیہ کو ۲/۳ سہام مدعا علیہ کو ۱/۳ سہام اور دیگر جائداد و مکانات و

ظروف وغیرہ میں سے مدعیہ ۱/۲ اور مدعا علیہ کو ۱/۲ سہام ملیں گے کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت

مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقی ماندہ ۱/۲ یعنی سدس کل ۱/۲ مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقی ماندہ یعنی نصف

۱/۴ مدعا علیہ کو ملے گا جو زیورات قیمتی سماعت بروئے وصیت مدعیہ کو دیئے گئے ہیں اگر وہ ہمسرہ میں

دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں ہے اور اگر محض بطور وصیت دیئے گئے

ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا برتنے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا اور اس صورت میں تمام زیورات میں ۱/۳ سہام

مدعا علیہ کو اور ۱/۲ مدعیہ کو ملیں گے لیکن اس شق ثانی پر نفاذ وصیت سے بشیر مدعیہ کا ہر کل مال سے

ادا کیا جائے گا اگر مدعا علیہ نے تجیز و تکفین متوفی کی اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے چونکہ

یہ صرف تبرع ہے لہذا اس فروع کا بار صرف مدعا علیہ کے مال کے لئے ہے اور مدعیہ پر اس کا مطلق بار نہ ہوگا اور اگر

باجازت مدعیہ اپنے مال سے تجیز و تکفین کی ہے یا متوفی کے ترکہ میں سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر

ہوگا جو ہر دو مدعا علیہ اور مدعیہ کے متعلق ہوگا۔ حق سکنی مکانات اور حق استعمال ظروف وغیرہ کے جو

موصی نے عالم خاتون زوجہ کو وصیت کی ہے اس وصیت کے بار سے ثلث مال جو بطور وصیت شاہ محمد کو

اول ملے گا بری رہے گا البتہ علاوہ ثلث مال کے جو شاہ محمد کو بعد اخراج ثلث ملے گا اس میں مدعیہ کو تا کما حق ثانی

حسب وصیت حاصل ہے گا کیونکہ زوجہ کی وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی یاں زائد

علی الثلث کے مساوی ہے لہذا زائد علی الثلث یعنی ۲/۳ میں اس کا نفاذ اس طرح ہوگا کہ رقبہ کی

وصیت شاہ محمد کے لئے اور منفعت کی وصیت مدعیہ کے لئے قرار دی جائے گی جو حصہ مدعیہ کا اور مدعا علیہ کا

جائداد منقول یا غیر منقولہ میں ہے اس کے متعلق ہر ایک فریق کو اختیار ہے کہ وہ فریق ثانی سے بشرطیکہ

وہ رضامند بھی ہو قیمت کے وزن حسب سہامات مذکور تقسیم کرانے شرعا قیمت لینے کے متعلق کسی فریق پر جبر نہیں ہو سکتا۔

الحاصل تین حصص مدعیہ و مدعی کے متعلق جواب علماء نے ریاست صحیح ہے اور مستشار العلماء لاہور صحیح نہیں ہے زیورات کے متعلق شرعی بایں تفصیل ہے کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیک کا دے دیتے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں اُن پر کوئی بار حتیٰ کہ تجبیز و تکفین اور وصیت کا بھی نہیں ہوگا اور اگر مرض موت میں وصیت کی ہے تو اگر بعض دین مہر ہو تو البتہ اس صورت میں تجبیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ زیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے بشرطیکہ مدعا علیہ نے بلا اجازت مدعیہ اپنے مال سے خرچ نہ کیا ہو لیکن وصیت بالثلث کے بار سے مستثنیٰ ہوں گے یعنی بعد حسنہ راج تجبیز و تکفین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے اور اگر بعض دین مہر نہ ہو تو بعد تجبیز و تکفین اول دین مہر ادا کیا جائیگا، بعد ازاں بحکم وصیت بالثلث زیورات میں سے بھی ۱/۳ یعنی ۱/۳ ثلث مدعا علیہ کو ملے گا باقی ماندہ ۲/۳ حصہ زیورات مدعیہ کو ملیں گے، پس حکم عدم جواز وصیت صحیح نہیں اور نیز حکم بعدم جواز وصیت بالنفقت بھی صحیح نہیں بلکہ اس کا لغاؤ علاوہ ثلث کے ہوگا، صورت موجودہ میں علماء انجمن مستشار العلماء کا دعویٰ بطلان وصیت اور جواز رد علی الزوجین کے متعلق صحیح نہیں ہے کیونکہ رد علی الزوجین کا تعلق اس صورت کے ساتھ جس جگہ حقوق مقدمہ سے باقی ماندہ کو بیت المال کے لئے قرار دیا ہے اور جس صورت میں حقوق تمام ترکہ کو مستغرق ہوں اور بیت المال تک ذریعہ نہ پہنچے جیسا کہ وہاں بیت المال کے لئے کچھ نہیں باقی رہا تو رد علی الزوجین کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ حکم مقدمہ خامسہ رد علی الزوجین کے جواز کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا، بیت المال کے فساد کے ساتھ مشروط ہے اگر بیت المال منقطع موجود ہو تو رد علی الزوجین نہیں ہو سکتا لہذا حکم رد علی الزوجین حکم تفویض بیت المال سے بھی مؤخر ہوا صورت موجودہ میں اور فرض زوجہ تمام باقی ماندہ ترکہ کو مستغرق ہیں باقی ماندہ ترکہ کا کوئی فرد ان حقوق مقدمہ کے بعد باقی نہیں رہتا، پس نہ تفویض بیت المال کا حکم ہو سکتا ہے نہ رد علی الزوجین کا۔ پس یہ بحث اس جگہ نہایت تعجب انگیز ہے، چنانچہ اس کی تشریح اور تردید اپنی تحریر مندرجہ سہل کافی طور پر کر دی ہے اپنی دوسری تحریر میں ایک نوٹ لکھتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ احمد بخش نے شاہ محمد کو حفاظت جائداد کی وصیت کی ہے نہ تملیک کی، لہذا مدعیہ سے نہ موصی نہ چونکہ اس کی تردید علماء نے ریاست نے کافی طور پر فرمائی ہے لہذا ہم کو اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے فقط واللہ اعلم و علو

## نقل جواب ۸

میں نے حضرات علمائے کرام کے فتاویٰ معذکات متعلقہ مسئلہ کو غور سے پڑھا اور ہر بار بغرض تنقیح امر متنازعہ فیہ الرجال کتب فقہ میں تدریکاً چنانچہ حسب ذیل فیصلہ پر آگاہ ہوا، جو فقہ تہذیبی اس میں تو کلام نہیں کہ رد علی الزوجین میں فقہائے متاخرین کا اختلاف ہے یعنی فقہائے متقدمین قطعاً رد علی الزوجین کے قائل نہیں ہیں اور فقہائے متاخرین رد مذکور کے قائل ہیں نیز اس میں کلام نہیں کہ فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے چنانچہ صاحب رد المحتار فرماتے ہیں :

قال في القنية و يفتى بالرد على الزوجين في ما نالنا فساد بيت المال وفي النزيل عن النهاية ما فضل عن فرض احد الزوجين يرد عليه وكذا البنت و الابن من الرضاع يصرف اليهما وقال في المستصفى الفتوى اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق احمد بن يحيى بن سعد التفتازاني افتى كثير من المشايخ بالرد عليهما اذ لم يكن من الاقارب سواهما لفساد الامام و ظلم المحكام في هذه الايام الطأخرة۔

فقہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا زلیخا میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے فرضی حصہ کو وصول کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا یوں ہی رضائی بیٹی اور رضاعی بیٹے کی طرف لوٹایا جائے گا۔ مستصفیٰ میں کہا آج کے زمانے میں فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے محقق احمد بن یحییٰ بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سے مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا جبکہ ان کے علاوہ اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو، کیونکہ ان دونوں میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہو چکے ہیں الخ۔ (ت)

اب بحث طلب بات رہ جاتی ہے کہ فقہائے متاخرین جن کے قول پر فتویٰ ہے ذوی الارحام مولیٰ المولات مقررہ بالنسب علی الغیر موصیٰ لربکمیع المال ان چاروں کے نہ ہونے کی صورت میں رد مذکور کے قائل ہیں، صاحب در مختار کی عبارت مندرجہ ذیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد علی ذوی الغرض النسبیه ہی کے درجہ میں اور انہیں کے ساتھ رد علی احد الزوجین کے

قابل میں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

والرد ضدہ (ای ضد العول) کہا مر  
وحینئذ فان فضل عنہا اے عن  
الفروض والجمال انه لا عصبۃ ثمة یرد  
الفاضل علیہم بقدر سہما مہم اجماعا  
لفساد بیت المال الاعطى الزوجین  
فلا یرد علیہما وقال عثمان رضی اللہ  
عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف  
وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار  
بان هذا وہم من الراوی فراجعہ  
قلت و فی الاشباہ انه یرد علیہما فی  
ما نزلنا لفساد بیت المال وقد مناه  
فی الولاء لہ

رد ضد ہے عول کی، جیسا کہ گزرا، تو اب جب  
فروض سے کچھ بچ جائے در انہما لیکہ کوئی عصبہ  
وہاں موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال بالاعتق  
ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق رد  
کیا جائیگا سو ازوجین، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
عنه نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے گا،  
ایسا ہی مصنف وغیرہ نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں  
اختیار میں جزم کیا ہے کہ یراوی کا وہم ہے تو  
تم اسی کی طرف رجوع کرو۔ میں کہتا ہوں اشباہ  
میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے  
فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائے گا۔ اعلیٰ  
ذکر پہلے ہم کتاب الولاء میں کر آئے ہیں (ستا)  
اگر فقہائے متاخرین کے نزدیک رد علی الزوجین کا درجہ موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد ہوتا تو  
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف صاحب اشباہ کے اختلاف کو یہاں یعنی رد علی ذوی الفروض  
القبضیہ کے ساتھ ملا کر بیان کی کیا ضرورت تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر جمہ و تسلسل  
کتاب روح الشرح سے منقول ہے اس سے یہی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
عنه رد علی الزوجین اور رد علی ذوی الفروض القبضیہ ایک ہی درجہ پر رکھتے ہیں کیونکہ اسی میں رد کو  
عول پر قیاس کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عول میں ذوی الفروض القبضیہ اور احد الزوجین برابر ہیں  
تو پھر رد میں بھی ان کو برابر ہونا چاہئے متاخرین کی طرف سے رد علی الزوجین کی تسلسل میں فساد  
بیت المال بیان کیا جاتا ہے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ترک کے بیت المال میں جلسے کا  
موقع ہو تو اس کے فاسد ہو جانے کے باعث رد علی الزوجین ہونا چاہئے اور جب بیت المال  
میں جاتے کا موقع موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد ہے تو رد علی الزوجین بھی موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد

ہونا چاہئے لیکن درختار کی عبارت مسطورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی ذوی الفروض  
النسبہ کی دلیل سے ہی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے تو چاہئے کہ رد علی ذوی الفروض النسبہ  
بھی موصی لہ بجمع المال کے بعد ہی ہو اور اس کا تو کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ حاشیہ ضیاء السراج  
وغیرہ سے جو جزئیات علماء نے نقل کئے ہیں وہ سب متقدمین کے مذہب پر مبنی ہیں جو زیادہ تر  
مروج اور مشہور ہے، اسی لئے رد المختار میں فرماتے ہیں،

اقول ولم نسمع ایضا فی نہ ماننا من  
افق بقی من ذلك ولعله لمنا لفته  
للمتون فلیست اصل لكن لا یخفی ان  
المتون موضوعه لنقل ما هو المذهب  
وهذه المسئلة مما افتی بها المتأخرون  
على خلاف اصل المذهب

میں کہتا ہوں ہم نے اپنے زمانے میں سنا بھی نہیں  
کہ کسی نے ایسا فتویٰ دیا ہو شاید متون سے  
اس کے مخالفت ہونے کی وجہ سے۔ پس تامل  
چاہئے، لیکن پوشیدہ نہیں کہ متون نقل مذہب  
کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اور یہ مسئلہ ان  
مسائل میں سے ہے جن میں متاخرین نے  
اصل مذہب کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

بہر کیف اگر کسی صاحب کو کوئی ایسی صریح روایت مل جائے کہ فقہائے متاخرین موصی لہ  
بجمع المال کے نہ ہونے کی صورت میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں تو خاکسار اور دیگر اراکین مستشار  
العلماء کو اپنی رائے بدل دینے میں کوئی حذر نہیں ہو سکتا لیکن حضرات مفتیان نے ابھی تک اس  
امر کو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا یا وہ روایات و جزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی لہ بجمع المال  
کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین نہیں ہوگا وہ تمام فقہائے متقدمین کے قول پر مبنی نہیں ہے  
اور اس قول کے موافق اگر موصی لہ بجمع المال موجود نہ ہو تو بھی رد علی الزوجین نہیں ہو سکتا مجھے  
کسی ایسی روایت کا علم نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ موصی لہ بجمع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین  
ہوگا ورنہ نہیں، اور میرے خیال میں یہ کسی کا بھی مذہب نہیں، بہر صورت جزئیات مندرجہ فتاویٰ متعلقہ  
مسئلہ بذاتہ سے موصی لہ بجمع المال کو رد علی الزوجین پر مقدم رکھا گیا ہے وہ مذہب متقدمین  
پر مبنی ہیں نہ متاخرین پر جو مفتی بر مذہب ہے اور اگر یہ امر قطعاً ثابت ہو جائے کہ وہ مذہب  
متاخرین پر مبنی ہیں تو حضرات علماء ریاست کا فتویٰ صحیح ہے مگر نظر امعان صاف معلوم ہوتا ہے



کہ اس امر کو کسی مفتی نے صاف نہیں کیا لہذا خاکسار کا فیصلہ اس مسئلہ میں وہی ہے جس کو مخبر مستشار اعلیٰ  
 لاہور نے اپنے فتویٰ میں لکھ دیا ہے اور جس کے ساتھ یہی متفق ہیں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث  
 فضول ہے اور فیصلہ عدالت کے لئے کافی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع  
 الباقی۔ فقط

## الجواب

(جواب امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمین وبہ شمس  
 برسولہ فتعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ  
 اجمعین۔  
 تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کل جہانوں  
 کا پروردگار ہے اور اسی سے پھر اس کے رسول  
 سے ہم مدد چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول

پر درود، سلام اور برکتیں فرماتے اور آپ کی تمام آل و اصحاب پر۔ (ت)  
 الحمد للہ یہاں فتویٰ پر غصہ نہیں لی جاتی اور اجری الاعلیٰ رب العالمین (میرا اجر تو اسی پر  
 ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ت) منی آرڈر واپس کر دیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ  
 فتوے ملاحظہ ہوتے، مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجیب نہ تھا ایک کے فتویٰ میں دو میرے کا جو ذکر تھا وہ  
 لکھ کر غور کر دیا گیا یا بیاض چوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں ہو نہ عذر و جل تحقیق حق سے کام ہے  
 مگر اتنی گزارش مناسب ہے بکہہ تعالیٰ یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے، ہمارے رب  
 عذر و علانے نہ فرمایا۔

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط  
 شہداً، اللہ ولو علیٰ انفسکم  
 اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ  
 اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس  
 میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

زہری مخالفت سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے نہ فرمایا :

لا یجزمک شنائت قوم علی ان لا تعدلوا اور تم کو کسی قوم کی مداوت اس پر نہ ابھارے  
اعدلوا ہوا قرب للفقوی یہ کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے

زیادہ قریب ہے۔ (ت)

مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت پھر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے کہ لایخافون لومة لائم سے بہرہ وافی عطا فرمایا ہے، و لہ الحمد، اسی بنا پر بہت افسوس کے ساتھ گزارش کی کہ آٹھوں فتوؤں میں اصل ایک بھی صحیح نہیں اکثر سرِ پا غلط ہیں اور بعض مشتعل بر اغلاط۔ اب ہم جو فقیہ اللہ تعالیٰ اولاً کچھ مسائل کا افادہ کریں اور ہر افادہ پر جو فائدہ متفرع ہوئے اس کے ساتھ نکلیں جن سے وضوح احکام کے ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان فتوؤں نے کہاں کہاں کیا غلطیاں کیں اور ان کے علاوہ کیا ضروری باتیں ان کی نظر سے رہ گئیں۔ مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ امر باعثِ ناراضی نہ ہو گا بلکہ وجہِ شکر کہ مقصود بیانِ حق و اظہار احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن و الزام، اور یہ امر قدیم سے معمولِ علمائے اسلام۔

ثانیاً پانچوں سوالات حال کے جواب دیں۔

ثالثاً ساتوں سوالات سابق کے جواب نکلیں جو ان مفتیوں سے کئے گئے اور جواب غلط و ناقص ہے یہ اس لئے کہ حکمِ قضا نے جن امور کی نسبت تحریر فرمادیا ہے کہ فتاویٰ مصلحہ میں جو سوال زیر بحث آکر طے ہو چکے ہیں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ان میں بھی اظہارِ حق ہو کہ قابلِ اطمینان یا بسببِ سبب نہ ہوتی تھی اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دار القضا کے بعد بدرجہ اولیٰ کہ علاوہ امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابلِ اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔

سابعاً حکمِ اخیر نکلیں کہ اس مقدمہ میں دار القضا کو کیا کرنا چاہیے۔ و ما تو فیقہ الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب (اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ت)

## الافادات و التقریعات (افادے اور تقریریں)

### افادہ اولیٰ

شاہ محمد خاں مکانات واثات البیت کا ضرور موصیٰ رہے آغاز وصیت نامہ میں ہے وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں کے رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر صرف زیر حفاظت کتا شاہ محمد خاں وصی ہوتا مگر اس فقہ نے کہا مالک بھی رہے گا ظاہر کر دیا کہ مقصود وصیت ہے نہ کہ وصایت ۔ پھر کہا مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے ، پھر کہا غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اس وغیرہ کی یوں تصریح کی ہے علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا ۔ پھر کہا کل اشیاء منہ درجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے ۔ غرض جا بجا تملیک کی تصریح کی اور پڑھا کہ یہ تملیک بلا معاوضہ و تبرع و احسان ہے اور آخر میں کہا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بلا تقسیم ہونگے ، صاف واضح کر دیا کہ یہ تملیک مضاف الیہ مابعد الموت ہے تو قطعاً وصیت ہوئی ۔ امام اکمل الدین بابر فی عنایہ میں فرماتے ہیں ،

الوصیة فی الشریعة تملیک مضاعف  
الحب ما بعد الموت بطریق التبوع بال  
وصیت شریعت میں ایسی تملیک کو کہتے ہیں جو  
بطور تبرع موت کے مابعد کی طرف منسوب  
ہوتی ہے ۔ (ت)

ان وصیت نامہ میں مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن زر رہن یا زریع میری تجیز و تکفین اور میری ادراج پر بخش دے گا اسے منافی تملیک سمجھنا صریح غلط ہے وہ خود اس کے متصل ہی کتا ہے یعنی غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے خود اسی کلام کی تفسیر تملیک سے کر دیا ہے تو اسے تملیک سے جدا کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ (قول کی ایسی توجیہ کرنا جس پر قائل

راضی نہ ہو۔ ت) ہے اور جب مالک شاہ محمد ثانی ہوا تو جملہ مذکورہ کسی طرح وصایت یعنی اُسے وصی بنانے کا مفید نہیں ہو سکتا کہ وصی وہ ہے جسے موصی مال موصی میں تعارف کا اختیار دے دے جو جسے ایک مال کا مالک کر کے پھر اس سے درخواست کرے کہ وہ اپنا مال بیچ کر اس کے کام میں خرچ کر دے یہ سوال ہوا کہ ایسا کیا ہو رہے کہ وصایت منکر کالت دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ہے بلکہ وصایت عین وکالت ہے فرق اس قدر کہ وکالت حیات میں ہوتی ہے اور وصایت بعد موت۔ غایہ پھر رد المحتار میں ہے،

انت وکیل بعد موتی یكون وصيا انت وصی تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ وصی فی حیاتی یكون وکیلان کلا منھما ہی جائے گا۔ اور تو میری زندگی میں میرا وصی ہے اقامة للغير مقام نفسه فينعتقد کل تو اس سے وہ وکیل ہی جائے گا کیونکہ ان دونوں منھما بعبارة الآخرین میں ہر ایک کسی غیر کو اپنا قائم مقام بنانا ہے لہذا

ان میں سے ہر ایک دوسرے کی عبارت کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ (ت)  
مال اگر اپنی ملک پر رکھ کر اُس سے کسی تعارف کے لئے کہتا تو ضرور اسے اپنی حسب گہ قائم کرنا ہوتا اور جب مال اس کی جگہ کر چکا تو اب وصی کا اس میں کیا مقام رہا جس پر اسے قائم کرنا ہے ولوجه اجلی وصایت باب ولایات واطلاقات سے ہے یعنی دوسرے کو اختیار دینا اُسے نافذ التعارف بنانا، ولوالجہ پھر ادب الاوصیاء میں ہے،  
ایضاً المیت نقل الولاية الى الوصی میت کا وصیت کرنا اپنی ولایت کو وصی کی طرف منتقل کرنا ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

ان فی الوكالة والاذن للعبد اطلاقاً اس لئے کہ وکالت اور اپنے غلام کو اذن لینے مما کان ممنوعین عنه من التصرف فی میں اس چیز کی اجازت دینا ہے جس سے مال المؤکل والمولیٰ یکہ پہلے اس کے لئے ممانعت تھی یعنی مؤکل اور مولا کے مال میں تصرف کرنا۔ (ت)

۱۔ رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۵  
۲۔ آداب الاوصیاء علی ہمش جامع الفضول فصل فی الاوصیاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۵۶/۲  
۳۔ رد المحتار کتاب البیوع مایبطل بالشرط المفسد الذ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۲-۲۲/۴

توضیح دے کہ اس کے اختیار دینے سے اُسے اختیار ملے اور جس مال کا آدمی خود مالک ہو گیا اس کا اختیار خود اس کی ملکیت اُسے دے گی اگرچہ شئی کی ملکیت دوسرے کے دینے سے ہو جیسے بہرہ کر مہربوب لہ بعد ملک جو اس میں تصرفات کرے گا اپنے اختیار ذاتی سے کریگا ذکر و احباب کی نیابت ہے اگرچہ مہربوب لہ پر ملک و احباب کے مینے سے ملی تو جس طرح تملیک میں بلا عوض فی الحیاء یعنی بہرہ سے حصول اختیارات کے باعث مہربوب لہ و احباب کا وکیل نہ ہو جائے گا یوں ہی تملیک میں بلا عوض بعد المات یعنی وصیت مال سے حصول اختیارات کے سبب موصی لہ موصی کا وصی نہیں ہو سکتا۔ و ہذا ظاہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت۔)

وہ جو انصر یہ تملیک ہے اور کوئی اطلاق تملیک نہیں تو یہ اطلاق نہیں اور ہر وصایت اطلاق ہے تو یہ وصایت نہیں و نحو المطلب قیاس ثانی کا صغری پہلے کا نتیجہ ہے اور کبری کا ثبوت ردالمحتار سے گزرا اور قیاس اول کا صغری بدیہی ہے: و کبری کا ثبوت اس عبارت در مختار سے ہے:   
 حکم ماکان من التملیکات او التقدیات جو کچھ تملیکات و تقدیات میں سے ہے وہ اسکی یبطل تعلیقہ بالشروط والا صرح لکن فی تعلیق شرط کے ساتھ باطل ہے ورنہ صحیح ہے،   
 استقاطات و التزامات یحلل بہہ استقاطات و التزامات جن پر قسم کھائی جاتی ہے اسی میں شرط کے ساتھ تعلیق مطلقاً صحیح ہے   
 یصح مطلقاً فی اطلاقا و ولایات و تحریرات بالملازم بزمانیہ لہ جبکہ اطلاقا، ولایات اور ترغیبات میں بشرط مناسب جائز ہے، بزازیر۔ (ت)

تنبیہ: قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ اگر ملک بائسکہ تملیک بلا عوض کے ساتھ ملک بائسکہ کسی مصلحت میں خرچ یا استعمال کرنا ذکر کرے تو اسے مشورہ ٹھہراتے ہیں ملک پر اس کی پابندی ضرور نہیں ہوتی کہ بہرہ وہ مالک ہو گیا اُسے اختیار ہے جہاں چاہے اٹھائے مثلاً یہ کپڑا میں نے تجھے دیا کہ تو اسے پہنے یا یہ مکان تجھے بہرہ کیا کہ تو اس میں سکونت کرے۔ تو یہ انا بصر میں ہے۔   
 تصح با یجاب کوہبت و نعلت و اطعمتک یہ ایجاب سے صحیح ہو جاتا ہے جیسے کہا کہ میں نے ہذا الطعام و داری لک ہبۃ تسکنہا لک بہرہ کیا، میں نے خوشی بخشا، میں نے یہ طعام تجھے دے دیا اور میرا گھر تیرے لئے بہرہ ہے کہ تو اس میں رہا نقش رکھے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

لا ۛ قوله تسكنها مشورة فقد اشار عليه  
في ملكه بان يسكنه فان شاء  
قبل مشورة وان شاء لم يقبل ۛ  
کیونکہ اس کا قول کہ ”تو اس میں رہائش رکھے“  
ایک مشورہ ہے جو داہب نے مرہوب کو  
ملکیت میں دیا اگرچہ اسے تو مشورہ قبول کرنے  
اور نہ نہ کرنے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

كقوله هذا الطعام لك تاكله او هذا  
الشوب لك تلبسه ، بغير  
جیسے داہب کا قول کر رہا تھا تیرے لئے ہے  
کہ تو اس کو کھائے یا یہ کپڑا تیرے لئے ہے کہ  
تو اس کو پہنے ، بجز۔ (ت)

اور اگر خود اپنی یا اس چیز یا صالح استحقاق شخص ثالث کی کوئی مصطت ذکر کرے تو اسے  
شرطاً فاسد قرار دے کر تملیک کو صحیح اور شرط کو باطل کرتے ہیں ، مثلاً یہ غلام میں نے تجھے ہبہ کیا اس  
شرط پر کہ مہینہ بھر میری یا زید کی خدمت کرے ، یا اس شرط پر کہ تو اسے آزاد کر دے۔ در مختار  
میں ہے :

حكما انها لا تبطل بالشروط الفاسدة  
فهبة عبد على انت يعتقه تصح و  
تبطل الشرط ۛ  
ہبہ کا حکم یہ ہے کہ وہ شرط فاسد سے باطل  
نہیں ہوتا ، چنانچہ غلام کا ہبہ اس شرط پر کہ  
موجب کو اس کو آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط  
باطل ہو جائے گی۔ (ت)

نزیر کہ جب اپنی مصطت ذکر کرے تو سرے سے تملیک ہی اڑا دیں اور اسی ذکر مصطت کو اس کے  
بطلان کا قرینہ ٹھہرا دیں۔ یوں ہوتا تو یہ کہنا کہ میں نے زید کو اس غلام کا مالک کیا اس شرط پر کہ  
مہینہ بھر بعد تجھے واپس کر دے جب نہ ہوتا عاریت قرار پاتا حالانکہ یہ باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہے۔  
عالمگیریہ میں ہے :

۱۵۹/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الہبہ	۱۵۹/۲	رد المحتار
۵۰۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	ۛ	۵۰۹/۲	رد المحتار
۱۵۸/۲	مطبع مجتہائی دہلی	ۛ	۱۵۸/۲	رد المحتار

قال اصحابنا جميعا من حرمهم الله تعالى  
اذا وهب هبة و شرط فيها شرطا  
فاسدا فالهبة جائزة والشرط باطل  
كمن وهب لرجل امة فاشترط عليه  
ان يرهها عليه بعد شهر كذا ف  
السراج الوهاج يله

ہمارے تمام اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ  
جب کسی نے ہبہ کیا اور اس میں کوئی فاسد شرط  
لگا دی تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے۔ جیسے  
کسی نے لونڈی اس شرط پر ہبہ کی کہ ایک ماہ  
بعد مہربان لڑوہ لونڈی واپس کو لوٹا دے گا  
سراج و ہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

### افادہ ثانیہ

جس طرح الفائدہ کردہ سے شاہ محمد خاں کو وصی سمجھنا باطل ہے یوں ہی ان مکانات کی وصیت  
تجزیہ و تکفین و ایصال ثواب کے لئے ٹھہرانا حلیۃ ایجاب سے عاری و معطل ہے وہ تو مکانات  
کو شاہ محمد خاں کی ملک کر چکا اور اختیار بیع و رہن کا ملک پر متفرع ہونا بدہی۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ  
شاہ محمد پر لازم ہے کہ ان کو بیع یا رہن کر کے روپیہ میری تجزیہ و تکفین فاتحہ میں نکالے بلکہ یہ کہتا ہے کہ  
شاہ محمد ان کا ملک ہے اسے بیع و رہن کا اختیار ہے۔ اگر بیع یا رہن کرے تو اس صورت میں کہتا ہے  
کہ روپیہ میری ارواح پر بخش دے گا۔ اس جملہ کو اگر اس کے ظاہر پر رکھیں تو خبر ہے جس کا حاصل  
شاہ محمد خاں اور وصی کی دوستی کا بیان ہے کہ مجھے اس سے یہ امید ہے و لہذا میں اسی کو اپنے  
مال کا مالک کرنا چاہتا ہوں جس طرح آخر میں کہا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے  
جس نے میری خدمت از حد کی ہے بعد انتقال میری تجزیہ و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت  
آخر کو پورا انجام دے گا اور اگر خبر مجھنی امر میں تو حاصل یہ ہوگا کہ شاہ محمد خاں اگر بیع یا رہن کرے  
تو روپیہ میری ارواح پر بخشے یہ ایصال ثواب کی وصیت نہیں ہو سکتا بعد اس کے کہ مکانات  
ملک موصی نہ کر چکا پرائی ملک میں اسے وصیت کا کیا اختیار رہا تو وصیت ایجاب ہے اور ملک غیر  
میں اس کے لئے سے کوئی بات واجب نہیں ہو سکتی مالک کو اختیار ہے کہ مانے یا نہ مانے  
ایضاح پھر نہایت شرح ہدایہ پھر نتائج الافکار میں ہے،

الوصیۃ ما وجبہا الموصی فی مالہ بعد موته او مرضہ وصیت وہ ہے کہ موصی اپنے مال میں اس کا  
ایجاب کرے اس کی موت کے بعد یا ایسی

## تفریحات

(۱) فتویٰ کا ادا کر وصیت نامہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی نے شاہ محمد کے حق میں کچھ بھی وصیت نہ کی بلکہ صرف اپنا وصی مقرر کیا ہے، محض باطل ہے۔

(۲) فتویٰ کا اس اوجہ پر جملہ مذکورہ میری ادواج پر بحث دے گا۔ استدلال کہ وصیت بنی شاہ محمد متوفی ہوتی تو یہ کہنا ہے معنی ہو جاتا خود بے معنی اور صحیح و باطل کا قلب کر دینا ہے جیسا کہ تنبیہ میں واضح ہوا۔ اس نے مطلقاً کہا ہے کہ مالک محمد شاہ خان مذکور ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ کہ بعد فروخت یا رہیں الخ جملہ مستعمل ہیں کہ اس جملہ کی قید شرط نہیں ہو سکتی۔ بحوالہ متفرقات البیوع جلد ۶ میں ہے،

بیوع ذقیرہ میں ہے کسی نے ایک قریرہ میں ایندھن خریدایم خریداری کے ساتھ، پھر اس سے متصل بلا شرط کیا اس کو میرے گھر تک لے چلو تو عقد فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع میں شرط نہیں بلکہ بیع مکمل ہو جانے کے بعد نیا کلام ہے جو موجب فساد نہیں اور اسی پر مبنی ہے یہ مسئلہ کہ کسی نے زراعت کے لئے دیہات یا زمین کرایہ پر لی پھر بیع کے مکمل ہونے کے بعد کہا کہ کاشت کرنا کرایہ دار کے ذمہ ہوگا تو اجارہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ یہ اجارہ میں شرط نہیں وہ تو تب ہوتی کہ یوں کہتا اس شرط پر کہ کاشتکاری کرایہ دار کے ذمہ ہوگی، اس کو محفوظ کر لینا چاہئے کیونکہ اس سے بہت سے مسائل کی تخریج ہو سکتی ہے (ت)

اور اگر بغرض غلط اس کے معنی پر قرار دے لیجئے کہ شاہ محمد کی تعلیم کو اس شرط سے مشروط

فی بیوع الذقیرہ اشتوی خطباً فی قریۃ شراء صحیحاً وقال موصو لا بالشراء من غیر شرط فی الشراء احسنہ الی منزلی لا یفسد العقد لان هذا الیس بشرط فی البیم بل هو کلام مبتدأ بعد تمام البیم فلا یوجب فساداً امر فعلی هذا لو استاجر قریۃ او ارضاً للزراعة ثم قال بعد تمامها ان الحرث علی المستأجر لا یفسد لانه لم یکن شرطاً فیها وانما یكون شرطاً لو قال علی ان الحرث علیہ فلیحفظ هذا فانه یمخرج علیہ کشیر من المسائل



کرتا ہے یعنی میں نے شاہ محمد خاں کو وصیت ان مکانات کا مالک کیا اس شرط پر کہ اگر وہ بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری فائزہ میں اٹھائے، تو اولاً ہم ثابت کر چکے کہ تملیک بلا عوض میں ایسی شرط باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہوگی۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں اس صورت میں بعد موت موصی کے مکانات ملک موصی سے خارج ہو گئے ملک موصی لڑیں داخل ہوئے یا نہیں، اگر کہتے ہوں تو مقصود حاصل کہ مالک پر اس کی ملک میں جبر کیا معنی، اور اگر کہتے ہوں نہیں تو کیوں نہ ہو کہ موصی نے وصیت کی اور موصی نے قبول کر چکا اور وصیت بعد قبول ناقل ملک ہے۔ اشباہ میں ہے،

الموصی له يملك الموصی به بالقبول: جس کے لئے وصیت کی گئی وہ وصیت والی چیز کو قبول کرنے سے اس کا مالک ہو جاتا ہے (ت)

اور یہ کہنا محض نادانی ہو گا کہ وصیت تو مشروط تھی جب تک شرط نہ پائی جائے گی یہ شرط فی الوصیۃ بالشرط اور تعلیق الوصیۃ بالشرط میں فرق نہ کرنے سے ناشی ہو گا یہاں اگر ہے تو اول ہے نہ ثانی کہ سرے سے بطل وصیت ہے کہ وصیت تملیک ہے اور تملیکات تعلیق بالخطر قبول نہیں کرتیں درمیان میں ہے :

كل ما كان من التملیکات او التقیدات جو کچھ تملیکات یا تقیدات میں سے ہے اس میں بطل تعلیقہ بالشرط ہے کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے (ت) معذرا وہ کیا شرط تھی کہ نہ پائی گئی آیا روپیہ صرف فائزہ کرنا نہ ہو تو یہ تو بحال بیع و رہن بشرط تھا بیع و رہن خود ہی نہ پائے گئے، رہا بیع و رہن کرنا تو یہ شرط ہی نہ کئے گئے تھے شرط لازم کی جاتی ہے اور بیع و رہن کا اس نے اختیار بتایا ہے نہ کہ ایجاب۔

(۳) فتویٰ کا قول کہ اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت تیسرا حصہ جائداد کا ملے گا اس لئے کہ بحق واحد بخش خیرات کر دے نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے بنائے فاسد علی الفاسد ہے بلکہ بلاشبہ وہ وصیت بحق شاہ محمد ہے اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک کر چکا

موصی نے جا بجا جس کی صریح تصریح کی مگر فتویٰ کہتا ہے کہ وصی خود اپنی مراد نہ سمجھا کر اویہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔  
 (۴) بقرض باطل ایسا ہوتا بھی تو یہ الفاظ کہ میری ادواح کو بخش دے گا موصی نے صرف مکانات کی نسبت لکھے ہیں باقی وصیت کی نسبت نہیں فتویٰ ۶ کا تو مطلقاً سب جا نہ اور یہی حکم لگا دینا اور پورا ثلث خیرات کے لئے ٹھہرا دینا صریح ظلم یا عدم فہم ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

(۵) یہی خطا فتویٰ ۲ کو آڑ سے آئی کہ لکھا زوج کا حق مقرر کہ موتی سے سدی ہے باقی موصی لگا ہے اور نہ اسباب غیر میں صرف کرے جب باقی موصی لگا ہو چکا پھر وجہ خیر میں صرف کرنے کا اس پر ایجاب کیا معنی، اگر وہ کرے گا تبرع ہوگا اور تبرع پر جبر نہیں ماعلیٰ المحسنین صحت سبب میلان (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ت)

(۶) بلکہ فتویٰ ۲ کی غلطی فتویٰ ۶ سے بڑھ کر ہے اس نے تو شاہ محمد کے لئے وصیت مانی ہی نہ تھی تو اسے گنجائش ملی کہ خیرات کے لئے وصیت ٹھہرا دے اگرچہ یہ سزا پا غلط تھا اس نے اس سے عجیب تر راہ اختیار کی کہ تمام باقی بعد فرض الزوج کی وصیت شاہ محمد کے لئے مانی پھر اُسی پر خیرات کا حکم لگا دیا یعنی سقنی واحد کی وصیت عمرو کے لئے بھی ہے اور بیعت اس شی کی وصیت اللہ عز وجل کے لئے بھی ہے حالانکہ یہ بجا ہر محال ہے۔

(۷) فتویٰ ۲ نے اس مطلب پر عبارات یہ نقل کیں،  
 (۱) ادھی بثلث مالہ للہ تعالیٰ  
 اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی (ت)

(۲) لو اوصی بالثلث وجوہ الخیر  
 اگر اس نے نیکی کے کاموں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی (ت)

(۳) لا تصح منہ مہیز الا فی تجهیزہ  
 ہاتھ بٹھکانے کی وصیت صحیح نہیں مگر صرف اس کی ہتھ بٹھکانے میں۔ (ت)

اور نہ دیکھا کہ جب میں باقی کی وصیت عمرو کے لئے مان چکا تو ان عبارات کا کیا عمل رہا۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

## افادہ ثالثہ

عالم خاتون بھی ضرور موصیٰ لہا ہے مکانات و اثاث البیت کے باب میں اس کیلئے وصیت  
المنفعة ہوتا تو بدیہی اور نظر پر سیاق و سباق وصیت نامہ اس زیور کی بھی اُسی کے لئے وصیت ہے  
ابتداء وصیت نامہ میں ہے مجھ کو اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا انتظام ضروری ہے کہ پس ماندگان میں  
تکرار نہ ہو اس کا انتظام یہ ہے کہ زیورات ذیل زوجہ کو ملے گا الخ پھر مکانات و اثاث البیت کے  
وصیت بنام شاہ محمد خاں کی جس کا حاصل تقسیم ہوتی کہ وہ زیور عالم خاتون کے اور مکانات و  
اثاث البیت شاہ محمد خاں کے۔ آخر میں لکھا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تسلیم ہونگے جب تک میں حیات  
ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے صاف واضح ہو گیا کہ دونوں کے لئے تملیک  
بعد الموت کر رہا ہے تو اس کا زیور مذکور کی نسبت کہنا میری زوجہ کے ہیں ایسا ہی ہے جیسا مکانات  
کو کہا مالک شاہ محمد خاں ہے اور وارث کے لئے وصیت بلا شبہ جائز ہے چکر اور کوئی وارث  
نہ ہو، رد المحتار بیان شرائط وصیت میں ہے،

وكونه غير وارث اي ان كان ثمة وارث  
آخر والا تصح كما لو اوصى احد الن وجين  
للاخرو لا وارث غيره  
اور اس کا غیر وارث ہونا، یعنی جب وہاں  
کوئی اور وارث ہو ورنہ صحیح ہے، جیسا کہ  
زوجین میں ایک دوسرے کے لئے وصیت  
کرنے اور اسکے علاوہ کوئی اور وارث نہ ہو (ت)

در مختار میں ہے،

لا واثه الا باجازه ورثته او لم يكن  
له وارث سوا كفا في الخانية حتى لو  
اوصى لن وجته او هي له ولم يكن ثمة وارث  
آخر تصح الوصية ابن كمال  
کے لئے وصیت کی اور وہاں کوئی دوسرا وارث موجود نہیں تو وصیت صحیح ہوگی، ابن کمال۔ (ت)

## تفریعات

(۸) فتویٰ کا قول مدعیہ وارث شری ہے اس کے حق میں وصیت نہ بھی جائے اس لئے کہ وارث کے واسطے وصیت جائز ہے مسئلہ وارث واحد کے حکم سے غفلت ہے۔

(۹) طرزیہ کہ خود فتویٰ نے سند میں عبارت در مختار لا لوارثہ الخ (وارث کے لئے عبارت نہیں۔ ت) نقل کی جس کے آخر میں موجود یعنی عند وجود وارث آخر (دوسرے وارث کی موجودگی میں۔ ت)

(۱۰) زیور بعد موت عرض ہر میں دیتے جانے کو کتنا بھی وصیت ہوا لکونہ ایجا با بعد الموت (موت کے بعد ایجا ب ہونے کی بنا پر) تو فتویٰ کا کتنا کہ بلکہ زیورات حق ہر کے عرض کیے جائیں اور اسے منافی وصیت جانتا عجیب ہے۔

(۱۱) استفتاء مرتبہ ڈسٹرکٹ جی خانپور کے سوال میں آتا ہے کہ زیورات مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق ہر میں شوہر دے گیا ان سے بھی ہر کو مفہوم نہ ہوا کہ یہ دیا جانا وصیت میں تملیک فی الحال متاجب وہ لکھ گیا کہ میرے بعد یہ زیور میری زوجہ کے ہیں تو ضرور وصیت ہی ہوئی اگرچہ بعض ہر دینا مراد ہو اور اس صورت میں عورت کا کتنا کہ مجھ کو حق ہر میں شوہر دے گیا بلاشبہ صادق ہے تو فتویٰ کا قول کہ بلکہ زیورات ہر کے عرض کیے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے محض نامفید مقصود ہے۔

(۱۲) ہم واضح کر چکے ہیں کہ وصیت نامہ کا صریح مفاد تملیک بعد الموت ہے وہ نص کر چکا کہ جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں تقسیم ہوں گے تو فتویٰ کا قول کہ خود عیارات وصیت نامہ کا مکمل قوی یہ ہے عجیب ہے۔

## اقادہ رابعہ

وصیت جس طرح رقبہ ششی کی صیغ ہے یوں ہی تنہا منفعت کی یونہی یہ بھی کہ ایک کسے لئے رقبہ کی وصیت کہے دوسرے کے لئے منفعت کی پہلی صورت میں مترادف ملک ورثہ ہوگا اور اس کی

منفعت تک موصیٰ لہ اور دوسری صورت میں پہلے موصیٰ لہ رقبہ ششی کا مالک ہوگا۔ اور دوسرا اسکی  
منفعت کا۔ پہر حال وہ ششی بغرض انتفاع موصیٰ لہ بالمنفعت کے قبضہ میں رہے گی ورنہ یا موصیٰ لہ بالرقبہ  
کو اس کی بیع کا اختیار نہ ہوگا جب تک موصیٰ لہ بالمنفوعہ کو اُس سے انتفاع کا حق باقی رہے مثلاً سال بھر  
کے لئے وصیت منافع کی تو سال بھر تک اور موصیٰ لہ کی زندگی تک تو اس کی حیات تک۔ ہدایہ  
میں ہے:

تجوزنا الوصیۃ بخدمة عبده و مسکنی  
داراۃ ستین معلومة و تجوز ذلک ابداناً  
خروجت مراقبة العبد من الثلث  
یسلم الیہ لیخدمہ و امن کات  
لا مال لہ غیرہ خدمہ الورثة  
یومین و الموصیٰ لہ یوما یخلون  
الوصیۃ بسکنی الدار اذا کانت لا تخرج  
من الثلث حیث تقسم عین الدار  
اشلا ثلثاً للانتفاع لانه یکتب القسمة  
بالاجزاء وهو اعدل للتویۃ بینہما  
من مائنا و ذاتنا و لو اختلفوا  
الدار مہایاۃ تحبون  
ایضاً لان الحق لہم، و  
لیس للورثة ان یشیعوا  
ما فی ایدیہم من  
ثلث الدار لان حق  
الموصیٰ لہ ثابت فی  
سکف جمیع الدار و لہ  
حق المناحمة فیما فی  
ایدیہم اذا خرب ما فی

اپنے غلام کی خدمت اور اپنے گھر کی سکونت کی  
وحیت معین سالوں کے لئے جائز ہے اور دائمی  
وحیت بھی جائز ہے، پھر اگر غلام کی گردن یعنی  
اس کی قیمت موصیٰ کے تہائی مال سے نکل سکتی ہے  
تو غلام موصیٰ لہ کو سوئپ دیا جائے گا تاکہ اسکی  
خدمت کرے، اور اگر موصیٰ کا سوائے اس غلام  
کے کوئی اور مال نہیں تو وہ غلام دو دن وار ٹوں  
کی اور ایک دن موصیٰ لہ کی خدمت کریگا بخلاف  
گھر کی سکونت سے متعلق وصیت کے کہ اگر گھر  
تہائی مال سے نہیں نکل سکتا تو اس سے نفع  
اشلاف کے لئے تہائیوں کے اعتبار سے خود  
گھر کو تقسیم کر لیا جائے گا کیونکہ گھر کے اجزاء  
کی تقسیم ممکن ہے اور یہ تقسیم زمان و ذات کے  
اعتبار سے زیادہ عدل پر مبنی ہے، اور اگر  
انہوں نے باریوں کے اعتبار سے تقسیم کر لیا تب  
بھی جائز ہے کیونکہ یہ ان کا اپنا حق ہے وارثوں  
کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے زیر قبضہ و تہائی  
گھر کو فروخت کریں کیونکہ موصیٰ لہ کے لئے تمام گھر  
میں سکونت کا حق ثابت ہے، جب موصیٰ لہ کے  
زیر قبضہ تہائی حصہ خراب ہو جائے تو اس کو وارثوں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوا ۚ اَلْبِیْعُوا ۤاَنْفُسَکُمْ لِیَ ۚ اَبْطَالُ ذٰلِکَ  
فَمَنْعُوا عَنْہُ ۚ (ملخصاً)

اسی میں ہے،

ولو اوصیٰ لہ بخدمة عبده و لاخر  
برقبته و هو یخرج من الثلث  
فالرقبة لصاحب الرقبة و الخدمة  
علیہا لصاحب الخدمة لانه اوجب  
لکل منها شیئاً معلوماً ثم لما صححت  
الوصیة لصاحب الخدمة فلو لم  
یوص فی الرقبة بشئ لصارت  
الرقبة مبیعاً لِّلْمُورِثَةِ مِمَّ مَّ کون  
الخدمة للموصی لہ فکذا اذا وصی  
بالرقبة لافسان اخراذ الوصیة  
اخذ المیراث من حیث ان المالك  
یثبت فیہما بعد الموت ۚ (ملخصاً)

کے زیر قبضہ دو تہائی مکان میں مزاحمت کا حق ہے  
جبکہ بیع اس حق کے ابطال کو متضمن ہے لہذا  
دارثوں کو اس سے روکا جائے گا۔ (ملخصاً) (ت)

اگر ایک شخص کے لئے غلام کی خدمت اور دوسرے  
کے لئے اس کے رقبہ کی وصیت کی دو آغائیکہ  
وہ تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو رقبہ صاحب رقبہ  
کے لئے جبکہ اس پر خدمت صاحب خدمت  
کے لئے ہوگی کیونکہ موصی نے ہر ایک کیلئے وصیت  
میں کچھ معین شئی ثابت کر دی پھر جب  
صاحب خدمت کے لئے وصیت بیع ہو جائے  
اور رقبہ میں وہ کسی کے لئے وصیت نہ کرے تو  
رقبہ دارثوں کی میراث ہوگا باوجودیکہ خدمت  
موصی لئے کے لئے ہوگی۔ اور یہی حکم ہوگا اگر اس  
نے رقبہ کی وصیت کسی دوسرے انسان کیلئے  
کر دی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اس  
حیثیت سے کہ ان دونوں میں ملک موت کے  
بعد ثابت ہوتی ہے۔ (ملخصاً) (ت)

اسی طرح اگر کتب جلیلہ میں ہے اور یہیں سے ظاہر ہوگا کہ اگر دو یا دس مکانوں کے سکنی کی زید  
کے لئے وصیت کی تو اگرچہ وہ اُن میں سے ایک ہی میں سکونت کرے گا جس کا اُسے اختیار ہوگا  
کہ اُن میں سے جس مکان میں چاہے رہے مگر وہ سب مکان اس کے حق کے لئے دستیاب حق  
جبکہ مجبور رہیں گے ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو اُن کی بیع کا اختیار نہ ہوگا کہ اُس کا حق ہر مکان میں

ثابت ہے اور ہر مکان کی نسبت محل ہے وہی باقی رہے اور سب کسی آفت سے منہدم ہو جائیں تو اگر اُن میں بعض کو مالکان رقبہ بیچ سکیں تو مرضی نہ بالمنفعة کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے۔

وانقل الی قول المہدایۃ حق المزاحمة ہدایہ کے قول پر نظر کرو کہ موصی لہ کو وارثوں کے فیما فی ایدیم وثم لم تبث لہ الوصیۃ زیر قبضہ گھر میں مزاحمت کا حق ہے اور پھر الا فی الثلث فکیف وقد لوصی لہ بکل نہیں ثابت ہوئی اس کے لئے وصیت کر تھائی

مال میں تو کیسا حال ہوگا جبکہ اس نے کل مال کی وصیت کر دی ہے۔ (ت)  
اور اس کے لئے ہرگز شرط نہیں کہ وہ اپنی ملک میں کوئی شے ایسی نہ رکھتا ہو جس سے منفعت حاصل کر سکے جو اپنا ذاتی مکان رکھتا ہو اس کے لئے وصیت یا سکنت کی مانعیت نہیں نہ یہ امر مانع نفاذ وصیت ہو، وھذا ظاہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

## تقریعات

(۱۳) یہیں سے ظاہر کہ فتویٰ، کہ اس احتمال کی کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیک کا حصہ دیئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۴) تملیک مضمت الی ما بعد الموت اگرچہ حالت صحت میں ہو وصیت ہے کہ فتویٰ، کا یہاں مطلق تملیک کہنا اور شق مقابل کہ اگر مرض الموت میں وصیت کی ہے مرض سے مقید کرنا ضیق بسیار ہے، ہدایہ میں فرمایا،

محل ما اوجبه بعد الموت فھو من الثلث ہر وہ تملیک جس کا ایجاب موت کے بعد کیا ہو وان اوجبه فی حال صحته اعتبارا تو وہ تھائی مال میں نافذ ہوگی اگرچہ اس کا بحال الاضافة دون حال العقد لیک ایجاب حالت صحت میں کیا ہو حالت اعتنا کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ حال عقد کا۔ (ت)

(۱۵) فتویٰ کا قول بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا

نہیں۔ نہ فقط وصیت نامہ بلکہ سوال سائل کو بھی نہ سمجھنے پر مبنی ہے سائل نے یہ نہ پوچھا تھا کہ جس طرح حیات میں زوجہ کا نفقہ و سکنی شوہر پر ہے آیا بعد وفات شوہر بھی یہ حق باقی رہتے ہیں جس کا جواب نفی میں دیا جائے وہ تو اس حق سکنی کو پوچھتا ہے جس کی اس کے لئے مرضی نے وصیت کی ہے اس کا انکار کرنا اور اپنی طرف سے اس میں نان نفقہ دلا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

(۱۶) یوں ہی مستفتی نے وصیت مذکورہ دربارہٴ نفقہ کو دریافت کیا تھا کہ زوجہ کے لئے بجائز اور اپنا حصہ پانچ کے بعد بھی نافذ ہے یا نہیں فتویٰ ۵ نے وصیت نامہ و سوال سائل و مسئلہ وصیت بالنفقہ سب سے ذہول فرما کر لکھ دیا کہ اس میں کوئی اثر نہیں۔

(۱۷) اس سے عجیب تر فتویٰ ۱ کا قول ہے کہ عالم خاتون کو رہائش کا حق حاصل نہیں اس باب میں واحد بخش کی وصیت نفقہ بجا اثر رہے گی، فتویٰ ۵ نے تو وصیت سے ذہول کیا حیات کے نفقہ و سکنی کے مثل کسی حق بعد الوفا سے استفسار کیا مگر فتویٰ اولیٰ نے مرثیہ وصیت مان کر بعض بلاوجہ شرعی اسے نفوذ ہے اثر کر دیا یہ عجیب منطقی ہے کیا مرثیہ وصیت بالسکنی باطل ہے یا خاص زوجہ تنہا وارث کے لئے باطل ہے اور جب کچھ نہیں تو اسے نفوذ کتنا ہی لغو نہیں صریح باطل ہے۔

(۱۸) سوال ۶ کو فتویٰ ۱ بھی مثل فتویٰ ۵ نہ سمجھا کہ استفسار اس وصیت کے حرازے ہے جس کا جواب اثبات میں دینا واجب تھا یا یہاں بھی اپنی اُسی منطقی کی بنا پر وصیت کو لغو ٹھہرایا ہے۔  
فَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ستہ)

### افادہ خامسہ علیہ مشتمل بر فوائد حبز نیلہ

خاندانہٴ اصل یہ ہے کہ ترکہ میں تجیز و تکفین کے بعد سب سے مقدم دین ہے پھر اجنبی کے لئے ثلث تک وصیت پھر وارث کی میراث پھر وارث منفرد کے لئے وصیت اور اجنبی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت ہے یہ دونوں مرتبہ واحد میں ہیں ثلث پیشین کی تقدم اور باہم ترتیب معروف و مشہور ہے اور میراث کا وصیتہ للوارث اور مافوق الثلث وصیتہ للاجنبی پر تقدم ہے اگر وہ وارث کل مال بذریعہ ارث پاسکتا ہے تو ثلث وصیت کے بعد کل میراث ہی ٹھہرے گا اس کی وصیت اپنے نفوذ کا عمل ہی پائے گی نہ اجنبی کی وصیت قدر زائد علی الثلث میں محض رہ جائے گی یعنی جبکہ وارث اجازت نہ دے ورنہ وصیت ثلث کے مثل ارث تجیز پر تقدم پائیگی اور اگر بذریعہ میراث صرف بعض کا مستحق ہے اور وہ نہیں مگر زوجین کہ ربح یا نصف سے زائد کے مستحق نہیں تو ثلث و صایا کے بعد



باقی کا ربع یا نصف انہیں ارٹا بیجے گا پھر جو بچا اس میں ان کی وصیت اور اجنبی کی زیادہ از ثلث وصیت حصہ رسد نفاذ پائے گی اگرچہ ان کے خواہ اجنبی خواہ ہر ایک کے لئے کل مال کی وصیت ہو بالکل وصیت زاد لا اجنبی حصہ میراث میں نافذ نہ ہوگی اور وصیت طوارث نہ اس میں نافذ ہر نہ ثلث اجنبی میں اس مراعات ترجیح پر ہر ایک کی وصیت طوارث سے گی یہ ہے ان دونوں کی باہم تساوی اور میراث کا ان پر تقدم۔ مثلاً میت نے صرف ایک زوجہ وارث چھوڑی اور کل مال کی وصیت اس کے لئے کردی اور زیہ کے لئے بعد ازاں ہر ایک موصی کے تجميع المال ہو اس صورت میں ترکہ بارہ سہم ہو کر پانچ سہم زوجہ کو ملیں گے اور سات زیہ کو۔ اس لئے کہ اولاً زیہ کو ثلث دیا کہ میراث پر مقدم ہے ۴ سہم ہو کر باقی ۸ کا ربع یعنی ۲ زوجہ نے ارٹا لئے ۴ بچے ترمیم کی وصیت کل مال یعنی ورے ۱۲ سهام کی تھی وہ حصہ میراث ۱۲ میں نافذ نہیں ۱۲ بچے جن میں سے ۶ پچا ہے باقی ۶ رہے اور زوجہ کی وصیت بھی ورے ۱۲ سهام کی تھی وہ نہ اس ۱۲ میں جاری ہو سکتی ہے جو زیہ نے ابتدا پائے نہ ان ۶ میں جو خود زوجہ نے ارٹا لئے تو اس کی وصیت بھی ۶ رہی دونوں برابر ہوئے تو باقی ان میں نصف نصف ہو کر زوجہ کے ۵ زیہ کے ۷ ہوئے، قس علیہ۔

اقول دلایل السرفی تقدیم ارث الوارث  
علی الوصیۃ لہ ان الارث جبیری  
فی مجرد مامات المورث او فی  
آخر جزء من اجزاء حیاتہ علی  
القولیت فیہ لمشاغ بلوغ والعراق  
انتقل الملك ف قدس الیہ ارث  
الم الوارث غیر متوقع علی شیء  
بخلاف الوصیۃ فانہا متوقع علی  
قبولہ فنفاذہا یعقب القبول وقبولہ  
یعقب الموت والارث یتقارن الموت یتقارن  
فتاخرت ضرورۃ اما الوصیۃ للاجنبی  
فالمال باق فیہا الی الثلث علی ملک  
الموصی نظر الیہ من المشایخ کما نصوا

میں کہتا ہوں شاید وارث کی میراث کو اس کے  
حق میں وصیت سے مقدم کرنے میں راز یہ ہے  
کہ میراث جبری ہے، محض موت کی مرث یا  
اس کی زندگی کے آخری جزو میں جیسا کہ مشایخ  
بلغ وعراق کے قول ہیں بعد میراث ملک وارث  
کے طرف منتقل ہو جاتی ہے بخلاف وصیت کے  
کہ وہ قبول پر موقوف رہتی ہے چنانچہ وصیت کا  
نفاذ قبول اور قبول مرث کے بعد ہوتا ہے  
جیسا کہ میراث مرث کے ساتھ متقرن یا اس سے  
مقدم ہوتی ہے تو وصیت میراث سے جدا ہے  
موقوف ہوئی۔ یہی اجنبی کے لئے وصیت تو اس میں  
مال ایک تہائی تک شارع کی طرف موصی کی  
ملک پر باقی رہتا ہے جیسا کہ اس پر مشایخ نے

عليه وأشار إليه في الهداية فلا يجزى فيه الا ارث ما لم يرود الوصي له فاذا قبل فقد تقدم وملكه من دون ان يلحقه ملك الوارث -

نص کی ہے اور اسی کی طرف ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے تو اس میں اس وقت تک میراث جاری نہیں ہوگی جب تک وصی اس کو رد نہ کر دے اگر وہ اس وصیت کو قبول کر لے تو اس کی ملکیت مقیم ہوگی بغیر اس کے اس کے ساتھ کسی وارث کا حق ختم ہو۔ (ت)

رد المحتار کتاب الاقرار میں ہے ،

لولا ان كان وارث آخر و اوصى لزوجهه او هي له صحت الوصية واما غيرهما فيرث الكل فرضا و اوصى فلا يحتاج الوصية شرطا لئلا يله

اگر کوئی اور وارث موجود نہ ہو خاوندی جبری کیلئے یا بیوی خاوند کے لئے وصیت کرے تو یہ وصیت صحیح ہوگی، لیکن جو ان دونوں کا غیر ہے وہ بطور فرض یا بطور رد کل مال کا وارث ہو جائیگا لہذا وہ وصیت کا محتاج نہیں، شرعیہ (ت)

اُسی کے وصایا میں ہے ،

وانما قيد و بالزوجين لان غيرهما لا يحتاج الى الوصية لانه يرث الكل برد او مخرج

زوجین کی قید مشائخ نے اس لئے لگائی کہ ان کا غیر وصیت کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ وہ بطور رد یا بطور رشتہ داری کل مال کا وارث بن جاتا ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے ،

ترك امرأة و اوصى لها بالنصف و لاجنبي بالنصف يعطى للاجنبي اول الثلث وللزوجة ربع الباقي ارثا

کسی شخص نے بیوی چھوڑ دی اور اس کے لئے اپنے نصف مال کی وصیت کی جبکہ نصف مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کی تو پہلے اجنبی کو

والباقی یقسم بینہما علی قدر حقوقہما  
تاتامر خانیۃ ینہ

تہائی مال دیں گے پھر باقی سے چوتھا حصہ بیوی کو  
میراث دیا جائے گا اور جو باقی بچا وہ ان دونوں میں  
میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائیگا تاتامر خانیۃ

فتاویٰ خانیۃ فتاویٰ ہندیہ میں ہے،

اذا مات الرجل وتزک امرأۃ ولیس  
لہ وارث غیرہا داوہی للاجنبی  
بجیم مالہ ولا موارثہ بجیم  
مالہ یاخذ الاجنبی ثلث المال بلا منازعۃ  
وللمرأۃ رابع ما یبقی وھو  
السدس بحکم المیراث ویبقی  
نصف المال یكون بینہا و بین  
نصفین ینہ

اگر کوئی مرد مراد اور ایک بیوی چھوڑی جس کے  
علاوہ کوئی اور وارث موجود نہیں، اور اس نے  
ایک اجنبی شخص کے لئے کل مال کی وصیت کی  
اور بیوی کے لئے بھی کل مال کی وصیت کی تو اجنبی  
شخص تہائی مال بغیر کسی منازعت کے لے گا  
پھر باقی میں سے چوتھا حصہ بیوی کو بطور میراث  
جو کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے باقی کل نصف بچ گیا  
جو بیوی اور اجنبی پر برابر برابر تقسیم ہوگا۔ (دستا)

نام اجل سنی کافی شرح والی کتاب الوصایا باب المتفرقات میں زوجہ موصی لہا کی نسبت

فرماتے ہیں،

ماکان مستحقا لہا بحکم الامراث  
لاستحققہ بحکم الوصیۃ ینہ

جس حصہ کی مستحق وہ بطور میراث ہے اس کی  
مستحق بطور وصیت نہیں ہوگی۔ (دستا)

اُس کے ایک ورق بعد زوجہ موصی لہ کی نسبت فرمایا،

حق الزوج کان فی النصف ایضا  
بالوصیۃ و لکن بطل فی السدس  
لانہ اخذ الثلث بحکم الادث  
شائعا فخرج السدس عن محل

خاوند کا حق نصف میں بھی بطور وصیت تھا لیکن  
وہ چھٹے حصے میں باطل ہو گیا کیونکہ وہ ایک تہائی  
بطور میراث مشترکہ مال میں سے لے چکا ہے  
لہذا وہ چھٹا حصہ وصیت کے محل سے نکل گیا تو

لے ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱/۵-۲۰

لے الفتاویٰ ہندیۃ کتاب الوصایا ابواب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۱۱۴/۶

لے الکافی شرح الرافعی " باب المتفرقات

اس میں سب کے نزدیک ضرب واستحقاق کے اعتبار سے وصیت باطل ہوگئی لہذا اس کا حق تہائی میں باقی رہا۔ (ت)

اگر بیوی اور اجنبی میں سے ہر ایک کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کی تو اجنبی کے لئے سات اور بیوی کے لئے پانچ حصے ہونگے کیونکہ اجنبی کے لئے وصیت میراث سے مقدم ہوتی ہے، چنانچہ اس کو چھ میں سے ایک تہائی دیا جائیگا پھر بیوی کو باقی کا چوتھائی بطور میراث ملے گا باقی تین بچے جو ان دونوں کے درمیان امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک نصف نصف ہونگے کیونکہ اجنبی کا حق کل مال میں تھا جبکہ وہ دو حصے وصول کر سکا ہے تو اب ان کو وہ شامل نہیں کریگا اور اس کو بھی شامل نہیں کیا جائے گا جو بیوی بطور میراث ملے چکی جو کہ ایک حصہ ہے چنانچہ وہ فقط تین حصوں میں شریک ہوگا اور عورت اس تہائی میں شریک نہ ہوگی جو اجنبی پہلے حصے سے کیونکہ وصیت تہائی مال تک اجنبی شخص کیلئے مضبوط وصیت ہے لہذا عورت کی وصیت اتنی مقدار میں باطل ہو جائے گی چنانچہ عورت نہ تو اس حصہ میں شراکت کرے گی اور نہ اس حصہ میں جس کو بطور میراث حاصل کر چکی شراکت

الوصیۃ قطلت وصیتہ فی ذلک ضرباً و استحقاقاً عند الكل فبقی حقہ فی الثلث

نیز اسی میں عبارت اولی کے بعد فرمایا :  
ان اوصی لكل واحد من الزوجۃ والاجنبی بكل مالہ لہ سبعۃ و لہا خمسۃ لان الوصیۃ للاجنبی یقدم علی الارث فیعطی لہ الثلث من ستۃ ولہا سابع ما بقی بحکم الارث بقی ثلاثۃ بینہما نصفان عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فحق الاجنبی کانت فی کل المال و قد استوفی سہمیت فلا یضرب بذلک ولا یضرب ایضاً بما اخذت بحکم الارث و ذلک سہم فانما یضرب بثلاثۃ والمرأۃ لا تضرِب بالثلث الذی اخذ الاجنبی ادلاً من الوصیۃ للاجنبی بقدر الثلث وصیۃ قویۃ فتبطل وصیتہا بذلک القدر فلا تضرِب المرأۃ بذلک ولا بالسہم الذی اخذت اسثا و انما یضرب بثلاثۃ فاستویا

فی الضرب فی الثلاثة الباقية فتخرج  
المسئلة من اثني عشرية  
صرف تین حصوں میں رہ گئی لہذا ان تین باقی حصوں  
میں دو دونوں برابر کے شریک ہیں اس لئے  
مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ (ت)

فائدہ کا ۲، جب ایک شخص کے لئے وصیت رقبہ اور اس کے بعد متصلاً خواہ برسوں کے فصل  
سے وصیت منفعت کی جائے تو موصی لہ اول صرف مالک رقبہ ہوتا ہے اور اسی قدر میں اُس کے لئے  
وصیت مستفاد ہوتی ہے منفعت میں اس کا کوئی حق نہیں ہوتا مثلاً مکان کی وصیت زید کے لئے  
اور اس کے دس برس بعد سکونت مکان مذکور کی وصیت عمرو کے لئے کر دی تو زید صرف رقبہ مکان  
پائے گا سکونت تا حیات عمرو یا جب تک کے لئے موصی نے کہا صرف حق عمر در ہے گی اور یہ ٹھہر گا  
کہ زید کے لئے خالی رقبہ مکان کی وصیت تھی۔ یہ آیر میں فرمایا :

اسم الرقبة لا يتناول الخدمة وانما  
يستعمله الموصي له بحكمه انما  
المنفعة حصلت على ملكه فاذا اوجب  
الخدمة لغيره لا يبقى للموصي له  
فيه حق له  
وقبر کا اسم خدمت کو شامل نہیں۔ موصی وہ تو  
اس سے خدمت اس وجہ سے لیتا ہے کہ  
منفعت اس کی ملکیت پر حاصل ہے، پس  
جب خدمت اُس نے کسی اور کے لئے ثابت  
کر دی تو اب موصی لہ کے لئے اس میں کوئی حق

نہ رہا۔ (ت)

اسی طرح کافی میں فرمایا اور اتنا اور پڑھایا :  
وكذا اسم الدار لا يتناول السكنى  
واسم النخيل لا يتناول الثمرة  
عنايه میں فرمایا :

وصية الرقبة والخدمة فان الموصول والفعل  
فيهما في الحكم سواء  
خدمت و رقبہ کی وصیت چاہے اکٹھے  
ہو یا الگ الگ ہو وہ حکم میں برابر ہے (ت)

لہ الکافی شرح الوافی کتاب الوصایا باب المتفرقات  
لہ الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنی الخ مطبع و سعفی مکتبہ ۶۸۳/۲  
لہ الکافی شرح الوافی  
لہ العنايه علی بخش فتح القدير کتاب الوصایا باب السکنی الخ مکتبہ نوریہ سکھر ۲۱۳/۹

قائدہ ۳: وصیت شئی اگرچہ وضعتاً تملیک منفعت ہے نہیں مگر الزاماً ضرور مفید تملیک منفعت  
 شے ہے ولہذا اگر پہلے عرق کے لئے وصیت منفعت کی اس کے بعد شئی کی وصیت زید کے لئے  
 کی اگر دونوں وصیتیں متصلا کیں جب تو منفعت والے منفعت اور رقبہ والے کو رقبہ کا ایسا کلام متصل  
 دلیل توزیع و تقسیم جوتا ہے ولہذا اگر کہا کہ یہ انگشتی زید کو دینا اور اس کا ٹنگ عمر کو یا یہ مکان  
 زید کو دیں اور اس کا عمارت کو تو بالاتفاق حاجیں زید کے لئے خالی انگشتی ہے ٹنگ اور زمین  
 بلا عمارت ہوگی اور عمارت اور ٹنگ تنہا عرق کا حالانکہ انگشتی ٹنگ کو بھی شامل تھی اور مکان میں عمارت  
 بھی داخل تھا، کافی میں ہے:

ان اوصی بهذه الامة لفلان وبجملها  
 لاخر او بهذه الدار لفلان وببناؤها  
 لاخر او بهذا الخاتم لفلان و  
 بنفسه لاخر فان وصل فكل واحد  
 ما اوصى (الى قوله) لان ذلك بمنزلة  
 دليل التخصيص والاستثناء فينبين  
 به انه اوجب لصاحب الخاتم الحلقة  
 خاصة دون الفص الا ترى انه  
 لو اوصى بالجارية واستثنى حملاً صح  
 الاستثناء به

اگر یہ وصیت کی لونڈی فلاں کے لئے اور اس کا  
 محل فلاں کے لئے یا یہ مکان فلاں کے لئے  
 اور اس کی عمارت فلاں کے لئے یا یہ انگوٹھی  
 فلاں کے لئے اور اس کا ٹنگ فلاں کے لئے ہے  
 اگر یہ وصیتیں متصلا کیں تو ہر ایک کو وہی ملے گا  
 جس کی وصیت اس کے لئے کی ہے (اے  
 اس قول تک) اس لئے کہ تخصیص و استثناء  
 کی دلیل ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ موصی نے  
 انگوٹھی والے کے لئے حلقہ خاص کیا ہے بغیر ٹنگ  
 کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر لونڈی کی وصیت  
 کی اور محل کو مستثنیٰ کر دیا تو استثناء صحیح ہے (ت)

اور اگر وصیت رقبہ وصیت منفعت کے بعد کلام مفصول میں کی اور اس میں منفعت کا  
 نام نہ بھی لیا جب بھی مالک رقبہ زید ہوگا اور منفعت عرق و زید میں نصف نصف ہو جائے گی۔  
 بدائع امام مالک علیہ السلام دیمیر عالمگیریہ میں ہے:

لو ابتدأ بالتبعية في هذه المسائل  
 ثم بالاصل بان اوصى بخدمة  
 اگر ان مسائل میں ابتداءً تابع سے کی پھر اصل  
 کی وصیت کی مثلاً پہلے خدمت کی وصیت کسی

العبد لافسان ثم بالعبد لأخرا أو صبي  
 يسكنه هذه الدار لافسان ثم بالدار  
 لأخرا وبالثمرّة لافسان ثم بالشجرة  
 لأخرفان ذكر موصولا فكل واحد منهما  
 ماسى له به وإن ذكر موصولا فالاصل  
 للموصى له بالاصل والتبع بينهما نصفان  
 تو ہر ایک کو وہی ملے گا جس کا اس نے نام لیا اور اگر دونوں وصیتوں کے ذکر میں خاصہ کیا  
 تو پھر جس کے لئے اصل کی وصیت ہے اس کو اصل ملے گا اور تابع ان دونوں میں نصف نصف  
 تقسیم ہوگا۔ (ت)

تو اگر وصیت رقبہ اصل مفید قیام یک منفعت نہ ہوتی تو بحال فصل تنصیف منفعت کی  
 وجہ نہ تھی ہاں وصیت رقبہ کے بعد دوسرے کے لئے وصیت منفعت اول کے لئے استحقاق  
 منفعت کے لئے مانع ہو کر اس کے لئے تملیک مجرور رقبہ رہ جاتی ہے اور جب مانع نہ ہوگا  
 دونوں ثابت ہوں گی یہ وضعا اور وہ التزاما، کالی میں عبارت مذکورہ آنفا کے بعد فرمایا :  
 وانما تستحق هذه الاشياء بملك  
 الاصل اذا لم يوجد المانع  
 وهنا وجد المانع وهو الوصية  
 للثاني يله  
 ان تمام اشیاء میں ملک اصل کا استحقاق  
 تب ہوگا جب کوئی مانع نہ ہو اور یہاں  
 مانع موجود ہے اور وہ ہے دوسرے کے لئے  
 وصیت۔ (ت)

قائد ۱۴ وصیت منفعت بمنزل وصیت رقبہ ہے جس شئی کی منفعت کسی کیلئے وصیت  
 قرار دی گویا اُسے خرد وہ شئی اس کی حیات یا ایک زمانہ معین تک وصیت دی اور اگر ایک شئی  
 کا رقبہ زید اور منفعت عمرو کے لئے رکھی تو گویا اس شئی کی دونوں کے لئے وصیت کی زید کے لئے  
 مطلق اور عمرو کے لئے وقت محدود انتفاع تک ولہذا صاحب منفعت حساب ثلث و ضرب  
 حصص میں صاحب رقبہ کا ہمسر ہوتا ہے اور تنگی ثلث کے وقت اس کا مزاجم ہو کر اس کی وصیت

گھٹاتا ہے جب اس کی مدت ختم ہو جاتی ہے صاحب رقبہ اس وقت اپنی وصیت کی تکمیل پاتا ہے کافی میں فرمایا:

الوصية بالخدمة عالم يستوف الموصي له  
حکمال حقه بمنزلة الوصية بالرقبة  
جب تک خدمت کا مرضی لا اپنا حق پورا وصول  
نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ بمنزلہ رقبہ کی  
وصیت کے ہے۔ (د ت)

فائدہ عالمگیری میں ہے:

لو كان له ثلاثة اعبدا فوصى برقبة  
احد هم لرجل وقيته ثلثمائة و  
ويخدمه الشاخي لآخر وقيته  
خمسمائة وقيمة الثالث الف  
جاء لكل واحد ثلاثة ارباع وصيته  
يعطى لصاحب الرقبة ثلثة ارباعها  
ويخدمه لصاحب الخدمة  
ثلثة ايام و للوم ثلثة  
يوم و لانت الوصايا  
جاءت من الثلث لانت  
ثلث المال سقانة و الوصايا  
صانث ثمانمائة و كانت  
ثلث المال ثلثة ارباع  
الوصايا كذا في محيط  
الشرح و اذا مات  
صاحب الخدمة استكمل  
صاحب الرقبة عبده كله

اگر کسی شخص کے تین غلام ہیں، اس نے ایک  
غلام کے رقبہ کی ایک شخص کے لئے وصیت کی  
جس کی قیمت تین سو درہم ہے، اور دوسرے  
غلام کی خدمت کی وصیت کسی اور شخص کیلئے کی  
جس کی قیمت پانچ سو درہم ہے جبکہ تیسرے غلام  
کی قیمت ایک ہزار درہم ہے تو دونوں میں سے  
ہر ایک کے لئے تین چوتھائی (۷۵٪) وصیت جائز  
ہوگی چنانچہ پہلے مرضی لا کو اس کی وصیت کے  
غلام کا تین چوتھائی ملے گا اور صاحب خدمت  
کی وصیت کا غلام تین روز اس کی اور ایک  
روز وارثوں کی خدمت کرے گا کیونکہ وصیتیں تہائی  
مال سے بڑھ گئیں، تہائی مال تو فقط چھ سو درہم  
سے جبکہ وصیتیں آٹھ سو درہم ہو چکی ہیں تو اس طرح  
کل مال کا تہائی حصہ وصیتوں کا تین چوتھائی (۷۵٪)  
ہو گیا۔ محیط میں یوں ہی ہے۔ اگر صاحب خدمت  
مر گیا تو صاحب رقبہ اپنا وصیت کا غلام پورا  
ملے گا۔ اسی طرح اگر وہ غلام مر جائے جو



وَكُنْ لَكَ ان مَاتَ الْعَبْدُ الذَّيْ كَانَ  
يَخْدُمُ وَلَوْ كَانَتْ قِيَمَةُ الْعَبْدِ سَوَاءً  
كَانَ لِمَا حَبِ الْمَخْدُومَةِ نِصْفُ خِدْمَةِ  
الْعَبْدِ وَلِمَا حَبِ الرِّقْبَةِ نِصْفُ رِقْبَةِ  
الْأُخْرَى كَذَا فِي الْمَبْسُوطِ عَلَيْهِ  
خدمت کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہو گا۔ اگر  
غلاموں کی قیمت برابر ہو تو صاحبِ خدمت  
کے لئے نصف خدمت اور صاحبِ رقبہ کے لئے  
نصف رقبہ ہو گا۔ مَبْسُوط میں یوں ہی ہے۔  
(ت)

فائدہ ۱۵، یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس کے لئے وصیت رقبہ ہو اسے وصیت منفعت کی حاجت  
نہیں کہ وہ حکم ملک مختار انتفاع ہو گا اس کے ساتھ مطلقاً یا کسی وقت خاص میں اختیار انتفاع کا  
ذکر اسی لازم کا اظہار ہو گا نہ کہ اُس کے لئے وصیت بالمنفعۃ جو بوجہ عدم حاجت لغو ہے اثر ہے  
جس طرح تنہا وارث غیر زوجین کے لئے وصیت کما تقدم عن الدارالمختارہ عن غنیۃ  
ذوی الاحکام (جیسا کہ در مختار اور غنیہ ذوی الاحکام کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ ت)  
فائدہ ۱۶، وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ہدایہ و کافی میں دربارہ موصی لہ بخدمۃ  
العبد ہے۔

لَيْسَ لِلْمَوْصِي لَهُ ان يَخْرُجَ الْعَبْدَ مِنْ  
الْكُوفَةِ اِلَّا انْ يَكُونَ الْمَوْصِي لَهُ وَاَهْلُهُ  
فِي غَيْرِ الْكُوفَةِ فَيَخْرُجُهُ اِلَى اَهْلِهِ  
لِلْخِدْمَةِ هَذَا لِكَانَ اِذَا كَانَ يَخْرُجُ مِنْ  
الْثَلَاثِ لَانِ الْوَصِيَّةَ اِنْهَا تَنْفِذُ عَلَى  
مَا يَعْرِفُ مِنْ مَقْصُودِ الْمَوْصِي فَاِذَا  
كَانُوا فِي مِصْرَ فَمَقْصُودُهُ انْ يَمْكُنَهُ  
مِنْ خِدْمَتِهِ فِيهِ بَدْوَنَ انْ يَلْزَمَهُ مَشَقَّةُ  
السَّفَرِ وَاِذَا كَانَ فِي غَيْرِهِ فَمَقْصُودُهُ انْ  
يَحْمِلَ الْعَبْدُ اِلَى اَهْلِهِ لِيَخْدُمَهُمْ عَلَيْهِ

موصی لہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غلام کو کوثر سے نکالے  
ہاں اگر موصی لہ اور اس کے اہل خانہ غیر کوثر  
میں رہتے ہیں تو غلام کو نکال کر لے جاسکتا ہے  
کیونکہ وصیت اس مقصود پر نافذ ہوتی ہے  
جو موصی سے معلوم ہو۔ اگر موصی لہ اور اس کے  
اہل خانہ موصی کے شہر میں رہتے ہیں تو اس  
موصی لہ کا مقصود یہ ہے کہ وہ سفر کی مشقت  
کے لزوم کے بغیر اس کی خدمت کر سکے اور اگر  
وہ اس شہر کے غیر میں رہتے ہیں تو اس مقصود  
پر ہو گا کہ موصی لہ اس غلام کو وہاں اپنے اہل خانہ  
کے پاس لے جائے تاکہ یہ ان کی خدمت کر سکے۔ (ت)

سہ الفتاویٰ النبیۃ کتاب الوصایا الباب السابع ذرا فی کتب خانہ کراچی ۱۲۶/۶  
سہ الہدایۃ باب الوصیۃ بالسکنی والخدۃ الا مطبع دینی لکھنؤ ۸۲/۶-۶۸

فائدہ ۷ : دربارہ مہر مثل تک عورت کا قول مع الیہین بلا بینہ معتبر ہے جبکہ زوجیت معروف و معلوم ہو فتاویٰ خانیہ میں جیل فصل رجوع عن الوصیۃ ہے۔

ان ادعت المرأة مقدما مہر مثلها اگر عورت نے مہر مثل کا دعویٰ کیا تو اس کو دیا جائیگا  
یہ دفع الیہا اذا كان النکاح ظاهرا جبکہ نکاح ظاہر و معروف ہو اور نکاح ہی اس  
معروف و قاضیوں النکاح شاهد الیہا کا شہد ہوگا۔ (ت)

اسی کے باب الوصی پھر ہندیہ میں ہے،

ان كان النکاح معروفًا كانت القول اگر نکاح معروف ہو تو عورت کا قول مہر مثل کی  
قول المرأة الی مہر مثلها یہ دفع حد تک مقبول ہوگا اور وہ اس کے  
ذلك الیہا یہ دیا جائے گا۔ (ت)

فائدہ ۸ : مہر بھی مثل سائر دیوں ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے نہ عین سے  
ولہذا ورثہ کو اختیار ہوتا ہے کہ وائے کا دین اپنے پاس سے دے کر ترکہ اپنے لئے بچالیں اگرچہ  
دین مستغرق ہو جس کے سبب ورثہ کے لئے ترکہ میں اصطلاح ثابت نہیں ہوتی۔ جامع الفصولین و  
اشباہ میں ہے،

لو استغرقها دین لا یملکها بالامتیث اگر قرض پورے ترکہ کو محیط ہو تو میراث کے طور  
الاذا ابرا المیت غریبہ اوداہ وارثہ الخ پر کوئی اس کا مالک نہیں بنے گا سوائے  
اس قرض خواہ میت کو بری کر دے یا کوئی وارث اس کو ادا کر دے الخ (ت)  
اشباہ میں اس کے بعد فرمایا،

وللوارث استخلاص التركة بقضاء وارث کو اختیار ہے کہ قرض ادا کر کے ترکہ کو  
المدین لو مستغرقا۔ و اگر ادا کر لے جبکہ قرض پورے ترکہ پر حاوی  
ہو۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ نو کشور بکھنو ۸۴۶/۴

۲۔ " " " باب الوصی فصل فی تصرفات الوصی الخ " " ۸۵۹/۴

۳۔ الاشباہ والنظائر الفص الثالث القول فی الملک ادارة القرآن کراچی ۲۰۴/۲

۴۔ " " " " " " " " ۲۰۵/۲

فائدہ ۹: وصیت جت موصی سے تملیک ہے تو اس کے بتائے سے تجاوز نہیں کر سکتی وصیت اگر حصہ شائعہ مثل نصف مال یا ثلث متروکہ کی ہو تو ضرور ترکہ باقیہ بعد اداء الدیہ کے ہر جز میں شائع ہوگی مگر اعیان معینہ کی وصیت صرف انہیں اعیان پر مقتصر رہے گی ان کے غیر سے ایک جہ نہ پاسکے گا یہاں تک کہ اگر وہ اعیان ثلث مال یا اس سے بھی کم ہوں اور تمام وکمال حکم وصیت اسے ملے ہوں اور ان میں سے کسی منازعت کے سبب کچھ کم ہو جائے تو اس کی وصیت اسی کم میں نفاذ پاسکے گی باقی ترکہ سے اس کی تکمیل نہ کی جائے گی کہ یہ ایجاب بلا موجب ہے اور وہ محض باطل و لہذا اگر ترکہ پسندہ سورہ پے نقد اور زمین سورہ پے کا اسباب یا زمین وغیرہ ہو اور اس تمام اسباب و زمین کی وصیت زید کے لئے کی اور اپنے مال کے پلے کی وصیت عمرو کے لئے تو مجموعہ ترکہ اٹھارہ سو ہو اور مجموعہ وصایا چھ سو کہ اس کا ثلث ہے اور ثلث تک وصیت بلا اجازت نافذ ہے تو چاہئے تھا کہ دونوں موصیوں کی وصیت پوری نافذ کرتے اسباب و زمین زید کو دے دیتے اور تین سو روپے کہ سدس مال ہے عمرو کو مگر ایسا نہ کرینگے بلکہ عمرو کو دو سو پچاس روپے نقد دیں گے اور پچیس کی قدر زمین و اسباب اور باقی صرف پوسے تین سو روپے کا اسباب زید پاسکے گا زر نقد سے اس کی وصیت پوری نہ کرینگے کہ زر نقد میں اس کا کوئی حق نہ تھا اس تقسیم کی وجہ یہی ہے کہ عمرو کے لئے سدس مال کی وصیت ترکہ کے ہر جز نقد و جنس و جائداد ہر شئی کے پلے کی وصیت ہے تو اسے پسندہ سو نقد کا بھی سدس چاہئے اور اسباب و زمین کا بھی سدس۔ سدس نقد میں اس کا کوئی منازع نہیں وہ مال حصہ اسے دے دے ہیں سدس جائداد میں زید اس کا منازع ہے وہ کہے گا کہ تمام وکمال حکم وصیت میرا ہے عمرو کے گا اس میں سے بھی پلے میرا ہے تو اس مال کا پلے زید کے لئے بلا نزاع ہے اور پلے میں زید و عمرو و خنازع ہیں تو بحکم انصاف وہ ان میں نصف نصف ہو کر اسباب و زمین کا  $\frac{1}{11}$  عمرو پاسکے گا اور  $\frac{10}{11}$  زید اور اس کے سوا زید کو نقد سے کچھ نہ ملے گا۔ رد المحتار میں ہے:

لو اوصی لرجل بیعت قیمہ مثل	اگر کوئی کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیت کرے
سدس مالہ و لاخر	جس کی قیمت اس کے کل مال کے چھٹے حصے
سدس مالہ و مالہ سوی	کے برابر ہے اور دوسرے شخص کے لئے اپنے
السیف خمس مائۃ فلتأفی	کل مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی جبکہ تلوار
سدسها و للاول خمسہ	کے علاوہ موصی کا مال پانچ سو درہم ہے۔ اس

اسد اس السیف وسد من السیف بینہما  
لا ت منازعتہما فی سد من السیف  
فقط قینصف بینہما۔  
صورۃ میں دوسرا شخص پانچ سو درہم میں سے  
چھ حصہ پائے گا اور پہلا شخص تلواری کی قیمت  
کے چھ حصوں میں سے پانچ (۵/۶) حصے لے گا  
جبکہ تلواری کا چھ حصہ ان کے درمیان تقسیم ہوگا کیونکہ دونوں کی منازعت فقط اسی چھ حصے میں  
ہے لہذا ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ (ت)

فائدہ ۱۰: وصیت اجنبی کو ثلث تک نافذ ہے اس کے حساب ثلث کے لئے کل مرقہ  
بعد الدین ملحوظ ہوگا وہ چیزیں بھی جن کی اس کے لئے وصیت ہے اور وہ بھی جن کی اس کے لئے  
وصیت نہیں مگر اُس کا حق اُن اشیاء سے ہرگز متجاوز نہ ہوگا جن کی وصیت اُس کے لئے ہے جیسا بھی  
مسئلہ مذکورہ میں گزرا بالجملہ وصیت کا ثلث تک نافذ وصیت معینہ کو وصیت مشافہہ نہ کر دے گا اس  
کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ باقی بعد الدین جس قدر مال ہے جس کی وصیت کی ہے اور جس کی نہیں سب کا  
ثلث لے کر دیکھیں گے کہ جن اعیان مخصوص کی وصیت اس کے لئے کی ہے ان کی مالیت اس ثلث  
کی مقدار سے کم ہے یا برابر یا زائد، دو صورت ادنیٰ ہیں وہ تمام اعیان موصیٰ لہ کو دے دیئے جائیں گے  
اور صورت ثانیہ میں ان میں سے صرف اتنا حصہ پائے گا جو ثلث کل باقی بعد الدین کی مقدار  
تک ہے نہ کہ جس چیز کی اس کے لئے وصیت نہ کی اُس کا بھی ثلث محض بلا استحقاق اس کو  
دے دیا جائے یہ سخت جہالت فاحشہ ہے کتب مذہب کے صمدان نصوص اس کے اوپر ناطق اور  
یہی مسئلہ کہ ابھی رد المحتار سے گزرا کافی اور ادنیٰ غایم فقہ پر یہ امر خود بدیہیات واضح سے ہے  
حکما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

فائدہ ۱۱: اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں، نہ حرق العباد میں بلا دعویٰ قاضی کو  
اختیار حکم نہ اسے ایسی بات کی تکذیب پہنچتی ہے جس میں کوئی معارض ہو کہ وہ قطع خصومت کیلئے  
مقرر ہوا ہے نہ کہ افشاء خصومت کے واسطے۔ ہا یہ میں فرمایا: الاقرار موجب بنفسہ (اقرار  
خود موجب وثبت ہے۔ ت) تو یہی ہے۔

القضاء فصل الخصومات۔ قطع  
قضاء تو جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اور تنازعات کو

المتاخرات

ختم کرنا ہے (ت)

در مختار میں ہے،

بعد دعویٰ صحیحہ من خصم علی خصم  
حاضر والا کان افتاداً

ایک خصم کے دوسرے حاضر خصم پر صحیح دعویٰ کے  
بعد در تہرہ افتاء ہوگا (ت)

رد المحتار میں فرما کر برآیہ سے ہے،

اتفق ائمة الحنفية والشافعية على انه  
تستلزم لصحة الحكم واعتباره في  
حقوق العباد الدعوى الصحيحة

اس پر ائمہ حنفیہ شافعیہ کا اتفاق ہے قضا کے  
صحیح ہونے اور حقوق العباد میں اس کے معتبر  
ہونے کے لئے صحیح دعویٰ کا ہونا شرط ہے ورنہ

فائدہ ۱۲، زوجہ کے لئے یہاں دو وصیتیں ہیں۔

وصیت منفعت کے مکانوں میں رہے طرود استعمال کرے یہ وصیت انہیں اعیان میں ہے  
جن کی وصیت شاہ محمد اجنبی کے لئے ہے تو ثلث کل مال بعد اداء الدین کے جتنا حصہ مکانات و اسباب  
کا آئے اس میں نافذ نہ ہوگی کہ وصیت اجنبی وصیت وارث سے مقدم ہے کما فی الفائدة الاولى  
(جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور یہاں اگر یہ وصیت و ہم گزرتا کہ وصیت رقبہ کر کے اس کیلئے وصیت  
منفعت کر دینے سے اول کے لئے صرف رقبہ کی وصیت رہ جاتی ہے منفعت میں اس کا کچھ حق نہیں  
رہتا کما فی الفائدة الثانية (جیسا کہ دوسرے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت اجنبی کہ  
مقدم ہے اپنے محل نفاذ میں مقدم ہوگی نہ کہ اس لئے میں جس کی اس کے لئے وصیت ہی نہیں یعنی  
منفعت کہ اس میں اجنبی کے لئے وصیت معدوم ہے معدوم کی تقدیم کیا معنی تو اس کا جواب  
ہماری تقریباً سب سے واضح وصیت منفعت بھی بمنزلہ وصیت رقبہ ہے ثابت ہو تو اس کی مزام  
ہوتی ہے کما فی الفائدة الرابعة (جیسا کہ چوتھے فائدہ میں ہے۔ ت) اور منفعت میں اس کا  
حق نہ رہتا اسی بنا پر ہوتا ہے کہ یہ مانع آتی ہے کما فی الفائدة الثالثة (جیسا کہ تیسرے فائدہ  
میں ہے۔ ت) اور وصیت وارث جب وصیت اجنبی سے مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضمحل ہوگی  
اور اس کے رقبہ میں کالعدم نہ کہ اس کی مانع و مزاحم پھر بقدر ثلث نفاذ وصیت اجنبی کے بعد مرتبہ وارث کا

سہ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴

سہ الدر المختار فصل فی الحبس ۴/۴

سہ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۸/۴

ہے کافی الفائدة الاولى (جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور چونکہ ارشاد ملک زوجہ ہر گاہ اس میں اسے وصیت منفعت کی حاجت بھی نہیں ان دونوں کے بعد جو حصہ مکانات و اسباب کا بچا اس میں زوجہ کی وصیت نفاذ پائے گی اور اس میں سے موقع محفل حضرات طہبات امانین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ جس قدر غرضوں کی شاہ محمد کو حاجت ہوگی اس وقت خاص پر اتنے غرضوں زوجہ کو استعمال کے لئے نہ دیئے جائیں گے موصی نے اس وقت شاہ محمد کے لئے اُن کا استعمال کچا ہے یہ اگرچہ شاہ محمد کے لئے وصیت بالمنفعة نہیں کافی الفائدة الخامسة (جیسا کہ پانچویں فائدہ میں ہے۔ ت) مگر وصیت زوجہ سے اتنے وقت اخراج کے لئے کافی ہے۔

لما تعدد من الهداية والكافي انه  
انما لم يكن للموصي له بالعين  
حق في المنفعة مع ملكه للرقبة للايصاء  
بها لغيره وتجريد الرقبة في الوصية  
له فلم يثبت له فسبق  
ما اثبت الموصي اما هنا فقد  
اثبت له الانتفاع في الوقت  
الخاص فكان معزولا عما  
اوصى به لغيره وكان كانه  
يقول اوصيت لهما بالمنفعة  
الا وقت كذا اولوا اقتصر على  
هذا لم يكن للزوجية الانتفاع في  
الوقت المستثنى وكان ذلك للاجنبي  
الموصي له بحكم الملك فاذا صرح بكونه  
له فيه فبالاولى۔

اس دلیل کے ساتھ جو ہر ایہ نکاتی کے حوالہ سے  
گزشتہ کما کہ عین کے موصی لہ کے لئے رقبہ میں ملکیت  
کے باوجود منفعت میں کوئی حق نہیں اس لئے  
وصیت میں اس کے لئے رقبہ کی تفصیل اور منفعت  
کی وصیت کسی اور کے لئے کی گئی ہے لہذا موصی  
کے مقصد سے زائد اس کے لئے کچھ ثابت  
نہ ہوگا لیکن یہاں تو اس کے لئے خاص وقت  
میں انتفاع کا اثبات ہے، تو جس چیز کی وصیت  
اس کے غیر کے لئے ہے اس میں وہ معزول ہوگا  
گویا موصی یوں کہ میں نے عورت کے لئے نفع  
اٹھانے کی جو وصیت کی سوائے غلام وقت کے  
اگر اسی پر اقتصار کرتا تو بھی بیوی کو مستثنیٰ وقت  
میں انتفاع کا حق نہ ہوتا اور یہ اجنبی شخص کیلئے  
بطور ملک ثابت ہوتا جب اس نے اس کی  
تصریح کر دی تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (ت)

اور پُر نظر ہو کہ اس کے بعد زوجہ کے لئے وصیت استعمال سے یہ مقصد موصی نہیں کر محفل  
امانین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت استعمال شاہ محمد کو منع کرے یا اس وقت کی ضروری اشیاء سے

صرف نصف حاجت روائی شاہ محمد کے لئے رکھے نصف زوجہ کو دے بلکہ مقصود یہی ہے کہ اس وقت خاص جن اشیا کی حاجت ہو شاہ محمد استعمال کرے باقی اوقات میں زوجہ اپنے صرف میں رکھے اور مقاصد موصی پر نظر لازم ہے کما فی الفائدة السادسة (جیسا کہ چھٹے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت زیور جس کی نسبت اگرچہ وصیت نامہ میں کوئی تصریح معاذ خدا نہیں مگر زوجہ کہتی ہے کہ میرے مہر میں دیئے ہیں اور اس کا یہ کہنا دعویٰ نہیں بلکہ اقرار ہے مہر مثل تک اس کا قول بلا پینہ معتبر تھا کما فی الفائدة السابعة (جیسا کہ ساتویں فائدہ میں ہے۔ ت) اور وصیت نامہ میں زیور کی خالص وصیت اس کے نام لکھی ہے یہاں نہ کوئی دوسرا وارث ہے کہ زوجہ کا معارض ہو اس سے کہے کہ تیرا حق دین میں ہے زمین میں کما فی الفائدة الثامنة (جیسا کہ آٹھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یا کہ تیرے لئے وصیت ہے میری اجازت کے باطل ہے۔ زیور کہتی ہے کہ کسی چیز کی شاہ محمد کے لئے وصیت ہے نہ اس کی وصیت کہ ثلث کل مال کی مقدار تک حق تقدم رکھتی ہے اس کا زیور کے کسی ذرہ کی مستحق بنا سکتی ہے کما فی الفائدة التاسعة (جیسا کہ نویں فائدہ میں ہے۔ ت) اگرچہ وصیت محضہ للزوجہ جو جب بھی اجنبی کے لئے صرف حساب ثلث میں طوذا ہو گا نہ کہ اس کا کوئی حصہ اُس کے لئے کما فی الفائدة العاشرة (جیسا کہ دسویں فائدہ میں ہے۔ ت) تا کل زیور زوجہ کے لئے بعض مہر یا نانا شاہ محمد کے حساب ثلث پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر زیور مہر مثل سے کم یا برابر ہے جب تو ظاہر کہ مہر مثل کی مقدار تک زوجہ کا قول مسلم اور وہ شاہ محمد کی وصیت پر مقدم اور اگر بالفرض مہر مثل سے زائد ہو جب بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ سب زیور بعض مہر حق زوجہ ماننے میں شاہ محمد کا حصہ ثلث مکانات و اسباب میں کم جو جائے گا فرض کیجئے کہ زیور ۳۲۲ روپے کا ہے اور مہر مثل ۲۰۲ کا اور مکانات و اسباب جی کی وصیت شاہ محمد کے لئے ہے ۱۲۰۰ کے تو اگر کل زیور کئی مہر زوجہ کے لئے مانا جائے تو وہ ثلث جس میں وصیت اجنبی جاری ہوگی صرف مکانات و اسباب کا ثلث رہا جبکہ اُس کے سوا اور کوئی مہر نہ ہو شاہ محمد ان میں سے صرف ۴۰۰ کے قدر بحکم وصیت مقدمہ پاسے گا اور اگر فقط مہر مثل تک زوجہ کو مہر میں دیں تو بعد ادا سے مہر مہر تو کہ ۱۳۶۰ بچے گا ۱۲۰۰ کے مکانات اسباب اور ۱۲۰ کا باقی زیور جس کا ثلث ۴۰۰ مہر تو مکانات و اسباب سے ۴۰۰ روپے کے قدر شاہ محمد کے حق تقدم میں بڑھ جائیں گے یہ وہم اس وقت ہو سکتا ہے کہ بحال کی مہر مثل کل زیور زوجہ کو مہر مثل تک تقدم ہے اور زیادہ ان مہر مثل بعض مہر مثل ہونا محال ہے اور وہ زوجہ کے لئے وصیت ہے اور زوجہ کے لئے وصیت خود اس کی میراث سے بھی مستحضر ہے

کما فی الفائدة الادنی (جیسا پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) تو وصیت اجنبی سے دو درجہ مؤخر ہے جب تک وصیت مقدمہ اجنبی ادا نہ ہو لے زبور زائد از مهر مثل ضرور ضرور کہ ہی ٹھکر کہ حساب ثلث میں محفوظ رہے گا اور شاہ محمد کو مکانات و انساب کے حصہ مقدمہ میں کچھ نقصان نہ پہنچے گا بہر حال اس کے اس قول سے کسی کا کچھ ضرر نہیں تو اس میں اس کا کوئی غماص نہیں پھر قاضی کسی وجہ سے اس کی تکذیب کر سکتا ہے کما فی الفائدة المحادیة عشرة (جیسا کہ گیارہویں فائدہ میں ہے۔ ت) زوج اگر اس بیان میں سچی ہے فہا اور اگر اس نے غلط کہا تو یہ اسی کے حق میں مضر ہوا ہے صحت اختیار تھا کہ مہر کا دعویٰ جہاں کرتی جس میں مهر مثل تک اس کا قول معتبر رہتا اور یہ زبور بحکم وصیت جہاں لیتی کہ اس میں اس کا معارض نہ تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس زبور ہی کو اپنے مہر میں دیا جانا بتایا تو یہ اس کا اپنے ہی حق میں اضرار ہوا، ولہذا نہ دعویٰ بلکہ اقرار ہوا اور بعد اقرار حاجت تقطیش کیا معنی حکما فی الفائدة السادسة (جیسا کہ مذکورہ بالا فائدہ میں ہے۔ ت) اور سب پر عطا وہ یہ کہ ادھر زوج نے یہی زبور اپنے مہر کے عوض بتائے ان سے جہاں کوئی دعویٰ مہر نہ رکھا اور شاہ محمد نے وہ تمام و کمال زبور اس کے تسلیم کر کے اسے سپرد کر دیئے اب غراہ ان سب کو اس کا وہ حق مہر مانا جو وصیت شاہ محمد پر مقدم رہتا یا بعض کو حق مہر بعض کو اور اس کے لئے وصیت یا کل کو وصیت جو وصیت شاہ محمد سے مؤخر رہتی مگر جب یہ اسے نافذ کر چکا اپنے حق کو ساقط کر دیا جیسے وارث کہ زائد از ثلث میں وصیت اس کے حق اثر سے مؤخر ہے مگر وہ اجازت دے دے تو وہ مؤخر ہی مقدم ہو جاتی اور اس قدر میں اجازت دہندہ کا حق اثر ساقط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر وصیت کل مال کی تھی اور سب ورثہ عاقلین بالغین نے اجازت دے دی کل مال موصی لہ کا ہو جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائیگا تو عالم خاتون کا مہر اور کل زبور اس کی ملک ہو نا اور شاہ محمد کا ضرر بایا استحقاق اس سے کچھ متعلق ہو نا یہ سب مسائل طے شدہ اور فریقین کے متفق علیہ ہیں جن میں انہیں کوئی نزاع نہیں اور وہ ان کے خالص حقوق تھے جن کے ابقار اسقاط کا انہیں اختیار مطلق تھا تو اب قاضی مفتی کسی کو اصل حق نہیں کہ ان طے شدہ امر کو زیر بحث لائے ان کے لئے کوئی تقطیش اپنی طرف سے قائم کرے فریقین میں ایک کو دوسرے پر اس بارے میں کوئی دعویٰ نہیں یہ خود مدعی بنے اور اس متفق علیہ کو زاعی قرار دے کما فی الفائدة السادسة ایضاً جیسا کہ یہ بھی فائدہ مذکورہ میں ہے۔ ت)



## تقریعات

(۱۹) فتویٰ کا قول بعد اس کے عالم خاتون کا مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو اور اگر نیچے نامی ہے۔

(۲۰) فتویٰ اکا کہنا ہے اگر ثابت ہو جائے کہ یہ زیور مہر کے عوض دیئے گئے اقرار میں تفتیش ہے۔

(۲۱) فتویٰ کی اس پر تصریح کہ قوائ میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں مفہوم غلط ہے شاہ محمد خاں کا زیور میں کسی طرح کے حق نہیں اگرچہ مہر کے عوض دیا جانا ثابت نہ بھی ہو۔

(۲۲) فتویٰ ۱ نے اس مفہوم باطل ہی پر قناعت نہ کی بلکہ آگے اس ظلم صریح کی تصریح کر دی کہ لیکن اگر ان زیورات کا مہر ہی دیا جانا ثابت نہ ہو تو زیورات کے تیسرے حصہ میں شاہ محمد خاں

کاشی ہو گا اور دو حصے عالم خاتون کے، انا للہ وانا الیہ ساجعون (جیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) شاہ محمد خاں وارث نہیں زیور کی اس کے لئے وصیت نہیں وصیت نہ ہونا درکنار موصی نے صراحتاً زیور کو اس کی وصیت سے جدا کر دیا کہ بعد ذکر زیور کہا ماسوا اس کے میری جائیداد الہیہ مگر یہ فتویٰ کہتا ہے کہ موصی کے دینے نہ لینے سے کیا رہتا ہے ہم جو دیتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بلندی و عظمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ لڑائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

(۲۳) فتویٰ ۱ نے اور کمال کیا زوجہ کا وہ قول اقرار مان کر پھر اگر مگر کو دخل دیا کہ اگر دین مہر

تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر ایک ٹکٹ شاہ محمد کو دیا جائے گا۔

(۲۴) فتویٰ ۱ نے اور بھی قدم مشق پیشتر بہتر کی ٹھہرائی یعنی زوجہ کا قول اقرار بھی ٹھہرایا اور

شاہ محمد کی تسلیم بھی مانی پھر بھی فریقین کی متفقہ علیہ بات بات طے شدہ نہ جانی کہ سب سے

اول تجیز و تکفین کا خرچ ادا کیا جائے گا بعد ازاں اگر متوفی کے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی

وصیت کی ہے (چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے) تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے۔

(۲۵) فتویٰ ۱ ان دونوں کی تصریحوں خود اپنے اقراروں اعترافوں کے ساتھ ایک فرض غلط کی

راہ نکالی ہے اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی ترقیاتی تمام مال میں سے مہر زوجہ

ادایا جائے گا یہ فرض ہے معنی کسی نے اور فتویٰ متعلقہ دارالافتاء میں اس کا کیا عمل۔  
 (۲۶) فتویٰ نے اس تصریح میں ڈگری بلا دعویٰ بھی فتویٰ اول کی طرح دی اور آگے چل کر کہا  
 مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائے گا زوجہ تو کہہ رہی ہے کہ مجھے یہ زیور مہر میں دیا فتویٰ کہتا ہے  
 نہیں نہیں تمام مال میں سے مجھے مہر ملے گا اگرچہ کل مال کو مستغرق ہو اور موصیہ کے لئے کچھ نہ بچے۔  
 (۲۷) فتویٰ کو منظور نہیں کہ یہاں کسی غلطی میں فتویٰ اول سے کچھ رہے بلا وصیت استحقاق اجنبی  
 میں بھی اس کا ساتھ دیا کہ زیورات اگر مہر میں دیئے تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہو گا ورنہ زیورات میں سے  
 مدعیہ کو  $\frac{1}{2}$  مدعا علیہ کو  $\frac{1}{2}$ ۔

(۲۸) بلکہ فتویٰ کا یہاں بھی قدم پیشتر ہے اس نے صاف مانا کہ زیوروں کی وصیت شاہ محمد خاں  
 کے لئے نہیں پھر بھی اسے تہائی کا حصہ دار کر دیا۔ زیور کا یہ حکم لکھ کر آگے کہا اور دیگر جائداد مکانات  
 ظروف وغیرہ سے مدعیہ  $\frac{1}{2}$  مدعا علیہ  $\frac{1}{2}$  کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملے گا چہرہ  
 رابع باقی ماندہ یعنی سہ سس کل مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقی ماندہ مدعا علیہ کو اگر یہ فتویٰ زیور کی بھی اس کیلئے  
 وصیت مانا تو یہی حکم اس پر بھی کرتا نہ کہ شاہ محمد کو زیور کا تو  $\frac{1}{2}$  اور باقی اموال کے  $\frac{1}{2}$ ۔

(۲۹) فتویٰ نے اس باطل صریح پر استدلال کی بھی جرات کی یوں بھی اسے فتویٰ ۱ پر فرقت رہی  
 کہ اس کے آگے زیوروں کو کہا اگر محض بطور وصیت دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا برفے وصیت  
 با ثلث حق ثلث ہوگا۔ پھر کہا اگر بعض دین مہر نہ ہو تو حکم وصیت با ثلث زیورات میں بھی  $\frac{1}{2}$  مدعا علیہ کو  
 ملے گا  $\frac{1}{2}$  زیورات مدعیہ کو۔ اس کا منشا وہی غلط شدید و مجید ہے کہ ثلث کل مال کے لحاظ سے وصیت  
 کی تنفیذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ کو دی ہے جس کا رد بلیغ غامدہ نہم و دہم میں گزرا۔ سچا اللہ  
 حساب کے لئے ثلث ہر شئی کا لحاظ کیا ہوا کہ ثلث ہر شئی میں اس کی ملک ہی پیدا ہو گئی اگرچہ  
 اس شئی کا اسے اصلاً استحقاق نہیں نہ اس کے لئے وصیت بلکہ اس کی وصیت سے جدا ہونے کی  
 صاف تصریح، دلائل و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، جندی و عکمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے  
 بغیر نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ (ت)

(۳۰) فتویٰ نے یہاں ایک اور غلطی کی اگر زیور بعض مہر دیا جانا ثابت نہ ہونے کی حالت میں اس کے  
 نزدیک ان کا ثلث شاہ محمد کو ملنا تھا تو مطلقاً یہ کہتا کہ اگر زیور مہر کے عوض دیئے گئے تو ان میں شاہ محمد خاں  
 کا کچھ حق نہیں غلط بر غلط ہے اگر زیور مقدار مہر سے زائد ہوئے تو قدر زیورات میں زوجہ کے لئے  
 وصیت باللمباۃ ہوئی اور وہ اجنبی کے حق ثلث کو باطل نہیں کرتی بلکہ خود اس کے حضور مضحل ہو جاتی ہے۔

(۳۱) فتویٰ، نے بھی یہاں غلطی میں اس کا ساتھ دینے کی منت مانی ہے اس نے بھی جا بجا دوسری تصریحات کیں بلکہ صاف کہا کہ زیورات اگر مستثنیٰ نہ ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا تمام زیورات اس کو ملیں گے ورنہ مدعا علیہ کو ملے، پھر کہا اگر وہ ہر میں دیتے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا رد سے وصیت کو حق نہیں اور بعض بطور وصیت دیتے گئے تو مدعا علیہ کا ثلث۔ پھر کہا وصیت اگر بعض ہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے میں مستثنیٰ ہوں گے گویا ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مال بعض دین دینے کی وصیت کرنا خود اس مال کو دین کر دیتا ہے کہ اس کا ادا کرنا مطلقاً وصیت سے مقدم ہو جاتا ہے اگرچہ ایک روپیہ دین کے عوض ہزار روپیہ کا مال دینے کی وصیت کی ہو۔

(۳۲) فتویٰ، نے یہاں بھی قدم پیشتر کی آن نہ چھوڑی یہ پھر بھی کہ بعض ہر کے وصیت ہونا تمام و کمال زیور دل کو دین کے مترتب میں کر دے گا کہ ان کا ادا کرنا وصیت لاجنبی سے مقدم ہوگا اور بعض ہر دیتے جانے کا ثبوت نہیں مگر بیان زوجہ قواب اس ادعا سے اپنا نفع اور عرصی لڑکا ضرر چاہتی ہے کہ وہ وصیت جو وصیت نامہ میں بلا معاوضہ ملے ہے جو وصیت اجنبی سے مؤخر رہتی بمعاضہ بن کر وصیت اجنبی سے مقدم کئے لیتی ہے قواب اس کا قول تو صرف اقرار بلکہ صاف دعویٰ ہوا اور اگر مدعی بعض اپنے زبانی دعویٰ پر ڈگری نہیں پاسکتا تو یہ کہنا کہ اگر دین ہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور پوڑ کر باقی ماندہ ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائیگا عجیب در عجیب ہے۔

(۳۳) اگر فتویٰ، وہ بھاری غلطی کہ ایک صورت میں کہ بلا وصیت و بلا استحقاق شاہ محمد کو زیور دل میں تنہائی کا حصہ دار کر دیا نہ بھی کرتا جب بھی اس کا مطلقاً یہ کہنا کہ اگر وصیت بعض ہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے میں مستثنیٰ ہونگے یعنی بعد خراج تجیز و مکضین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے صحیح نہ تھا کہ اگر زیور ہر سے زائد ہیں تو قدر زیورات میں وصیت بالثلث کے بارے میں مستثنیٰ نہیں ہو سکتے ثلث میں وہ بھی محسوب ہوتے اگرچہ ان میں سے شاہ محمد فناں کو کچھ نہ دیا جاتا انھیں مطلقاً مستثنیٰ شاہ محمد کی تسلیم نہ کر دیا نہ کہ وصیت بعض ہر ہونے سے۔

(۳۴) یونہی فتویٰ کا قول کہ یہ زیورات حق ہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کی کھل قوی ہے اور ہر دین ہے اس لئے وصیت اور ارث دونوں سے مقدم ہے وہی طرز منقول ہے محل وصیت نامہ کا حال تو اوپر گزرا اور بالفرض اس کی عبارت محض ہر تو محض قوت احتمالی غایت درجہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت اسے تصدیق نہیں ہو سکتا ہر آہ و غیہ تمام کتب معارف میں تصریح ہے کہ

النظار یصلح حجة للدفع لا للاستحقاق۔<sup>۱</sup> ظاہر حجت و دفاع ہے حجت استحقاق نہیں (ت)  
اب نہ رہا مگر خود عید کا قول اُسے اپنے حق میں حجت مان لینا والا قانون ہے زور اگر مہر سے  
زائد بھی تو وہ سب کیونکر دین تجھ کو وصیت وارث دونوں سے مقدم کر دیئے جائیں۔

(۳۵) فتویٰ ۳ سنہ اور بھی دونوں کی کہ جس زورات کے بارے میں متوفی بعوض ہر زوج کے دینے  
کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا قرض تھا اس کا ادا کرنا اس کو قرض تھا قرض و قرض کا قافیہ ملا لیا  
اگرچہ ہر شرعاً قرض نہیں ہوتا قرض و دین میں علوم و خصوص ہے خیر بات کہ بعوض ہر دینے کی وصیت  
کر گیا ہے وصیت نامہ میں تو کہیں نہیں عورت کا بیاق ہے اور ہو بھی تو بحال کی ہر عبادۃ ہے  
نہ قرض ہے نہ قرض۔

(۳۶) فتویٰ نے یہاں ایک اور غلطی کی کہ زوجہ کی وصیت سے مانع مزاحمت حق وراثہ ہے اگر نہ ہو  
تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالنفع، وہ حصہ اور یہ سب کی دونوں غلط ہیں اجنبی  
کی وصیت بالثلث بھی اُس کی مانع اور اس سے مقدم ہے۔

(۳۷) فتویٰ کو خود اپنا کہا یا نہ رہا اگلے پل کہ کما حق سکنی مکانات و حق استعمال ظروف وغیرہ کی  
جو زوجہ کو وصیت کی ہے اس کے بارے میں ثلث مال جو شاہ محمد کو اول ملے گا بری رہے گا کیونکہ زوجہ  
کے لئے وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اب یہ وصیت للزوجہ کا بے مزاحمت  
حق وراثہ اور مزاحم قوی و مزاحم کدھر سے نکل آیا یہ صاف تناقض ہے۔

(۳۸) دوسری فتویٰ کا قول کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ سالم زوجہ کی نصیب  
ہے جو بذریعہ وصیت لے سکتی ہے اس سے ذہول ہے کہ وارث کے لئے وصیت میراث سے  
موقوف ہے تو بعد ازاں میراث جو باقی بچے اتنی چیز بذریعہ وصیت لے سکے گی نہ کہ سالم۔ نسأل  
اللہ السلاصۃ۔

## افادہ سادہ

وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے اور وہ زبان عری پر ہے ایک شخص کے لئے متعدد وصایا  
میں اگر ایک وصیت کو کسی شرط سے مقید کر دے دوسری کو ذکرے یا ایک کو ایک شرط سے مقید کرے

دوسری کو دوسری سے تو جس طرح اس نے کہا ہے اسی پر عمل واجب ہوگا، جو جس شرط سے مقید ہے اسی سے مقید رہے گی نہ کہ دوسری کی قید سے، اور جو مطلق ہے مطلق رہے گی نہ کہ از پیش خود اسے بھی مقید کر لیا جائے المطلق یہ جبری علی اطلاق (مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ ت) قاعدہ اجماعیہ ہے اور الفقران فی الذکر لایستلزم القرآن فی الحکمہ (ذکر میں اقتران حکم میں اقتران کو مستلزم نہیں۔ ت) ضابطہ وفاقہ جمع محققین ہے اور المطلق لایحتمل علی المقید فی حادثین (دو حادثوں میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ ت) قاعدہ مطرودہ حنفیہ ہے موصی نے زوجہ کے لئے صرف وصیت سکونت کو اس شرط سے مقید کیا کہ منظر کی عورت منظر کے عقد میں رہ کر گزارہ کرے تو اس کو فقط حق آسائش کا حاصل رہے گا یعنی تاحق منظر آباد رہے گی، وصیت ظروف میں یہ شرط نہ لگائی تو صرف وصیت سکونت مکانات اس قید سے مقید ہوگی یعنی جب تک نکاح ثانی نہ کرے اسے حق سکونت رہے گا اور اگر نکاح کر لے گی یہ حق جاتا رہے گا مگر وصیت ظروف مطلق رہے گی استعمال ظروف کا اسے اختیار رہے گا اگر چہ نکاح ثانی کر لے۔

ولهذا فی تفسیر الوصیۃ بعد التزوج اور یہاں وصیت کو شادی ذکر کرنے کی قید سے  
دقیقۃ انیقۃ نہ ہونا علیہا فیما علقنا مقید کرنے میں انتہائی نفیس باریک نکات ہے  
ساد المعتار من متفرقات البیوع جس پر ہم نے رد المحتار باب متفرقات البیوع  
پر اپنی تعلیق میں خبردار کیا ہے۔ (ت)

رہا شاہ محمد خاں کا اوداعہ کہ دہیہ (معاذ اللہ) حرام کاری کرتی ہے اس لئے بڑے وصیت  
مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی اولیٰ تو ایسی ناپاک بات ہے جس کی نسبت رب عزوجل کا  
ارشاد ہے:

یعلظکم اللہ انہ تعودوا المشلہ ابدا ان اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر  
ہکتم مؤمنین اللہ ایمان رکھتے ہو۔

اور جس کی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اُسے سنتے ہی فرزا کہیں: یعلظک هذا بہتان  
عظیم پاک ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے اور جس کی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائیں

چاروں مرد ثقہ عادل جنہوں نے نہ کوئی گناہ بکیرہ کیا ہو نہ کسی گناہ صغیر کے عادی ہوں نہ کوئی حرکت خلافِ مروت اُن سے صادر ہوئی ہو اور چاروں یکرانہ گواہی دیں کہ ہم نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا اور اس طرح دیکھا جیسے سرِ مردانی میں سلائی ایسے چار گواہ نہ لاسکیں، قاولدک عند اللہ ہم انکذبوت تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ پھر ان کی سزا بیان فرماتا ہے:

فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا ان کو اتنی ٹکڑے مارو اور کہیں ان کی گواہی لہم شہادۃ ابدانے نہ مانو۔

کیا شاہِ محمد خاں اپنے اس اتہام پر ایسے چار گواہ پیش کر سکتا ہے اور جب نہیں لا سکتا تو وہی عند اللہ جھوٹا ہے اور اتنی ٹکڑوں کا مستحق ہے، اور اگر بغرض باطل وہ سچا بھی ہوتا جب بھی اس کا کہنا کہ اب وہ نشست کی بھی حقدار نہ رہی غلط تھا موصی نے حق سکونت کو عورت کی پارسی سے مشروط نہ کیا بلکہ اس شرط سے کہ وہ نکاحِ ثانی نہ خود کو نہ دوسرے کی وکالت و وساطت سے نہ خود اپنی شرط کا مفہوم بتاتا ہے کہ اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرائے یا جدید غادہ نہ کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا عورت کو نکاحِ ثانی نہ کرے روزِ قیامت اپنے شوہر کو ملے گی جبکہ دونوں نے ایمان پر وفات پائی ہو۔

اللہم اسزقنا الوفاۃ علی الایمان  
بجاء حبیبک انکریم یا مرحمت  
علیہ وعلی الہ افضل و احکم  
القیسات ما بقیت الخنان۔

اے اللہ اے مہربان! ہمیں اپنے حبیبِ کریم کے صدقہ ایمان پر وفات نصیب فرما اپنے حبیبِ کریم اور ان کی آل پر افضل و اکل درود سلام نازل فرماتا رہ جب تک جنتیں باقی ہیں (ت)

اور اگر دوسرا شوہر کرے تو اگر اس کے نکاح میں مر جائے اُس دوسرے کو بشرطِ ایمان ملے گی لہذا فی حدیث۔ اور اگر اُس سے بھی بیوہ ہو گئی غرض کسی شوہر کے نکاح میں نہ مری تو اسے روزِ قیامت اختیار دیا جائے گا کہ اُن شوہروں میں جسے چاہے پسند کر لے وہ اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ زیادہ نیک سلوک سے معاشرت کرتا تھا۔

کما فی حدیث آخرہ والتطبیق بینہما . جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے ان دونوں حدیثوں

ماذکونا کہا بینا کاف قتا و سنا۔  
 میں تطبیق وہ ہے جیسا ہم نے اپنے فتاویٰ میں  
 بیان کیا۔ (ت)

بہر حال نکاح ثانی سے عورت یا تو شوہر اول کے لئے رہتی ہی نہیں یا اس کے لئے اس کا رہنا مشکوک  
 ہو جاتا ہے بخلاف بدکاری کہ وہ اُسے حق شوہر سے باہر نہیں کرتی حق کا ابطال حق اقویٰ سے ہوتا ہے  
 نہ کہ حق و باطل طغری سے جیسے بحال حیات اس کے باعث نہ نکاح میں فرق آئے نہ شوہر کو اس سے  
 جدائی لازم ہو۔ در مختار میں ہے :

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجسرة بلع بدکار عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں (ت)  
 (۳۹) فتویٰ نے کا وصیت سکنی و وصیت خراف و غیرہ دونوں کو قید عدم نکاح ثانی سے مقید کرنا کہ  
 حق سکنی و حق استعمال خراف و غیرہ مدعیہ کو تا نکاح ثانی حاصل رہے گا صحیح نہیں۔

### افادہ سابع

وصیت نامہ کے کسی لفظ کا مفاد نہیں کہ شاہ محمد خاں موصی نے بکلیع المال ہو کر ذیروں کو حسب  
 کر کے بھی اُس کے لفظ یہ ہیں اسوا اس کے میری جائیداد غیر منقولہ از قسم مکانات ہیں وہ پیدا کردہ  
 منکمر کے ہیں وہ زیر حفاظت شاہ محمد خاں رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا۔ یہاں سے صرف  
 مکانات کی وصیت ہوئی آگے کہا علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن و چارپائی وغیرہ  
 جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ اس سے اثاث البیت کی وصیت ہوئی  
 خاتمہ پر اس نے انھیں اشیاء سے معینہ میں وصیت کا انحصار کر دیا کہ کل اشیاء سے مندرجہ بالا کا  
 مالک شاہ محمد خاں ہے تو مندرجہ بالا مکانات و اثاث البیت کے سوا اگر کچھ ترک ہو وہ زیر وصیت  
 نہ آیا اور استغناء سے مرتبہ جی خانپور سے واضح کہ زوجہ دعویٰ کرتی ہے کہ مدعا علیہ کے پاس دیگر  
 ذیورات از ترکہ شوہر پیش موجود ہیں تو جب تک اس دعویٰ کا بطلان ثابت نہ ہو شاہ محمد خاں موصی نے  
 بکلیع المال کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ ہاں موصی نے ذکر مکانات و اختیار فروخت درہن مکانات کے بعد  
 یہ لفظ بھی لکھا کہ غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے۔ یہ وغیرہ اسی اختیار بیع و رجوع پر  
 محمول ہے کہ اس نے اس کے متصل ہی بلا فصل یہ لفظ لکھے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری

اگر وغیرہ سے کل متروکہ جمیع ملوکہ مراد ہوتا تو اس کے علاوہ کتنا باطل ہو جاتا ہے گا اور کلام عاقل یا بالغ کا  
 مہما ممکن محل صحیح پر حمل کرنا واجب۔ معہذا اگرچہ یہ محل متعین نہ ہو تو احد الاحتمالیں بلکہ انصافاً اقویٰ الاحتمالیں  
 ہے تو مکانات و اثاث البیت کے غیر میں وصیت ثابت نہ ہوتی اور یہاں عدم ثبوت ثبوت عدم ہے۔  
 اذا الوصیۃ ایجاب یحدثہ السموم  
 فلا وجوب بلا ایجاب فلا ثبوت لوجوب  
 بلا ثبوت ایجاب والوجوب فی القضاء  
 مرہون بالثبوت فاذا لا ثبوت لا وجوب  
 وهو المطلوب۔  
 کیونکہ وصیت ایک ایسا ایجاب ہے جس کو  
 موصی صادر کرتا ہے تو ایجاب کے بغیر وجوب  
 نہیں ہوتا، چنانچہ ایجاب کے ثبوت کے بغیر  
 وجوب کا ثبوت نہیں ہوتا اور قضاء میں وجوب  
 محتاج ہے ثبوت کا۔ جب ثبوت نہیں تو وجوب  
 نہیں وہی مطلوب ہے۔ (د ت)

## تفریعات

(۴۰) فتویٰ اکا قول میر کے بعد جس قدر جائداد بچے تین حصہ کر کے ایک حصہ شاہ محمد خاں  
 کو دیں۔

(۴۱) فتویٰ ۵ کا قول شرعاً جائداد متوفی میں سے دھیرہ کو ۱/۲ ملنا چاہیے اور مدعا علیہ کو ۱/۲ بھر اس کا  
 قول ماسوی زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا تشریح ہو چکی ہے پھر  
 اس کی تصریح کہ صورت قناتہ میں زوجہ کے ساتھ دوسرا حصہ دار بھی موجود ہے جو موصی لہ بجمیع  
 المال ہے۔

(۴۲) فتویٰ ۶ کا قول جب ترکہ میں سے ۱/۲ میں حیث الوصیہ اور ۱/۲ عالم خاتون کو من حیث الارث  
 ملے دیا گیا تو ادھار ترکہ باقی رہتا ہے۔

(۴۳) یونہی فتویٰ ۷ کا قول کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر  
 باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا غرہ وغیرہ ۱/۲ اس کو دیا جائے گا ۱/۲ شہ محمد کو نیز اس کی تصریح  
 کہ تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں نیز اس کی صاف تصریح کہ تیسری وصیت  
 باقی ماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے، یہ سب بے ثبوت محض و بلا افادہ وصیت نامہ صرف  
 اپنی طرف سے شاہ محمد کو موصی لہ بجمیع المال یا بجمیع ماسوی علی المہر ٹھہرا لینا ہے اور اگر دھوی زوجہ  
 ثابت ہو جائے کہ اُن کے سوا اور زیور بھی متروکہ موصی شاہ محمد کے پاس موجود ہیں تو تصریح ہی تکلفی



اور دوبار حکم ہو گا کہ مستحق کو نہ دینا اور نامستحق کو دینا شاہ محمد کیونکر بلا وصیت کل جائیداد باقی ماندہ کو  
 ۵/۶ لے لے گا۔

(۴۴م) فتویٰ ۵ نے اس مطلب پر عبارت در مختار و جوہر پیش کیس اول میں صراحت تھا  
 اوصی لرجل بكل ماله فلها السدس خاوند نے کسی مرد کے لئے پورے مال کی  
 وصیت کی تو بیوی کو کل مال چھ حصہ (۱/۶) اور  
 والباقی للموصی لہ ۱/۶ اور باقی موصی لہ کو ملے گا۔ (ت)

دوم (جوہر) میں تھا :  
 اوصی لرجل بجميع ماله كامث لها اگر خاوند نے اجنبی مرد کے لئے اپنے تمام مال کی  
 السدس وللوصی لہ خمسة اسداس وصیت کی تو اس کی بیوی کو کل مال کا چھ حصہ  
 (۱/۶) ملے گا اور موصی لہ کو چھ میں سے پانچ (۵/۶) حصے ملیں گے۔ (ت)  
 حکم وہ نقل کرنا جو اجنبی کے لئے وصیت بکلیع المال کی حالت میں ہو اور اسے دہان منطبق  
 کر دینا جہاں اس کا ہرگز ثبوت نہیں۔  
 (۴۵م) یونہی فتویٰ ۵ نے بھی اس پر یہی عبارت جوہر و نقل کی یعنی حد واسطہ کا اشتراک ثابت نہیں اور  
 تعدیہ ہو گیا۔

(۴۶م) فتویٰ ۲ نے بھی یہی حکم لکھا کہ زوجہ کا حق سدس ہے باقی موصی لہ کا مگر اس پر اس حکم میں  
 اعتراض نہیں کہ سوال جو اس کے یہاں پیش ہوا اس میں سائل ہی نے ایک غلط عبارت موصی  
 کی طرف سے لکھ دی تھی کہ بعد میرے میری جائیداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک مرد ہے اس کا مفاد فرد  
 وصیت بکلیع المال ہے اگرچہ وصیت نامہ میں اس کا کہیں نشان نہیں تو مجیب سے جیسا سوال ہوا  
 ویسا جواب دیا مگر اب فتویٰ ۲ کا یہ اطلاق حکم کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی وہ سالم  
 زوجہ کی ہے بذریعہ وصیت لے سکتی ہے صریح غلط ہے اس کے سامنے سائل کا یہ بیان ہوا ہے  
 کہ چند زیورات کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا یعنی کہہ گیا کہ بعد میرے ان زیورات  
 کی مالک میری زوجہ ہے اس بیان پر وہ جواب باطل ہے زوجہ کے لئے وصیت وارث کیلئے ہے

اور وارث کی وصیت اجنبی کی وصیت سے دُور و بے خوف رہے باقی کلام مباحث سابقہ سے واضح۔

### افادہ شامہ

یہ بھی استغناء سے مرتبہ جی تاخیر سے واضح کہ شاہ محمد خاں دعویٰ کرتا ہے کہ وصیت کو مدعی نے برقت وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا، یہ دعویٰ بہت واجب الحماظ ہے اگر اس کا ثبوت ہو جائے تو پھر وہ جو مکانات و اثاث البیت سے کچھ بھی نہ پائے گی اور بعد قبول اس کا اعتراض ہرگز نہ مسکوع ہو گا اور اس کا دعویٰ بوجہ تناقض مدفع ہو گا، چاہے میں فرمایا،

لا تجوز بمانراد علی الثالث الا ان یجیزها  
الورثة بعد موته ولا معتبر باجازتهم  
حال حیاته لانها قبل ثبوت الحق  
اذ الحق یتثبت عند الموت فکان لهم  
ان یردوا بعد وفاته بخلاف ما بعد  
الموت لانه بعد ثبوت الحق فلیس لهم  
ان یرجعوا عنه لان الساقط  
متلاش ینہ

تہائی سے زائد کی وصیت جائز نہیں سوائے  
اس کے دیگر و شمار موصی کی موت کے بعد  
اس کی اجازت دے دیں، اس کی زندگی میں  
اجازت معتبر نہیں کہ وہ ثبوت حق سے قبل ہوئی  
کیونکہ حق تو موصی کی موت کے وقت ثابت ہو گا  
لہذا انھیں موصی کی موت کے بعد رد کرنے کا  
اختیار ہے بخلاف موت کے بعد کی اجازت کے  
کیونکہ وہ ثبوت حق کے بعد ہوئی لہذا اس سے

رجوع نہیں کر سکتے اس لئے کہ جو ساقط ہو جائے وہ لاشعری ہو جاتا ہے۔ (ت)  
البرۃ منفعۃ کی وصیت کہ ثلث کے بعد میں نافذ ہوگی نافذ رہے گی اور یہ خود اسی دعویٰ  
موصی کے ظاہر کہ وصیت کو مدعی نے بعد وفات شوہر قبول کیا وصیت میں وصیت منفعۃ کی  
تصریح ہے تو اس کا قبول اس کا قبول ہے نہ کہ اس سے عدول۔ قبول کا حاصل یہ کہ موصی  
جو کر گیا منظور ہے اور وہ یہ کر گیا کہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد کو، منفعۃ کا اختیار  
زود کر کو۔

وهذا ظاہر جدا نعم ما ابطاله الشرع  
وهو وصیتها الحق الثالث  
اور یہ خوب ظاہر ہے ہاں جس کو شرع نے باطل  
کیا ہے وہ تہائی کے حق تک اس کی وصیت

فلیس الیہا قبولہ کمالا یخفی۔  
 ہے جسے قبول کرنے کا اختیار اس کے پاس  
 نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

## تقریعات

• اس امر ہم کے لحاظ سے سب فتوؤں نے ذہن لی کیا جن کے سامنے استغاثے جی خاتون پیش ہوا۔

(۴۷) فتویٰ اکا قول مہر کے بعد جس قدر بچے دو جسے عالم خاتون کو دیں۔  
 (۴۸) فتویٰ ۵ کا قول مدعیہ نے وصیت پر اعتراض کیا اس پر مدعیہ کو پل ملنا چاہئے۔  
 (۴۹) فتویٰ ۶ باقی سے ۱/۲ عالم خاتون کا حق ہے سب محل تفصیل میں یکطرفہ حکم ہے۔  
 (۵۰) فتویٰ ۵ نے اعتراض مدعیہ کے ساتھ استناد کیا اور لحاظ نہ کیا کہ اگر بعد موت شوہر قبول کر چکی تو اب اعتراض کا اُسے کیا حق رہا۔

(۵۱) یہی فتویٰ ۱ نے کہا کہ مدعیہ کے اعتراض پر تیسرے حصہ کے زائد میں جائز نہ ہوگی کیا اگر اعتراض بعد القبول ہو گیا تو دونوں فتوے تو وصیت بالانصاف کے بھی قائل نہیں انہیں تو یہ کہنا لازم تھا کہ اگر زوجہ قبول کر چکی تو دامن جہاز کھڑا کھڑی ہو اس کے لئے میراث و وصیت کچھ نہیں ذکر مطلقاً اسے پورے دھڑلے دے دیں۔

(۵۲) فتویٰ ۵ نے خود ہی در مختار سے عبارت نقل کی،  
 ان لم تجز فلہا السدس۔ اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔ (ت)  
 اور حکم میں یہ قید بھلا دی۔

(۵۳) فتویٰ ۶ نے آپ ہی کہا تھا کہ اگر وہ اجازت دے دیں نافذ ہوگی پھر کس طرح مطلقاً حکم مذکور لگا دیا۔

(۵۴) فتویٰ ۷ نے خود ہی کہا کہ اگر ورثہ اپنے اضرار کو قبول کر لیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی پھر مطلقاً یہ حکم کس نے کہ دو سهام جو ربع مابقی ہے عالم خاتون کو۔

(۵۵) ۱۱ فتویٰ ۷ نے یہ علاج کیا کہ وصیت باقی تمام مال کی شاہ محمد کو کی ہے جس کو مدعیہ نے

قبول نہ کیا۔ یہ جہزی حکم کس بنا پر حالانکہ سوال میں دونوں پہلو تھے۔

### اقادہ تاسعہ

اگر زوجہ کا قبول ثابت نہ ہو تو وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوتا اُن ورثہ کے ساتھ ہے جن کے حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچے زوجین کو کسی حال میں اُن کا حق وارث دلیع یا نصیب سے زائد نہیں وصیت میں ثلث پر زیادت جہاں تک ان کے حق کے معارض نہیں یعنی زوجہ کے ساتھ ثلث کے علاوہ نصف مال اور زوج کے ساتھ ثلث کے علاوہ دوسرے ثلث میں اس کا نفاذ ان کی اجازت و رضا پر موقوف نہیں ہاں وارث پر حق تقدم صرف ثلث تک ہے جس کا بیان اور پرگزرا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثلث سے زیادہ موصی لہ بالزائد کرے ان کی مجازت کے ملنے ہی نہیں یہ شخص باطل ہے فوازل امام فقیر ابراہیم پھر فتاویٰ حامد یہ جو ہو غیرہ پھر عقود الدیہ وغیرہ میں ہے :

الوصیۃ بما شاہ اد علی الثلث غیر جائزۃ  
اذا کان هناك وارث یجوز ان یتحق  
جميع المال اما اذا کان لا یتحق جميع  
المیراث کالنزوج والنزوجة فانه یجوز  
ان یوصی بما شاہ اد علی الثلث لہ  
تہائی مال سے زائد کی وصیت ناجائز ہے جبکہ کوئی  
ایسا وارث موجود نہ ہو جو تمام مال کا مستحق بن سکا ہو  
لیکن اگر وہ وارث تمام مال کا مستحق نہ بن سکا ہو  
جیسے خاوند اور بیوی تو وہ تہائی سے زائد کی  
وصیت کرنا جائز ہوگا۔ (ت)

### تفریعات

(۵۶) فتویٰ اکاد وصیت شاہ محمد کے لئے لکھا کہ مدعیہ کے اعتراض کرنے پر تمیرے حصہ میں جائز ہوگی زائد میں جائز نہ ہوگی اس لئے دو حصہ عالم خاتون کو دینگے۔

(۵۷) یونہی فتویٰ کا قول کہ بوقت موجودگی ورثہ وصیت ثلث سے جاری ہوگی ثلث سے زیادہ ناجائز ہے۔

(۵۸) اسی طرح فتویٰ ۶ کا ادا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں متوفی کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے  $\frac{1}{3}$  سے زیادہ ہے بدون اجازت عالم خاتون کے نافذ نہیں

ہو سکتی نسب باطل اور مسئلہ لا تجوز بہانہ ادا علی الثلث (۵۹) بیجیزھا الورثۃ (تہائی مال سے زائد کی وصیت وراثت کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتی۔ ت) میں وراثت سے مراد علماء کی ناقصی پر مبنی ہے۔

(۵۹) فتویٰ ۳ نے اور ترقی کی کہ صریح مخالفت عبارت اپنی سند پھر آئی عبارت ہدایہ، لا تجوز بہانہ ادا علی الثلث لافہ تہائی مال سے زائد کی وصیت اس نے جواز حق الورثۃ بلکہ نہیں کہ وہ وارثوں کا حق ہے (ت) صاف ارشاد فرما رہی تھی کہ یہ عدم جواز معارضہ حق وراثت کے سبب ہے زوجہ کا حق وراثت رائج سے زیادہ کہاں ہے کہ باقی نصف مال میں معارضہ کرے۔

(۶۰) یہی غرض فہم فتویٰ ۶ نے دکھائی عبارت ہدایہ بیسنائی، لا تجوز بہانہ ادا علی الثلث الا ان یجیزھا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں ہوئے الورثۃ لان الامتناع لحقہم تہ اس کے وراثت اجازت دے دیں کیونکہ مخالفت ان کے حق کی وجہ سے ہے۔ (ت)

اور جملہ تفصیل کو نہ دیکھا کہ صراحت اس کے خلاف ہے مگر یہ اغلاط ان فتاویٰ کے سرگاز کی اس شدید غلط فہمی پر مبنی ہیں جس کا کشف افادہ آخر میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

### افادۂ عاشرہ

کسی تقسیم میں نہ حاکم گیر جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو روا ہے کہ بے رضائے دیگر بجائے عین قیمت لے مگر مجبوری محض جہاں ہے اس کے مساوات ناممکن ہو نہ نہاں حاکم کو یہ اختیار کہ بے رضائے فریقین مختلف الجنس اشیاء میں ایک کا حصہ کہ اس جنس میں ہو دوسرے کو دے دے اور اس کے بدلے دوسری جنس دوسرے کے حصے سے اسے دلائے۔ در مختار میں ہے، اعلم ان الدراہم لا تدخل فی یرجاء ان یلے کہ در حجم زمین اور گھر کی تقسیم میں داخل

۶۵۱/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الوصایا	لے الہدیۃ
"	"	"	لے الہدیۃ
"	"	"	لے الہدیۃ

نہیں ہوتے مگر اُس وقت جب شرکار اس پر راضی ہوں۔ چنانچہ اگر زمین، عمارت یا مال منقول ہو تو اس کی تقسیم امام ابو یوسف کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہوگی اور امام محمد کے نزدیک زمین کو عمارت کے مقابل پھر دیا جائے گا، پھر اگر کچھ عمارت زادہ نکال جائے زمین دسے کر دونوں میں برابری ممکن نہ ہو تو مجبوراً اس زیادتی کے برابر درہم پھر سے جائیں گے۔ اختیار میں اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

قرار دیا ہے۔ (ت)

ہوایہ میں ہے۔

شرکار کی باہمی رضامندی کے بغیر درہم و دنانیر تقسیم میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ درہم میں کوئی شراکت نہیں اور تقسیم حقوق اشتراک میں سے ہے، اس لئے بھی کہ اس سے تقسیم برابری فوت ہو جاتی ہے۔ اور جب زمین مع عمارت ہو تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگی کیونکہ اس کے بغیر برابری کا اعتبار ممکن نہیں (ت)

القسمۃ لعقار او منقول الا برضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول قسم بالقيمة عند الثاني وعند الثالث يرد من العرصۃ بمقابلة البناء فان بقي فضل ولا يمكن التسوية مرد الفضل دراهم للضرورة و استحسنه في الاختيار

لا تدخل في القسمۃ الدراهم والدنانیر الا برضاہم لانه لا شركة في الدراہم والقسمۃ من حقوق الاشتراك لانه يغوت به التعديل في القسمۃ واذا كان ارض و بناء فعن ابی یوسف انه يقسم على اعتبار القيمة لانه لا يمكن اعتبار المعادلة الا بالتقویم

اور روایت مذکورہ امام محمد کے بیان میں فرمایا،

جب عمارت میں کچھ زیادتی باقی رہی اور زمین کی قیمت لگا کر بھی وصیت میں مساوات ممکن نہیں تو اب وہ زیادتی بامجبوری درہم سے ٹوٹائی جائے گی کیونکہ مجبوری فقط اتنی ہی مقدار

اذا بقي فضل ولا يمكن تحقيق التسوية بان لا تغف الوصية بقيمة البناء حينئذ يرد للفضل دراهم لان الضرورة في هذا القدر

فلا يترك الاصل الا بما وهذا يوافق  
 مرواية الاصل له  
 میں ہے لہذا سوائے اس کے اصل کو نہیں  
 چھوڑا جائے گا۔ اور یہ مبسوط کی روایت کے  
 موافق ہے (ت)

اسی میں ہے،

لا يقسم الجنين بعينه فبعض  
 لانه لا اختلاف بين الجنين  
 فلا يقم القسمة تمييزا بل تقه معاوضة  
 وسبيلها التراضي دون جبر القاضى  
 دو جنینوں کی تقسیم میں بعض کو دوسری بعض میں  
 داخل نہیں کیا جائے گا کیونکہ دو جنینوں میں اختلاف  
 نہیں ہوتا تو اس طرح تقسیم تمیز کے لئے نہیں  
 بلکہ معاوضہ کے لئے واقع ہوگی اور اس کی  
 صورت صرف باہمی رضامندی سے نہ کہ  
 جبر قاضی۔ (ت)

## تفریعات

(۶۱) فتویٰ کا قول کہ اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت پر رضامند ہو جائے تو عدالت  
 کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور کرنا  
 عدالت کے اختیار سے باہر ہے ناقص و قاصر ہے ایک فریق کے رضامند ہونے سے عدالت کو لازم و کرار  
 جائز بھی نہیں کہ اسے قیمت دلا دے جب تک دوسرا فریق بھی قیمت دینے پر راضی نہ ہو اسے قیمت لینے پر  
 مجبور کرنا اختیار سے باہر ہے تو اسے قیمت دینے پر مجبور کرنا کب اختیار میں داخل ہے۔

(۶۲) فتویٰ ۵ نے اس سے بھی زیادہ بے تکان کہا کہ مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر حصے سے ۱/۲  
 حصہ بچسبہ لے سکتی ہے اگر اختیار خود قیمت اپنے حصے کی فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۶۳) طرز تر فتویٰ اکایہ قول ہے کہ ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ تیسرے حصہ  
 میں شاہ محمد کا حق اور دو حصے مسماۃ کا حق ہیں لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں  
 کو دے دیئے جائیں اور عالم خاں کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ جائداد غیر منقولہ سے پورا

کر دیا جاتے۔ اب یہاں ایک فریق کی رضا بھی شرط نہ رہی خود ہی حاکم کو مشورہ دیا جا رہا ہے کہ یوں کر دو۔ لطف یہ کہ یہاں اس سے سوال بھی نہ تھا سوال یہ تھا کہ ظرافت وغیرہ کا دیا جانا بھی درج و ست ہے کیا یہ جائز ہے، اس کا جواب یہ ہوتا ہے جو پیش نظر ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

### افادہ حادیہ عشر

اجنبی کہ نہ وارث ہو نہ وصی اگر میت کی تجبیز و تکفین بطور خود کرے تو اسے ترکہ میں رجوع کا اختیار نہیں وہ اس کا تبرع بٹھوے گا جب تک وارث کے اذن و اجازت سے نہ ہو اور وارث کی اجازت بھی کافی نہیں جب تک اس کا امر نہ ہو اور تحقیقاً اس کا امر بھی کافی نہیں جب تک واپسی کی شرط نہ کر لی ہو مثلاً زید نے وارث سے کہا میں اس کی تجبیز و تکفین کئے دیتا ہوں جو خرچ ہو گا ترکہ سے ملے لوں گا وارث نے سکوت کیا زید نے اس کئے پر لوگوں کو گواہ کر لیا اور اپنے مال سے تجبیز و تکفین کی ایک جہت واپس نہ پائے گا کہ یہ بلا اذن وارث بھی یا زید نے وارث سے کہا میت میرا دوست یا میرا معظّم تھا میں چاہتا ہوں کہ اس کی تجبیز و تکفین میں خود کر دوں اس نے کہا اچھا یا وارث ہی نے اس سے کہا کہ اگر تم اس کی تجبیز و تکفین کا ثواب لینا چاہو تو تمہیں اجازت ہے اس نے کہا منظور، دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت ہوتی اور اختیار رجوع نہیں کہ بے امر وارث ہے، یا وارث نے کہا میت تمہارا دوست تھا یا تمہارا پیڑ یا استاد تھا تم پر بھی اس کا حق ہے اس کی تجبیز و تکفین تمہیں اپنے مال سے کرو، اس نے کہا بسر و چشم، اس میں وارث کا بھی امر ہوا اور رجوع نہیں کہ اس کی شرط نہ کی گئی، ہاں وارث نے کہا تم اس کی تجبیز و تکفین کر دو جو خرچ ہو گا ترکہ سے تمہیں دیے دیا جائے گا ثواب بلا شبہ اختیار رجوع ہے۔ بیوی پھر تانا رغانیہ پھر نہج النجاة پھر تنقیح الحادیہ میں ہے،

اذا كفّن الوارث الميت من مال نفسه      اگر وارث نے میت کو اپنے مال سے کفن پٹنایا  
یرجع والا جنبی لا یرجع<sup>۱</sup>      تو رجوع کر سکتا ہے اور اجنبی ایسا کرے تو  
رجوع نہیں کر سکتا۔ (د ت)



ردالمحتار متفرقات البیوع مسئلہ تکفین میں ہے:

لو کفن الميت غیر الوارث من مال نفسه  
لیرجع فی ترکته بغیر امر الوارث  
فلیس له الرجوع اشهد علی الوارث  
اولم یشهد ولو کفن الوصی من  
مال نفسه لیرجع کان له الرجوع یله  
اگر غیر وارث نے میت کو وارث کے علم کے بغیر  
اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع  
کرے تو اس کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا چاہے  
وارث کو گواہ بنایا ہو یا نہیں اور اگر وصی نے  
اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع  
کرے تو اس کو رجوع کا اختیار ہوگا۔ (ت)

مجمع الفتاویٰ پھر قرار العین پھر تنقیح معنی المستفتی میں ہے:

امراحد الورثة انسابات یکفون  
المیت فکفون امت امره لیرجع علیہ  
یرجع کما فی النفق فی بناء داری و هو  
اختیار شمس الاسلام و ذکر السرخسی  
ان له ان یرجع بمنزلة امر القاضی ثم  
قلت والت دلیل دلیل التعویل ثم التقییم  
دلیل التقییم ثم الاختیار من الفاظ  
المفتوی۔  
اگر وارثوں میں سے ایک نے کسی شخص کو کما  
کہ وہ میت کو کفن پہنا دے اور اس نے  
پہنا دیا اب اگر وارث نے اس کو رجوع کا کہا  
تو رجوع کر سکے گا، جیسا کہ کوئی کسی کو کے تویر  
گھر کی عمارت میں خرچ کرے۔ وہی شمس الاسلام کا  
اختیار ہے، اور امام سرخسی نے ذکر فرمایا کہ  
اس کو بمنزلة امر قاضی رجوع کا اختیار ہے  
میں کہتا ہوں کہ تعلیل دلیل تعویل ہے، پھر

تقدیم دلیل تقییم ہے پھر اختیار فتویٰ کے الفاظ میں سے۔ (ت)

یہاں شرط رجوع درکنار امر زوجہ برکنار اجازت زوجہ کا بھی ثبوت نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ  
شاہ محمد نے بطور خودیر تجبیز و تکفین کی صحت نے اسی کے گھر میں وفات پائی اُس کا اس کا یا رانہ تھا  
اور اس نے اس پر احسان کیا کہ اپنے دونوں مکان اور جملہ اسباب خانہ داری اپنی زوجہ سے  
چھڑا کر اس کو وصیت کر گیا اور اس نے وصیت نامہ میں دو جگہ اس سے اپنی تجبیز و تکفین  
درخواست تھی اور سوال فتوائے دوم جس کی طرز ادا بتا رہی ہے کہ وہ شاہ محمد کا مرتب کرایا ہوا ہے

اُس میں یہ لفظ ہیں لہذا وصیت کر گیا کہ بعد میرے میری جائیداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجیز و تکفین بھی کرے گا اور اللہ میری ارواح بھی دے گا بعد وفات تیرے عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایفائے امور ات ایصال میں لگ گیا، جس سے عمارت واضح کہ یہ تجیز و تکفین بر بنائے درخواست وصیت نامہ تھی نہ بر بنائے امر عالم خاتون، تو کوئی امر ایسا ثابت نہیں جس سے یہ فرج اُسے واپس دلایا جائے بلکہ اس کے خلاف کاشمیر کا ظاہر ہے تو حکم واپسی نہیں ہو سکتا ثم اقبول یہاں ایک دقیقہ اور ہے تجیز و تکفین ضرور جمیع حقوق متعلقہ بہ ترکہ پر مقدم ہے،

اما المتعلق بعین كالمرهون والمبيع المحبوس  
بالتمتع وداس مستأجرة قدم اجرتها  
وعین جعلها مهرا والمقبوض بالمبيع  
الفاقد فانه اذا مات المراهن او المشتري  
او الاجر او النودج او البائع في هذه  
العصور على الولاء قد مر حق المراهن  
او البائع او المستاجر او السأفة او المشتري  
علو تجهيز الميت فانما ذلك لتعلقها  
بالمال قبل صدوره ته تركه كما في  
قواعد المختار وسد المختار

لیکن وہ حق جو عین سے متعلق ہے جیسے رہن  
رکھی ہوئی چیز، = بیع جو عین کے بدلے روکا گیا  
ہے، وہ اجارہ کا مکان جس کا کرایہ پیشگی ۱۰  
کیا گیا ہے، وہ عین شئی جس کو مہر بنایا گیا ہے  
اور وہ شئی جس پر بیع فاسد کے ذریعے قبضہ  
کیا گیا۔ ان صورتوں میں اگر راہن، مشتری،  
آجر، غامہ یا بائع اسی حال پر مر گیا تو مذکورہ  
حقوق یعنی مرہن، بائع، مستاجر، بیوی یا  
مشتری کا حق تجیز میت پر مقدم ہو گا یہ اس لئے  
ہے کہ یہ حقوق مال کے ترکہ ہونے سے پہلے ہی

اس سے متعلق ہو گئے ہیں، جیسا کہ در مختار اور رد المحتار میں ہے۔ (د ت)

مگر یہ تقسیم تجیز و تکفین کو ہے نہ اُس دین کو کہ بسبب تجیز و تکفین عائد ہو وہ اگر ہے تو  
شلی سائر دیون ایک دین ہے نہ کہ اور جملہ دیون پر مقدم اولاً تمام علما نے یہی اُبتجھیزہ (اسی  
کی تجیز سے ابتداء کی جائے گی۔ ت) فرمایا ہے کہیں یہی اُبتجھیزہ (اس کی تجیز  
کے قرض سے ابتداء کی جائے گی۔ ت) بھی کیا ہے۔

ثانیاً علماء نے اسے باس حیات پر قیاس فرمایا ہے کہ زندگی میں تین کے کپڑے دائن کو

نہ دیئے جائیں گے یا کپڑوں کی حاجت ہے تو اس قدر دین میں نہ دیں گے، شرفیہ میں فرمایا،  
 انما كان قضاء الدين مؤخرًا عن الكف  
 لانه لباسه بعد وفاته فيعتبر بلباسه  
 في حياته الا تری انه یقدم علی دینہ  
 اذ لا یباع ما علی المدا یون من ثیابہ مع  
 قدرته علی الکسب (ملخصاً)

رکھنے والے دیون کے کپڑے فروخت نہیں  
 کئے جاتے۔ (ملخصاً)۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ زید کے دیون نے اگر عمرو سے قرض لے کر کپڑے بنائے تو عمرو کو زید پر کوئی ترجیح نہ ہوگی  
 دونوں دین یکساں ہوں گے دین پر تقدم لباس کو تنہی نہ کہ دین لباس کو شرع میں اس کی کہیں اصل  
 نہیں تو واجب کہ دین تکفیل بھی دیگر دیون پر اصلاً مقدم نہ ہو بلکہ کفن دہندہ اسوۂ غریب ہو۔ درحقیقت پھر  
 رد المحتار میں ہے :

الاصل ان کل حق یقدم فی الحیاة  
 یقدم فی الوفاة اتم ویفم منه علی العرف  
 الفقہی انت ما لا یقدم فی الحیاة  
 لا یقدم فی الوفاة۔

اصل یہ ہے کہ جو حق زندگی میں مقدم ہوتا ہے وہ  
 موت میں بھی مقدم ہوتا ہے اور عرف فقہ  
 میں اس کے ساتھ یہ ضابطہ ملایا جاتا ہے کہ  
 جو زندگی میں مقدم نہ ہو وہ وفات میں بھی مقدم  
 نہیں ہوتا۔ (ت)

مثلاً علماء اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ میت کو برہنہ رکھا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ و  
 زندہ کی یکساں ہے تبیین الحقائق میں فرمایا،  
 المرء یقدم نفسه فی حیاته فیما یحتاج  
 الیہ من النفقة والسكنی والكسوة  
 علی اصحاب السدیون فكذا

انسان اپنی ذات کو زندگی میں اپنی ضروری  
 حاجات یعنی نفقہ، سکونت اور لباس میں  
 قرض خواہوں پر مقدم رکھتا ہے اسی طرح وفات

لے الشرفیہ شرح السراجیہ خطبۃ الکتاب  
 لے رد المحتار کتاب القراض

مطبع علمی اندرون لہاری گیٹ لاہور ص ۵  
 دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸۴/۵

بعد وفاتہ یقدم تجهیزہ وهو محترم  
 حیاء میتاً فلا یجوز کشف عورتہ و  
 فی الاشراف علی المیت من المحرمۃ  
 مال العظام الحی (ملخصاً)  
 کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کو مقدم رکھا جائے گا  
 انسان زندہ و مردہ دونوں حالتوں میں محترم ہے  
 لہذا اس کو برہنہ کرنا جائز نہیں، حدیث میں  
 ہے میت کی ہڈیوں کا احترام وہی ہے جو  
 زندہ کی ہڈیوں کا ہے۔ (ملخصاً و ت)

اور پُر ظاہر کہ یہ علت نفس تجہیز میں ہے نہ دین تجہیز میں۔  
 رابعاً علماً فرماتے ہیں یہاں دو چیزیں ہیں، حق للمیت اور وہ تجہیز ہے، اور حق  
 علی المیت اور وہ دین ہے، اور اول ثانی پر مقدم ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی الریحی  
 الختم شرح قلائد المنکوم میں فرماتے ہیں،  
 اعلم ان الحقوق المتعلقة بالترکۃ  
 هنا خمسۃ بالاستقرار لامت الحق  
 اما للمیت او علیہ اولاً والاول التجہیز  
 والثانی الدین الخ  
 تو جان لے کہ بیشک میت کے ترکہ سے متعلق  
 حقوق بطور استقرار پانچ ہیں اس لئے  
 کہ حق یا قومیت کے لئے ہوگا یا اس پر ہوگا  
 یا ایسا نہیں ہوگا بصورت اول تجہیز ہے  
 اور بصورت ثانی قرض الخ (ت)

ظاہر ہے کہ دین تجہیز مثل سار دینوں حق علی المیت ہے نہ کہ حق للمیت، تو مرتبہ دینوں  
 ہی میں ہوگا نہ مرتبہ تجہیز میں۔

خامساً جس طرح یہ دین حاجت ستر کے لئے تھا وہ بہت دین بھی آدمی اپنے کھاتے پینے  
 پہننے رہنے وغیرہ حاجات اصلہ کے اپنی حیات میں لیتا ہے تو سستی اپنے مثل پر کیے مقدم  
 ہو سکتی ہے یوں ہی مہر مثل بھی وہ دین کہ حاجت اصلہ کے سبب لازم آتا ہے۔ ہمسدایہ  
 باب اقرار المرغی میں ہے،

النکاح من الحوائج الاصلیۃ وهو  
 بمہر المثل الخ  
 نکاح حاجت اصلہ میں سے ہے اور وہ  
 مہر مثل کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

لے تبیین الحقائق کتاب المرغی المطبوعہ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۲۰/۶-۲۲۹  
 لکھ الریحی الختم شرح قلائد المنکوم (وسائل ابن عابدین) سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۳/۲  
 لکھ الہدیۃ کتاب الاقرار باب اقرار المرغی مطبع یوسفی کھنؤ ۲۳۰/۲

تو دین تجہیز اُس پر مقدم ہونے کے کوئی معنی نہیں فقیر نے جدالتار میں اس مسئلہ کا استنباط کیا تھا اور اب یہ اس کی تحقیق تام ہے و باللہ التوفیق عبارت اُس کی یہ ہے :

ولمّا علیٰ ان الوصی او الوارث اذا کفّ من مال نفسه کفّ المثل یرجع فی التركة ویظهر لـ انہ یکون المکفّ حیثئذ اسوة للغریاء لا تقدیم لحقه علی حقوقهم وان کان دینہ کالجبل التکفین فان تقدیم التجهیز کان لمحااجة الميت اعتبارا بحالة الحیاة وقد اندفعت حاجته ولم یبق الا اداء الدین فیکون کمثل صائر الدیون الا تری ان الدیون انما کان محتاجا الی الباس یقدم علی اداء الدیون وان البسه رجل من مال نفسه شارطا علیه الرجوع کان کاحد الدائنین وایضا ما یستدیت الرجل فی حیاته لاحکله وشربه و ما لا بد منه فالذی ادا نہ لهذا کیف یتأخر عن الذی ادا نہ لمثل الحاجة بعد الموت و اللہ تعالیٰ اعلم

شخص نے ان ضروریات کے لئے قرض دیا وہ اس شخص سے کیسے متاخر ہوگا جس نے موت کے بعد ایسی ہی حاجت کے لئے اس کو قرض دیا، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مشائخ نے اس پر نص فرمائی کہ وصی یا وارث جب اپنے مال میں سے میت کو مثلی کفن پہنا دے تو وہ ترکہ میں رجوع کرے گا۔ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس صورت میں وہ کفن دینے والا باقی غریب کے مساوی ہوگا دوسروں کے حق پر اس کا حق مقدم نہ ہوگا اگرچہ اُس کا یہ قرض تکفین کی وجہ سے ہے کیونکہ تجہیز کو مقدم کرنا میت کی حاجت کے لئے اُس کی زندگی کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور تحقیق وہ حاجت فوری ہو چکی اور نہ باقی رہا مگر قرض کا ادا کرنا تو وہ مثل باقی قرضوں کے ہو گیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مقروض جب لباس کا محتاج ہو تو وہ قرض کی ادائیگی پر لباس کو مقدم رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے مال سے اس کو لباس پہنا دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس پر رجوع کرے گا تو وہ دیگر قرضوں میں سے ایک ہو جائے گا نیز بسا اوقات کوئی شخص اپنی زندگی میں کھانے پینے اور دیگر ضروری اشیاء کے لئے قرض لیتا ہے، تو جس شخص نے ان ضروریات کے لئے قرض دیا وہ اس شخص سے کیسے متاخر ہوگا جس نے موت کے بعد ایسی ہی حاجت کے لئے اس کو قرض دیا، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

تو اگر شاہ محمد باہر زوجہ بشرط رجوع تجبیز و تکفین کرنا جب بھی غایت درجہ میں دین مرتبہ دین میں رہتا کہ مرتبہ تجبیز و تکفین میں ہو کہ مہر وغیرہ دیوں پر معتد ہو جاتا کہ یہ محض بلا وجہ بلکہ بے معنی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یستطیع جو دعویٰ کرے دلیل بیان کرنا اس کے فتنے ہے الخ ان یؤب القام فطان۔ اور وہ دلیل نہیں لائے گا یہاں تک کہ سلم کے پتے چننے والے واپس آئیں دست

## تفریعات

(۶۴، ۶۵) فتویٰ ۱ کا قول تجبیز و تکفین کا خرچ پختہ ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہ پڑے گا۔

(۶۶، ۶۷) فتویٰ ۵ کا قول خرچ دین کرنے کا چھ سات روپے تک اگر دس روپے تک اس کا بار فریقین پر ہے۔

(۶۸، ۶۹) فتویٰ ۷ کا قول جمیع متروکہ میں سے سب سے اول تجبیز کا خرچ نکال لیا جائے گا نیز اس کا قول وصیت اگر بعض دین مہر ہو تو تجبیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ دیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے سب دو دو وجہ سے غلط ہیں اولاً بلا ثبوت موجب رجوع بلکہ بعد ظہور مانع رجوع حکم رجوع دینا، ثانیاً اسے مرتبہ تجبیز و تکفین میں رکھنا۔

(۷۰) فتویٰ ۷ کا قول اگر مدعا علیہ نے تجبیز و تکفین اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے اس کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہو گا اور با اجازت مدعیہ اپنے مال سے کی ہے یا متوفی کے ترکہ سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہو گا بھی صحیح نہیں فقط اجازت مدعیہ رجوع کے لئے کافی نہیں طرفہ یہ کہ شق اول میں بلا اطلاع کا لفظ بڑھا دیا جو اس کا مہم کہ صرف با اطلاع وارث ہوتا ہی رجوع کو بس ہے۔

## افادہ ثانیہ عشر جامع فوائد غر

قائد کا ۱۳، ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب یہ ہے کہ اصحاب مشیر الحق میں کہ زوجین پر رد نہیں اُن کے فرض سے جو بچے اور کوئی عصبہ نسبی و سببی نہ ہو تو باقیانندہ ذوی الارحام کو دیں گے وہ نہ ہوں تو مولیٰ الموالاة کو وہ نہ ہو تو مقرر بالنسب علی الغیر کو، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد

کو وہ نہ ہو یا اسے دے کر بھی بچے تو وہ باقی فقراء مسکین کا حق ہے مسلمانوں کے بیت المال میں رکھیں مثل تمام اموال ضائع کے جن کا کوئی مالک وارث نہ ہو ان تمام مراتب اور ان کی ترتیب میں اگر وہ علمائے حقہ کرام متقدمین و متاخرین کسی کو اصلاً خلاف نہیں جمیع کتب سلف و خلف میں آج تک برابر اسی طرح لکھتے اور اسی پر عمل کرتے تو دے دیتے آئے اور جبکہ ترتیب مراتب کے یہ معنی ہیں کہ محل استحقاق رتبہ متقدم میں رتبہ متاخر کو نہ دیا جائے گا بلکہ وہ اس وقت پائے گا کہ رتبہ متقدم موجود نہ ہو جیسے جمیع صورت میں یا اس کے حق کے بعد بھی کچھ باقی بچے جیسے اصحاب خرافض و عصبیات یا احد الزوجین و مراتب نازلہ یا موصی لہ بالزائد دونوں اکل و بیت المال میں اور بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں کہ اس کے بعد کچھ بچے نہ زمان برکت نشان سلف میں اس کے عدم کی صورت تھی لہذا ائمہ متقدمین نے اسے آخر مراتب رکھا زمانہ متاخرین میں جبکہ بیت المال فاسد ہوا اور فاسد مثل معدوم ہے تو اب بیت المال آخر مراتب رہا اور متاخر یہ پیدا ہوئی کہ ذی الارحام نہ ہوں تو بالزائد کو وہ نہ ہو تو مقررہ کو ، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد کو ، وہ نہ ہو تو بیت المال کو ، اور وہ بھی نہ ہو جیسے زمانہ متاخرہ میں تو اب کس کو۔

اس کے لئے ائمہ متاخرین نے فرائض مرتبہ رد علی الزوجین نکالا اور زوجین بھی نہ ہوں تو بنات معتق کو ، وہ بھی نہ ہوں تو معتق کے ذوی الارحام کو ، وہ بھی نہ ہوں تو بیت کے اولاد رضاعی کو ، کوئی عامل نہ کہے گا کہ ان مراتب اربعہ کے احداث سے علماء متاخرین اس ترتیب جمیع علیہ مراتب سابقہ کو توڑنا چاہتے ہیں عاشر اُس پر تو ہمارے تمام علماء کا قطعی اجماع بالزائد ہے بلکہ از انجا کہ مرتبہ اخیرہ آیت مرتبہ اخیرہ نہ رہا اس کے بعد اور مراتب بڑھاتے ہیں تو یہ چاروں مراتب جدیدہ بالیقین بیت المال منقطع سے مؤخر ہیں اور بیت المال منقطع موصی لہ بالزائد سے مؤخر ہے تو قطعاً یقیناً یہ چاروں مراتب موصی لہ بالزائد سے بدرجہا مؤخر ہیں ، علمائے جس طبع رد علی الزوجین کا مرتبہ نکالا یہ تینوں مراتب بنات معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی بھی نکالے ۔ نہایت پھر تینوں المتعلق پھر اشباہ والنظائر پھر منج الغفار پھر درمختار کتاب الولاء میں ہے :

واللفظ له لومات المعتقد ولم يتولى  
الا ابنة معتقه فلا شيء لها  
ويوضع ماله في بيت المال  
هذا ظاهر الرواية وذكر  
الزيلعي معزيا للنهياية ان  
اور لفظ درمختار کے ہیں کہ اگر معتق مر گیا اور سوا  
معتقد کی بیٹی کے اس کے پسندنگان میں کوئی  
نہیں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا ، اور معتق کا مال  
بیت المال میں رکھ دیا جائیگا یہ ظاہر الروایۃ  
اور زیلعی نے نہایت کی طرف منسوب کرتے ہوئے

بنت المعقوت تروث فی زماننا فساد بیت المال وکذا ما فصل عن فرض احد الزوجین یرد علیه وکذا المال یكون للابنت او البنات رضا عاکذا فی فرائض الاشیاء واقراء المصنف وغیره۔  
 لے گا۔ الاستبہاء کی کتاب الفرائض میں یونہی ہے، اور مصنف وغیرہ نے اس کو پرستار رکھا ہے۔ (ت)  
 رد المحتار میں ہے،

ومثله فی الذخیرۃ قال وهکذا کان یفتی الامام ابو بکر البرزنجری والقاضی الامام محمد بن الاسلام لانها اقرب الی البیت من بیت المال فكان المصنف الیها اذ لو كانت ذکرنا تستحق المال، قوله تروث فی زماننا عبارة التزیل یرد فم المال الیها لا بطریق الامرات مبل لانها اقرب الناس الی البیت ح، قوله وکذا ما فصل الخ عزاہ فی الذخیرۃ الی فرائض الامام عبید الواحد الشہید، قوله للابنت او البنات رضا عاکذا فی الذخیرۃ الی محمد بن حمہ اللہ تعالیٰ۔

اسی کی مثل ذخیرہ میں فرمایا، اور ایسے ہی فتویٰ دیتے تھے امام ابو بکر البرزنجری اور قاضی امام صدر الاسلام۔ کیونکہ معقوت کی بیٹی بیت المال کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ مال کو اس کی طرف پھرنا اولیٰ ہے، کیونکہ اگر وہ مذکور ہوتی تو مال کی مستحق ہوتی۔ مآئن کا قول ”وہ ہمارے زمانے میں وارث بنے گی۔ زلیخ کی عبارت ہے اس کو مال بطور میراث نہیں دیا جائے گا بلکہ اس لئے دیا جائے گا کہ وہ لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہے۔ مآئن کا قول ”اور یونہی جو کہ جلتے الخ“ اس کو ذخیرہ میں فرائض امام عبید الواحد شہید کی طرف منسوب کیا ہے۔ مآئن کا قول ”رضاعی بیٹا یا بیٹی“ اس کو ذخیرہ میں امام محمد علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)



الرحمن المحموم میں ہے :

بنت المعتق نوثی لها فی ظاہر الروایۃ  
واقفی بعضهم بدفعه لها لکن لا بطریق  
الامراث بل لكونها اقرب الناس اليه  
بل ولدع اس حامه بل ولدولد  
مراضا كما يرد على الزوجين ف  
ما تناحكما في القنية والزيملى  
عن النهاية والاشباه اقصر في المنع  
وسكب الانهرية

ظاہر الروایہ میں معتق کی بیٹی کے لئے کچھ نہیں اور  
بعضی مشائخ نے اس کو دینے کا فتویٰ دیا ہے  
لیکن بطور میراث نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ لوگوں  
میں سے میت کے زیادہ قریب ہے بلکہ معتق  
کے ذوی الارحام بلکہ اس کی رضاعی اولاد کو  
دینے کا بھی فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے  
میں زوجین پر زود کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فقیر،  
زیلعی بوالہ نہایہ، اور الاشباہ میں ہے اسی کو  
برقرار رکھا ہے صخ اور سكب الانهرية۔ (ت)

کیا کوئی عاقل وجم کر سکتا ہے کہ یہ مراتب موصی لہ بالزائد پر مقدم ہیں زید اگر اپنے کل مال کی وصیت  
عمود کے لئے کر جائے اور کوئی وارث نہ رکھتا ہو ایک لڑکی پر جس نے اس کی زوجہ کا دودھ کر اس سے تھا  
پایا ہے تو زید کی وصیت نافذ نہ کرینگے اور ثلث سے زائد اس دودھ کی لڑکی کو دے دینگے یہ بلاشبہ  
باطل و مردود و خلاف اجماع ہے یہ سب مراتب جدیدہ اس امر میں یکساں ہیں کہ سب مرتبہ اخیرہ  
کے بعد رکے گئے ہیں۔

فائدہ ۱۱۲، اقول زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور  
غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے کہ بیت المال ہمارے نزدیک وارث نہیں۔  
علامہ سید شریف شرح سراجیہ پھر علامہ شیخی زادہ مجمع الانہر پھر علامہ شامی رد المحتار میں  
فرماتے ہیں :

اذا عدم من تقدم ذكره يبدأ  
بمن ادعى له بجميع المال  
فتكمل له وصيته لان منعه  
عما نراد على الثلث كان لاجل  
جب وہ معدوم ہو جائیں جن کا پہلے ذکر ہوا تو  
پھر اس سے ابتداء کی جائے گی جس کے لئے  
میت نے کل مال کی وصیت کی۔ چنانچہ اسکی  
وصیت پوری کر دی جائے گی اس لئے کہ



اناس الیہ ولا یوضع فی بیت السمار  
وکذا الابن والبنات من الرضاع  
یصرون الیہما اذالم یکن هناك  
اقرب منہما ذکر ہذا المسائل فی  
النهاية۔

پر رد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں میں سے میت  
کے قریب ترین ہے اور وہ بچا ہوا مال  
بیت المال میں رکھا جائے گا، اسی طرح  
رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف مال کو لوٹایا جائیگا  
اگر وہاں ان سے بڑھ کر کوئی قریبی موجود نہ ہو یہ  
مسائل نہایت میں مذکور ہیں۔ (ت)

یہ کلام فہم کے لئے نص صریح ہے کہ رد علی الزوجین وراثۃ نہیں بلکہ اسی طرح ہے جیسے  
مفسد بیت المال فاسد سے بچنے کو رضاعی اولاد کو دیا جاتا ہے نیز اس پر دلیل انھیں امام جلیل کا  
ارشاد ہے کہ اصحاب رد پر رد وجہت عصوبت ہے۔

حدیث قال لاخذ بطریق الرد لیس  
بفرض انما ہو بطریق العصبۃ۔

جہاں فرمایا بطور رد لینا یہ فرض کے طور پر نہیں  
بلکہ عصبہ کے طور پر ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ زوجیت عصوبت نہیں، نیز انھیں کا ارشاد ہے،

الرد علی ذوی السہام اولی من  
ذوی الارحام لانہم اقرب الی  
النوجین فانہما لا قرابة لہما  
مع المیت۔

ذوی الفروض پر رد کرنا ذوی الارحام سے اولیٰ  
ہے کیونکہ وہ میت سے زیادہ قرب رکھتے ہیں  
سوائے زوجین کے اس لئے کہ ان دونوں  
کی حینت سے کوئی قرابت نہیں۔ (ت)

نیز امام اجل نسفی کا شرح وافی میں ارشاد :  
الرد باعتبار الجسم حتی لا یرد علی  
النوجین لعدم السرحۃ۔

رد قرابت کے اعتبار سے ہے یہاں تک  
کہ زوجین پر قرابت کے نہ ہونے کی وجہ سے  
رد نہیں کیا جاتا۔ (ت)

۱۷۵/۵	المطبعة الکبریٰ بولاق مصر	کتاب الولد	لے تمیین المتفاتی
۲۴۶/۶	" " "	کتاب الفرائض	" " "
۲۴۲/۶	" " "	"	" " "
لے الکافی شرح الوافی			

لاجرم رقیق المختوم میں تصریح فرمائی :

ان الرد انما يستحق بالرحم والنزوحان  
ليسا بذوى رحم فلذا استثناهما و  
قيل يرد عليهما الفساد بيت السعال و  
قد منافي عصبية العتق انت ذلك  
لا بطريق الاسرار (ملخصاً)

جیشک زد کا استحقاق قرابت کی وجہ سے ہے  
زوجین چونکہ قرابت نہیں رکھتے اس لئے وہ  
دو فوج مستثنیٰ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ بیت المال  
کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد  
کیا جائے گا اور ہم معتق کے عصبہ میں بیان کر چکے  
ہیں کہ وہ بطور میراث نہیں۔ (ملخصاً دت)

تو زوجین کہ باہم اجنبی ہوں اور کوئی رشتہ نہ رکھتے ہوں ان پر رد بحیث ارث نہیں ہو سکتا اور  
اسے ارث ٹھہرانا کتاب اللہ پر زیادت ہے تو وہ نہیں مگر اسی وجہ مذکور اور رضاعی پر اور موصی لہ  
کا مانع نہ تھا مگر حق ارث تو رد علی الزوجین اس کا مانع نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے مؤخر رہنا واجب  
و هو المقصود والمحمد لله الودود۔

فأشدا ۱۵ : اقول رد علی الزوجین اگر مرتبہ رد میں فرض کیا جائے تو رد کی چار صورتوں سے  
جن پر متقدمین متاخرین سب کی کتب اجماع کے ہوتے ہیں دو غرض ہو جائیں کہ اب ذوی الفروض  
میں من ویر علیہ کوئی نہ رہا مرد مرے اور ایک زوج ایک دختر چھوڑے تو جمیع کتب متقدمین متاخرین  
حنفیہ میں مسئلہ آئمہ سے کرتے ہیں ایک زوج کا کہ صرف اس کا فرض ہے اور سات دختر کے  
چار فرضاً اور تین رداً، ہم بہت شکر گزار ہوں گے اگر کسی متاخر سے متاخر حنفی معتد مثلاً  
علامہ طحاوی یا علامہ شامی وغیرہا کسی کے کلام میں دکھادیں کہ صورت مذکورہ میں زوجہ و  
دختر کو نصف نصف دلایا ہو۔ اگر کہیں زوجین پر رد ہے تو مگر ذوی الفروض النسبیہ پر رد سے  
مؤخر ہے یعنی وہ ہوں تو انہیں پر رد ہوگا نہ ان پر تو اسی کی سند کسی معتد اگلے پچھلے کے کلام سے  
دکھائیے جب مذہب منسوب با امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیا گیا اور عول پر قیاس  
کیا گیا اور اسی زعم پر عدم رد کے خلاف روایت و درایت بتایا گیا تو وجہ تفرقہ کیا۔

فأشدا ۱۶ : اقول نہ سہی اگر رد علی الزوجین کو متاخرین نے مرتبہ رد میں رکھا ہے تو آخر  
کسی متاخر نے ذوی الارحام پر مقدم کیا ہوگا کہ باجماع حنفیہ رد ان پر مقدم ہے اسی کی تصریح

کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد کے کلام میں دکھا دیجیے کہ آدمی مرے اور زوج یا زوج اور حقیقی نواسا  
نواسی بھتیجی بھانجی بھانجی چھوڑے تو سارا مالی زوج یا زوجہ کو ملے گا نواسا کچھ نہ پاسے گا اور کیونکر  
دکھا سکے ہیں کہ وہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے۔ امام نسفی کافی شرح واتی میں فرماتے ہیں،

اجمعو اعلیٰ ان ذوی الارحام لا یحبون  
بالزوج والنزوجة احب یرثون معهما  
فیعطی للزوج او بالنزوجة نصیبہ ثم  
یقسم للباقی بین ذوی الارحام کما لو  
انقر دو امثاله تزوج و بنت بنت و  
خاله و بنتهم فلفن زوج النصف و  
الباقی لبنت البنت۔  
اور شاہ چھوڑے خاوند، نواسی، خالہ اور چچ کی بیٹی تو اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا باقی نواسی  
کو ملے گا۔ (د ت)

اس مسئلہ بدیہ میں تشکیک کرنے والے اگر اپنے ہی کارنامے یاد کریں تو غالباً ایسا  
بے معنی فتویٰ کہیں نہ دیا ہوگا بلکہ ہمیشہ فرض احد الزوجین دلا کر باقی فرا سے وغیرہ کو پہنچایا ہوگا۔  
فائدہ کا ۱۷۱، اقول اگلی کاروائیاں یاد دلانے کی کیا حاجت اور حکم کہ بہتوں کو کہیں مسئلہ  
ذوی الارحام کا اتفاق ہی نہ ہوا ہوا اب حال کے یہی فتاویٰ نہ دیکھے جو کہ مقدمہ میں پیش نظر ہیں،  
فتویٰ اولیٰ میں ہے اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بعد ازلے تصدیت  
جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ در مختار و رد المحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ فتویٰ  
سوم میں ہے بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے زوج پر رد کیا جائے گا۔ فتویٰ ششم میں ہے اگر متوفی  
کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دے دیجئے۔ فتویٰ سوم ششم و ہشتم نے  
اس پر عبارت بھی نقل کی ہے۔

الرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب  
سواھما۔  
نزدہین پر رد اس عبارت میں جو کہ جب ان کے  
ما سوا اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

لہ الکافی شرح واتی

لہ رد المختار کتاب النکاح باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵



و مقررہ دعوے کے لئے بالزائد کا کیا ذکر ہے تو ان کے نزدیک مستحقین صرف چار ہیں اصحاب قرآن پھر عصبیات نسبیہ پھر سببیہ پھر بیت المال پس کاف میں ہے :

ما فضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق  
لہ یرد علی ذوی الفروض بقدر  
حقوقہم الا علی الزوجین عندنا  
وهو قول عامة الصحابة رضوان الله  
تعالیٰ علیہم وقال زید الفاضل  
لبیت المال ولا یرد علیہم و  
بہ قال مالک و الشافعی  
رحمہم الله تعالیٰ و قیل مسألة  
الرد مبنیة علی مسألة ذوی الارحام  
اذا السرد باعتبار الرحم حتی لا یرد  
علی الزوجین لعدم الرحم و  
عند مالک و الشافعی رحمہما  
الله تعالیٰ لسم یرد حتی ذوی الارحام  
شیما و مصب المال بیت المال فکذا  
الفاضل عن فرض ذوی الفروض  
مصبه بیت المال ثم اقول وعندنا  
الاظهر حکمہ اے تبنی مسألة  
ذوی الارحام علی مسألة  
السرد فان قرابة ذوی  
السهم اقوی فلما تعارض  
عندنا ہنا بیت المال و

ذوی الفروض سے جو کچھ بچ جائے اور اس کا کوئی  
مستحق نہ ہو تو ہمارے نزدیک ذویین کے علاوہ  
ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے برابر رد کیا جائیگا  
یہی قول عام صحابہ کرام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے فرمایا کہ جو بچ گیا وہ بیت المال کا ہے  
ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائے گا اور یہی  
فرمایا امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ  
علیہما نے اور کہا گیا ہے کہ رد کا مسئلہ  
ذوی الارحام کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ رد  
قرابت و رشتہ داری کے اعتبار سے ہوتا ہے  
یہاں تک کہ رشتہ داری نہ ہونے کی وجہ سے  
ذویین پر رد نہیں کیا جاتا امام مالک اور امام  
شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوی الارحام  
کسی شئی کے مستحق نہیں اور مال رکھنے کی جگہ  
بیت المال ہے، یونہی جو ذوی الفروض کے  
فرضی حصوں سے بچ گیا اس کو رکھنے کی جگہ بھی  
بیت المال ہے اس میں کتا ہوں میرے نزدیک  
زیادہ ظاہر اس کا فلسفہ ہے یعنی ذوی الارحام  
کا مسئلہ رد کا مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ ذوی الفروض  
کی قرابت زیادہ قوی ہے تو جب وہ امام

قد مر على الرد عليهم لم تعارضه قرابة  
ذی الرحم بالاولیٰ وکانہ رحمہ اللہ تعالیٰ  
لذا عبرہ بقیل۔  
پردہ سے مقدم ہو گیا، ذوی الارحام کی قرابت  
بدرجہ اولیٰ مزاحم نہیں ہوگی گویا مصنف علیہ الرحمہ نے اسی واسطے اسے قیئل سے تعبیر  
فرمایا ہے۔ (ت)

کتاب النوار المام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے،

اسباب التوریت القرابة والنکاح والولاء  
والاسلام ثم فالقرابة لذی سہم  
والعصبۃ النسبیین والنکاح لذی السہم  
النسبیین والولاء للعصبۃ السببیۃ والاسلام  
لاہل بیت المال۔  
وارث بننے کے اسباب قرابت، نکاح، ولایت  
اور اسلام ہیں پس قرابت تو نسبی ذوی الفروض  
اور نسبی عصبہ کے لئے ہے اور نکاح سببی  
ذوی الفروض کے لئے ہے اور ولایت سببی  
عصبہ کے لئے ہے اور اسلام بیت المال  
والوں کیلئے ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

قلنا لا یرد علی اصحاب الفروض  
ولا یورث ذوی الارحام لہ  
مگر فساد بیت المال کے وقت وہ بھی رد علی اصحاب الفروض النسبیۃ اور ان کے بعد  
توریت ذوی الارحام کے قائل ہوتے ہیں اور اس کی علت وہی فساد بیت المال بتاتے ہیں  
سید بن السراج ہی میں ہے،

عند الشافعیۃ ان بیت المال  
ان کان منتظما یقدم علی  
ذوی الارحام والسرور و  
ان لم ینتظم مراد اولیٰ علی  
ذوی الفروض النسبیۃ بنسبۃ قرانہم ثم یفتر  
شافعیہ کے نزدیک بیت المال اگر منتظم ہو تو  
وہ ذوی الارحام اور رد پر مقدم ہوتا ہے  
اور اگر وہ منتظم نہ ہو تو پھر اولیٰ نسبی ذوی الفروض  
پر اس کے فرضی حصوں کے مطابق رد کیا جائیگا  
پھر ذوی الارحام کی طرف پھر جائیگا ان کے



نزویک مولیٰ موالاة اور نسب کے اقرار والے  
شخص اور کل مال کے موضی لئے کوئی میراث  
نہیں۔ (دست)

الى ذوى الارحام ولا ميراث عندهم  
اصلا لمولى الموالاة ولا للمقر له  
بالنسب على الغير ولا للموصوله  
يجتمع المال به

تیسری میں ہے :

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سارے  
اصحاب جن میں ابن شریک بھی ہیں نے اسکی  
فحاشیت کی اور وہ ذوی الارحام کو وارث بنانے  
کی طرف گئے ہیں اور یہی ہمارے زمانے میں فقہی  
کے لئے اہل کے فقہاء کا مختار ہے بہت المال  
کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور مصارف کے  
خیر میں اس کے خرچ ہونے کی وجہ سے۔ (دست)

ان کثیرا من اصحاب الشافعی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ منهم ابن سريج خالفوا  
وذهبوا الى توريت ذوى الارحام  
وهو اختيار فقهاءهم للفتوى في زماننا  
لفساد بيت المال وصرفه في  
غير المصارف به

انوار شافعیہ میں ہے :

اگر بیت المال منتظم نہ ہو تو صحیح راجح مفتی بہ قول  
یہ ہے کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا انھیں پر  
زد کیا جائے گا اور اگر وہ مفقود ہوں تو  
ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا۔ (دست)  
تو فساد بیت المال کے وقت مسئلہ زد میں ہمارا ائح کا اتفاق ہو گیا ہم تو زود مانستے ہی تھے  
اور اب بوجہ فساد وہ بھی مانستے گئے یہ معنی ہیں عبارت در مختار :

ان لم يثبت اي بيت المال فالصحيح  
المرجح المفتي به انه يرد الفاضل  
منهم عليهم ويورث ذو الارحام  
ان فقد وايل

اگر ذوی الفروض سے کچھ بچ جائے اور کوئی  
عصبر موجود نہ ہو تو بچا ہوا بالاجماع ذوی الفروض

ان فصل عن الفروض ولا عصبة  
يورد الفاضل عليهم اجماعا لفساد

بیت المال الاعلیٰ النرجین

پر لوٹا دیا جائیگا بوجہ بیت المال کے فاسد ہونے کے سوائے زوجین کے۔ (ت)

تو فساد بیت المال علت اتفاق ہے نہ کہ ہمارے نزدیک ذی سہم کسی پر رد کی علت جسے ادنیٰ طالب علم بھی نہ کہے گا پھر علت ہے تو صرف اتفاق شافعیہ کی ورنہ مالکیہ سے منقول کہ بحال فساد بھی رد نہیں کرتے۔ لاجرم رد المختار میں ہے :

قوله لفساد بیت المال علة لقوله  
اجماعا ولا يظهر لان المشهور من  
مذهب مالك انه لبیت المال و  
ان لم يكن منتظما.

مصنف کا قول "بوجہ فساد بیت المال" علت ہے اس کے قول اجماع کی اور یہ ظاہر نہیں کیونکہ امام مالک کے مذہب سے مشہور ہے کہ ذوالفروض کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال کا ہے اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

قوله اجماعا لفساد بیت المال هذه العلة  
غير ظاهرة بالنظر للقول بالرد عندنا  
فان الرد عندنا مقدم على بیت المال  
وان كان منتظما وان كان علة لقوله  
اجماعا لا يظهر ايضا لان القول بالرد  
حينئذ قول بعض الشافعية والمشهور  
من مذهب المالكية انه لبیت المال  
وان لم يكن منتظما.

ماتن کا قول "بالاجماع بوجہ فساد بیت المال" یہ علت ہمارے نزدیک رد کے قول کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک رد بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو اور اگر یہ ماتن کے قول اجماع کی علت ہو تو بھی ظاہر نہیں کیونکہ اس صورت میں رد کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے، اور مالکیہ کے مذہب سے مشہور یہ ہے کہ وہ بیت المال کے لئے ہے اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

۳۹۱/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الفرائض باب العول	سے الدر المختار
۵۰۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	سے رد المختار
۳۹۳/۴	المکتبۃ العربیہ کوئٹہ	" "	سے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

فائدہ ۲۰: اقول ذی سقم نسبی پر زوکِ علت ہمارے نزدیک فساد بیت المال ٹھہرانا افسدِ قاسد ہے، اولاً ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ کوئی امر عارضی نہیں کہ بغیر وقت مانا گیا بلکہ عصوبیت کے بعد حتی راجح قوی مستقل ہے کہ قرابت ذوی الارحام پر بھی مقدم ہے ذکر دیگر مراتب نازلہ۔ ہمارے علماء نے اسے آیت واحادیث وارشادات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت فرمایا ہے نہ کہ فساد بیت المال کی ناچاری سے۔ یمنین الحقائق میں ہے:

لنا قوله تبارك وتعالى واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله وهو الميراث فيكون اولى من بيت المال ومن الزوجات الا فيما ثبت لهما بالنسب وكان ينبغي ان يكون ذلك لجميع ذوى الارحام لاستوائهم في هذا الاسم الا ان اصحاب الفرائض قد صواعظ غيرهم من ذوى الارحام بقوة قرابتهم الا ترى انهم يقدرمون في الارث فكانوا احق به ومن حيث السنة صاروا من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دخل على سعد يعوده فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انت لم الا بفتى الحديث ولم ينكر عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم حصص الميراث على ابنته

ہماری دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں الایہ۔" اور وہ میراث ہے چنانچہ ان پر روایت المال سے اولیٰ ہوگا اور زوجین سے بھی اولیٰ ہوگا سوائے اس کے جو زوجین کے لئے نص سے ثابت ہے اور چاہئے کہ بچے ہونے کا زو تمام رشتہ داروں کے لئے برابر ہو کیونکہ اس نام میں سب برابر ہیں مگر اصحاب فرائض باقی رشتہ داروں پر اپنی قرابت کی قوت کی وجہ سے مقدم ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ میراث میں مقدم ہیں تو وہ زوکے بھی زیادہ حقدار ہونگے اور یہ مک سنّت سے بھی ثابت ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا کچھ مال ہے اور سوائے میری ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں (الحديث) انھوں نے اپنی بیٹی پر میراث کو منحصر کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اگر

حکم ایسا نہ ہوتا تو آپ ضرور انکار فرماتے اور انھیں خطا پر برقرار نہ رہنے دیتے خصوصاً جبکہ بیانی کی ضرورت ہو۔ یونہی مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی اب میری ماں فوت ہو گئی اور وہ لونڈی باقی رہ گئی تو آپ نے فرمایا تیرا اجر ثابت ہو چکا اور وہ لونڈی میراث میں تیری طرف لوٹ آئی۔ تو آپ نے بطور میراث وہ لونڈی اس کی طرف لوٹائی اور یہی رد ہے۔ (د ت)

ولولات الحکم کذلک لا تکر علیہ ولم یقرہ علی الخطا لایمافی موضع الحاجة الی البیضان وکذا روع انت امرأۃ انت الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی تصدقت علی امی بجاریۃ فانت امی وبقیت الجاریۃ فقال وجب اجرک ورجعت الیک فی المیراث جعل الجاریۃ مراجعۃ الیہا بحکم المیراث وهذا هو الرد

اقول پہلی حدیث صحیح بخاری کی ہے اور دوسری حدیث عبدالرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن اور ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اور بریدہ بن الحصبی الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں:

فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لک اجرک وردھا علیک المیراث یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے تیرا اجر ثابت ہے اور وہ لونڈی میراث نے تیری طرف لوٹادی۔ (د ت)

یہ لفظ لفظ مذکور تبیین سے اول علی المقصود میں کما لا یخفی (جیسا کہ پیشہ نہیں۔ ت) علامہ سید شریف نے آیت کریمہ سے استدلال کر کے حدیث اول سے اور زیادہ نفیس وجہ سے استدلال کیا اور بعض اور احادیث جلیلہ زائد کیں فرماتے ہیں:

والضامہ ادخل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی سعد بن ابی وقاص یعودہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

قال سعد اما انه لا يرث الا  
ابنة له فاوصي بجميع مالي  
قال لا قال فاوصي بنصفه قال  
لا الحديث الثالث قال  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
الثالث خسر و الثالث كثير  
فقد ظهر ان سعدا  
اعتقد ان البنت ترث  
جميع المال ولم ينكح  
صلى الله تعالى عليه  
وسلم ومنعه من الوصية  
بما نأد على الثالث مع  
انه لا وارث له الا ابنة  
واحدة فدل ذلك على صحة  
القول بالسرد اذ لو لم تستحق  
الزيادة على النصف بالسرد  
تجبون له الوصية بالنصف  
وفى حديث عمر و بن شبيب  
عن ابيه عن حيدة انه صلى الله  
تعالى عليه وسلم و ترث  
الملاعنة اى جميع المال  
عن ولدها ولا يكون ذلك  
الا بطريق الرضى وفى حديث واثلة بن الاسقع  
انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال  
تعرضن المسألة ميوات لقيطها وعتيقها

عیادت کرنے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے کہا سوا سے ایک بیٹی کے میرا کوئی  
وارث نہیں کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت  
کردوں ؛ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ نہیں۔ انہوں نے عرض کی ؛ نصف کی وصیت  
کردوں ؛ آپ نے فرمایا ؛ نہیں (الحديث)  
یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
فرمایا ؛ تہائی بہتر ہے اور تہائی بہت ہے اس  
حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ  
عزہ کا اعتقاد تھا کہ بیٹی تمام مال کی وارث  
ہی سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے انکار نہیں فرمایا اور آپ نے تہائی مال سے  
زائد کی وصیت سے انہیں منع فرمایا باوجودیکہ  
سوا سے ایک بیٹی کے ان کا کوئی وارث نہیں تھا  
تو یہ دلیل ہے اس بات پر کہ رد کا قول صحیح ہے  
کیونکہ اگر وہ بیٹی بذریعہ رد نصف سے زائد کی  
مستحق نہ ہوتی تو ان کے لئے نصف کی وصیت  
جائز ہوتی۔ عمرو بن شیبہ اپنے باپ سے اور  
وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعان والی عورت کو  
اپنی ولد کے تمام مال کا وارث بنایا۔ اور یہ  
بذریعہ رد ہی ہو سکتا ہے۔ اور واثلہ بن  
اسقع کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے لقیط  
یعنی جو کچھ اسے غشہ ملا ہے اور اپنے آزاد شدہ

والابن السدی لو عنت به۔ لے غلام یا لونڈی اور اپنے اس بیٹے جس کے سبب اس عورت کے ساتھ لعان کیا گیا کی میراث کو سمیٹ لیتی ہے۔ (ت)

ثانیاً سر اجیر و تمیمی و عامر کتب حنفیہ میں ہے،

هو قول عامة الصحابة رضي الله تعالى عنهم و به اخذ اصحابنا۔ عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہی قول ہے اور ہمارے اصحاب نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ (ت)

اقول امام سفین ثوری کتاب الفرائض و عبد الرزاق مصنف اور سعید بن منصور کشن میں عام شعی سے راوی،

قال كان على كرم الله تعالى وجهه يرد على كل ذي سهم سهمه الا الزوج والمرأة۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہر ذی فرض پر اس کا حصہ نہ کیا جائے گا سوائے شوہر اور بیوی کے۔ (ت)

سعید بن منصور و بہقی انھیں سے راوی،

ان عليا رضي الله تعالى عنه قال في ابن الملا عنه ترك اخاه وامه لامه الثلث ولا خيه السدس وما بقي فهو له عليهما بحساب ما ورثا۔ بیشک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعان والی عورت کے ایسے بیٹے کے بارے میں فرمایا جو ایک بھائی اور ماں چھوڑ کر مر گیا کہ اس کی ماں کا حصہ کل مال سے تہائی ہے جبکہ بھائی کا حصہ چھٹا ہے اور جو باقی بچا وہ ان دونوں پر ان کے میراث والے حصہ کے حساب کے مطابق رد ہوگا۔ (ت)

امام اہل طحاوی سعید بن خلفہ سے راوی،

ان رجل مات وترك ابنته۔ ایک مرد فوت ہوا جس کے پسماندگان میں ایک بیٹی

لہ الشریفہ شرح السراجیۃ باب الرد مطبع علمی اندرون لوباری گیٹ لاہور ص ۷۵

لہ تمیمی المتعاقب کتاب الفرائض المطبعة الکبریٰ الامیریہ بلاق مصر ۲۴۶/۹

لہ المصنف لعبد الرزاق، حدیث ۱۹۱۲۸ المجلس العلمی بیروت ۲۸۶/۱۰

لہ السنن الکبریٰ باب میراث ولد المملوۃ دار صادر بیروت ۲۵۸/۹

وامرأة ومولاة قال سويد اني جالس  
عند علي كرم الله تعالى وجهه اذ جاءته  
مثل هذه الفتاة فاعطى ابنته  
النصف وامرأة الثمن ثم سدد ما بقى  
علي ابنته ولم يعط المولى شيئاً  
بيوى کو آٹھواں حصہ دیا، پھر جو بچ گیا وہ اس کی بیٹی پر رد فرما دیا اور اس کے آزاد شدہ  
غلام کو کچھ نہیں دیا۔ (ت)

بہتقی نے اسے مختصر روایت کیا،  
كان علي رضي الله تعالى عنه يعطي الابنة  
النصف والمرأة الثمن ويرد ما بقى  
علي الابنة بـ

ایک بیوی اور ایک اس کے آزاد کیا ہوا غلام ہے،  
حضرت سويد نے کہا کہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ  
وجہہ الکریم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس  
ایک خاتون ایسا ہی فقہ لے کر آئی تو آپ نے  
مرنے والے شخص کی بیٹی کو نصف اور اس کی  
بیوی کو آٹھواں حصہ دیا اور اس کے آزاد شدہ  
غلام کو کچھ نہیں دیا۔ (ت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرنے والے کی بیٹی  
کو کل مال کا نصف اور بیوی کو کل مال کا آٹھواں  
حصہ دیتے تھے اور باقی کو بیٹی پر رد فرما دیتے  
تھے۔ (ت)

سعید بن منصور نے امام شعبی سے روایت کی،

انه قيل له ان ابا عبيدة قد ورث اختا  
السال حمله فقال الشعبي من هو خير  
من ابى عبيدة قد فعل ذلك كانت  
عبد الله بن مسعود يفعل ذلك بـ

حضرت ابو عبیدہ کے بارے میں امام شعبی کو کہا گیا  
کہ انہوں نے بہن کو کل مال کا وارث بنایا ہے  
تو امام شعبی نے فرمایا کہ جو ابو عبیدہ سے بہتر ہے  
اس نے ایسا کیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کرتے تھے (ت)

سنن بیہقی میں ہے،

عن جوير بن المغيرة عن اصحابه  
في قول زيد بن ثابت وعلي بن ابي طالب

جویر بن مغیرہ سے انہوں نے آپ کے اصحاب  
سے حضرت زید بن ثابت، حضرت علی بن ابی طالب

وعبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنهم  
اذا ترك المتوفى اياه ولم يترك احدا  
غیره فلما المال له

اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
کے اس قول کے بارے میں روایت کیا ہے  
کہ جب مرنے والا باپ کو چھوڑ جائے اور اس کے  
علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑے تو تمام مال باپ کا  
ہرگا۔ (ت)

عبدالرزاق نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی،  
انه قضی فی ام و اخ من ام لایخیه السدس  
وما بقی لامه یه

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
ماں اور اخیان فی بھائی کے بارے میں فیصلہ فرمایا  
کہ بھائی کو چھٹا حصہ اور باقی سب مال کو لے گا یعنی

کیا امیر المومنین مولیٰ علی و سیدنا عبد اللہ بن مسعود و عمار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد کرامت عہد  
میں بھی بیت المال فاسد تھا۔

ثالثاً احادیث صحاح و حسان سے گزر کر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب  
فرائض پر زور فرمایا معاذ اللہ کیا زمانہ اللہ کس میں بھی انتظام بیت المال نہ تھا ایسے مسئلہ جلیلہ کو کہ  
عہد رسالت و زمانہ صحابہ سے ثابت و مستمر ہے آخر زمانہ کے فساد پر مبنی کرنا کس درجہ نادانی اور افسوس  
ہو تو کیسی سخت بے ادبی ہے۔ دلائل و دلا قوۃ الا بالہ العلی العظیم۔

فائدہ ۱۲۱: امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رو علی الزوجین ثابت نہیں و قانع عین  
مورد ہرگز نہ احتمال ہوتے ہیں شوہر جبکہ تحجب کا بیٹا اور تنہا وارث ہر کل مال پاسے کا نصف فرضاً  
نصف حصوبہ اسے رو سے کیا علاقہ۔ در مختار میں ہے:

قال عثمان رضي الله تعالى عنه يرد عليها  
ايضا قاله المصنف وغيره قلت وجزم في  
الاختيار بان هذا وهم من الراوي يه

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زوجین پر  
بھی رد کیا جائیگا۔ مصنف و غیر مفسر ایسا ہی کیا ہے  
میں کہتا ہوں اختیار میں اس پر جزم کیا ہے کہ یہ راوی  
کا وہم ہے۔ (ت)

لے السنن الکبریٰ کتاب الفرائض باب ترتیب العصبۃ دار صادر بیروت ۲۳۸/۹  
لے المصنف لعبد الرزاق باب الخالة والعمۃ الخ حدیث ۱۹۱۱۴ مجلس علمی بیروت ۲۸۴/۱۰  
لے الدر المختار باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۳۶۱/۲



رحیق الخنوم میں ہے،

بل الذع صرح عنه الر د علی الزوج فقط و تاویلہ ان کا ان استعم فاعطاء الباقی بالعصوبة۔

بلکہ اس سے جو مرتبہ صحت کو پہنچا ہے وہ خطا و غلطی پر رد ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ وہ خاوند اپنی بیوی کا چچا زاد تھا۔ چنانچہ آپ نے باقی اس کو بطور عصیر عطا فرمایا۔ (تت)

بلکہ امام ابراہیم نخعی سے منقول کہ صحابہ کرام میں کوئی بھی رد علی الزوجین کا قائل نہ تھا طحاوی میں محبسم زاد علی الشریف سے ہے،

نقل عن ابراہیم النخعی انه لم یکن احد من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انه رد علی الزوجین احد اما قوله خبر المثبت اونی فاقول الشان اولائی الثبوت مروایة و این الثبوت وثائیة و مروایة لما علمت من تاویلہ۔

اور بالفرض امیر المؤمنین سے منقول ہے تو یہ کہ زوجین پر بھی رد فرماتے ہیں یہ اصلاً کہیں نہیں کر اور کوئی رشتہ دار متوفی نہ ہو تو اس وقت رد علی الزوجین کرتے ہیں امیر المؤمنین کی طرف اس کی نسبت باطل و فریہ محض ہے۔

فائدہ ۲۲۵: مول پر قیاس سے ہمارے علمائے کرام جواب شافی دے چکے ہیں الحقائق میں ہے،

ادخال النقص علی الزوجین بالعسول مایوافق الدلیل الناف لا شہما لان اس شہما ثبت بالنص علی خلاف القیاس و اخذ الن یادة مایخالفت زوجین پر عسول کی وجہ سے کمی کا آنا اس دلیل کے موافق ہے جو زوجین کی میراث کے منافی ہے۔ کیونکہ ان کا دارث بننا خلاف قیاس نص و ثابت ہے اور زوجین کا زادہ کو لینا اسی

۱۔ الرحیق الخنوم شرح فقہ النکوم (رسائل ابن عابدین) باب الرد سہیل اکیڈمی لاہور ۲۴/۲  
۲۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض باب العول المكتبة العربية کوئٹہ ۳۹۱/۴

الثانی لادھما فلا یکن اثباتہ بالقیاس  
لأن ما ثبت علی خلاف القیاس  
یقتصر علیہ

دلیل کے مخالف ہے جو زوجین کی میراث کے منافی  
ہے۔ چنانچہ اس کو قیاس سے ثابت کرنا ممکن  
نہیں کیونکہ جو خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے  
مورد پر منحصر رہتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

الرّد علی ذوی السہام اولى من ذوی الارحام  
لانہم اقرب الا للزوجین فانہما لا یقلبان  
لہما مع المیت وارثہما نظیر الدین  
فان صاحب الدین لا یورد علیہ ما فضل  
بعد قضاء الدین فکذا لا یورد  
علیہما ما فضل من فرضہما اقول  
ای واذا اضاق المال عن الدیون  
دخل النقص علی کل واحد  
بحساب دینہ فکذا للزوجین نقصان  
ولا یزادان۔

ذوی الفروض پر رد ذوی الارحام سے اولیٰ ہے  
کیونکہ وہ میت سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں  
سوائے زوجین کے، کیونکہ ان کی میت کے ساتھ  
کوئی قرابت نہیں ہوتی۔ اور ان کا وارث  
بغنا فرض کی طرح ہے، تو جس طرح فرض کی ادائیگی  
سے بچا ہوا مال صاحب فرض پر رد نہیں کیا جاتا  
اسی طرح زوجین کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال  
ان پر رد نہیں کیا جائے گا اح میں کہتا ہیں  
جب ترکہ کا مال قرضوں سے کم ہو جائے تو  
ہر صاحب قرض پر اس کے قرض کے حساب  
سے کمی واقع ہوتی ہے اسی طرح زوجین کے حصے کم تو ہو جاتے ہیں مگر زائد نہیں ہوتے۔ (ت)

روح الشروع پھر طحاوی پھر شامی میں ہے،

میراث الزوجین علی خلاف  
القیاس لان وصلتهما بالنکاح وقد  
انقطعت بالموت وما ثبت علی  
خلاف القیاس نصا یقتصر علی مورد  
النص ولا نص فی الزیادہ علی فرضہما

زوجین کی میراث خلاف قیاس ہے کیونکہ ان  
دونوں کا اتصال نکاح کی وجہ سے ہے جو موت  
کے سبب سے ختم ہو چکا ہے۔ اور جو خلاف  
قیاس نص سے ثابت ہو وہ مورد نص میں منحصر  
رہتا ہے اور زوجین کے فرضی حصوں سے زائد

ولما كان ادخال النقص في تصديرهما  
ميلا للقياس الثاني لانهما قيل به ولم يقل  
بالر د لعد مر الدليل فظهر الفرق و  
حصص الحق له

کے بارے میں کوئی نقص نہیں جب زوجین کے حصول  
میں کمی کا واقعہ ہوتا اس قیاس کی طرف مائل ہے  
جو ان کی میراث کے منافی ہے تو اس کا قول کرنا گیا  
اور رد کا قول نہیں کیا گیا کیونکہ اس پر دلیل  
مقدم ہے لہذا فرق ظاہر اور حق خوب واضح ہو گیا (ت)

**قائدہ ۱۲۳** اقول رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے، ایک یہ کہ اُسے حق اصلی مستقل  
رد علی اصحاب السہام النسبہ مانا جاتے، دوسرے یہ کہ اُس کا کوئی حق خاص نہیں مال ضائع  
بلا مستحق ہے اور ایسے مال کا ٹھکانا بیت المال گردہ اب فاسد و نامنظم ہے لہذا بیجا مصارف  
میں صرف ہونے سے یہی بہتر ہے کہ زوجین کو دے دیا جائے کہ میت سے یہ نسبت نوے بیگانوں کے  
اقرب ہیں، اول کی علت حول پر قیاس ہے کہ جب وقت تنگی انھیں اُن کے حق سے کم ملتا ہے تو  
وقت بیشی انھیں بھی اور ذوی الفروض کی طرح زائد ملنا چاہئے کہ الغنم بالغنم نقصان اٹھائیں تو نفع بھی  
پائیں، اور دوم کی علت فساد بیت المال ہے، یہ دونوں علتیں باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع محال  
ہے، پہلی کا مقتضی اُن کا استحقاق ہے اور دوسری کا مقتضی عدم استحقاق کہ اصل موضع بیت المال  
مانا اور اس کے فساد کے سبب ایک طرف پھر اور بیت المال اُسی مال کا محل ہے جس کا کوئی خاص  
مستحق نہ ہو تو ان دونوں کو جمع کرنا جتنے ہیں الضدین ہے، ہمارے علمائے کرام نے کہ امیر المؤمنین ذی النورین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اُس روایت کو ثابت نہ مانا یا قول عام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
کو اس پر مرجع جانا اور قیاس علی العول کو بے محل بتایا رد علی الزوجین نہ مانا انھیں ان کا مستحق نہ جانا  
بیت المال تک جمیع مراتب کو اس پر مرجع رکھا ہاں جب بیت المال میں فساد آیا بضرورت اخیر درجہ  
انھیں اور ایک درجہ بنت معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضائی کو دلایا اگر ہمارے علماء روایت  
مذکورہ کو امیر المؤمنین سے ثابت مان کر اس مسئلہ میں برخلافت عامہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن کی  
تعلیہ فرماتے یہ قیاس علی العول کو صحیح مانوڈ ٹھہراتے تو فساد بیت المال سے ہرگز تعلیل نہ کرتے  
تہ ذوالارحام سے دے کر موصی لہ بالزائد تک تمام مراتب نازلہ عن الرد کو اس پر تقدیم دیتے کہ اب وہ  
وہ بالاستقلال مثل فرض باقی کے بھی مستحق ٹھہرستے تو مثل فرض اس حق میں بھی تمام نازلات عن الرد

پر مقدم رہتے،

وهذا حكمة واضحة جدا عند من  
الم بالغة السامانظر بالانصاف ماقدما  
او النقص السمع وهو شهيد۔  
یہ سب کچھ اُس شخص کے نزدیک خوب واضح ہے  
جس کو فقہ سے کچھ تعلق ہے اور وہ ماقبل میں  
مذکور ہمارے بیان کو انصاف کی نظر سے دیکھے  
یا کان لگائے اس حال میں کہ متوجہ ہو۔ (ت)

فائدہ ۲۴: اقول در مختار میں اول اپنے امہ کا مذہب بیان فرمایا کہ زوجین پر رو نہیں پھر  
یہ کہ امیر المؤمنین سے رد منقول ہوا، پھر یہ کہ امیر المؤمنین سے اس کے ثبوت میں کلام سہتہ، پھر  
یہ کہ فساد بیت المال کے باعث ہمارے زمانہ میں ان پر رد کر دیئے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے  
علماء رد علی ذوی الفروض النسبیه کے درجہ میں اور ان کے ساتھ رد علی الزوجین کے ہرگز قائل نہیں  
کہ وہ درجہ استحقاق کا ہے اور یہ درجہ اس مال کا ہے کہ ضائع و بلاستی ہو کما علمت ماقدما  
(جیسا کہ توجان چکا ہے اس بیان سے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے۔ ت) مستحق و نامستحق کو ایک  
درجہ میں ٹھہرا دینا کیسا باطل فاحش ہے نیز عبارت در مختار سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء  
رد علی الزوجین کو سب میں اخیر مرتبے یعنی بیت المال منظم سے بھی پیچھے رکھتے ہیں کہ بحال فساد نہیں  
دیتے ہیں ردشن ہوا کہ فساد نہ ہو تو انہیں نہ دیا جائے گا بلکہ بیت المال ہی میں رکھا جائے گا عبارت  
در مختار میں یہ دو قاعدیں نہ ہوتیں جب بھی ہمارے علماء کا اجماع ہے کہ القرآن فی الذکر  
لا یستلزم القرآن فی المحکم (ذکر میں اقرآن کو حکم میں اقرآن لازم نہیں۔ ت) تمام کتب  
میں اسے تعلیلات فاسدہ سے ٹھہرایا ہے کہ ان دو کتب براہین کے ہوتے ہوئے یہاں ذکر  
کرنے سے یہ گمان فاسد لجانا کہ علماء رد علی الزوجین کو رد علی ذوی الفروض النسبیه ہی کے وجہ  
میں اور اسی کے ساتھ مانتے ہیں ورنہ یہاں بیان نہ آتا یہ اولا سخت جہل شدید ہے کہ ادنیٰ  
طی بعلم سے بھی بعید ہے۔ ثانیاً اب معنی عبارت در مختار یہ ہوں گے کہ از انجا کہ بیت المال فاسد  
ہو گیا لہذا علماء نے رد علی الزوجین اصل مرتبہ رد میں رکھ دیا اور ذوی الارحام و من تھم  
سب پر مقدم کر دیا یعنی فاسد ہو گا بیت المال اور ہمارے جائیگے ذوی الارحام و مولی الخالۃ  
و مقرۃ و موصی لہ بالبیع سب کے سب گناہ ہو گا ایک سے اور پکڑے جائیں گے پانچ، یہ کون سی  
شرعیہ ہے، بفضلہ تعالیٰ در مختار تو ایسے جنوں سے منزہ ہے زیادہ کیا گزارش ہو۔  
فائدہ ۲۵: اقول بفضلہ تعالیٰ یہ مسئلہ ہم نے ایسے طور سے بیان کیا جس میں کسی

عاقلاً کہ اصلاً جائز ہے۔ ایسے وہ اصل قائل کا کہ بعد زیادہ تر تصریح کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر اب بھی پوس باقی ہو تو حاشیہ در مختار میں سید علامہ کا قول ادنیٰ ذی فہم کو کافی و داتی۔ فرماتے ہیں:

ذخیرہ میں ہے زوجین کے فرضی حصوں سے بچ جانے والا مالی بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا بلکہ زوجین کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ نسبت غیر کے سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ یہی حکم رضاعی بیٹے اور رضاعی بیٹی کا ہے انتہی روح الشرح۔ مولیٰ علم زادہ کے حاشیہ میں غائر سے منقول ہے، امام عبد الواحد شہید نے اپنے فرائض میں ذکر کیا کہ خاوند اور بیوی کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان ہی کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ نسبت غیر کے، لہذا ان کو دینا غیر کریمہ سے اولیٰ ہے انتہی۔ امام عبد الواحد کا قول مثل ذخیرہ کے قول کے کہ بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا اس بات کی دلیل ہے کہ زوجین کو دینا مستحب ہے۔ ایسا نہیں کہ انھیں دینے یا بیت المال میں رکھنے کا اختیار ہے جیسا کہ عبارت کے آخر سے دہم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مراد یہ ہوتی ہے کہ زوجین پڑوسیوں کی نسبت اولیٰ ہیں کیونکہ ان میں زوجیت کا تعلق جاری ہوتا ہے۔

الذخيرة ان الفاضل من سهام الزوجين لا يوضع في بيت المال بل يدفع اليهما لانهما اقرب الى الميت من جهة السبب من غيرهما وكذا الابن والبنت من الرضايع انتهى روح الشرح وفي حاشية المولى عجم مرادة عن الحاشية ذكر الامام عبد الواحد الشهيد في فرائضه ان الفاضل من سهام الزوج والزوج لا يوضع في بيت المال بل يدفع اليهما لانهما اقرب الناس الى الميت من جهة السبب فكان الدافع اليهما اول من غيرهما انتهى وقوله لا يوضع في بيت المال كقول الذخيرة السابق يدل على ان الدفع اليهما متعين لان الدافع مخير بين الدفع اليهما والى بيت المال كما توهمه آخر العبارة بل بما يكون المراد انهما اول من نحو الجيران لما جرت بينهما من الزوجية له (ملخصاً)

زوجین کو دینا اور ان کو دینے سے اولیٰ بتانے سے جو یہ احتمال پیدا ہوا کہ اگر زوجین کو نہ دیں اور بیت المال فاسد میں دے دیں جب بھی جائز ہو اگرچہ خلاف اولیٰ ہو کہ ان کو دینا صرف اولیٰ ہی تھا اس کے رفع کو اسی عبارت امام عبد الواحد شہید کا سبق اور نص ذخیرہ پیش کیا کہ نہیں بلکہ انھیں کو دیا جائے بیت المال فاسد میں رکھنے کی اجازت نہیں اب اولویت کے لئے مفضل علیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی تو ہمسائے بتائے اولا اگر زوجین پر رد مرتبہ رد میں ہوتا تو خاص مراتب مستحقین میں چار موجود تھے خصوصاً ذوی الارحام، تو انھیں سے اولویت کیوں نہ بتائی جبائی خارج المراتب سے ہمسایوں کو لانے کے لئے کیا معنی تھے۔ ثانیاً زوجین کے ہوتے ہوئے ہمسایوں کو دینے کا اگر جواز نہ ہوتا تو تفضیل اولویت کو بیت المال سے پھر کر ہمسایوں پر رکھنا ہوتا کہ یہاں بھی وہی ایہام رہا تو واجب کہ زوجین کے ہوتے جائز ہو کہ ان پر رد نہ کریں اور ہمسایوں کو دے دیا اگرچہ زوجین پر رد اولیٰ ہے اور ہر جہہ معلوم کہ ہمسائے میراث میں مستحق نہیں تو اگر زوجین مستحق رد ہوتے جبران کو دینا حلال نہ ہوتا لیکن حلال ہے تو زوجین مستحق رد نہیں اور موصیٰ لہ قطعاً مستحق ہے اور مستحق کی ناستحق پر تقدیم بدیہی۔

فائدہ ۲۶۵: اس سے بھی سیری نہ ہو تو مستحق پھر معراج الدرایہ پھر علامہ مرشامی کا ارشاد:

الفتویٰ اليوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمة لا یصرفونه الی مصروفہ  
آج کے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا کیونکہ بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے مستحق معدوم ہے اس لئے کہ ظالم حکمران بیت المال کو اس کے مصروف پر خرچ نہیں کرتے۔ (ت)

صریح جزیرہ ہے زوجین پر رد اس وقت بتاتے ہیں جب کوئی مستحق نہ ہو اور شک نہیں کہ موصیٰ لہ بالائتد مستحقین سے ہے اگر اس میں بھی شک ہو تو یہی علامہ مرشامی موصیٰ لہ بالائتد کی نسبت فرماتے ہیں:

امث المراد انہ یاخذ الزائد بطریق مراد یہ ہے کہ وہ بطور استحقاق زائد مال

لہ رد المحتار کتاب الفرائض باب العول وارایا التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

## الاستحقاق لہ

کو لے گا۔ (ت)

توصاف روشن ہوا کہ موصیٰ لہ بالزمانہ کے ہوتے رد علی الزوجین نہ ہوگا۔ فتویٰ ہم نے کہ یہ عبارت در مختار ہے

ثم مولى الموالاة وله الباقي بعد فرضه مولى الزوجین لہ  
 مولى الموالاة اور وہ زوجین کے فرضی حصے سے  
 ایک جانے والا مال لے گا۔ (ت)

اور یہ عبارت شامی پیش کیس کہ زوجی الارحام کو فرمایا:  
 ياخذون كل المال او ما بقى عن احد  
 وہ کل مال لیں گے یا زوجین کے فرضی حصوں سے  
 ایک جانے والا مال لیں گے کیونکہ ان پر رد نہیں  
 ہوتا۔ (ت)

مولى الموالاة کو فرمایا،

ان وجد احد الزوجين فله الباقي عن  
 فرضه  
 مقررہ کو فرمایا،

اذا كان احد الزوجين فيعطى ما فضل  
 بعد فرضه  
 اگر زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہے تو اس کے  
 فرضی حصہ سے کہ جو بچ گیا وہ مقررہ کو دیا جائیگا۔  
 یہ الہیہ کافی نہ تھیں اور مخالف کو ان پر صریح گنجائش تھی کہ یہ قول اتنے متقدمین پر ہے جو زوجین  
 پر رد نہیں ملتے الا ترى ان قوله لعدم الرد عليهما (کیا تو اس کے قول کو نہیں دیکھتا کہ زوجین  
 پر رد نہیں۔ (ت)

اسی طرح مقررہ کی نسبت یہ ارشاد علامہ شامی پیش کیا،

۴۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العول	کتاب الفرائض	رد المحتار
۳۵۳/۲	مطبع مجتبائی دہلی		"	رد المحتار
۴۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت		"	رد المحتار
"	"	"	"	"
"	"	"	"	"

یكون هذا الاقرار وصية معنی ہے یہ اقرار معنی کے اعتبار سے وصیت ہوگا۔ (ت)  
 اور اس سے استنباط کیا کہ وصیت بالزائد رد علی الزوجین پر مقدم ہے اس کا بھی ادلاؤ ہی  
 جواب تھا، و اقول ثانیاً یہ اقرار اگرچہ قضاء معنی وصیت میں ہوا اس لئے کہ اس کا نسب  
 ثابت نہ ہو اور نہ درجہ نسب میں جا کر مزاحم وراثہ ہوتا کافی الدار المختار (جیسا کہ درمختار میں  
 ہے۔ ت) مگر وصیت اجنبی محض سے ضرور اقویٰ ہے کہ دیانۃ احتمال صدق مقرر رکھتا ہے و لہذا  
 اسے ایک نوع قرابت گنتے ہیں۔ سید علی السراجیہ و مجمع الانہر و درمختار و فتح المعین وغیرہ میں ہے:  
 وانما اخره ذلك عن المقول له بناء على  
 ان له نوع قرابت بخلاف الموصى له  
 تہائی سے زائد مال کے موصیٰ کو مقرر سے موثر  
 اس لئے کیا کہ مقرر کو ایک قسم کی قرابت  
 حاصل ہے بخلاف موصیٰ لا کے۔ (ت)

و جرم وہ باجماع حنفیہ موصیٰ لا بالزائد سے اقویٰ اور اس پر مزع و بالا ہے تو رد علی الزوجین  
 پر اس کی تقدم تقديم وصیت بالزائد کو مستلزم نہیں لیکن کلام مذکور مستصنف کسی طرح اُس تاویل کو  
 قبول نہیں کرتا کہ یہ مذہب معتقدین کے موافق ہے یہاں تو خاص مسلک متاخرین ہی بیان فرمایا ہے  
 ہیں تو قطعاً واضح ہوا کہ متاخرین اگر رد علی الزوجین کے قائل ہوتے مگر جبکہ موصیٰ لا بالزائد بھی نہ ہو و نہ  
 دوم رد علی الزوجین پر حنفیہ کرام کا اجماع ہے اسانید پیش کر دیتے فتویٰ ۴ میں صرف ایک ہی سند  
 مستصنف مصنف دستخط ہے۔

فائدہ ۲۷: اقول اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو حاشیہ درمختار میں علامہ سید طحاوی کا  
 اشاد لیجے، عبارت مذکورہ درمختار یہ رد علیہم اجماعاً عا لفساد بیت المال (بیت المال کے  
 فاسد ہونے کی وجہ سے بالاجماع ان پر رد کیا جائے گا۔ ت) پر فرماتے ہیں:

محل هذا التعليل القول بالمس د على  
 الزوجين و بنات المعتق و ارحامه فانه  
 اذ السم يكن مت مراتب المستحقين  
 اس تعلیل کا محل زوجین، معتق کی بیٹیوں اور اس کے  
 ذوی الارحام پر رد کا قول ہے کیونکہ جب مستحقین کے  
 مراتب میں سے کوئی نہیں رہا سوائے بیت المال



الابیت المال فان هو لا یقدر صحت کے قویہ مذکورہ لوگ بیت المال پر مقدم  
علیہ لهذه العلة۔  
ہوں گے۔ (ت)

کیسی صریح تصریح ہے کہ اصحاب فرائض بلکہ تجیز و تکفین سے بیت المال تک جتنے مراتب بیان  
کئے گئے ان میں سے بیت المال کے سوا کوئی مرتبہ موجود نہ ہو تو اس وقت متاخرین کے نزدیک زوجین  
پر زور کرتے ہیں موصیٰ لہ بالزائد کا بھی ان مراتب میں ہونا ایسی بات نہیں جس میں کوئی آنکھوں والا شبہ  
کر سکے، تو صاف روشن ہوا کہ موصیٰ لہ بالزائد بھی اگر نہ ہو گا تو سب سے اخیر درجے (زوجین پر زور کرنے)  
اب اتنا باقی رہ گیا کہ کتاب میں صاف نام لے کر لکھا ہوتا کہ شاہ محمد کی وصیت زائدہ عالم خاتون پر  
زود سے مقدم ہے ایسا جزیرہ البتہ نہیں مل سکتا فسأل الله السلامة (ہم اللہ تعالیٰ سے  
سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

## تفریعات

(۱ تا ۷) فتویٰ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷ کا موصیٰ لہ بالزائد کے جوتے زود پر زور کرنا اجماع جمیع  
ائمہ کا خفق اور محض ایجاد بندہ ہے ما انزل الله بهما صحت سلطان (اللہ تعالیٰ نے اس پر  
کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ت) اتنے امر میں یہ چاروں فتوے مشترک ہیں۔

(۸ تا ۱۷) موصیٰ لہ بالزائد کا مرتبہ ہر خیر وارث سے مقدم ہے اور زوجین ماورائے ربیع و  
نصف میں وارث نہیں کما فی الفائدة الرابعة عشر (جیسا کہ چودھویں فائدہ میں ہے۔ ت) ان  
چاروں نے عکس کیا۔

(۱۸ تا ۲۲) چاروں نے تصریحات کتب معتدہ کا صریح خلاف کیا کما فی الفوائد الثلاثة  
الاخيرة (جیسا کہ آخری تین فائدہ میں ہے۔ ت)

(۲۳ تا ۲۶) چاروں نے رد علی الزوجین کو سب وارثوں سے مؤخر اور موصیٰ لہ بالزائد پر مقدم  
کیا کما فی الفائدة السابعة عشر (جیسا کہ سترھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یہ ترتیب فوساختر  
متقدمین متاخرین تمام عالم میں کسی کے مسلک پر منطبق نہیں۔

(۸۹ تا ۸۷) فتویٰ ۱ نے اسی ترتیب ایجاد کی کا حوالہ در مختار اور رد المحتار اور وغیرہ پر رکھا ، عبارات فائدہ ۱۷ میں گزری اور توضیح مراد عنقریب آتی ہے یہ ان فتویوں پر اقرار ہے اس ترتیب کا نشانہ نہ در مختار میں ہے نہ رد المحتار میں نہ وغیرہ میں ۔

(۹۰ تا ۹۲) فتویٰ ۱ کا قول مذکور بعد اسے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ در مختار و رد المحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے ۔ اقول حصہ وصیت سے مراد وصیت بالثلث یا بثلث یا بثلث مال تک اول عین مراد اور خود اپنے فتویٰ کا راد ہے واقعی ثلث یا نصف یا اس سے بھی زائد جتنی وصیت موصیٰ لڑکی ہے وہ ثلث تک ترجیحا نافذ ہوگی پھر زوجہ اپنا فرض پائے گی پھر باقی وصیت تمام و کمال نافذ کریں گے اس کے بعد بھی اگر کچھ بچے اور کوئی مستحق نہ ہو تو یہ باقی ماندہ زوجہ پر زود کریں گے یہاں کہ شاہ محمد کے لئے وصیت قدر ثلث سے بہت زائد تھی صرف مقدار ثلث پر محدود کر کے دو تہائی زوجہ کو دلا دینا باطل محض ہوا اور بر تقدیر ثانی اگر مراد وہ صورت ہے کہ وصیت ہی ثلث سے زائد نہ ہو جب بھی صحیح اور خود اپنے فتویٰ کا مدیج ہے واقعی تہائی سے زیادہ وصیت ہی نہ کی ہو تو جتنی وصیت ہے موصیٰ لڑکی کو پھر احوال زوجین کا حصہ مقررہ اس کو دے کر باقی کا سب کوئی مستحق نہیں احوال زوجین پر زود کر دینے لگے مگر یہاں تو وصیت ثلث سے زائد ہی وہ زوجہ پر کیونکر زود ہوتی ، اور اگر مراد عام ہے کہ اگرچہ وصیت ثلث سے زائد یا جمیع مال کی ہو صرف ثلث وصیت دیں گے باقی سب زوجہ کو پہنچائیں گے بایں فرضا و باقی رد اور بے شک یہی مراد مفتی ہے تو یہ قطعاً باطل محض اور در مختار و رد المحتار اور وغیرہ تینوں پر اقرار ہے کسی کتاب معتد میں ہرگز صاف نہیں لکھا کہ وصیت زائد علی الثلث اور زوجہ ہو تو وصیت صرف ثلث تک نافذ کر کے باقی سب زوجہ کو دیں گے ۔

(۹۳ تا ۱۰۱) فتویٰ ۳ و فتویٰ ۶ و فتویٰ ۸ ہر ایک نے تین جہاتیں نقل کیں جو صریح اسس کا رد تھیں اور نادالستہ انھیں اپنی سند بتایا حکما فی الفائدۃ الثانیۃ عشر (جیسا کہ بارہویں فائدہ میں ہے ۔ ت)

(۱۰۲ ، ۱۰۳) فتویٰ ۶ و ۷ نے رد علی الاولین کو مرتبہ رد میں مان کر رد کی چار صورت جمع علیہا سے جن میں خلافت کی بڑا صلہ کسی کتاب متقدم یا متاخر میں نہیں دو صورتیں صاف کر دیں کما فی الفائدۃ الخامسة عشر (جیسا کہ پندرہویں فائدہ میں ہے ۔ ت) فتویٰ ۸ میں تو اس کی تصریح ہے اور فتویٰ ۶ نے قیاس علی الحول پر بڑا زور دیا ، اور اس سے مرتبہ رد میں رکھنا صاف لازم

کما فی الفائدة الثالثة والعشرين (جیسا کہ تفسیریں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۰۴، ۱۰۵) فتویٰ ۶، ۸ پر لازم کہ زوج و زوجہ کے ساتھ تمام ذوی الارحام کو ہمیشہ محروم کریں اور یہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے کما فی الفائدة السادسة عشر (جیسا کہ سولہویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۰۶، ۱۰۷) بایںہ فتویٰ ۶، ۸ کا ماننا کہ متوفی کے اقارب سے کوئی بھی موجود ہو تو زوجین پر رد زکریٰ گے صریح متاخص ہے کما فی الفائدة السابعة عشر (جیسا کہ سترہویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۰۸) فتویٰ ۶ کا برخلاف مذہب و برخلاف عامہ صحابہ کرام روایت منسوبہ امیر المؤمنین فی النورین رضی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وسلم سے استناد مخدوش ہے کما فی الفائدة الحادية والعشرين (جیسا کہ اکیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۰۹، ۱۱۰) فتویٰ ۶ کا برخلاف مذہب قیاس علی العول پر اعتقاد محض مردود ائمہ مذہب کے روشن جوابوں سے آنکھیں بند کر کے خود حکم مذہب کو بے وجہ اور اس پر عمل کو روایت و روایت دونوں کے برخلاف کہنا سخت و دریدہ ذہنی و جسارت مطرودہ۔ کما فی الفائدة الثانية والعشرين (جیسا کہ بائیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۱) فتویٰ ۶ کا قول کہ اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ احد الزوجین کو دینے لگے یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتراء کی حد کو پہنچتا ہے امیر المؤمنین سے اس قید کے ساتھ ہرگز یہ کہیں منقول نہیں۔ کما فی الفائدة الحادية والعشرين (جیسا کہ اکیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۲) فتویٰ ۸ کا قول کہ در مختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی الفروض النبیہ کی دلیل میں بھی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے محض افہمی ہے۔ کما فی الفائدة التاسعة عشر (جیسا کہ انیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۳) فتویٰ ۸ کا زعم مذکور کہ ذوالفروض النبیہ پر رد کی علت ہمارے مذہب میں بھی فساد بیت المال ہے محض باطل و خیال محال ہے کما فی الفائدة العشرين والثالثة والعشرين (جیسا کہ بیسویں اور تیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۴، ۱۱۵) فتویٰ ۸ کا قول کہ در مختار کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین ردوہی کے

درج میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں جیل لعید بھی ہے اور ظلم شدید بھی۔ کما فی الفاشدة السابعة والعشرين (جیسا کہ چوبیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۶) فتویٰ ۸ کا قول مجھے کسی ایسی روایت کا علم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ موصیٰ نہ بکلیع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین ہو گا ورنہ نہیں اور میرے خیال میں یہ کسی کا مذہب نہیں اپنی سخت نادانگی کا اظہار اور کمال نادانی کا اقرار ہے جو اس کے خیال میں کسی کا مذہب نہیں قطعاً وہی مسلک متاخرین ہے اور جو اس کے خیال میں مختار متاخرین ہے قطعاً کسی حنفی کا مسلک نہیں کما ظہر و زہر اظہر و ازہر صفت الشمس والقمر (جیسا کہ ظاہر و روشن ہوا اور سورج و چاند سے بڑھ کر ظاہر اور روشن ہوا ہے۔ ت۔)

(۱۱۷ تا ۱۲۱) فتویٰ ۴ نے جو پانچ عبارات در مختار و رد المحتار پیش کیں سب بے عمل و ناکافی تھیں کما فی الفاشدة السادسة والعشرون (جیسا کہ چوبیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۲۲) فتویٰ ۴ کی عبارت اخیرہ سے استنباط ہرگز صحیح نہیں کما فیہا۔

(۱۲۳) فتویٰ ۴ کا قول سیدنا امیر المومنین ذی النورین کی حدیث اور ان سے بیان و حسبہ رد علی الزوجین کا اگرچہ در مختار میں اس کا ما علیہ اور شامی میں جواب میں ہے تاہم قطع النظر ان دونوں امروں کے ہم کو بالراس والعین منظور ہے مگر رد علی الزوجین کا موقع ملو غلط کرنا اور موصیٰ نہ بکلیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل و نقل ہے جب اسے مذہب امیر المومنین مان لیا اور اسے اور عقل پر قیاس کو بالراس والعین منظور کر لیا تو اب رد علی الزوجین آپ ہی مرتبہ رو میں آ گیا اور اسے مان کر اسے موصیٰ نہ بالزائد سے مؤخر ٹھہرانا ہی خلاف عقل و نقل ہے کما فی الفاشدة الثالثة والعشرون (جیسا کہ تیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۲۴) فتویٰ ۴ کا قول ہمارے فقہانے رد علی الزوجین کی علت مراد یہ بیان فرمائی ہے لفساد بیت المال وہ قول اور قیاس عقل تسلیم کر کے اس کے جواب میں یہ تعلیل پیش کرنا غلط بحث و جمع بین العدین ہے کما فیہا۔

تنبیہ: اگرچہ فتویٰ ۴ نے بھی جا بجا موصیٰ نہ بکلیع المال سے بحث کی اور اسی کا نام لیا جس سے ظاہر کہ شاہ محمد کا موصیٰ نہ بکلیع ہونا اسے بھی مسلم حالانکہ اس کا ثبوت نہیں کما فقہاء (جیسے کہ پیچھے گزرا۔ ت) مگر اذ انجا کہ فتویٰ ۴ مقدمہ دائرہ کا بیان احکام نہیں

کہتا وہ صرف ایک بحث تقدیم و تاخیر رو علی الزوجین پر تقریر ہے جس پر شاہ محمد کے موصی لزوجین یا بالزائد و بنی النکل ہونے سے کچھ اثر نہیں پڑتا اور ممکن کہ وہ اس نے مشائخہ الغصوم لکھا ہو لہذا یہ اس کے اغلاط میں محدود نہ ہوا۔

الحمد للہ تحقیق اپنے ذرۃ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منہی کو۔ اب بتوفیقہ تعالیٰ جواب سہالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیان حکم پر قناعت اکثر حکم کی دلیل و سند افادات میں واضح ہو چکی، واللہ الحمد۔

### جواب استفتائے چیف کورٹ بہاولپور

( ا ) اجنبی کے نام وصیت ثلث متروکہ بعد اداء دین تک مطلقاً نافذ ہے اگرچہ در ث اجازت نہ دیں اور زائد علی الثلث میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں اگر وارث احد الزوجین کے سوا ہو اور اگر صرف احد الزوجین وارث ہو تو ثلث تک وصیت اجنبی تقدیماً نافذ ہوگی پھر باقی کا ربح یا نصف زوج یا زوجہ کو دے کر باقی میں بقیہ وصیت اجنبی نافذ کریں گے اگرچہ زوجہ یا زوجہ اجازت نہ دے، رہی وصیت وارث وہ بے اجازت ورثہ مطلقاً نافذ نہیں اور اگر تنہا وہی وارث ہو تو اس کے لئے وصیت صحیح ہے، پھر اگر اس کے ساتھ کسی اجنبی کے لئے وصیت بھی نہیں تو وارث اگر غیر زوجہ و زوجہ ہے تو کل مال بحکم میراث لے لے گا اسے وصیت کی حاجت نہیں، اور اگر زوجہ یا زوجہ ہے تو پچھلے اپنا فرض لے کر باقی میں اس کی وصیت عمل کرے گی اب بھی کچھ بچا تو اسی کو بحکم روٹے گا۔ اور اگر کسی اجنبی کے لئے بھی وصیت ہے تو اگر اس نے وصیت وارث کو قبول کر لیا حتیٰ تقدیم کہ وصیت اجنبی کو ملتا ساقط ہو گیا ورنہ اجنبی کی وصیت ثلث مالی تکب اول نافذ کر کے باقی سے وارث کو میراث دیں گے اگر وہ وارث غیر احد الزوجین ہے کل باقی ارثانے لے گا اور خود اس کے لئے جو وصیت تھی نفاذ کا عمل نہ پائے گی اور اگر احد الزوجین ہے تو اس باقی سے اس کا فرض ربح یا نصف دے کر اس کے بعد جو بچے اس میں اس کی وصیت اور اگر اجنبی کی وصیت ہنوز ناتمام رہی تھی تو اس کے ساتھ بھی دونوں حسب حصص نافذ ہوں گی ان سے کچھ نہ بچپا تو ظاہر ورنہ جو باقی رہا احد الزوجین کو بحکم رو دے دیں گے۔

( ب ) اس کا جواب سوال اول میں آگیا۔

( ج ) اس کے بھی فقرہ اول کا جواب ہو گیا اور دوم کا جواب کہ بعد اداء دین جس قدر

بھی باقی بچے خواہ اس کی وصیت اجنبی کسے کی یاد کی اس سب کا ثلث نفاذ وصیت اجنبی میں لحاظ کیا جائے گا وصیت نافذ انہیں اشیاء میں ہوگی جن کی وصیت اس کسے کی ہے ان کے ماوراء اور کسی شئی سے کچھ نہ پاسے گا ہاں وصیت صحت شدہ مثل ربح مالی وغیرہ کی ہے تو جلد مترکہ بعد اوائے دین میں بقدر وصیت حصہ دار ہوگا۔

(۵) وصیت اجنبی بآزاد علی الثلث رد علی الزوجین پر شرعاً باجماع ائمہ حنفیہ مقدم ہے اقوال اقباس شدہ میں جو غلط و زلل ہیں اوپر واضح ہو چکے۔

(۶) اس کا مفصل جواب شافعی و حنفی افتادہ ثانیہ عشرہ میں مکررا اور تصریح صریح سے ثابت کر دیا کہ متاخرین کے نزدیک بھی رد علی الزوجین کام تبرہ وصیت زائدہ سے دو درجہ مؤخر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

## جواب استفتائے جمعی حنفیہ

(۱) ہاں یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جواز وصیت پر کوئی اثر خلاف نہیں پڑتا۔  
(۲) اگر ثابت ہو کہ مدعیہ بعد وفات شہرہ وصیت شاہ محمد کو قبول کر چکی تھی جیسا کہ شاہ محمد کا دعویٰ ہے تو اب اعتراض مدعیہ محض ناسموع اور شاہ محمد کے لئے وصیت اپنی اخیر حد تک جائز و نافذ ورنہ اعتراض کا اتنا اثر ہوگا کہ ثلث کل مال بعہہ اولاد الدین کی حد تک صرف مکانات و اثاث البیت میں وصیت شاہ محمد نافذ کر کے باقی کل مال مکای و اسباب وغیرہ سب کا ربح زوجہ کو دیں گے پھر صرف باقی مکانات و اثاث البیت شاہ محمد کو بحکم وصیت ملیں گے باقی جو کچھ بچا سب زوجہ کا ہوگا وصیت خواہ رد آ۔

(۳) اُن زیوروں سے مدعا علیہ کو کسی حال کوئی ذرہ نہیں مل سکتا وہ تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں انہیں چھوڑ کر باقی تمام مال کے لحاظ سے جواب نمبر ۲ کا حکم جاری کرینگے مگر مکانات و اثاث البیت کے سوا کوئی اور زیور مترکہ بھی شاہ محمد کے پاس ہے جیسا کہ دعویٰ زوجہ ہے تو اس میں سے شاہ محمد کو حصہ نہ دینگے اس کا حصہ صرف مکانات و اثاث البیت میں ہوگا۔

(۴) اخراجات تجیز و تکفیی کا بار ترک خواہ عالم خاتون کے حصے پر ہونے کا یہاں کچھ ثبوت نہیں بلکہ صورت روداد سے ظاہر کہ وہ صرف ایک تبرع تھا کہ شاہ محمد نے اپنے عیس کے ساتھ اسکی درخواست پر کیا۔

(۵) ہاں وہ وصیت شرعاً جائز و موثر ہے اور اسے ایک حصہ مکان حکم جواب نمبر دوم وراثۃً ملنا اس کے نفاذ کا کچھ مانع نہیں۔ پس اگر مدعیہ اعتراض سے پہلے وصیت مدعا علیہ کو قبول کر چکی تھی تو جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور دو ثلث مکانات میں حق آسائش عالم خاتون کو تا وقتیکہ وہ نکاح ثانی نہ کرے اور اگر مدعیہ نے اس کی وصیت کو نہ مانا تھا تو ثلث کل مال کے حد تک مکانات اثاث البیت کا حصہ شاہ محمد کو ایک رابع عالم خاتون کو ملے گا ان دونوں حصص کے بعد جو حصہ مکانات بچا اس میں وقت مذکور تک عالم خاتون کو حق سکونت حکم وصیت ہوگا۔

(۶) ہاں ظروف میں بھی وصیت استعمال زوجہ کے لئے جائز ہوتی اگرچہ بروئے جواب نمبر ۲ کچھ حصہ ظروف کی وہ مالک مستقل ہو جائے اور حق متوفی میں رہنے کی شرط اس وصیت میں نہ تھی یہ وصیت تاجیت زوجہ نافذ رہے گی اگرچہ وہ نکاح ثانی کرے اور اس کا نفاذ اسی طور پر ہوگا کہ بحال قبول وصیت دو ثلث کل ظروف ورنہ بعد اخراج وصیت تاحہ ثلث مال و اخراج حصہ رابع باقی میں نافذ ہوگی اور بہر حال خاص موقع مغل امامین شہیدین کہ جس قدر ظروف کہ شاہ محمد کو ضرورت ہو اُسے اس وقت خاص میں اس وصیت زوجہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۷) جو حصہ جس مال میں جس کا ہے اس کے عین سے اس کو دیا جائے گا قیمت لینا دینا صرف رضامندی ہر دو فریق پر منحصر ہے اس میں حاکم کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## حکم اخیر

(۱) سماعت سے کہ وہ زیور تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں شاہ محمد خاں کا اس میں کچھ حق نہیں اور از آنجا کہ وہ اُن میں ملک عالم خاتون تسلیم کر کے عالم خاتون کو تسلیم کر چکا اب وہ نفاذ وصیت شاہ محمد خاں کے لئے ثلث مال میں محسوب بھی نہ ہوں گے۔

(۲) وہی زیور حسب اقرار زوجہ ہر زوجہ میں ہیں اس سے زاد کسی تفتیش کی حاکم کو حاجت نہ بلا دعویٰ قضا کی اجازت۔

(۳) خرچ تجیز و تکفین شاہ محمد خاں نے تبرعاً کیا لہذا ترکہ اس بار سے بھی بری جواب نہ رہی مگر عالم خاتون کے میراث اور مکانات اثاث البیت میں مدعیہ مدعا علیہ دونوں کی وصیت مدعیہ کا دعویٰ کہ شاہ محمد کے پاس ترکہ کے اور زیور بھی ہیں شاہ محمد کا دعویٰ کہ مدعیہ بعد وفات شوہر اس کی وصیت کو قبول کر چکی ہے، اب چار صورتیں ہیں،

اول : دونوں دعویٰ ثابت ہوں مثلاً شاہ محمد نے اور زیورہ کی کا اقرار کر لیا یا عالم خاتون نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا شاہ محمد پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گیا یونہی عالم خاتون نے قبول وصیت بعد وفات شوہر کا اقرار کر لیا یا شاہ محمد نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا عالم خاتون پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گئی۔

دوم : دونوں بے ثبوت رہیں۔

مسلوم : عالم خاتون کا دعویٰ ثابت ہو اور شاہ محمد خاں کا پایہ ثبوت کو نہ پہنچے۔  
چہا رم : اس کا عکس۔

صورتِ اولیٰ میں جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور ان کے وٹلٹ سے انتفاع کا حق عالم خاتون کو ہے مکانات سے تانکاح ثانی اور اثاث البیت سے مطلقاً اگر حصہ نکاح ثانی کر لے صرف ظہر و بعد ضرورت محفل امانین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُس وقت خاص میں مستثنیٰ ہیں بہر حال اثاث البیت سے کوئی چیز مطلقاً جب تک عالم خاتون زندہ ہے اور وٹلٹ مکانات سے جب تک وہ نکاح نہیں کرتی شاہ محمد خاں بیع نہیں سکتا۔ رباؤہ دوسرا زیورہ کہ شاہ محمد کے پاس اس کی تنہا مالک عالم خاتون ہے ربيع فرضاً باقی رد۔

صورتِ ثانیہ میں مکانات و اثاث البیت کا ایک سہس عالم خاتون کا اور پانچ سہس شاہ محمد خاں کے ہیں اور نصف مکانات و اثاث البیت سے حسب تفصیل مذکور صورت اولیٰ عالم خاتون کو حق انتفاع ہے اور اُسی تفصیل سے اس نصف کے بیع کا شاہ محمد خاں کو اختیار نہیں۔

صورتِ ثالثہ میں مکانات و اثاث البیت اور وہ زیورہ دوم سب کی قیمت لگا کر اُس کے ٹلٹ کے حد تک شاہ محمد کو مکانات و اثاث البیت سے دیا جائے باقی مکانات و اثاث البیت اور کل زیورہ دوم ان سب کا ربيع عالم خاتون وراثۃً پائے اس کے بعد مکانات و اثاث البیت میں حصہ ربا اس کے رقبہ کا مالک شاہ محمد خاں اور بتفصیل سابق اس کی منفعت کی مالک عالم خاتون اور تین ربيع باقی ماندہ زیورہ دوم عالم خاتون کو حکم رد۔

صورتِ رابعہ کا حکم مثل صورت اولیٰ ہے سوائے حکم زیورہ دوم کہ وہ اس صورت میں موجود نہیں۔

تنبیہ : ظاہر مراد یہ کہ متوفی کے ذمہ اور کوئی دین نہیں اس بنا پر یہ تمام تفصیل ہیں اور اگر اور بھی دین ہو تو اب یہ تحقیق بھی لازم ہوگی کہ وہ پہلے زیورہ کے سماعِ عین کا بتایا گیا عالم خاتون کے



مقدار حصہ سے زائد ہے یا نہیں اس قدر پر تقسیم میں بہت تبدیلی راہ پائے گا اگر یہ صورت ظاہر ہو تو اس دین کی تعداد اور ہر شے کی مقدار اس کے متعلق تمام امور کی تحقیق کے بعد صورت موجودہ بتا کر سوال کرنا چاہئے۔

وہ اللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم و صلوات اللہ  
تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و  
آلہ وصحبہ اجمعین و بارک وسلم  
امین و الحمد للہ رب العالمین۔  
توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ  
تعالیٰ ہمارے سردار و مالک محمد مصطفیٰ اور آپ  
کے تمام آل و اصحاب پر درود، سلام اور  
برکت نازل فرمائے، آمین۔ اور تمام تعمیری نفیس  
اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار  
ہے۔ (د ت)

مسئلہ ۱۵۱ از شہر علیگڑھ محلہ دار دروازہ مسئلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارس

۴ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

ہندہ کے زمانہ بپا بپائی میں نہ اور کوئی رشتہ دار نہ تھا جو سوائے زید کے وارث ہو ہندہ  
کے پاس ذاتی اس کا اسباب ہندہ بیس روپیہ کا تھا اور دو تین سو روپیہ کا اسباب زید کا دیا ہوا ہے  
جو زید کے پاس ہے زید سے ہندہ نے اپنے مال کی بابت پوچھ کر زید نے ہندہ سے کہا کہ تم منت  
مانو کہ اچھے ہونے پر میں کنواں بنوادوں گی اگر تم مرجاؤ گی تو میں کنواں اور مرمت مسجد کرادوں گا تمھارے  
مال میں سے ایک جتہ نہ لوں گا میں جو دے چکا وہ تمھارا ہے میں وہ ان شاء اللہ خیرات کر دوں گا  
بلکہ اپنے پاس سے اور جو مجھ کو میسر ہو گا لگا دوں گا، ہندہ نے اور شخصوں سے کہا کاش میں مرجاؤں  
تو میرا کل مال بیچ کر مسجد یا کنواں بنا دینا کہ مجھ کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے، زید سے اس وجہ سے نہ کہا  
کہ زید خود کہا کرتا تھا کہ میں تمھارا مال خیرات کر دوں گا، پس اس صورت میں زید وہ مال بیچ کر  
کنواں اور یا مرمت مسجد کر سکتا ہے یا نہیں کیونکہ سوائے زید کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے  
کنواں بنوادینے کا زیادہ ثواب ہے یا مرمت مسجد کا؟ مردہ کو کس سے زیادہ ثواب ملے گا؟ اور  
کس سے اُسے زیادہ نفع ہوگا؟ کیا حکم شریعت ہے؟

الجواب

جو مال ہندہ کا تھا وہ تو تمھاری جو زید نے بنا کر دیا اس کی بھی ہندہ مالک ہو گئی، بعد  
وفات ہندہ اس کے نصف کا زید وراثت مالک ہوا اگر اس کی وصیت کو قائم رکھتا ہے اور یہی

اُسے چاہئے کہ وہ وعدہ کر چکا ہے وعدہ خلافی نہ چاہئے جب تو وہ کل مال حسب وصیت صرف کر دے ورنہ نصف صرف کرنا ضرور ہوگا مسجد کی اصل عمارت اگر اپنی بقا کے لئے محتاج مرمت ہے تو وہ ہی کنویں سے افضل ہے اور اگر مرمت گچکاری اور سفیدی سے مراد ہے تو کنواں اس سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ از کاٹھیاواڑ دھرم راجی محلہ سپاہی گران مرسلہ حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

یہ وصیت نامہ قابل عمل ہے یا نہیں؟ اگر قابل عمل نہیں ہے تو یہ لوگ جن کو فیصلہ کرنے کے واسطے کر گیا ہے کیا کرنا چاہئے اگر اس وصیت نامہ پر عمل نہ کرادیں تو مقدمہ کورٹ کو جائیگا اگر حقدار کی پیشی پر باجم راضی ہو جائیں تو عمل کرایا جائے موصی کو مرہ ہوئے چھ سات برس کا عرصہ ہو گیا اس درمیان میں غور و فوش اور ایک لڑکی کی شادی اسی مال سے ہوئی۔

اس کی کیا صورت ہے اور وہ لڑکی بالغ ہے شریعت کے مطابق تقسیم پر حصہ زوجہ کو کم ملتا ہے اور وصیت کے مطابق ٹھیک ملتا ہے وہ وصیت پر راضی ہے اس صورت میں اس کو زیادہ دے کر باقی حصہ سب شریعت کے مطابق ہوں تو یہ جائز ہے جن کو موصی وصیت کر گیا اور حکم مقرر کر گیا ہے عدم جواز کی صورت میں اُن کو کیا کرنا چاہئے، کنارہ کشی یا حکم کرنا؟ علاقہ بنائی کے مال سے حصہ ترکہ مثل حقیقی کے ہے یا کم و بیش؟

### الجواب

ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر کہ حاجی محمد نور محمد نے اپنی زوجہ آئی حور اور دو دختر آمنہ و حلیمہ اور برادر زادے چھوڑ کر انتقال کیا اور اپنے مال میں ایک طویل وصیت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار چار ہزار چار سو روپے دونوں دختروں کو دیتے جائیں فرزند عائشہ کے نام جو رقم کمپنی میں جمع ہے اُس کی لڑکی حلیمہ کو دی جائے میری جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ زوجہ کو دی جائے جب اس کا انتقال ہو جائے اُس کے بعد ہزار ہزار روپے لڑکیوں کو اور دیتے جائیں اور بقیہ ملکیت بھتیجیوں پر برابر تقسیم کر دی جائے اور میری زوجہ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے ہزار روپیہ مدرسہ کو دیا جائے بعد انتقال زوجہ یہ تین ہزار وضع کر کے باقی کل بھتیجیوں کو دینے کے لئے مختاروں کو حکم کرتا ہوں چھ شخصوں بلکہ سات یعنی زوجہ کو بھی اپنا وصی کیا کہ لکھا کہ مختاروں یعنی اوصیائے مذکورین کو آئی حور کی زندگی میں اس کی صلاح کے موافق عمل کرنا چاہئے نیز لکھا میری زوجہ کے مشورہ سے

صرف کریں۔

اب یہاں تین قسم کی وصیتیں ہیں،

اول، علیمہ بنت عائشہ کے نام اس کا حکم یہ ہے کہ عائشہ حاجی محمد کی بیٹی کو اس کے سہ ماہی انتقال کر گئی جیسا کہ عبارت وصیت نامہ سے مفہوم ہوتا ہے جو رقم کمپنی میں اس کے نام سے جمع ہے اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی تھی جب تو بعد وفات عائشہ حاجی محمد اس میں سے صرف اپنے حصہ پدری کا مالک ہوا اگر عائشہ نے وارث یہی دختر علیمہ اور باپ چھوڑے تو بعد عائشہ نصف رقم حاجی محمد کی جوتی اور اگر عائشہ کے اور وارث بھی رہے مثل شوہر وغیرہ تو حساب ذرائع سے جو حصہ حاجی محمد کا بچے بہر حال یہ وصیت کہ حاجی محمد نے علیمہ بنت عائشہ کے لئے کی وہ صرف اُس حصہ پر نافذ ہوگی جو اس روپے میں حاجی محمد کا ہوا اور اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی نہ تھی بلکہ حاجی محمد نے اپنے مال سے اُس کے نام جمع کی تھی تو اس میں دو صورتیں ہیں اس وقت اگر عائشہ نابالغہ تھی تو کل رستم عائشہ کی ہوگئی،

فان المجموع باسمها تمليك هذا عسرفا      بیشک اس کے نام سے جمع کرنا عرف کے  
وهبة الاب للصغير تتم بمجهود      اعتبار سے قیام ہے، اور نابالغ کے لئے  
الايجاب۔      اس کے باپ کا جبہ فقط ایجاب سے تام

ہو جاتا ہے۔ (ت)

یونہی اگر بالغہ تھی اور جمع کرنے سے پہلے حاجی محمد نے عائشہ کو وہ رقم دے کر قبضہ کر لیا اُس کے بعد جمع کی جب بھی کل رقم عائشہ کی ہوئی ان صورتوں کا بھی وہی حکم ہوگا جو عائشہ کے ذاتی مال ہونے میں تھا اور اگر عائشہ اُس وقت بالغہ تھی اور اُسے بے قبضہ دلائے یہ رقم اس کے نام جمع کر دی اور تاہم وفات عائشہ یا ذی پر اُس کے قبضہ میں نہ آئی تو ہبہ باطل ہو گیا

لان موت احد العاقدین قبل التسليم      کیونکہ سپردگی سے پہلے عاقدین میں سے کسی  
یبطالها کما فی الدار وغیرہ۔      ایک کی موت ہبہ کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ

در وغیرہ میں ہے (ت)

اس صورت میں وہ کل رستم بلکہ حاجی محمد بہ اور وہ سب علیمہ بنت عائشہ کے لئے

وصیت ہے۔

دوم : ہزار روپے مدرسہ کے لئے یہ وصیت اگرچہ اس نے انتقال زوجہ کے بعد رکھی مگر وصیت قابل اضافت برمانہ آئندہ ہے لانہما لا تكون الا مضافۃ لما بعد الموت (کیونکہ وصیت نہیں ہوتی مگر اس حال میں کہ وہ موت کے بعد کی طرف منسوب ہو۔ ت) درمختار میں ہے :

ما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل جس کی نسبت آئندہ زمانے کی طرف صحیح ہوتی ہے  
الا یصاء والوصیۃ یتلہ وہ ایضاً وصیت ہے۔ (ت)

تو اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہی ہوگا۔ یہ دونوں وصیتیں یعنی جو رقم بنام عائشہ جمع ہے کل یا اس میں سے جو حصہ حاجی محمد ہوا اور ہزار روپے مدرسہ کے یہ مجموعہ اگر حاجی محمد کے ثلث مال سے زاد نہیں تمام وکمال ہے اجازت ورثہ نافذ ہوں گے ورنہ تا حد ثلث، اور اگر ان کا مجموعہ ثلث مال سے بھی بڑھتا ہو تو ثلث مال حاجی محمد ان دونوں وصیتوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔

سوم : باقی وصیتیں دونوں دختروں اور زوجہ کے نام ابتداء اور بعد موت زوجہ دونوں دختروں اور بھتیجیوں کے لئے، یہ سب وصیتیں وارث کے لئے ہیں اور وارث کے لئے وصیت ہے اجازت دیگر ورثہ اصلاً مقبول نہیں۔

کما فی اکتب قاطبة وفق الحدیث جیسا کہ تمام کتابوں میں ہے۔ حدیث میں ہے  
ان الله اعطى كل ذی حق حقه کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا  
لا وصیۃ لوالد الا ان یحبیزھا حق عطا فرمادیا، خیردار وارث کے حق میں وصیت  
الورثۃ یتلہ نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثہ اس کی اجازت

(دے دیں۔ ت)

پس اگر ورثہ اس وصیت پر راضی نہ ہوں تو ثلث متروکہ میں علیمہ بنت عائشہ اور مدرسہ کی وصیتیں حسب تفصیل بالا نافذ کر کے جو مقدار علیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ٹھہرے اسے دے دیں اور جو حصہ مدرسہ کا ثابت ہو یعنی مجموعہ ہر دو وصیت مدرسہ و علیمہ بنت عائشہ ثلث مال سے زاد نہ ہونے کی حالت میں پورے ہزار روپے ورنہ بحساب حصہ رسد جتنا ویرید مدرسہ کا ٹھہرے اس کے لئے محفوظ رکھیں کہ اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہوگا بقیہ جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ

لہ الدر المختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۵۴/۲

سے سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۴/۴ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۲۳/۴

سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ص ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۱۲۹/۴

سے سنن الدار قطنی کتاب الفرائض حدیث ۴۰۸ دار المعرفۃ بیروت ۳۳۷/۲

سب حسب فرائض تقسیم کر دیں یوں کہ اس میں آٹھواں حصہ زوجہ کا اور دو ٹکٹ آٹھ و عظیمہ بنت موسیٰ کے باقی بھتیجیوں کا۔ اگر اس پر ناراضی ہو تو مختاروں کو خلافت حکم شرع کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ مقدمہ کورٹ کو جائے خواہ کچھ ہو، بحال عدم اجازت دیگر ورثہ مختاروں کو یہ بھی جائز نہیں کہ مقدمہ کو اس کے حق شرعی سے زیادہ دیا تو باقیوں پر مطابق شرعی تقسیم کریں بلکہ جب ایک وارث کو اس کے حق شرعی سے زائد دے کر باقی حصے مطابق شرعی تقسیم کب ہوئی کہ شریعت سے ان کا زائد تھا اور دیا کم۔ مختاران مذکورین وصی ہیں حکم نہیں نہ بے وفائے فریقین کوئی حکم بن سکتا ہے اگرچہ موسیٰ اُسے حکم بنانا کہ موسیٰ کو زراعہ ورثہ فیصلہ کرنے کے لئے کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔

اذلیس له علیہم ولایۃ الحکمہ لاسیما کیونکہ موسیٰ کو خود ان پر حکم کی ولایت حاصل نہیں بعد الموت فکیف یولی علیہم غیریہ خصوصاً موت کے بعد، تو وہ کسی دوسرے کو للاحکمہ۔ ان پر حکم کا ولی کیسے بنا سکتا ہے۔ (ت)

لہذا اگر ورثہ راضی نہ ہوں مختاروں کو کنارہ کشی لازم ہے اپنی طرف سے کچھ حکم نہیں کر سکتے ہاں ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور آپس میں جیسی کی جیسی پر چاہیں راضی ہو جائیں تو وہ اس کا اختیار رکھتے ہیں اس کے مطابق عمل کرایا جائے لان الحق لہم ولا حرج علیہم من الشرع (کیونکہ حق ان کا ہے اور ان پر شرع کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۶۱ از شہر ربیٰ مرسلہ اعلیہ کلاں حکیم اکرام الدین صاحب مرحوم معرفت عبد اللہ ملازم محلہ گڑھ بروز شنبہ بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

حضرت مولوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بعد سلام مستوفی کے یہ عرض ہے کہ جناب والا سے مجھے ایک سوال کا جواب حاصل کرنا مقصود ہے یہ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو کسی ضرورت کے پور اکٹے کو بطریق قرض کچھ زیور دیا اور یہ کہا کہ یہ زیور میری کر کے اپنا کام انجام دے لو بعد کو واکزاشت کر کے دے دینا کچھ عرصہ کے بعد یعنی واکزاشت زیور سے قبل دائن یعنی مالک زیور کا انتقال ہو گیا مدیون کو ایک ثالث شخص کی زبانی یہ دریافت ہوا ہے کہ دائن نے قبل انتقال کے یہ وصیت کی ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو زیور واکزاشت کرنے کے بعد یہ زیور مجھ دائن کے بیٹے کو نہ دیا جائے بلکہ میرے پوتے کو دیا جائے۔ اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ دائن کی وصیت بیان کرنے والے ایک معمولی شخص ہیں کچھ مقدس یا ابرار برگزیدہ شخص نہیں پھر بھی ممکن ہے کہ دائن نے بعالم بدحواسی وہ وصیت کر دی ہو مرنے کے مرض کی شدت میں یا مرنے سے کچھ وقت پہلے

جو اس درست نہیں رہتے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے، یہ بھی اطلاع کرنے کی ضرورت ہے کہ دائن کا پسرو جو ہے وہ شراب خوار نہیں ہے قمار باز نہیں ہے کسی طرح کی بدچلنی یا آوارگی کی بھی بالکل شہرت نہیں ہے بجائے اس کے بہت غریب اور تنگ دست آدمی ہے، مرحوم کا پوتا جو ہے وہ بچہ پانزدہ سالہ ہے اور سعادت مند نیک چلن نہیں ہے اس کی آوارگی سے یہ ضرور اندیشہ ہے کہ اگر یہ زیور دائن کے ہوتے کو دیا جائے گا تو ضرور ضائع کر دے گا، زیور قیمتی کم و بیش پانچ سو روپے کا ہے، اس ہفتہ میں زیور واکراشت ہو گیا ہے اب یہ زیور دائن کے پسرو کو دینا چاہئے یا کہ پوتے کو؟ جواب مناسب مع دستخط و مہر و محنت فرمایا جائے، فقط۔

### الجواب

جس نے زیور عاریت لیا تھا اُسے چاہئے مالک زیور کے سب وارثوں کو جمع کر کے اُن کے پسرو کر دے، اور اگر صرف ایک بیٹا ہی اس کا وارث ہے تو اُسے کر دے دے وہ وصیت اس شخص سے تعلق نہیں رکھتی، نیز اُسے بطور خود نافذ کرنے کا کچھ اختیار رکھتا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ وہ ابھی پایہ ثبوت کو بھی نہ پہنچی، ایک شخص اور وہ بھی ثقہ نہیں وہ وصیت اگر مالک نے واقع میں کی ہے تو جسے کی ہے تو ایسا کرنا وہ وصی ہوا اس کے ذمہ اس کی فکر ہے ورنہ اگر صرف اس بیان پر وصیت تسلیم کر لیں اور سب عاقل بالغ ہوں ثلث مال میں نافذ کریں اور اگر نہ مانیں تو اسے گواہان شہدہ سے ثبوت دینا ہو گا بے ثبوت نافذ نہ کی جائیگی یہ وصیت اگر خود ہی عاریتہ لینے والے کو کی ہے تو اس کے لئے یہی حکم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** از ضلع یعنی تال موضع درو اشفاق حسین خاں روز شنبہ بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۴  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ مورث عثمان خاں مرحوم نے ایک رقم بمقابل مصروف خیر ایک عزیز امین صاحب کے امانت رکھ دی تھی جس کو بارہ برس گزر گئے ہنوز آدمی رقم موجود ہے اسی زمانہ میں عثمان خاں مرحوم کے مرنے کے بعد ہی ایک لڑکے اور دو بیٹی مرنے سے کام خراب ہو گیا اب ایک نور چشمی اندھی اور دو پوتی اور ایک بیو زندہ موجود ہیں پردہ نشین اندھی لاوارث بیٹی و بہو خواہش ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے باپ کی خیراتی رقم امانت شدہ سے ہمارے اور ہمارے دوسرے بچوں کو نابالغ کے خیرات میں ہے مزد و مرش معلوم ہو جائے تو دوسروں کی خیرات

اور در در کی امداد سے بچیں اب امین صاحب چراغ سحری صد سالہ نے جو پیری و پیرانہ سالی اپنے جملہ کار اپنے سعادت مند پر خردار کے تفویض فرما کر امید کر لی ہے کہ مثل امین صاحب کے نیک کاموں مصرف خیر کی رستم ضروریات تعمیر مسجدوں و بیاہ شادیوں میں محتاجوں کو حسب ضرورت آئندہ تقسیم کر دی جائیگی لہذا اس رقم مصارف خیر سے مورث اعلیٰ کی بیٹی پر وہ نشیں اپنی اور اپنی بھتیجیوں کی تعلیم و خور و نوش کے واسطے بہ خیرات خیرات مانگتی ہیں امین صاحب اس معاملہ رقم مصرف خیر کو علماء کی رائے پر چھوڑتے ہیں پس بمقابلہ امانت دائمی و رفتہ رفتہ مستحقین طریقت پر خرچ و صرف ہونے کے برخلاف ان بھائیوں کے تربیت و تعلیم قرآن حقیقی نامہ می لاوارث بیٹی نمازی پر وہ نشیں کی صرف طعام و جوہ بہو باعفت کی خور و نوش و صرف بطریقت خیرات میں رقم خرچ و واپس دے دینے سے امین صاحب مخدوم مواخذہ گیر خدا رسول کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ بنیوا تو خبردار۔

### الجواب

عثمان خاں نے اگر وہ رقم امین صاحب کے پاس خیرات کرنے کے لئے امانت رکھی اور اس کے ساتھ کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا کہ بعد میرے جو مال بچے وہ بھی یہی خیرات ہو یا جو اگر سے جب تو عثمان خاں کے مرتے ہی وہ مد باطل ہو گئی اور باقی ماندہ جس قدر رقم تھی وارثان عثمان خاں کی ملک ہو گئی اب امین کو جائز نہیں کہ کوئی پیسہ بے ان کی اجازت میرے خیرات کرے اور لازم ہے کہ باقی تمام رستم وارثان عثمان کو واپس دے اور اگر الفاظ وصیت تھے تو ان لفظوں کی تفصیل اور یہ کہ باقی ماندہ رستم املاک عثمان خاں بعد اوائے دین کے قدر ثلث سے زادہ ہے یا نہیں، زادہ ہے تو کس قدر، اور بعد عثمان خاں امین نے اس میں سے کچھ خرچ کیا یا نہیں، کیا تو کس قدر، اور باجائز یا بلا اجازت۔ ان سب باتوں کی تفصیل اور یہ بھی کہ عثمان خاں پر کوئی دین تھا یا نہیں، اور تھا تو کس قدر۔ ان سب باتوں کی تفصیل معلوم ہونے پر جواب دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۳۳ھ از غنی تالی موضع و ڈاکخانہ کجما یکشنبہ ۲۶ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قید نے اٹھارہ سو روپیہ قمر کے پاس جمع کر کے اپنے حقیقی بھتیجے اور حقیقی داماد سے کہا کہ جس وقت دو ہزار روپیہ جائیں گے تو اس وقت رستم مذکورہ سے کوئی جائداد خرید کر کے وقف کر دوں گا اس پر برادر زادہ نے بخیالی و داندیشی سے کہا کہ اس رقم موجودہ سے آج ہی کسی مدرسہ اسلامیہ کی امداد فرمائیے تاکہ آپ کے رو برویہ رقم خرچ ہو جائے، تب قید نے جواب دیا کہ رستم ہنوز پوری نہیں ہے، پھر قید نے بیٹے سے کہا کہ چھوٹا لا کامیرا جو

اس وقت خواندگی میں ہے بشرط نیک چلتی و سعادت مندی کے دم مذکور کو اس کے سپرد کر دوں گا تا کہ بعد موت میری کے فی سبیل اللہ آمدنی اس روپیہ کی خرچ کرنا رہے اور اصل روپیہ قائم رکھے در صورت بد چلتی کے جائداد خرید کر کے خانہ کعبہ کے نام کر دوں گا۔ ہنوز مشروط مختلف خیالات اور تنہا کی ہوتی وصیت اور تعداد رقم دو ہزار روپے پورے نہ کر سکے تھے کہ زید صاحب کا انتقال ہو گیا اور تعدادی انیس سو پچیس روپے کی رقم کا ذخیرہ کے سوا دوسرے جائداد ملک تو سو روپے کے خرید شدہ ذاتی اور متروکہ خوشدامن زید و سالی لاولد و زوجہ منکوثرہ خود قیمتی حصہ روپیہ کے مالک بن کر اپنی حیات میں ثبات عقل کے ساتھ مبلغ پندرہ سو روپیہ کے کل جائداد ملک سند پر خورداران بالغ و نابالغ کے نام بسبب بخل و بیم حراسی مرد و نور چشمان شادی شدہ کے تحریر رجسٹری کرادی تحریر شدہ جائداد اور رجسٹری کے ڈھاتی تین اندازاً زیادہ سے زیادہ چار سال کے بعد سب سے بڑا لڑکا میرا اس کے شرعی حصہ سے جو متروکہ تھا پھر دوبارہ ہمیشہ میں کو جبریہ محرم رکھا گیا، اب زید کی حقیقی بیٹی نابینا نمازی عمر پچیس سالہ اور سالی کا لڑکا عمر پینتالیس برس اور لڑکی سالی کی عمر پچاس برس بھگت نائب رسول اللہ کے سلسلے شہادت لینے کو تیار ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چشم دید گفتگو زوجہ ہندہ زماذ عطلات و نیز عطلات سے قبل بصورت رضامندی و بصورت مناقشہ ماں باپ زندہ و فردہ عورت یگانہ و غیرہ عزیز سے رو برو مرے یا ترس باپ کے سامنے یا ہمارے یا ہمارے خالو چھوپا کے بالمقابل لینے زید کے رو برو ہمیشہ ہمیشہ یہ دریافت ہوتا رہا ہے کہ دستم عدم معافی قرض دی مہر کے جو تعدادی پانچ ہزار روپیہ پچاس اشرفی محمد شاہی بتلاتے ہیں، دوسرا قرضہ زید نے کسی دوسرے شخص کا زید پر د تھا جن کے بالخصوص زید نے اپنی زندگی میں مامرد اٹھی جو ان روشن خیالی سے انفیاط حقوق نور چشمان کر کے صرف مرد و فرزندوں کو کل اپنی جائداد ملک معافی پر مثل ذات خود مالک اصلی بنادیا تھا اور خود سرپرست اور ولی بن کر آمدنی ملک فرزندان اپنے قبضہ میں اور آمدنی پیشہ ملازمت سے مبلغ دو ہزار روپے کی رقم پوری نہ کر سکتے تھے کہ فوت ہو گئے حضور کے فتویٰ کے جواب میں پرسش دین کے جواب میں حلفاً دریافت حال کر کے واقعات اصل کئے گئے لیکن زید صاحب نے اپنی زندگی یا بیماری میں کوئی خاص مجمع جمع کر کے یا کسی بالغ بیٹا بیٹی کے مشورہ سے یا دیگر شہادت معتبر و رثار یا عریز و رثار کی موجودگی میں حالات مذکورہ و تذکرہ وصیت میں اپنی اصلی اصل رائے ظاہر صرف خیر نہیں کی ہاں صرف عمر صاحب سے زید نے چند مزید روپے کے جمع کرنے کے ہنگام تذکرہ کر دیا تھا کہ اس مال جمع کو کا ذخیرہ میں خرچ کر دینا عمر صاحب نے



اس زید کے قول کو بطور وصیت تصور کر کے دوثلث روپیہ وارثان زید کو اور ایک ثلث روپیہ سے کچھ روپے حصہ بلا اجازت وارثان مذکورہ و ایک کام میں خلی جدید مسجد بنانے میں اور سید صاحب کی لڑکی کے مصارف جہیز میں اور چاہ بنانے میں خرچ کر دیا، اب یہ فعل عمر صاحب کا جائز ہے یا نہیں، اور وصیت اس قسم کی درست ہے یا نہیں، بقیہ روپیہ ثلث کا بعد حصہ بارہ برس کے بھی یعنی نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بچا ہو اب قریب قریب تین سو پچیس روپیہ کے عمر صاحب کے پاس موجود ہے اس روپے کو پانے کے واسطے مورث اعلیٰ زید کی بیٹی اندھی اور دو پوتے بھر ایک سال و ہفت سالہ ہیں مصروف خیر سے اپنے رفح محتاجی کے واسطے خیرات مانگتی ہے محتاجی و پریشانی کے سبب موجودہ عدالت کے خرچ و صرفہ جاریہ سے جھگڑا عدالت سے وائیں۔ منجملہ اصل رقتہ ثلث مبلغ چھ سو پچاس کے اب تین سو پچیس باقی ہیں۔ حقدار زید کی نور چشمی نابینا، زید کے فسر زند خالد کی بیوہ، اولاد حقیقی تین بچے ہفت سالہ و ایک سالہ دوسرا بچہ، دوسرا زید کا فسر زند بچہ و ادارت مرا زید سے دین شرعی وصول کیا۔ صرف اتنے ہی حقدار موجود ہیں، اس زمانہ میں جبکہ زید کا روپیہ تقسیم و شمار پر ہونا چاہیے تھا تو صرف کے فرزند خالد و بچہ و نور چشمی زندہ تھے۔ روپیہ ثلث بھی نقص مصروفیت زبانی پر تقسیم ہو کر باقی رہا اب وہ بار سال جملہ فوت ہو گئے۔

### الجواب

یہ سوال متعدد بار آیا اور ہر بار مختلف اور خود اس بار کہ سب کے مشورہ سے لکھا جانا بیان کیا اس ایک ہی پرچہ میں اختلاف ہے۔ اوپر لفظ یہ ہیں کہ حشر چ کر دوں گا اور آخر میں کہ خرچ کرنا سائل نے وقت استفسار بیان کیا کہ یہ صرف عمرو مدعی وصیت کا بیان ہے اور وہ بھی اتنا ہی بیان کرتا ہے کہ یہ کہا تھا کہ حشر چ کر دینا، اس سے زائد لفظ اضافت معتبرہ فی الذیل سال نہ تھا صورت واقع اگر یہ ہے تو وہ وصیت نہ ہوتی وہ تمام و کمال روپیہ بعد مگر زید وارثان زید کی ہلک ہو ان میں سے جس عاقل بالغ نے عمر کے ان تصرفات کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو فیہا اور اگر عمرو کے بیان سے دھوکہ کھا کر وصیت سمجھ کر اجازت دی ہو تو تو وہ اجازت بھی معتبرہ نہیں کہ غلط گمان کی بنیاد پر ہے ولا عبیۃ بالظن

علمہ اصل میں ایسا ہی ہے۔ اندھری غفرلہ

علمہ کذا فی الاصل ولعل الصواب فی الایضاد۔ اندھری غفرلہ

السن خطا کا (جس کی خطا ظاہر ہو اس میں ظن کا اعتبار نہیں۔ ت) اور جو عاقل و بالغ نہ تھا اس کی اجازت تو کسی طرح معتبر نہیں، صرف اس پہلی صورت کے سوا یعنی جس عاقل بالغ نے زبردستی وصیت بلکہ از طرف خود اجازت دی ہو اس کے حصہ کے سوا باقی تمام ورثہ کے حصص اس ورثے سے کہ غزو نے مساجد وغیرہ میں صرف کیا ان کا تاوان دینا غزو پر فرض ہے اور بقیہ جو تین سو پچیس روپے ہے لازم ہے کہ دارشان کو دے ورنہ حق العباد میں گرفتار رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ شیخ محمد انعام الہی صاحب سوداگریپ صدر بازار میرٹھ ۵ صفر ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیماری میں اپنا جملہ ذر نقد و زیور و اسباب وغیرہ جو ذاتی تھا اور بوقت شادی دیا گیا تھا وہ اور جو شوہر زید کے یہاں سے شادی میں چڑھایا گیا تھا جس کو زید نے دین مہر میں نہیں دیا اور نہ ہیہ کیا وہ کل کا کل اپنے برادر حقیقی وغیرہ کو وصیت کر کے فوت ہو گئی، اب عند الشرع شوہر اپنے مال کا جو بطریق رسم و رواج کے چڑھایا گیا تھا جس کو اس نے ہیہ نہیں کیا تھا مالک ہے یا نہیں؟ اور زوجہ کے مال میں سے شوہر کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور مسماۃ متوفیہ لاولہ کی وصیت کل مالی میں اپنے شوہر کے جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا و جبر و (بیان کیجئے اجر پاتے۔ ت)

### الجواب

چڑھا دے کا حکم اس قوم کی رسم و رواج پر موقوف ہے اگر ان میں عرف یہ ہے کہ عاریۃ چڑھاتے ہیں اور زوجہ کی ملک نہیں کرتے تو وہ چڑھا دے کی مالک نہیں اور اس میں اس کی وصیت باطل ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحتاً تملیک کر دی ہو کہ میں نے تجھے اس کا مالک کر دیا یا تجھے ہیہ کر دیا اور اگر وہاں عرف یہ ہو کہ بطور تملیک ہی چڑھاتے ہیں تو زوجہ بعد قبضہ مالک ہو گئی اور اس میں اسی کا اختیار ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحتاً نفی تملیک کر کے چڑھایا ہو کہ میں تجھے اس کا مالک نہیں کرتا بلکہ میری ہی رہے گا لاولہ زوجہ کے ترکہ میں شوہر کا نصف ہے مگر دین و وصیت کے بعد وصیت تہائی مال میں بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی مگر عورت کا باپ یا دادا اس کے بعد رہا تو بھائی کے حق میں وصیت جائز ہے ورنہ بے اجازت ورثہ اصلاً جائز نہیں کہ وہ خود وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۵ مسئلہ مرسلہ مستجاب خاں صاحب از دیوانہ ضلع گڑگانوں ۹ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ زید جج کو جاتے وقت حاجی علی جان والوں کے پاس سے سات سو روپیہ کی ہنڈوی لکھوا لے گیا اور اُن کی بھی میں یہ الفاظ لکھوا گیا کہ اگر میں یہ روپیہ ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا تو مسماۃ ثمر النساء بیگم کو جو میری حقیقی بھانج ہے برہمکان مولوی محمد سعید کو چہرہ پندت دہلی میں روپیہ مل جائے اور زبانی بھی مولوی محمد سعید صاحب سے اور دو تین شخصوں سے کہہ گیا کہ میں نے خاں صاحب کے یہاں سے سات سو روپے کی ہنڈوی لکھوا لی ہے اور یہی میں مذکورہ بالا بیان لکھوا دیا ہے اس کے بعد وہ جب جج کو گیا تو اُٹھائے راہ میں زید موت ہو گیا چونکہ متوفی کو زارا و لادہ تھا اور حقیقی بھتیجا بھی نہیں چھوڑا تھا اس لئے زید کے مردہ مال کے اس کے چچا زاد بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کر کے قابض و مالک ہو گئے، جائداد مردہ کو حسب ذیل ہے :

- (۱) مکان مالیتی تقریباً دو ہزار روپیہ
- (۲) دو ہزار روپے نقد جو بینک میں جمع تھے۔
- (۳) پانچ سو روپے جو ڈاک خانہ میں جمع تھے۔
- میزان مل چار ہزار پانچ سو روپے۔

مبلغ سات سو روپے جو زید کی بھانج نے حاجی علی جان والوں کے یہاں سے بھی کی تحریر کے مطابق وصول کئے تھے اُن کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی حق ہے اب سوال صرف یہ ہے کہ آیا عند الشرع وہ عصبہات مذکورہ ان سات سو روپے کے مستحق ہیں یا نہیں کی تحریر اور زبانی دو تین شہادتوں کے سبب مسماۃ مذکورہ ثمر النساء بیگم اُس کی مالک و حقدار ہے کیونکہ ہنڈوی کی رقم مذکورہ رقومات کی نسبت ایک تہائی سے کم ہے۔ یتوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پاتے۔ ت)

### الجواب

زید کا وہ لکھوانا کہنا نہ مرض الموت میں تھا نہ اس میں اپنے بعد کا ذکر ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا معنی موت میں متعین نہیں لہذا کسی طرح وصیت کی حد میں نہیں آ سکتا خلائ کو مل جائے ہے وہ وصیت دونوں کو محتمل اور وصیت اقل تو وہی متعین معہذا اور اگر ہبہ صریح ہو تا جب بھی قبضہ ثمر النساء بعد موت واپس ہو تو موت قبل قبضہ سے ہبہ باطل ہو گیا فی الدس المختار من مواہم الوجوع در مختار مواہم الرجوع میں ہے کہ کیم سے مراد

والمیم موت احد العاقدین بعد التسليم فلو قبله بطل ۱۷

واجب اور محبوب لڑکی سے ایک کی موت ہے  
سپردگی کے بعد، اور اگر سپردگی سے قبل موت  
واقع ہوئی تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ (ت)

بہر حال اس بات سے میں ٹرانساکشن ہیلم کا کوئی حق نہیں واجب ہے کہ ورثہ کو واپس  
دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ مادی حسین صاحب بریلی محلہ ذخیرہ ۱۴ شعبان ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بعزم حج بیت اللہ  
شرعیہ اپنی حقیقت ملک کو فروخت کیا اور اپنا سکونت مکان زید (اپنے ہمشیر زادہ) کی لڑکیوں  
کے نام نصف نصف باضابطہ لکھ دیا اور قبل روٹنگ اپنی حقیقت کی قیمت میں سے مبلغ پچاس روپیہ  
اس نیت سے کہ زید مذکور کی کنواری دختر کے نکاح میں کام آئیں گے زوجہ عمو کے پاس بطور امانت  
چھوڑے اور یہ کہا کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے اس کی خبر  
زید کو نہ کرنا اگر کسی نوع سے اس روپیہ کی خبر اس کو ہو بھی جائے تو اس کو ہرگز نہ دیا جائے و علاوہ  
ازیں چھ عدد بالیاں طلانی زید مذکور کی بڑی دختر کے پاس ہندہ نے چھوڑیں جس کا علم پورے طور  
پر نہیں کہ کس غرض سے چھوڑیں، آیا اس کو ہبہ کر دیں یا کیا کریں، کوئی کہتا ہے کہ زید کی دونوں لڑکیوں  
کی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہندہ اپنی موت حیات اور فاتحہ درود کے واسطے چھوڑ گئی ہے، زید کی بڑی  
لڑکی کہتی ہے کہ مجھے دے ڈالی ہیں میں مانگ رہی ہوں، غرض اس کے بعد ہندہ ہمراہ زید مذکور معہ  
اس کی کنواری دختر کے مکہ معظمہ آد سائے شرفاً وقفینا چل گئی بعد حج مدینہ طیبہ جا کر ہندہ نے  
قضا کی اور زید مع اپنی کنواری دختر کے واپس وطن آیا ہندہ نے اپنی وفات کے بعد دو  
چھیرے بھائی چھوڑے جن میں سے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا اور اُس نے دو پسر اور ایک دختر  
منکوہ اپنے وارث چھوڑے، زید مذکور کی دختر کا عقد اس کے نانا دادی کے صرف سے ہو گیا  
کیونکہ عجلت کی وجہ سے زوجہ عمو سے ہندہ متوفیہ کے امانتی روپیہ کا بروقت نکاح زید کی لڑکی کے  
ہندہ بستی نہ ہو سکا جو اس دم کام آتا۔ اب زوجہ عمو سے ہندہ متوفیہ کے روپیہ کی ہر طرف سے  
مانگ ہے زید کہتا ہے کہ ہندہ کا روپیہ مجھے دینا اس محنی کر کہ ہندہ نے اس کو طفولیت سے پالا

بجانب

اور پرورش کیا ہے اور زید کی لڑکی مذکورہ کہتی ہے کہ مجھے ملنا چاہئے اس لئے کہ میری شادی کے واسطے  
ہندہ چھوڑ گئی تھی۔ اور ہندہ کے چچرے بھائی متوفی کے وارث کہتے ہیں کہ ہم ہندہ متوفیہ کے متروکہ  
پانے کے بذریعہ اپنے پر متوفی کے مستحق ہیں اگر ہندہ متوفیہ کا روپیہ دیا جائے تو ہم کو دیا جائے،  
صورت مسطورہ میں ہندہ متوفیہ کا روپیہ کس کو ملنا چاہئے اور بالیاں مذکورہ بالا کیا کرنا چاہئے؟  
فقط۔ بینواتوجہروا (بیان فرمائیے اجر پائے۔ ت)

### الجواب

فقط نیت سے کچھ نہیں اور یہ الفاظ کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے  
عقد کے صرف کا ہے یہ بھی عہد وصیت میں نہیں آتے صرف اسی قصد و نیت کا اظہار کرتے ہیں۔  
بالیاں کہ وہ زید کی بڑی لڑکی کے پاس چھوڑ گئی تھیں اس کے کہنے سے کہ مجھے دے ڈالی ہیں اسکی  
نہیں ہو سکتی جب تک گواہان شرعی سے ثبوت نہ ہوگا۔ مذکورہ چار روپیہ اور بالیاں سب متروکہ ہندہ  
ہیں حسب شرائط فرائض اس کے چچ زاد بھائی موصی و اور وہ سرے بھائی کی اولاد و زوجہ کو ہر ایک کو  
بقدر اس کے حصے کے دیئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۷ مستولہ حاجی محمد نور اللہ از محلہ قاضی ٹولہ بریلی ۲۴ شوال ۱۳۲۵ء  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مرض الموت میں ابراہیم یا ہبہ مال یا زوجہ کو  
مرض الموت میں انتقال کے چند روز قبل معاف کر دینا مہر کا درست و نافذ ہے یا نہیں؟ دیوبند کا و  
تھانوی وغیرہم کہتے ہیں کہ اس کا بھی نفاذ ثلث سے ہوگا۔ بینواتوجہروا

### الجواب

مرض موت میں ابراہیم یا ہبہ مال کا ہر یا دینی کا وصیت ہے۔ اور وصیت وارث کے لئے  
بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے، اور شوہر وارث ہے۔ درمختار باب اقرار المریض میں ہے و  
ابراؤکا (ای السریض) صدیونہ و ہسو  
صدیون غیر جائز ای لایجوز ان کان اجنبیا وان  
وارثا فلا یجوز مطلقا سوا ذلک السریض  
صدیونا اولاً۔  
مریض کا اپنے مقروض کو قرض سے بری کرنا جبکہ  
خود مریض مقروض ہونا جائز ہے یعنی اگر مقروض  
اجنبی ہو اور اگر وہ مقروض اس مریض کا وارث  
ہو تو مطلقاً ناجائز ہے چاہے مریض مقروض ہو یا نہ ہو۔



المسئف کی صوابدید سے کسی مصرف خیر میں صرف کیا جائے اور یہ صرف اس کے ہاتھ سے ہوگا جن کو یہ وصیت کی تھی کہ ایسا کرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۹ از درگاہ مخدوم صاحب قدس سرہ العزیزہ ڈاکٹر سندیلہ ضلع ہردوئی  
مسئلہ سید فراست حسین صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فخر النساء نے وفات پائی اور ورثہ ذیل چھوڑے :

### مسماۃ فخر النساء تاکتندامرد

خالہ خالہ جدہ یعنی نانی علم الاب علم الاب ابن علم الاب اخت حقیقہ  
سید واجد علی صدیقہ النساء والدہ سید واجد علی سید محمد زکریا سید فراست حسین قسطنطنیہ  
لہذا صورت مسئلہ میں کوئی شخص وارث تھا نہ بہار اس کا حصہ کتنا ہے اور کون محجب الارث  
ہے نیز یہ امر واضح رہے کہ مسماۃ فخر النساء کے قبضے میں وہ جائیداد ہے کہ اُس کو اُس کے والدہ ریاست حسین نے  
پہلے اپنی زوجہ رؤفہ النساء یعنی مادر فخر النساء کو دین مہر میں دے دی ۔ پھر مسماۃ رؤفہ النساء نے  
اپنے مرض موت میں بذریعہ وصیت نامہ کے سید واجد علی کو ولی بنا کر اپنے ہردو دختر مسماۃ فخر النساء و  
فخر النساء کو دے دی سید واجد علی مامون مسماۃ فخر النساء نے کچھری بندوبست میں بدرخواست و برضامندی  
اپنی بنام دختران فخر النساء و فخر النساء کے داخل خارج کرا دیا۔

### الجواب

اگر رؤفہ النساء کے یہی تھے وارث تھے دو دختر اور ایک بھائی ، اور رؤفہ النساء نے  
دختروں کے نام وصیت کی تو وہ کل جائیداد اس بنام پر کہ ہا ورنہ اس وصیت کو جائز و نافذ کیا  
دونوں دختروں کی ملک ہوگئی سید واجد علی کا اُس میں کچھ حق نہ رہا۔ حدیث میں ہے ،  
لا وصیۃ للوارث الا امت یجیزھا خبر دار وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ  
المورثۃ ینالہ دیگر دشوار اس کی اجازت دے دیں۔ (مت)

اب کہ فخر النساء نے انتقال کیا نصف یہ جائیداد کہ اُس کا حصہ ہے اور اسکے علاوہ اور جو متروکہ  
فخر النساء ہو حسب شرائط فرائض چھ سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم نانی اور تین سہم فخر النساء اور

سید محمد ذکی کو طیس گے سید فراست حسین یوجہ بُعد درجہ اور سید واجد علی وصہ لیتہ النساء یوجہ ذوی الارحام ہوتے کے محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از رائے پور گول بازار سی بی مرسلہ محمد شفیع بیگ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ سے زید کے ایک لڑکا بکر تھا،  
بکر کی دو بیویاں شکورن و غفورن تھیں، شکورن سے دو لڑکے اور غفورن سے ایک لڑکا بکر کے تھا،  
بکر اپنے والد زید کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا، لڑکے تینوں نابالغ تھے، اسی عرصہ میں زید کا انتقال بھی  
ہو گیا، شکورن نے اپنے دونوں لڑکوں کا حصہ جو بکر کے والد زید کے ترکہ سے انھیں پہنچتا تھا چونکہ دونوں  
لڑکے نابالغ تھے اس لئے پر حیثیت دلی جائز، غفورن نے اپنی بلکوں کو فروخت کر دیا، پس دریافت طلب  
یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع جائز ہے یا کیا؟ اور شکورن اپنے دونوں نابالغ لڑکوں کی طرف سے اذر و فسے  
شرعاً شریعت دلی قرار پاسکتی ہے یا نہیں؟

### الجواب

ماں کو اصلاً اختیار نہیں ہے کہ وہ نابالغوں کا حصہ بیع کرے، نہ مال کی ولایت ماں کو  
ہوتی ہے،

ولیه فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ  
ثم وصیہ ثم قاض حاکم فی الدوا المختار  
نابالغ کے مال میں اس کا ولی اُس کا باپ ہے  
پھر باپ کا وصی، پھر نابالغ کا دادا، پھر دادا کا  
وصی، پھر قاضی۔ جیسا کہ در مختار وغیرہ میں

ہے۔ (ت)

مسئلہ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی حبیب الرحمن صاحب بنگالی ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا مہر قبل شادی کے  
زوج یا والی زوج سے ادا کرے اور اس مہر کو لڑکی کی شادی میں صرف کرے خواہ اپنے پاس سے  
صرف کر سکتا ہے یا نہیں اس خیال سے کہ جب لڑکی بالغ ہوگی تو لڑکی سے معاف کر لیا یا ادا کر دوں گا  
تو جائز ہو گیا یا نہیں اور اگر لڑکی بالغ ہو اور لڑکی کے اذن سے صرف کرے تو کیا حکم ہے؟ بینوا  
توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)



## الجواب

بائع کی اجازت سے صرف کر سکتا ہے اور نابائع کی شادی میں بقدر معروف خرچ کر سکتا ہے اور اپنے صرف میں بطور قرض اٹھانے کے بواز میں اختلاف ہے احتیاط یہ ہے اگر صرف کر لے گا عوض دے گا یا لڑکی بائع ہو کر معاف کر دے تو یہ بھی صحیح ہے۔ ادب الادبیہ میں ہے،

فی العمدۃ لو استقرض الوصی من مال الصبی یضمن وعند محمد لا یضمن کالاب و قد قضاء الجماعہ اخذ الاب مال صغیرہ قرضاً حیاً ، وفي الخلاصۃ انه ذکر غفر مرہن الاصل ان الاب یضمن کالوصی ، وفي الغنائیۃ لیس للوصی قضاء ویثب بمال الیتیم وللاب ان یقضی بہ و ذکر شمس الاثمۃ السرخی عدم الجواز لاب ایضاً ، والله تعالیٰ اعلم۔

نکدہ میں ہے اگر وصی نے نابائع بچے کے مال سے قرض لیا تو اس کا تاوان دے گا۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی باپ کی طرح تاوان نہیں دے گا۔ قضا الجامع میں ہے باپ کا بطور قرض اپنے نابائع بیٹے کا مال لینا جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ مبسوط کی کتاب الرهن میں مذکور ہے بے شک باپ وصی کی طرح تاوان دے گا۔ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو یہ اختیار نہیں کہ یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کرے اور باپ کو ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ شمس الاثمہ سرخی نے باپ کے لئے بھی عدم جواز کو ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (د ت)

مسئلہ از سہمہ ذاکنہ تشریح کردہ علی بن علی مستولہ عنایت اللہ صاحب

۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مستأقہ ہندہ بیوہ لاولد نے کچھ روپیہ ایک شخص کے پاس جمع کیا اور کہا کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگاؤ اور اس کا منافع نصف مجھ کو دینا اور نصف تم اپنے حق محنت میں لینا اور بعد میرے مرنے کے اس روپیہ میں سے میری تجویز و تکفیل کرنا باقی جو بچے وہ خیر خیرات فاتحہ وغیرہ میں صرف کر دینا۔ اس کے دو برس بعد اب مستأقہ ہندہ کا انتقال ہوا چونکہ در شر میں اولاد تو ہے نہیں شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا صرف ایک بھائی حقیقی متوفی کا اور

دو بہنوں کی اولاد بھانجی بھانجے ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ جو بعد گورو کفن باقی بچا ہے وہ بموجب کئے مسماۃ متوفی کے صرف کیا جائے یا وہ روپیہ اور گھر کا مال اسباب و رثاء موجودہ بھائی بھانجوں پر تقسیم کر دیا جائے، اور تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کا کیا حصہ ہوگا؟

### الجواب

کفن و دفن بقدر سنت کے بعد جو بچا اُس کا تہائی خیرات کیا جائے اور زیادہ کی اجازت بھائی سے لی جائے اگر نہ دے یا اجازت دینے کے قابل نہ ہو مثلاً نابالغ ہو تو دو تہائی بھائی کو دیا جائے بھانجی بھانجوں کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ اسلمہ از آگرہ محلہ قزو لپارہ مکان ۱۷۹۵ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں منجملہ اپنے ذر نقد و اثاث البیت کے کچھ ذر نقد اپنے حقیقی بھائی خالد کے نام جمع کیا جس محلہ میں وہ ملازم تھا اور جیسا کہ اُس محلہ کا قاعدہ تھا کہ تمہارے فوت ہو جانے کے بعد یہ روپیہ کسی کو دیا جائے ہر سال اُس محلہ کے قواعد کے مطابق ہمیشہ تصدیق کرتا رہا جس کے نام یہ روپیہ میں نے جمع کر دیا ہے اسی کو یہ روپیہ ملے فقینا دس سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ زید نے ایک زوجہ سیدہ اور دو نابالغ لڑکے رشید و عزیز چھوڑے نیز چار بھائی حقیقی مع خالد چھوڑے رشید چند روز بعد مر گیا جو اثاث البیت اور ذر نقد بقدر سنت سما کے و زیور وغیرہ پر زوجہ تنہا قابض ہو گئی وہ روپیہ جو زید نے خالد کے نام جمع کیا تھا اس کا مالک وہ حقیقی بھائی خالد ہے یا زوجہ یا لڑکا؟

### الجواب

زید کے کل متروک سے اول دین مہر اور دیگر دیون اگر اس کے ذمہ ہوں ادا کئے جائیں اگر کچھ باقی نہ رہے تو نہ خالد کچھ پائے گا نہ کوئی وارث، اور اگر بعد ادا سے مہر و دیون کچھ باقی بچے تو اس کی تہائی میں یہ وصیت جو اس نے خالد کے نام کی ہے بلا رخصائے دیگر و رثاء نافذ ہوگی اور اس طرح اور وصیت اگر اس نے کسی کے نام کی وہ بھی اسی ثلث میں شریک ہوگا، بعد ادا سے دیون جو باقی بچے اس کے ثلث سے یہ روپیہ جو بنام خالد اس نے جمع کیا ہے زائد نہیں تو تمام و کمال ذر جمع شدہ خالد کو دیا جائے گا جبکہ اور وصیت اس کے معارض نہ ہو ورنہ حصہ رسد بانٹ دیں گے، اور اگر یہ روپیہ اس کو کافی نہیں تو ادا سے مہر و دیون کے بعد جتنی تہائی ہوا اتنی میں وصیتیں نافذ ہوں گی زیادہ پر و رثاء راضی نہ ہوں تو وہ نہ دلائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴۲ھ از مجتبیٰ پوسٹ ۱۶ ماہم مسئلہ عبد المجید صاحب بلوی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کے کرایہ کی آمدنی میں یہ  
 وصیت کی کہ کچھ رقم معین مگر شریف و مدینہ شریف و بغداد شریف کے سادات کو دی جائے اور باقی  
 رقم میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اور کچھ رستم معین دو مسجدوں میں دی جائے  
 مگر بعد فوت زید کے اس جائداد کے متولیان یہ کرتے ہیں کہ بجائے سادات کے امیروں کی سفارش  
 سے اس رقم کو واسطے شادی کر دینے ان لڑکیوں کے جن کے والدین غریب ہیں دیتے ہیں اور دیگر  
 رستم معین کو دو مسجدوں میں دیتے ہیں اور باقی رستم معین میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر تھوڑا  
 مساکین میں اور تھوڑا ذی ثروت لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ زید کی وصیت کے بموجب کیا جائے وہ درست  
 ہے یا جو متولیان کرتے ہیں وہ درست ہے؟ جو کار خیر ہو وہ جاری ہو، موافق حکم شریعت جواب  
 عنایت ہو۔

### الجواب

جو رقم اس نے دونوں مسجدوں کے لئے معین کی ہے وہ انہیں کو دی جائے گی، جو رقم اس  
 نے مساکین کے کھانے کے لئے معین کی ہے اس میں سے اہل ثروت کو دینا درست نہیں اور جو  
 رقم سادات حرمین طیبین و بنہ او مقدس کے لئے معین کی ہے اگر انہیں بلا و طلبہ کے سادات مساکین  
 کو بھیجی جائے تو بہتر ہے ورنہ یہاں کے مساکین پر بھی صرف ہو سکتی ہے قیہ بلاد کا اتباع ضروری  
 نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴۵ھ از قصبہ ادنیٰ ضلع قلابہ علاقہ کوکین احاطہ مجتبیٰ مسئلہ ابراہیم صاحب موتی

۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں تین ہزار چھ سو تیس  
 روپے کی وصیت حسب ذیل طریقہ پر کی:

- (۱) اپنی زوجہ کی فاتحہ خوانی پر سالانہ تین سو روپے خرچ کرنا۔
- (۲) خود کی فاتحہ پر سالانہ تین سو روپے۔
- (۳) قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو ایک سو تیس روپے سالانہ دیا جانا۔
- (۴) ماہ محرم میں مولود شریف پڑھوانا اور بارہویں محرم کو کھانا کھلانے پر چھ سو روپے کرنا۔ سالانہ  
 پانچ سو روپے۔

( ۵ ) گیارہویں شریف کے مہینے میں مولود شریف پڑھوانا اور کھانا کھلانے پر حشر چ کرنا سالانہ پانچ سو روپے۔

( ۶ ) رمضان میں روٹی پاؤ وغیرہ مسجد میں بھیجنے پر خرچ کرنا سالانہ ایک سو پچیس روپے۔

( ۷ ) حاجیوں کو برائے بیت اللہ شریف دینا فی حاجی سہ پانچ حاجیوں کو جس پر سالانہ خرچ ایک سو پچاس۔

( ۸ ) ماہ سالانہ مکہ مکرمہ بھیجنا۔

( ۹ ) ماہِ محرم روپے سالانہ دینے طیبہ۔

( ۱۰ ) بغداد مقدس کو سالانہ قہ۔

( ۱۱ ) حضرت پیر بابا ملنگ صاحب کی درگاہ پر جو پہاڑ ہے پچاس روپیہ سالانہ۔

( ۱۲ ) مہایم شریف سالانہ ۵۰۔

( ۱۳ ) میلاد شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز ادا کھانا کھلانے پر حشر چ کرنا سالانہ ایک ہزار روپیہ۔

اور رکھی ہوئی رقمیں جس جس مہینے میں خرچ کرنے کی ہیں یہ اس میں خرچ ہو سکتی ہیں یا بعد بھی جائز ہیں یا ناجائز؟ اور جو رقم میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھانے کی ہے اگر اس میں سے کچھ رستم بچالی جائے اور کسی اچھے کام میں صرف کی جائے مثلاً مساکین و یتیم و یتیم اور علمائے دین وغیرہ کو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری جو چھوٹی چھوٹی رقمیں ہیں مثلاً قرآن عظیم پڑھنے والوں کی اس میں اگر بڑی رقموں سے لے کر خرچ کر دیں تو جائز ہے یا کیا وصیت کرنے والے نے جس وقت وصیت کی اس وقت حالت اور بھی اور موجودہ حالت اور ہے یعنی اس وقت قحط سالی اور ہر ایک شے گراں، اگر موجودہ حالت کو مد نظر رکھ کر غریب وغیرہ کو بجائے کھانا کھلانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو جائز ہے یا کیا؟

### الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اصل حکم یہ ہے کہ سالانہ تین ہزار چھ سو تیس روپے امورِ خیر و سبیل اللہ میں صرف ہو جانا لازم ہے وہ خاص صورتیں کہ زید نے مقرر کیں ان کی تعیین لازم نہیں ان مہینوں میں ہو یا ان کے غیر میں کھانا کھلانا جو یا مساکین کو نقد دینا، کچھ رقم بچا کر ہو یا بکلی، انہیں مقامات کو بھیجیں یا یہاں۔ ہم نے جداگستار تعلیقات رد المحتار کتاب الصوم میں اس بیان کو مبسوط لکھا ہے وہیں سے چند حوالوں کا التقاط کافی ہے۔

فروضایا الهندیة اوصی انت بباع  
 هذا العبد ویتصدق بشئ منه علی  
 المساکین حیاتی لهم ان یتصدقوا  
 بنفس العبد ، ولو قال اشتتره شرق  
 اثنو اب ویتصدق بها فاشتری  
 الوصی عشرة اثنو اب له انت  
 یبیعها ویتصدق ثمنها ، و  
 من محمد لو اوصی بصدقة  
 الف درهم بعینها فتصدق  
 الوصی مکانها من مال الییت  
 حیاتی رجل اوصی بان یتصدق  
 بشئ من ماله علی فقراء الحاج هل یجوز  
 ان یتصدق علی غیرهم من الفقراء  
 قال الشیخ الامام ابو نصر یجوز ذلك کما روی  
 عن ابی یوسف فی رجل اوصی انت  
 یتصدق علی فقراء مکة قال یجوز  
 انت یتصدق علی غیرهم من  
 الفقراء وعلیه الفتوی ، و فی  
 التوائیل لو اوصی ان یتصدق  
 فی عشرة ایام فتصدق فی  
 یوم جازکذا فی الخلاصة و  
 یتأی اکثر هذا المسائل متنا وشرحا  
 وحاشیة فی الایمان  
 والوصایا ۔

ہندیہ کے کتاب الوصایا میں ہے کسی شخص نے وصیت  
 کی کہ اس کا یہ غلام بیچ کر اس کے ٹمن مسکینوں  
 پر صدقہ کئے جائیں تو وصیوں کے لئے جائز ہے  
 کہ وہ خود غلام کو صدقہ کر دیں ۔ اور اگر کسی کہ  
 دس کپڑے خرید کر ان کو صدقہ کر دے ۔ پھر وصی نے دس  
 کپڑے خرید لئے تو اسے اختیار ہے کہ وہ کپڑے  
 بیچ دے اور ان کے ٹمنوں کو صدقہ کر دے ۔  
 امام محمد علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے  
 ہزار ٹمن درہم صدقہ کرنے کی وصیت کی وصی نے  
 ان کی جگہ میت کے مال میں سے صدقہ کر دیا تو  
 جائز ہے ۔ ایک شخص نے اپنے مال میں سے  
 حاجی فخرار پر کچھ صدقہ کرنے کی وصیت کی  
 تو ان کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے  
 یا نہیں ، شیخ امام ابو نصر نے فرمایا یہ جائز ہے جیسا کہ  
 امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے  
 میں منقول ہے جس نے فقراء کو پر صدقہ کرنے  
 کی وصیت کی ۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان  
 کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا بھی جائز ہے ۔  
 اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ تو ازل میں ہے اگر کسی  
 نے دس دین صدقہ کرنے کی وصیت کی اور وصی  
 نے ایک ہی دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے خلاصہ  
 میں یونہی ہے ۔ اور میں سے اکثر مسائل متن  
 شروح اور حاشیہ کے اعتبار سے کتاب الایمان اور  
 کتاب الوصایا میں آتے ہیں ۔ (ت)

مگر حق یہ ہے کہ نظر بحال زمانہ تعیین و تحدید نہ ہونے کی حالت میں دستبردار بعض متولیان سے بچتا دشوار ہے اور جو از مخالفت جواز موقت کا تافی نہیں اور ان نیا زمینوں کا اظہار جو موصی نے ان وصایا میں ذکر شریف و مزارات طیبہ سے مرعی رکھا اور اس کا مرعی رہنا ہی انفسہ میلہ و تقدس کے عوض اور کسی کار خیر میں صرف کر دیں تو مسلمانوں کو ذکر شریف کا نفع کب پہنچا اس کے بعد زوجہ کے قبور پر ملاوت قرآن عظیم سے جو نزول رحمت اور ان امتیوں کے لئے انس و طمانیت پر وہ بغیر اس کے کیونکر ہوگا تو مناسب یہی ہے کہ جن طرق کی اس نے وصیت کی وہی جاری رہیں یا ان سے اہم مصروف کی ضرورت ہو تو سنگراتی ارباب دین و دیانت ان میرے بچا کر اس میں سے صرف کریں اور انہیں بھی بقدر عیسر جاری رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ  
 حضرت مولوی احسان علی صاحب مدرس

(۱) زید کا بیان ہے کہ میری بیوی بندہ نے مرض الموت میں چار روز قبل مہر معاف کر دیا ہے اور گواہ میں چار شخص یعنی ایک اپنی حقیقی ماں اور ایک حقیقی بہن اور ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت پیش کرتا ہوں۔ مہر معاف ہوا یا نہیں؟ اور گواہی ایسے معاملہ میں کیسے لوگوں کی معتبر ہے؟  
 (۲) زید با حلفت بیان کرتا ہے کہ میری بیوی نے مہر معاف کر دیا ہے، عند الشرح اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتد لوگوں کی معتبر ہے، ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ مرض موت میں ہر حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت باقی ورثہ باطل ہے

لا وصیۃ لوارث الا امت یحبیہا خبر دار! وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ الورثۃ یلے دیگر ورثہ اس کی اجازت دے دیں۔ (دست)  
 تو اگر شہادت کا فیہ سے ثابت ہو جائے جب بھی بے اجازت دیگر ورثہ حسباً نہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اصل معتبر نہیں،

البیتۃ علی المدعی والیمین علی من  
اشکر لہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ فقہ علی خاں پورہ حازر پندول بزرگی ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور  
۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر باپ نے بیٹے سے وصیت کی کہ اتنا روپیہ یا اتنی زمین یا کوئی سامان فلاں کو دیتا ہے  
بیٹے نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وصیت ادا کیا تو بیٹا قیامت کے دن جوابدہ ہوگا یا نہیں؟  
اگر بیٹے نے موصی کے لئے دسے کو بقیہ معاف کر لیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر وہ وصیت بعد ادا دین مال متروکہ کی تہائی سے زائد نہ تھی تو کل کا ادا کرنا اس پر  
لازم ہے اور زائد ہے تو تہائی تک کا ادا کرنا ضروری ہے اس سے اگر کچھ کمی کرے گا ماخوذ ہوگا  
اور معافی دین کی ہوتی ہے۔

مسئلہ از شہر محلہ شاہ آباد مسئلہ وصیت خاں یکم صفر المنظر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسافر لاؤ لہ عرصہ روزانہ  
سے بعبارضہ چند در چند بوجہ تپ کہنے کے متروکہ گرفت ہوئی اُس نے اپنے وارث ایک شوہر  
اور ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی اور ایک برادر زادہ اور ایک بھتیجی جن کا باپ موجودگی متوفیہ  
کے فوت ہو گیا ہے وارث چھوڑے شوہر نے متروکہ متوفیہ طلب کیا تو متوفیہ کی بہن اور بھائی کہتے ہیں  
کہ متوفیہ کی یہ وصیت ہے کہ تم مال و اسباب از قسم زیور و زہر نقد یعنی جملہ اشیاء البیت کو خود  
تقسیم کر لینا شوہر کو نہ دینا یہ ظاہر کرتا مشار الیہم کا شوہر متوفیہ کو وراثت سے محروم کرتا ہے اگر نہیں کرتا ہے  
تو کسی قدر شوہر اپنا حصہ بموجب شرع شریعین کے پانے کا مستحق ہے اور زیور اثاث البیت متروکہ متوفیہ  
کا حصہ وہ فراہم کردہ شوہر کا ہے اور جو متروکہ متوفیہ کے والد سے پہنچا تھا وہ متوفیہ نے اپنے بھائی  
کے ہاتھ بیع کر دیا اور یہ وصیت کر دی کہ اس روپیہ سے میری تجیز و تکفین کرنا۔

برادر حقیقی، ہمیشہ حقیقی، بھتیجا جس کا باپ موجودگی متوفیہ فوت ہو گیا۔ بھتیجی جن کا باپ

ہم جو دگی متوفیہ فوت ہو گیا۔

## الجواب

سائل نے بیان کیا ہے کہ متوفیہ نے اپنی موت سے چار مہینے پیشتر بھائی کے ہاتھ بیع کی دیا  
اُس وقت بھی بعارضہ دق بستہ تھی اور حالت خطرناک تھی، اگر یہ بیان صحیح ہے تو وہ بیع معتبر  
نہیں،

لان البیع من وادث فی مرض الموت لا یصح عند الامام واث کاٹ  
بمثل القیمة۔  
اس لئے کہ مرض الموت میں وادث کے ہاتھ بیع  
امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں اگرچہ شکی قیمت  
کے ساتھ ہو۔ (ت)

زیر واثا البیت جو شوہر نے بنا دیا تھا اگر عورت کو مالک نہ کر دیتا تھا تو اس کا مالک شوہر ہی  
ہے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور اگر مالک کر کے قبضہ دے دیا تھا عورت کا ہے جس طرح  
وہ چیز کہ باپ کے گھر سے لائی ان اشیاء کی نسبت بہن اور بھائی کے لئے عورت کی جو وصیت بتائی  
جاتی ہے بے اجازت شوہر یا ظل سبہ

لحدیث صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
انا اللہ اعطی کل ذی حق حقہ  
لا وصیۃ لوارث الا من یجیزھا  
المورثۃ یلہ  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس  
حدیث کی وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے  
ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرمادیا ہے بغیر دار  
وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء  
اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

ان احکام کے لحاظ سے جو ترکہ متوفیہ کا شوہر سے مع مہر اگر ذمہ شوہر ہو حسب شرائط  
فرائض چھ حصے ہو کر تین حصے شوہر اور دوہم برابر اور ایک بہن کو ملے گا بقیہ بیعتی کا کچھ حق  
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۸ از بریلی صدر بازار مستولہ عبد الغفور خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت نے ایک بزرگ کے ہاتھ  
پر اپنے پیشہ سے قوبر کی اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوئی اور مرنے تک اُس پر قائم رہی اور

سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۳۰/۲ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۲۳/۲  
سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۱۲۹/۲



نیک چلنی کی زندگی بسر کی بیماری کی حالت میں اُس نے یہ وصیت کی کہ اگر میں اسی بیماری میں جانبر نہ ہوں تو میری کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اور کل ذر نقد میرے مرشد کا حق ہے دوسرا کوئی وارث اُس کا نہیں وہ جس طور پر چاہیں صرف کریں اب مسئلہ کا انتقال ہوگا اُس کی جائیداد مکان ذر نقد از روئے شرع اسلام کس کو پہنچتا ہے۔ بینوا تو جبروا

### الجواب

سائل سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی وارث نہیں صرف اس کی ایک ماں سنی جاتی ہے کہ کافرہ ہے اس صورت میں جو مال شرعاً اس کا مسترد کہ ہو وہ تمام و کمال اس کا ہے جس کے لئے اُس نے وصیت کی یہ مال وہ ہو گا جو اس نے وجہ حلال سے حاصل کیا یا اگرچہ زہر حرام سے خریدا مگر اس پر عقد و نقد بلیغ نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ زہر حرام دکھا کر کہا ہو اس کے بدلے دے دینا اور پھر ثمن میں دہی دیا اور جو مال عین حرام اُس کے پاس ہے کہ خود زنا یا غنا کی اجرت میں اُسے ملا وہ اس کی ملک نہیں اس میں وصیت جاری نہ ہوگی وہ فقرا پر تقسیم کیا جائے اور جس کی خریداری میں عقد و نقد زہر حرام پر جمع ہو گئے ہوں وہ بھی غنیمت سے لینا نہ چاہئے فقرا کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سرگرم پورہ سورت مسئلہ نور محمد غلام رسول ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

نورہ مذکور نے اپنی حیات میں مکان رہن رکھ کر کئی مدت بعد مرحوم لڑکے مذکور اور حاملہ عورت کو چھوڑ کر گزریا بعد لڑکی پیدا ہوئی مذکور عورت نے اس مکان کو اپنے خاوند کے اجناس میں اسباب کو بیچ کر مکان چھڑایا بعد مذکور عورت نے اُس مکان کو بیچ ڈالا کر کے اور لڑکی کی پرورش اس کے ماموں نے کی بعد میں عورت بھی اور لڑکا بھی گزر گیا فقط صغیر لڑکی مذکور مریم بی حال عاقلہ بالغہ ہوئی ہے اور اپنے والد کی میراث طلب کرتی ہے، سوال اتنا ہے کہ ماں کو کچن کی پرورش کا حق تھا نہ کہ صغیرہ کا ورثہ بیچ ڈالنے کا یہ خلاصہ کی شرع موجب ضرورت ہے۔

### الجواب

اگر عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے وہ مکان اپنے مہر میں لے لیا کہ اور کوئی سبیل اس کے ادا کی نہ تھی تو وہ بیع جائز ہے ورنہ ورثہ کا دعویٰ اس پر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از علی گڑھ مسئلہ جناب آل احمد خلف سید صفدر علی صاحب پیشکار چوکی

۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مجمع میں یہ کہا کہ تم گواہ رہو، نے

فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا شرعی ولی نہیں ہے اور پھر اس عورت کو اس طرح نکاح کر دینے کی خبر پہنچی اس عورت نے اس کو قبول منظور کر لیا تو کیا یہ نکاح جائز و مکمل ہو جائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہیں کی گئی کہ کسی قدر مہر واجب ہوگا ؟ بتیو اتوجروا

### الجواب

اگر اس مرد حاضر نے اسی وقت قبول کر لیا تھا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا بشرطیکہ یہ مرد حاضر اس عورت کا کفو ہو یعنی نسب ، مذہب ، چال چلن ، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث شگ و عار ہو یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو ، ان صورتوں میں جبکہ عورت نے خبر پا کر اس نکاح کو قبول کر لیا تا فذ و تمام ہو گیا ۔ در مختار میں ہے ،

الفضولی کل تصرف صدر منه کتزویج او طلاق ولہ مجیز حال وقوعہ انعقد موقوفاً علیہ

فضولی سے جو تصرف صادر ہو جیسے کسی کی شادی کرنا یا طلاق دینا اور اس کے وقوع کے وقت کوئی اس کی اجازت دینے والا موجود ہو تو اس کا انعقاد موقوف ہو جاتا ہے ۔ ( د ت )

رد المحتار میں ہے ،

ای علی اجازۃ من یسلک ذلک العقد یم

یعنی اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے جو اس عقد کا مالک ہے ( د ت )

ہاں اگر جس سے نکاح ہوا کفو بمعنی مذکور نہ تھا اور عورت کا کوئی ولی زندہ تھا اور اس نے پیش از نکاح شخص مذکور کو غیر کفو جان کر صراحتہ اس نکاح کی اجازت نہ دی تھی تو یہ نکاح سرے سے باطل ہو اور عورت کی اجازت سے جائز نہیں ہو سکتا ۔ در مختار میں ہے ،  
یفتی فی غیر الکفو بعد رجواۃ اصلوۃ  
واللہ تعالیٰ اعلم ۔

غیر کفو میں اسکے بالکل عدم جواز کا قہر دیا جاتا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ( د ت )

۳۱/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	سہ الدر المختار
۱۳۵/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	" " "	سہ رد المحتار
۱۹۱/۱۰	مطبع مجتہاتی دہلی	باب الولی	کتاب النکاح	سہ الدر المختار

مسئلہ ۱۸۳ از بزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور مسئولہ محمد عبدالحمید صاحب قادری رضوی  
۲۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامی قرالدین عرصہ ۴۰ یوم سے فوت ہو گیا ہے اب ذیل ورثہ موجود ہیں اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے۔ بینوا تو جو دامنہ حنفیہ  
قائم الدین

زوجہ اخ اخ اخت اخت اخ الاسب  
(۱) زوجہ میت کی اس کی تمام پسماندہ جائیداد پر قبضہ کر بیٹھی ہے۔  
(۲) میت نے کسی قسم کی کوئی جائیداد کے متعلق وصیت نہیں کی ہے۔  
(۳) اخ عا مرحوم بھائی کے مکان میں ہی رہائش پذیر اور اس کے تمام کاروبار میں اس کا  
معاویہ و مددگار رہا ہے حضرت سلامت اس مسئلہ کو لاہور کے کسی مفتی نے ہاتھ نہیں لگایا۔  
لہذا بزم حنفیہ لاہور کے معرفت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کے دارالافتاء اہلسنت و جماعت میں  
بھیجا جاتا ہے ضرورت قنازعہ منظور ہے لہذا جواب باصواب سے جلدی ممنون فرمایا جائے۔

### الجواب

زوجہ کا مہر جتنا واجب الادا ہے اگر کل مہر ذکر شوہر کے برابر یا اس سے زائد ہے تو اس کا  
کلی مہر ذکر پر قبضہ کرنا ایک دعویٰ صحیح کی بنا پر ہے جب دین جائیداد مستغرق ہو تو جب تک ادا  
نہ کر لے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

قال تعالیٰ من بعد وصیة توصلون اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس وصیت کے بعد جو  
میراثا و دین یہ

ہاں وارثوں کو یہ حق ہے کہ اگر جائیداد یہ نہ پورا رضی نہ ہوں مہر اپنے پاس سے استھاناً  
ادا کر دیں اس وقت عورت کو لازم ہو گا کہ جائیداد چھوڑ دے اور صرف اپنا حصہ شرعی لے اور اگر  
اس کے لئے کوئی مہر واجب الادا نہ رہا جتنا ہے وہ قدر مہر ذکر سے کم ہے تو کل حساباً دیا  
اس کا قبضہ کرنا ظلم ہے کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔ جامع الفصولین اشباہ و نظائر



رد المحتار میں ہے :

قال الحموی فی شرح الکتب نقلًا عن  
العلامة المقدسی عن جده الاشقر  
عن شرح القدوری لا خصب ان عدم  
جوان الاخذ من خلاف الجنس کانت  
فی من مانهم لمطاعتهم فی الحقوق و  
الفتوی الیوم علی جوان الاخذ عند  
القدرة من ای مال کاف

حموی نے کنز کی شرح میں علامہ مقدسی سے نقل  
کیا انہوں نے اپنے دادا اشقر سے اخصب  
کی شرح قدوری کے حوالے سے ذکر کیا کہ  
خلاف جنس سے اپنا حق لینے کا عدم جواز  
متقدمین کے زمانہ میں تھا کیونکہ وہ حقوق میں  
شریعت کی اطاعت کرتے تھے۔ اور آج کے  
دور میں فتویٰ اس پر ہے کہ جس مال سے بھی  
حق وصول کرنے پر قادر ہو اس کا لینا جائز ہے۔

بہر حال جس صورت میں یہ ترکہ ورثہ کو پہنچے حسب شرائط فرائض ۸ سهام کے جائیں دو زوج  
کو اور دو دو ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو اور ارخ لاب یا ارخ لاب یعنی چپ ہو یا سوتلا  
بھائی وہ کچھ نہ پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### نوٹ

جلد ۲۵ کتاب المداینات سے شروع ہو کر کتاب الوصایا  
کے عنوان پر ختم ہوئی، جلد ۲۶ ان شاء اللہ کتاب الفرائض  
سے شروع ہوگی۔

انجيل الحماة  
انجيل المصونين بيارك

( ١٣٢٦ الهجرة النبوية )

مع تعليقاتها

بسم الله الموفق على السبيل

لامبارا  
الشيخ  
احمد  
القادي  
المفتي  
قدس سره

مؤسسة رضا

القائمة النظامية الرضوية، لاهور، باكستان

# الدولة المكيّة بالمائة الغنيّة

(١٣٢٣ الهجرة)

للشيخ الامام احمد رضا خان  
القندھاري الأفاضل ثم الريوني الهندكي

www.malah.org.uk مع ثبوتها في نفس علم التاريخ

## الفوضات المكيّة لمحب الدولة المكيّة

(١٣٢٦ الهجرة)

وليّبه

جلائل القدر طاب لأجله عطاء المؤمنين الشريفيين وحماة ومصر  
والشام وغزها من يد دار السلام زادها الله شرفاً وتكريماً

### مؤسستہ رضا

العامة العلمية للصورة لاهور باكستان